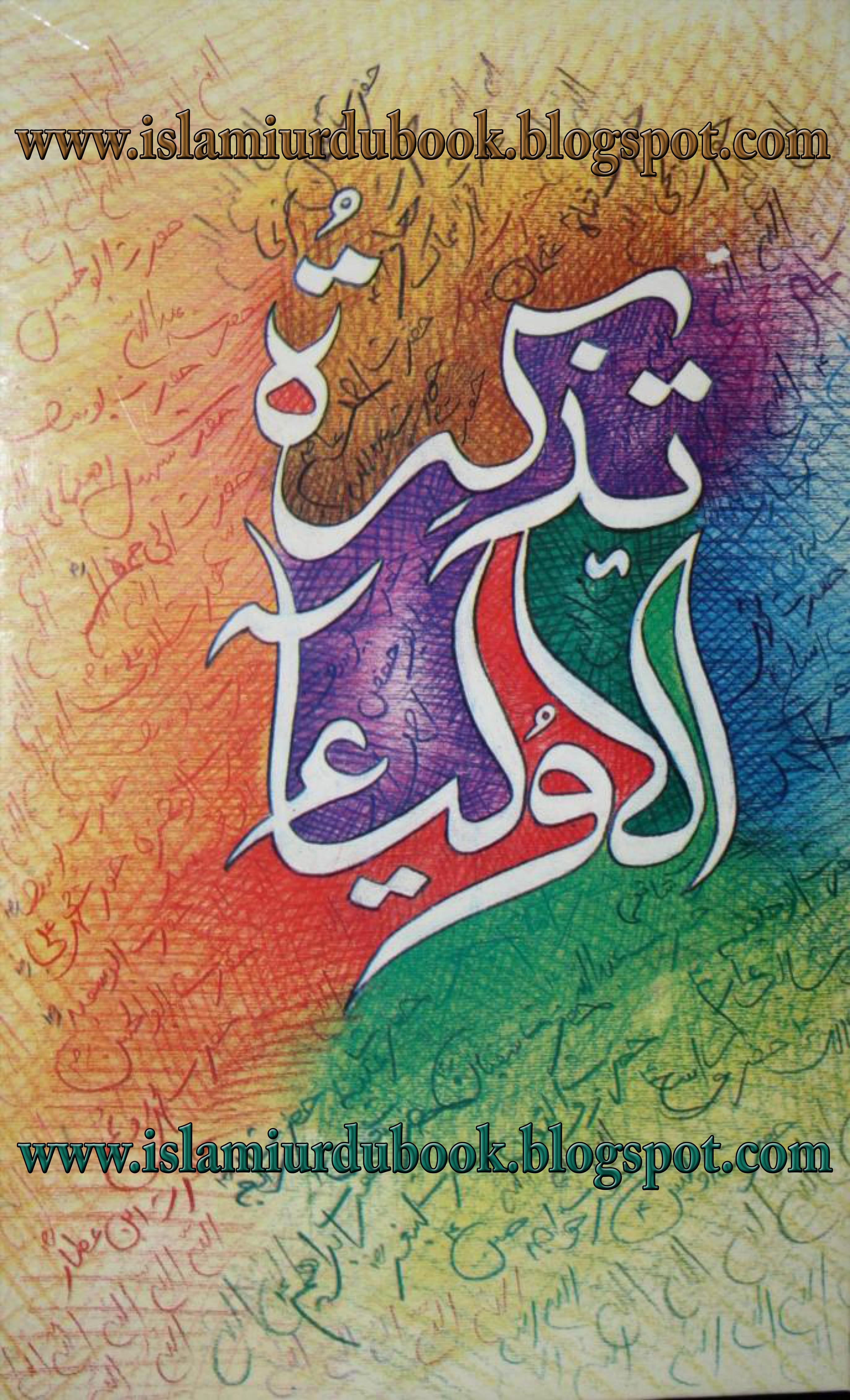

تذکرۃ الاولیاء

نام کتاب	——— تذکرۃ اولیاء
مرتبہ و مؤلفہ	——— حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
مطبع	——— اسلم عصمت پرنٹرز
ناشر	——— مشتاق بک کارنر
کمپوزر	——— رانا احمد گرافکس
	——— LDA/203 نزد احباب ہسپتال'
	——— مولانا احمد علی روڈ' لاہور۔
قیمت	——— -/120 روپے

فہرست

اسمائے بزرگان دین

صاحب تالیف کے حالات زندگی

نام ونسب اور ولادت : محمد بن ابی بکر ابراہیم ' کنیت ابو حامد یا ابو طالب ' لقب فرید الدین ' تخلص عطار ہے۔ مشہور ترین نام فرید الدین عطار ہے۔ آپ مضافات نیشاپور ۵۱۳ھ کو پیدا ہوئے اور ۶۲۷ھ کو وہیں وفات پائی سبب ایک تاتاری سپاہی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔

ابتدائی حالات : ابتداء میں ایک بڑے دواخانہ کے مالک تھے ' ایک روز اپنے کاروبار میں مصروف تھے کہ ایک فقیر نے آکر صدا لگائی اور جب دیکھا کہ کچھ اثر نہیں ہوتا تو بولا ایسے دھندے میں لگے ہوئے ہو تو جان کیسے دو گے؟ یہ جھنجھلا کر بولے "جیسے تم دو گے" فقیر نے کہا بھلا میری طرح کیا دو گے؟ یہ کہا اور سر کے نیچے کشکول رکھ کر لیٹ گیا۔ زبان سے لا الہ الا اللہ کہا اور روح پرواز کر گئی۔ شیخ کے قلب پر اس کا ایسا ہوا کہ کھڑے کھڑے دواخانہ لٹ دیا اور اسی وقت درویشی اختیار کر لی۔

شیخ رکن الدین اسکاف کی خدمت میں کئی سال بسر کئے آخر کار شیخ مجد الدین بغدادی کے ہاتھ پر بعیت کی اور آگے چل کر سلوک و معارف کے وہ مراتب طے کئے کہ خود مرشد کے لئے باعث فخر ہوئے۔

واقعہ شہادت : آپ کی شہادت کا واقعہ تذکرہ نگاروں نے اس طرح لکھا ہے۔ کہ تاتاریوں کے عین ہنگامے میں ایک سپاہی نے شیخ کو گرفتار کیا ایک راہ گیر نے بڑھ کر کہا کہ "دیکھنا اس مرد ضعیف کو قتل نہ کر دینا دس ہزار اشرفیاں نقد دیتا ہوں کہ ان کو چھوڑ دو" شیخ نے کہا خبردار اتنے پر مجھے فروخت نہ کر دینا۔ میری اس سے کہیں زیادہ قیمت ہے۔" سپاہی خوش اس سے بھی زیادہ دولت ہاتھ آئے گی اور وہ بھی بالکل مفت آگے بڑھ گیا۔ آگے ایک اور شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میاں سپاہی اس بوڑھے کو مجھے دے ڈالو۔ میں ایک گٹھا گھاس کا اس کے معاوضے میں دیتا

ہوں۔ شیخ بولے ہاں دے ڈال کر میری قیمت اس سے بھی کم ہے۔ سپاہی کے تن بدن میں آگ لگ گئی کہ دس ہزار اشرفیاں ملتی ہوئی ہاتھ سے گئیں جھلا کر وہیں سر تن جدا کر ڈالا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○

تصنیفات :آپ نے نظم و نثر میں بہت تصنیفات چھوڑی ہیں۔ جن کی تعداد قاضی نور اللہ شوستری کے مجالس المومنین ۱۱۴ ہیں۔ ان میں سے جو مشہور ہیں۔ وہ درج ہیں۔ ۱۔ تذکرۃ اولیاء، ۲۔ منطق الطیر، ۳۔ مصیبت نامہ ۴۔ اسرار نامہ، ۵۔ الٰہی نامہ، ۶۔ بیسو نامہ، ۷۔ پندنامہ، ۸۔ وصیت نامہ، ۹۔ خسرو و گل، ۱۰۔ بیئر نامہ ۱۱۔ اور شرح القلب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر ⬅ 1

حضرت ابو محمد امام جعفر صادق کے حالات و مناقب

تعارف :آپ کا اسم گرامی جعفر صادق اور کنیت ابو محمد ﷺ ہے۔ آپ کے مناقب اور کرامتوں کے متعلق جو کچھ بھی تحریر کیا جائے بہت کم ہے۔ آپ امت محمدی کے لیے صرف بادشاہ اور حجت نبوی کے لیے روشن دلیل ہی نہیں بلکہ صدق و تحقیق پر عمل پیرا۔ اولیاء کرام کے باغ کا پھل، آل علی، نبیوں کے سردار کے جگر گوشہ اور صحیح معنوں میں وارث نبی بھی ہیں۔ اور آپ کی عظمت و شان کے اعتبار سے ان خطابات کو کسی طرح بھی نامناسب نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہ بات ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء و صحابہ اور اہل بیت کے حالات اگر تفصیل کے ساتھ لکھے جائیں۔ تو اس کے لیے الگ ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اسی لیے ہم اپنی تصنیف میں حصول برکت کے لیے صرف ان اولیاء کرام کے حالات و مناقب بیان کر رہے ہیں۔ جو اہل بیت کے بعد ہوئے۔ اور ان میں سب سے پہلے حضرت امام جعفر صادق کے حالات سے شروع کر رہے ہیں۔

حالات : آپ کا درجہ صحابہ کرام کے بعد ہی آتا ہے۔ لیکن اہل بیت میں شامل ہونے کی وجہ سے نہ صرف باب طریقت ہی میں آپ سے ارشادات منقول ہیں۔ بلکہ بہت سی روایتیں بھی مروی ہیں۔ اور انہیں کثیر ارشادات میں سے بعض چیزیں بطور سعادت ہم یہاں بیان کر رہے ہیں اور جو لوگ آپ کے طریقہ پر عمل پیرا ہیں وہ بارہ اماموں کے مسلک پر گامزن ہیں۔ کیونکہ آپ کا مسلک بارہ اماموں کے طریقت کا قائم مقام ہے اور اگر صرف تنہا آپ ہی کے حالات و مناقب بیان کر دیئے جائیں تو بارہ اماموں کے مناقب کا ذکر تصور کیا جائے گا۔ آپ نہ صرف مجموعہ کمالات و پیشوائے طریقت کے مشائخ ہیں بلکہ ارباب ذوق اور عاشقان طریقت اور زاہدان عالی مقام کے مقتدا بھی ہیں نیز آپ نے اپنی بہت سی تصانیف میں رازہائے طریقت کو بڑے اچھے پیرائے میں واضح فرمایا ہے۔ اور حضرت امام باقر کے بھی کثیر مناقب روایت کئے ہیں۔

غلط فہمی کا ازالہ : مصنف فرماتے ہیں کہ مجھے ان کم فہم لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل سنت نعوذ باللہ اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جب کہ صحیح معنوں میں اہل سنت ہی اہل بیت سے محبت رکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے عقائد ہی میں یہ شے داخل ہے۔ کہ رسول خدا ﷺ پر ایمان لانے کے بعد ان کی اولاد سے محبت کرنا لازم ہے۔

امام شافعی پر رافضیت کا الزام : کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اہل بیت ہی کی محبت کی وجہ سے حضرت امام شافعی کو رافضی کا خطاب دے کر قید کر دیا گیا۔ جس کے متعلق امام صاحب خود اپنے ہی ایک شعر میں اشارہ فرماتے ہیں۔ اگر اہل بیت سے محبت کا نام رفض ہے تو پھر پورے عالم کو میرے رافضی ہونے پر گواہ رہنا چاہئے۔ اور اگر بالفرض اہل بیت اور صحابہ کرام سے محبت کرنا ارکان ایمان میں داخل نہ بھی ہو تب بھی ان سے محبت کرنے اور ان کے حالات سے باخبر رہنے میں کیا حرج واقع ہوتا ہے اسی لیے ہر اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح وہ حضور اکرم ﷺ کے مراتب سے آگہی حاصل کرتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت کے مراتب کو بھی مراتب افضل خیال کرے۔

سنی کی تعریف : صحیح معنوں میں اسی کو سنی کہا جا سکتا ہے جو حضور اکرم ﷺ سے رشتہ رکھنے والوں میں سے کسی کی فضیلت کا بھی منکر نہ ہو۔ ایک روایت ہے کہ کسی نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ کے متعلقین میں سب سے زیادہ افضل کون ہے؟ فرمایا کہ بیٹیوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ساتھیوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور جوانوں میں حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور بوڑھوں میں حضرت رضی اللہ عنہ

عظمت اولیاء کا اظہار: خلیفہ منصور نے ایک شب اپنے بیٹوں کو حکم دیا۔ کہ امام جعفر صادق کو میرے روبرو پیش کرو تاکہ میں ان کو قتل کردوں وزیر نے عرض کیا کہ دنیا کو خیرباد کہہ کر کے جو شخص عزلت نشین ہو گیا اس کو قتل کرنا قرین مصلحت نہیں۔ لیکن خلیفہ نے غضبناک ہو کر کہا کہ میرے حکم کی تعمیل تم پر ضروری ہے۔ چنانچہ مجبوراً جب وزیر امام جعفر صادقؒ کو لینے چلا گیا تو منصور نے غلاموں کو ہدایت کردی کہ جس وقت میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو تم فی الفور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کر دینا۔ لیکن جب آپ تشریف لائے تو آپ کے عظمت و جلال نے خلیفہ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ بے قرار ہو کر آپ کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا اور نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی مودبانہ آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی حاجات اور ضروریات کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب سے اہم حاجت و ضرورت یہ ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت و ریاضت میں خلل واقع نہ ہو چنانچہ منصور نے وعدہ کر کے عزت اور احترام کے ساتھ آپ کو رخصت کیا لیکن آپ کے دبدبے کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ لرزہ براندام ہو کر مکمل تین شب و روز بے ہوش رہا۔ لیکن بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے کی حد تک غشی طاری رہی۔ بہرحال خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر اور غلام حیران ہو گئے۔

اور جب خلیفہ سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ جس وقت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لائے تو ان کے ساتھ اتنا بڑا اژدہا تھا جو اپنے جبڑوں کے درمیان پورے چبوترے کو گھیرے میں لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا اگر تو نے ذرا سی بھی گستاخی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نگل جاؤں گا۔ چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہو گئی۔ اور میں نے آپ سے معافی طلب کر لی۔

نجات عمل پر موقوف ہے نسب پر نہیں: ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ کہ آپ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لیے مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں لیکن آپ خاموش رہے۔ اور جب دوبارہ داؤد طائی نے کہا کہ اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت بخشی ہے۔ اس لحاظ سے نصیحت کرنا آپ کے

لئے ضروری ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے تو یہی خوف لگا ہوا ہے کہ قیامت کیدن میرے جد اعلیٰ ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر بیٹھیں کہ تو نے خود میرا اتباع کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ نجات کا تعلق نسب سے نہیں بلکہ اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔ یہ سن کر داؤد طائی کو بہت عبرت ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب اہل بیت پر خوف کے غلبہ کا یہ عالم ہے۔ تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کر سکتا ہوں۔

نفاق سے نفرت :جب آپ تارک دنیا ہو گئے تو حضرت ابو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر فرمایا کہ مخلوق آپ کے تارک الدنیا ہونے سے آپ کے فیوض عالیہ سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل دو شعر پڑھے۔

ذھب الوفاذھاب انس الذاھب
والناس بین تغائل ومارب
کسی جانے والے انسان کی طرح وفا بھی چلی گئی
اور لوگ اپنے خیالات میں غرق رہ گئے

یھشون بینھم الموده والوفا
وقلوبھم محشوره بعقا رب
گو بظاہر ایک دوسرے کیساتھ اظہار محبت و وفا کرتے ہیں
لیکن ان کے قلوب بچھوؤں سے لبریز ہیں

ظاہر مخلوق کیلئے اور باطن خالق کے لیے :ایک دفعہ آپ کو بیش بہا لباس میں دیکھ کر کسی نے اعتراض کیا کہ اتنا قیمتی لباس اہل بیت کے لئے مناسب نہیں۔ تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اپنی آستین پر پھیرا تو اس کو آپ کا لباس ٹاٹ سے بھی زیادہ کھردرا محسوس ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا ھذا الخلق و ھذا الحق یعنی مخلوق کو نگاہوں میں تو یہ عمدہ لباس ہے۔ لیکن حق کے لیے یہی کھردرا ہے۔

دانش مند کون ہے :ایک مرتبہ آپ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ دانش مند کی کیا تعریف ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ جو بھلائی اور برائی میں امتیاز کر سکے۔ آپ نے کہا کہ یہ امتیاز تو جانور بھی کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جو ان کی خدمت کرتا ہے۔ ان کو ایذا نہیں پہنچاتے اور جو تکلیف دیتا ہے۔ اس کو کاٹ کھاتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ پھر آپ کے نزدیک دانش

مندی کی کیا علامت ہے؟ جواب دیا کہ جو دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی کو اختیار کرے۔ اور دو برائیوں میں سے مصلحۃً کم برائی پر عمل کرے۔

کبریائی رب پر فخر کرنا تکبر نہیں: کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ظاہری و باطنی فضل و کمال کے باوجود آپ میں تکبر پایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نہیں ہوں۔ البتہ جب میں نے کبر کو ترک کر دیا تو میرے رب کی کبریائی نے مجھے گھیر لیا۔ اس لیے میں اپنے کبر پر نازاں نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو اپنے رب کی کبریائی پر فخر کرتا ہوں۔

سبق آموز واقعہ: کسی شخص کی دینار کی تھیلی گم ہو گئی۔ تو اس نے آپ پر الزام لگاتے ہوئے کہا۔ کہ میری تھیلی آپ ہی نے چرائی ہے۔ حضرت جعفرؒ نے اس سے سوال کیا۔ کہ اس میں کتنی رقم تھی؟ اس نے کہا دو ہزار دینار چنانچہ گھر لے جا کر آپ نے اس کو دو ہزار دینار دے دیئے۔ اور بعد میں جب اس کی کھوئی ہوئی تھیلی کسی دوسری جگہ سے مل گئی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر کے معافی چاہتے ہوئے آپ سے رقم واپس لینے کی درخواست کی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ہم کسی کو دے کر واپس نہیں لیتے۔ پھر جب لوگوں سے اس کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہوا تو اس نے بے حد ندامت کا اظہار کیا۔

حق رفاقت: ایک مرتبہ آپ تنہا اللہ جل شانہ کا ورد کرتے ہوئے کہیں جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک اور شخص بھی اللہ جل شانہ کا ورد کرتا ہوا۔ آپ کے ساتھ ہو گیا۔ اس وقت آپ کی زبان سے نکلا کہ اے اللہ! اس وقت میرے پاس کوئی بہتر لباس نہیں ہے۔ چنانچہ یہ کہتے ہی غیب سے ایک بہت قیمتی لباس نمودار ہوا اور آپ نے زیب تن کر لیا۔ لیکن اس شخص نے جو آپ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ عرض کیا کہ میں بھی تو اللہ جل شانہ کا ورد کرنے میں آپ کا شریک تھا۔ لہذا آپ اپنا پرانا لباس مجھے عنایت فرما دیں۔ آپ نے اپنا لباس اتار کر اس کے حوالے کر دیا۔

طریقہ ہدایت: کسی نے آپ سے عرض کیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار کروا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ سے فرمایا گیا تھا۔ کہ لن ترانی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اس نے عرض کیا یہ تو مجھے بھی علم ہے۔ لیکن یہ تو امت محمدی ﷺ ہے۔ جس میں ایک تو یہ کہتا ہے کہ رائی قلبی یعنی میرے قلب نے اپنے پروردگار کو دیکھا اور دوسرا یہ کہتا ہے۔ کہ لم اعبدر وبالم اراہ یعنی میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جو مجھ کو نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ چنانچہ جب اس کو پانی میں ڈال

دیا گیا- اور پانی اس کے اوپر پھینکا تو اس نے حضرت سے بہت فریاد کی- لیکن آپ نے پانی کو حکم دیا کہ اس کو خوب اچھی طرح اوپر نیچے غوطے دیئے اور جب کئی مرتبہ پانی نے غوطے دیئے اور وہ لب مرگ ہو گیا- تو اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا- اس وقت حضرت نے اس کو پانی میں سے باہر نکلوایا اور حواس درست ہونے کے بعد دریافت فرمایا کہ اب تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا؟ اس نے عرض کیا کہ جب تک میں دوسروں سے اعانت کا طلب گار رہا- اس وقت تک میرے سامنے ایک حجاب سا تھا- لیکن جب اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا تو میرے قلب میں ایک سوراخ نمودار ہوا اور پہلی سی بے قراری ختم ہو گئی- جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول ہے کہ کون ہے جو حاجت مند کے پکارنے پر اس کا جواب دے' آپ نے فرمایا کہ جب تک تو نے صادق کو آواز دی اس وقت تک تو جھوٹا تھا اور اب قلبی سوراخ کی حفاظت کرنا-

ارشادات : فرمایا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص شے پر موجود ہے- یا کسی شے سے قائم ہے- وہ کافر ہے فرمایا کہ جس مصیبت سے قبل انسان میں خوف پیدا ہوا ہو وہ اگر توبہ کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے- اور جس عبادت کی ابتداء میں مامون رہنا اور آخر میں خود بینی پیدا ہونا شروع ہو تو اس کا نتیجہ بعد الٰہی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے- اور جو شخص عبادت پر فخر کرے وہ گناہگار ہے- اور جو مصیبت پر اظہار ندامت کرے وہ فرمانبردار ہے- کسی نے آپ سے سوال کیا کہ صبر کرنیوالے درویش اور شکر کرنے والے مالدار میں سے آپ کے نزدیک کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صبر کرنے والے درویش کو اس لئے فضیلت حاصل ہے' کہ مالدار کو ہمہ اوقات اپنے مال کا تصور رہتا ہے- اور درویش کو صرف اللہ تعالیٰ کا خیال- جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "توبہ کرنے والے ہی عبادت گذار ہیں-" آپ فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی کی تعریف یہ ہے کہ جس میں مشغول ہونے کے بعد دنیا کی ہر شے کو بھول جائے- کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر شے کا نعم البدل ہے- یختص برحمتہ من یشاء کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے- اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے- یعنی تمام اسباب وسائل ختم کر دیئے جاتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے- کہ عطائے الٰہی بلاواسطہ ہے نہ کہ بالواسطہ فرمایا کہ مومن کی تعریف ہے کہ نفس کی سرکشی کا مقابلہ کرتا رہے- اور عارف کی تعریف یہ ہے کہ جو اپنے مولیٰ کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول رہے- فرمایا کہ صاحب کرامت وہ جو اپنی ذات کے لئے نفس کی سرکشی سے آمادہ بجنگ رہے- کیونکہ نفس سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کا سبب ہوتا ہے- فرمایا کہ اوصاف مقبولیت میں سے ایک وصف الہام بھی ہے- جو لوگ دلائل سے الہام کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں وہ بد دین

ہیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے میں اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ جتنا کہ رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر چیونٹی رینگتی ہے۔ فرمایا کہ عشق الٰہی نہ تو اچھا ہے اور نہ برا فرمایا کہ مجھ پر رموز حقیقت اس وقت منکشف ہوئے جب میں خود دیوانہ ہو گیا۔ فرمایا نیک بختی کی علامت یہ بھی ہے کہ عقل مند دشمن سے واسطہ پڑ جائے۔ فرمایا کہ پانچ لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اول جھوٹے سے کیونکہ اس کی صحبت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوم بے وقوف سے کیونکہ جس قدر وہ تمہاری منفعت چاہے گا۔ اسی قدر نقصان پہنچے گا۔ سوم کنجوسی سے کیونکہ اس کی صحبت سے بہترین وقت رائیگاں ہو جاتا ہے۔ چہارم بزدل سے کیونکہ یہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ پنجم فاسق سے کیونکہ ایک نوالے کی طمع میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں فردوس و جہنم کا نمونہ پیش کر دیا ہے۔ کیونکہ آسائش جنت ہے اور تکلیف جہنم۔ اور جنت کا صرف وہی حقدار ہے۔ جو اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اور دوزخ اس کا مقدر ہے جو اپنے امور نفس سرکش کے حوالے کر دے۔ فرمایا کہ اگر دشمنوں کی صحبت سے اولیاء کرام کو ضرر پہنچ سکتا تو فرعون سے آسیہ کو پہنچتا۔ اور اگر اولیاء کی صحبت دشمن کیلئے فائدہ مند ہوتی تو سب سے پہلے حضرت نوح اور حضرت کی ازواج کو فائدہ پہنچتا۔ لیکن قبض اور ربط کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

اعتراز :اگرچہ آپ کے فضائل و ارشادات بہت زیادہ ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے حصول سعادت کے پیش نظر اختصار کے ساتھ بیان کر دیئے گئے۔

باب نمبر ← 2

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب و حالات

تعارف :آپ جلیل القدر تابعین اور چالیس پیشواؤں میں سے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "اویس احسان و مہربانی کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہے" اور جس کی تعریف رسول اکرم ﷺ فرمادیں اس کی تعریف دوسرا کوئی کیا کر سکتا ہے۔ بعض اوقات جانب یمن روئے مبارک کر کے حضور فرمایا کرتے تھے کہ "میں یمن کی جانب سے رحمت کی ہوا آتی ہوئی پاتا ہوں۔"

توصیف :حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ "قیامت کے دن ستر ہزار ملائکہ کے آگے جو اویس قرنی کے مانند ہوں گے اویس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ تاکہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہے۔ اس لئے کہ آپ نے خلوت نشین ہو کر اور مخلوق سے روپوشی اختیار کر کے محض اس لیے عبادت و ریاضت اختیار کی کہ دنیا آپ کو برگزیدہ تصور نہ کرے۔ اور اسی مصلحت کے پیش نظر قیامت کے دن آپ کی پردہ داری قائم رکھی جائے گی"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک ایسا شخص ہے۔ جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر گناہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ (ربیعہ و مضر دو قبیلے ہیں جن میں بکثرت بھیڑیں پالی جاتی تھیں۔) اور جب صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے۔ اور کہاں مقیم ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا ایک بندہ ہے۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصرار کے بعد فرمایا کہ وہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

چشم باطن سے زیارت ہوئی :جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا وہ کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کبھی نہیں۔ لیکن چشم ظاہری کے بجائے چسم باطنی سے

اس کو میرے دیدار کی سعادت حاصل ہے اور مجھ تک نہ پہنچنے کی دو وجوہ ہیں- اول غلبہ حال- دوم تعظیم شریعت کیونکہ اس کی والدہ مومنہ بھی ہیں- اور ضعیف و نابینہ بھی اور اویس شتربانی کے ذریعہ ان کے لیے معاش حاصل کرتا ہے پھر جب صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ہم ان سے شرف نیاز حاصل کر سکتے ہیں- تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ "نہیں" البتہ عمر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوگی اور ان کی شناخت یہ ہے کہ پورے جسم پر بال ہیں اور ہتھیلی کے بائیں پہلو پر ایک درہم کے برابر سفید رنگ کا داغ ہے- لیکن داغ برص کا داغ نہیں- لہٰذا جب ان سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچانے کے بعد میری امت کے لئے دعا کرنے کا پیغام بھی دینا- پھر جب صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کے پیراہن کا حق دار کون ہے؟ تو فرمایا کہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ-

مقام تابعی اور اشتیاق صحابہ رضی اللہ عنہ: دور خلافت راشدہ میں حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے اور اہل یمن سے ان کا پتہ معلوم کیا تو کسی نے کہا کہ میں ان سے پوری طرح تو واقف نہیں البتہ ایک دیوانہ آبادی سے دور عرفہ کی وادی میں اونٹ چرایا کرتا ہے- اور خشک روٹی کی غذا ہے- لوگوں کو ہنستا ہوا دیکھ کر خود روتا ہے- اور روتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر خود ہنستا ہے- چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ نماز میں مشغول ہیں اور ملائکہ ان کے اونٹ چرا رہے ہیں- فراغت نماز کے بعد جب ان کا نام دریافت کیا تو جواب دیا کہ عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنا اصلی نام بتایئے- آپ نے جواب دیا کہ اویس ہے- پھر حضرت عمر نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ دکھایئے- انہوں نے جب ہاتھ دکھایا تو حضور ﷺ کی بیان کردہ نشانی کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دست بوسی کی- اور حضور ﷺ کا لباس مبارک پیش کرتے ہوئے سلام پہنچا کر امت محمدی کے حق میں دعا کرنے کا پیغام بھی دیا- یہ سن کر اویس قرنی نے عرض کیا کہ آپ خوب اچھی طرح دیکھ بھال لیں- شاید وہ کوئی دوسرا فرد ہو جس کے متعلق حضور نے نشاندہی فرمائی ہے- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نشانی کی نشان دہی فرمائی ہے وہ آپ میں موجود ہے- یہ سن کر اویس قرنی نے عرض کیا کہ اے عمر تمہاری دعا مجھ سے زیادہ کارگر ثابت ہو سکتی ہے- آپ نے فرمایا کہ میں تو دعا کرتا ہی رہتا ہوں- البتہ آپ کو حضور ﷺ کی وصیت پوری کرنی چاہئے- چنانچہ حضرت اویس نے حضور ﷺ کا لباس مبارک کچھ فاصلے پر لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یارب جب تک تو میری سفارش پر امت محمدی کی مغفرت نہ کردے گا- میں سرکار دو عالم ﷺ کا لباس ہرگز نہیں پہنوں گا- کیونکہ تیرے نبی ﷺ نے اپنی امت کو میرے حوالے کیا ہے- چنانچہ غیب کی آواز آئی کہ ہم نے تیری سفارش پر کچھ افراد کی مغفرت کردی- اسی طرح آپ مشغول دعا

تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے پہنچ گئے۔ اور جب آپ نے سوال کیا کہ آپ دونوں حضرات کیوں آگئے؟ میں تو جب تک پوری امت کی مغفرت نہ کروالیتا۔ اس وقت تک یہ لباس کبھی نہ پہنتا۔

مقام ولایت خلافت سے بہتر ہے :حضرت عمر نے آپ کو ایسے کمبل کے لباس میں دیکھا جس کے نیچے تونگری کے ہزاروں عالم پوشیدہ تھے۔ یہ دیکھ کر آپ کے قلب میں خلافت سے دستبرداری کی خواہش پیدا ہوئی اور فرمایا کہ کیا کوئی شخص ہے۔ جو روٹی کے ٹکڑے کے بدلے میں مجھ سے خلافت خریدے۔ یہ سن کر حضرت اویس نے کہا کہ کوئی بیوقوف شخص ہی خرید سکتا ہے۔ آپ کو تو فروخت کرنے کے بجائے اٹھا کر پھینک دینا چاہئے پھر جس کا جی چاہے اٹھالیگا۔ یہ کہہ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا لباس پہن لیا اور فرمایا کہ میری سفارش پر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مغفرت فرمادی۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ان سے پوچھا اگر آپ دیدار نبی سے مشرف ہوئے ہیں تو بتائیے کہ حضور کے ابرو کشادہ تھے یا گھنے؟ لیکن دونوں صحابہ جواب سے معذور رہے۔

اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دندان مبارک کا توڑنا :حضرت اویس نے کہا کہ اگر آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں میں سے ہیں تو یہ بتائیے کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا دانت مبارک شہید ہوا تھا اور آپ نے اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے تمام دانت کیوں نہ توڑ ڈالے؟ یہ کہہ کر اپنے تمام ٹوٹے ہوئے دانت دکھا کر کہا کہ جب دانت مبارک شہید ہوا تو میں نے اپنا ایک دانت توڑ ڈالا پھر خیال آیا کہ شاید کوئی دوسرا دانت شہید ہوا ہو اسی طرح ایک ایک کرکے جب تمام دانت توڑ ڈالے اس وقت مجھے سکون نصیب ہوا۔ یہ دیکھ کر دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم پر رقت طاری ہو گئی اور یہ اندازہ ہو گیا کہ پاس ادب کا حق یہی ہوتا ہے۔ گو حضرت اویس دیدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف نہ ہو سکے۔ لیکن اتباع رسالت کا مکمل حق ادا کرکے دنیا کو درس ادب دیتے رخصت ہو گئے۔

مومن کیلئے ایمان کی سلامتی ضروری ہے :جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ نے کہا کہ نماز میں التحیات کے بعد یہ دعا۔ کیا کرتا ہوں اللھم اغفر للمومنین والمومنات اے اللہ تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے اور اگر تم ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے تو تمہیں سرخروئی حاصل ہو گی۔ ورنہ میری دعا بے فائدہ ہو کر رہ جائے گی۔

وصیت :حضرت عمرؓ نے جب وصیت کرنے کے لیے فرمایا تو آپ نے کہا کہ اے عمرؓ اگر تم خدا شناس ہو تو اس سے زیادہ افضل اور کوئی وصیت نہیں کہ تم خدا کے سوا کسی دوسرے کو نہ پہچانو' پھر پوچھا کہ اے عمرؓ کیا اللہ تعالیٰ تم کو پہچانتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اویس نے کہا کہ بس خدا کے علاوہ تمہیں کوئی نہ پہچانے یہی تمہارے لئے افضل ہے۔

استغناء :حضرت عمر نے خواہش کی کہ آپ کچھ دیر اسی جگہ قیام فرمائیں میں آپ کے لئے کچھ لے کر آتا ہوں تو آپ نے جیب سے دو درہم نکال کر دکھاتے ہوئے کہا کہ یہ اونٹ چرانے کا معاوضہ ہے اور اگر آپ یہ ضمانت دیں کہ یہ درم خرچ ہونے سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو پھر یقیناً آپ کا جو جی چاہے عنایت فرمادیں ورنہ یہ دو درم میرے لیے بہت کافی ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہاں تک پہنچنے میں آپ حضرات کو جو تکلیف ہوئی اس کے لیے میں معافی چاہتا ہوں اور اب آپ دونوں واپس ہو جائیں کیونکہ قیامت کا دن قریب ہے۔ اور میں زاد آخرت کی فکر میں لگا ہوا ہوں۔ پھر ان دونوں صحابہ کی واپسی کے بعد جب لوگوں کے قلوب میں حضرت اویس کی عظمت جاگزین ہوئی اور مجمع لگنے لگا تو آپ گھبرا کر کوفہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور وہاں پہنچنے کے بعد بھی صرف ہرم بن حبان کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے نہیں دیکھا۔ کیونکہ جب سے ہرم بن حبان نے آپ کی شفاعت کا واقعہ سنا تھا۔ اشتیاق زیارت میں تلاش کرتے ہوئے کوفہ پہنچے۔

باب نمبر ⟵ 3

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ با عمل عالم بھی تھے۔ اور زاہد و متقی بھی۔ سنت نبوی ﷺ پر سختی سے عمل کرتے اور ہمیشہ خداوند تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے۔ آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھیں۔ اور جب بچپن میں آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف ہوتیں اور آپ رونے لگتے تو ام المومنین آپ کو گود میں اٹھا کر اپنی چھاتیاں آپ کے منہ میں دے دیتیں۔ اور وفور شوق میں آپ کے پستان سے دودھ بھی نکلنے لگتا۔ اندازہ فرمائیے کہ جس نے ام المومنین کا دودھ پیا ہوا۔ اس کے مراتب کا کون انکار کر سکتا ہے۔

بچپن میں سعادت :بچپن میں آپ نے ایک دن حضور ﷺ اکرم کے پیالے کا پانی پی لیا۔ اور جب حضور ﷺ نے دریافت فرمایا۔ کہ میرے پیالے کا پانی کس نے پیا ہے؟ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حسن نے یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ اس نے جس قدر پانی میرے پیالے میں سے پیا ہے۔ اسی قدر میرا علم اس میں اثر کر گیا۔

حضور ﷺ کی دعا :ایک دن حضور اکرم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے تو انہوں نے حسن بصری کو آپ کی آغوش مبارک میں ڈال دیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے آپ کے لئے بھلائی کی دعا فرمائی۔ اور اس دعا کی برکت سے آپ کو بے پناہ مراتب حاصل ہوئے۔

وجہ تسمیہ :ولادت کے بعد جب آپ کو حضرت عمر کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نام حسن رکھو۔ کیونکہ یہ بہت ہی خوبرو ہے۔ حضرت ام سلمہ نے آپ کی تربیت فرمائی اور ہمیشہ یہی دعا کیا کرتی تھیں کہ اے اللہ حسن کو مخلوق کا رہنما بنا دے چنانچہ آپ یکتائے روزگار بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور ایک سو بیس صحابہ سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ ان میں ستر شہدائے بدر بھی شامل ہیں۔ آپ کو حضرت حسنؓ بن علی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ اور انہیں سے تعلیم بھی پائی لیکن تحفہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت تھے اور انہیں کے خلفاء

میں سے ہوئے ابتدائی دور میں آپ جواہرات کی تجارت کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کا نام حسن موتی بیچنے والا پڑ گیا۔

ایک مرتبہ تجارت کی نیت سے روم گئے اور جب وہاں کے وزیر کے پاس بغرض ملاقات پہنچے تو وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے فرمایا کہ ہاں چنانچہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل میں جا پہنچے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ رومی ریشم کا ایک بہت ہی شاندار خیمہ نصب ہے۔ اور اس کے چاروں طرف مسلح فوجی طواف کر کے واپس جا رہے ہیں پھر علماء اور باحشمت لوگ وہاں پہنچے اور خیمہ کے قریب کچھ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ پھر حکماء میر منشی وغیرہ پہنچے اور کچھ کہہ کر چل دیئے۔ پھر خوبرو کنیزیں زرد جواہر کے تھال سر پر رکھے ہوئے آئیں۔ اور وہ بھی اسی طرح کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ پھر بادشاہ اور وزیر بھی کچھ کہہ کر واپس ہو گئے۔ آپ نے حیرت زدہ ہو کر جب وزیر سے واقعہ معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ بادشاہ کا ایک خوبصورت بہادر جوان بیٹا مر گیا تھا۔ اور وہی اس خیمہ میں دفن ہے۔ چنانچہ آج کی طرح ہر سال یہاں تمام لوگ آتے ہیں سب سے پہلے فوج آکر کہتی ہے کہ اگر جنگ کے ذریعہ تیری موت ٹل سکتی تو ہم جنگ کر کے تجھے بچا لیتے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ممکن نہیں اس کے بعد حکماء آکر کہتے ہیں۔ کہ اگر عقل و حکمت سے موت کو روکا جا سکتا تو ہم یقیناً روک دیتے۔ پھر علماء مشائخ آکر کہتے ہیں کہ اگر دعاؤں سے موت کو رفع کیا جا سکتا تو ہم کر دیتے۔ پھر حسین کنیزیں آکر کہتی ہیں۔ کہ اگر حسن و جمال سے موت کو ٹالا جا سکتا تو ہم ٹال دیتیں پھر بادشاہ وزیر کے ساتھ آکر کہتا ہے کہ اے میرے بیٹے ہم نے حکماء و اطباء کے ذریعہ بہت کوشش کی۔ لیکن تقدیر الٰہی کو کون مٹا سکتا ہے۔ اور اب آئندہ سال تک تجھ پر ہمارا اسلام ہو۔ یہ کہہ کر واپس ہو جاتا ہے۔ حضرت حسن نے یہ واقعہ سن کر قسم کھائی کہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسوں گا۔ اور دنیا سے بیزار ہو کر فکر آخرت میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ مشہور ہے کہ ستر سال تک آپ ہمہ وقت باوضو رہے۔ اور اپنے ہمعصر بزرگوں میں ممتاز ہوئے۔ کسی شخص نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ حسن بصری ہم سے زیادہ افضل کیوں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حسن کے علم کی ہر فرد کو ضرورت ہے اور اس کو سوائے خدا کے کسی کی حاجت نہیں۔

حضرت رابعہ بصریہ کا مقام: ہفتہ میں ایک مرتبہ آپ وعظ کہا کرتے تھے۔ مگر جب تک حضرت رابعہ بصری شریک نہ ہوتیں۔ تو وعظ نہیں کہتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے وعظ میں نو بڑے بڑے بزرگ حاضر ہوتے ہیں۔ پھر آپ صرف ایک بوڑھی عورت کے نہ ہونے سے وعظ کیوں ترک کر دیتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاتھی کے برتن کا شربت چیونٹیوں کے برتن میں کیسے سما سکتا ہیں؟

اور جب آپ کو دوران وعظ جوش آجاتا تو رابعہ بصری سے فرماتے کہ یہ تمہارے ہی جوش و گرمی کا اثر ہے۔

سبق آموز جوابات: ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ کیا آپ اپنے وعظ میں کثیر لوگوں کے اجتماع سے خوش ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ میں تو اس وقت مسرور ہوتا ہوں جب کوئی عشق الٰہی میں دل جلا آجاتا ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے۔ اور مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ اسلام کتاب میں ہے؟ اور مسلمان جب آپ سے دین کی اساس کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ تقویٰ دین کی اساس ہے اور لالچ تقویٰ کو ضائع کر دیتا ہے۔ پوچھا گیا کہ جنت عدن کا کیا مفہوم ہے۔ اس میں کون داخل ہو گا؟ فرمایا گیا کہ اس میں سونے کے محلات ہیں اور سوائے نبی ﷺ کریم، صدیقین و شہدا، عادل بادشاہ اور دیگر انبیائے کام کے کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ سوال کیا گیا کہ کیا روحانی طبیب کسی دوسرے کا علاج کر سکتا ہے؟ فرمایا اس وقت تک نہیں جب تک خود اپنا علاج نہ کرلے۔ چونکہ جو خود ہی راستہ بھولے ہوئے ہوں۔ وہ دوسرے کو راہبری کیسے کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ میرا وعظ سنتے رہو۔ تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ لیکن میری بے عملی تمہارے لیے ضرر رساں نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے قلوب تو سوئے ہوئے ہیں۔ ان پر آپ کا وعظ کیا اثر انداز ہو گا؟ فرمایا کہ خوابیدہ قلوب کو تو بیدار کیا جا سکتا ہے۔ البتہ مردہ دلوں کی بیداری ممکن نہیں، لوگوں ننے عرض کیا کہ بعض جماعتوں کے اقوال ہمارے قلوب میں خوف و خشیت پیدا کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تم دنیا میں ڈرانے والوں ہی کی صحبت اختیار کرو۔ تاکہ روز حشر رحمت خداوندی تم سے قریب تر ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ بعض حضرات آپ کا وعظ محض اس لیے یاد کرتے ہیں۔ تاکہ اعتراض کر سکیں۔ فرمایا کہ میں صرف قرب الٰہی اور جنت کا خواہش مند رہتا ہوں۔ کیونکہ نقطہ چینیوں سے تو اللہ تعالیٰ کی ذات بھی مبرا نہیں۔ اسی لئے میں لوگوں سے ہرگز یہ توقع نہیں رکھتا کہ وہ مجھے برا بھلا نہ کہیں گے عرض کیا گیا کہ بعض افراد کا یہ خیال ہے۔ کہ دوسروں کو نصیحت اسی وقت کرنی چاہئے۔ جب خود بھی تمام برائیوں سے پاک ہو جائے فرمایا کہ ابلیس تو یہی چاہتا ہے کہ اوامر نواہی کا سد باب ہو جائے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا مسلمان کو بغض و حسد کرنا جائز ہے؟ فرمایا کہ برادران یوسف کا واقعہ کیا تمہارے علم میں نہیں کہ بغض و حسد کی وجہ سے ہی انہیں کیا کیا نقصان پہنچا۔ البتہ اگر حسد میں رنج و غم کا پہلو ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ریاکاری باعث ہلاکت ہے: آپ کے ایک ارادت مند کی یہ کیفیت تھی کہ آیات

قرآنی سن کر بے ہوش ہو جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ اپنے فعل میں اس امر کو ملحوظ رکھا کرو۔ کہ آواز نہ نکلنے پائے۔ کیونکہ آواز نکلنے سے ریاکاری محسوس ہونے لگتی ہے۔ جو انسان کے لیے باعث ہلاکت ہے اور اگر کسی پر حال طاری نہ ہو۔ بلکہ وہ قصداً طاری کر لے اور کوئی نصیحت بھی اس پر کارگر نہ ہو تو وہ گناہگار ہے۔ اور جو شخص قصداً روتا ہے۔ اس کا رونا شیطان کا رونا ہے۔

بے باک مرد خدا: ایک مرتبہ دوران وعظ حجاج بن یوسف برہنہ شمشیر اپنی فوج کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ اسی محفل میں ایک بزرگ نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ آج حسن بصری کا امتحان ہے۔ کہ وہ تعظیم کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ یا وعظ میں مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حجاج کی آمد پر کوئی توجہ نہیں کی۔ اور اپنے وعظ میں مشغول رہے۔ چنانچہ اس بزرگ نے یہ تسلیم کر لیا کہ واقعی آپ اپنی خصلتوں کے اعتبار سے اسم بامسمی ہیں۔ کیونکہ احکام خداوندی بیان کرتے وقت آپ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اختتام وعظ کے بعد حجاج نے دست بوسی کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اگر تم مرد خدا سے ملنا چاہتے ہو تو حسن کو دیکھ لو۔ پھر بعض لوگوں نے انتقال کے بعد حجاج کو خواب میں دیکھا کہ میدان حشر میں کسی کی تلاش میں ہے اور جب اس سے پوچھا گیا۔ کہ کسی کی جستجو میں ہو؟ تو کہنے لگا کہ میں اس جلوہ خداوندی کا متلاشی ہوں جس کو موحدین تلاش کیا کرتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ وقت مرگ حجاج کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ اللہ تو غفار ہے۔ اور تجھ سے برتر کوئی دوسرا نہیں۔ لہٰذا اپنی غفاری ایک کم حوصلہ مشت خاک پر بھی ظاہر کر کے اپنے فضل سے میری مغفرت فرمادے۔ کیونکہ پورا عالم یہی کہتا ہے کہ اس کی بخشش ہرگز نہیں ہو سکتی اور یہ عذاب میں گرفتار رہے گا۔ لیکن اگر تو نے مجھے بخش دیا تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یقیناً تیری شان فعال لما یرید اللہ تعالیٰ جس کا ارادہ کرتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ جب حسن بصری نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا کہ یہ بد خصلت حصول آخرت بھی اپنی دعا سے کرنا چاہتا ہے۔

مبلغ کی عظمت: حضرت علی رضی اللہ عنہ جب وارد بصرہ ہوئے تو تمام واعظین کو وعظ گوئی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام منبروں کو توڑ کر پھینک دو۔ لیکن جب حسن بصری کی مجلس وعظ میں پہنچے تو ان سے پوچھا کہ تم عالم ہو یا طالب علم؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں البتہ جو کچھ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو وعظ گوئی کی اجازت ہے اور جب حسن بصری کو یہ علم ہوا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو ان کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور ایک جگہ جب ان سے ملاقات ہو گئی تو عرض کیا کہ مجھے وضو کا طریقہ سکھا

دیجئے۔ چنانچہ ایک طشت میں پانی منگوا کر حضرت علی ؓ نے آپ کو وضو کا طریقہ سکھایا اور اسی وجہ سے اس مقام کا نام باطشت پڑ گیا۔

منقول ہے کہ کسی شخص سے جب آپ نے گریہ وزاری کا سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ میں نے محمد بن عبداللہ سے سنا ہے کہ روز محشر ایک صاحب ایمان اپنی گنہگاری کی وجہ سے برسوں جہنم میں پڑا رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ کاش اس کے بدلے میں مجھے پھینک دیا جائے اور وہ محفوظ رہ جائے کیونکہ مجھے متعلق یہ توقع نہیں ہے کہ ایک ہزار سال تک بھی چھٹکارا حاصل کر سکوں گا۔

ایک روایت :ایک سال بصرہ میں ایسا شدید قحط پڑا کہ دو لاکھ افراد نماز استسقاء کے لئے بیرون شہر پہنچ گئے اور ایک منبر پر حسن بصری کو بٹھا کر اوپر اٹھائے ہوئے دعا میں مشغول ہو گئے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر تم بارش کے خواہش مند ہو تو مجھ کو شہر بدر کر دو اور اس وقت آپ کے روئے مبارک سے خیست الہی کے آثار ہویدا تھے۔ کیونکہ آپ ہمیشہ مصروف گریہ رہتے اور کسی نے بھی ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔

خوف آخرت :ایک مرتبہ آپ پوری رات مصروف گریہ رہے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا شمار تو صاحب تقوی لوگوں میں ہوتا ہے۔ پھر آپ اس قدر گریہ وزاری کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ میں تو اس دن کے لیے روتا ہوں جس دن مجھ سے کوئی ایسی خطا ہو گئی ہو کہ اللہ تعالیٰ باز پرس کر کے یہ فرمادے کہ اے حسن ہماری بارگاہ میں تمہاری کوئی وقعت نہیں۔ اور ہم تمہاری پوری عبادت کو رد کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ عبادت خانہ کی چھت پر اس طرح گریہ کناں تھے کہ سیلاب اشک سے پرنالہ بہہ پڑا اور نیچے گزرتے ایک شخص پر کچھ قطرے ٹپک گئے۔ چنانچہ اس نے آواز دیکر پوچھا کیا یہ پانی پاک ہے۔ یا ناپاک؟ آپ نے جواب دیا کہ برادرم کپڑے کو پاک کر لینا کیونکہ یہ ایک معصیت کار کے آنسو ہیں۔

آپ کسی مردے کی تدفین کے لیے قبرستان تشریف لے گئے اور فراغت تدفین کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اس قدر روئے کہ قبر کی خاک تک نم ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ جب آخری منزل ہی آخرت ہے تو پھر ایسی دنیا کے خواہش مند کیوں ہو جس کا انجام قبر ہے۔ اور اس عالم سے خوفزدہ کیوں نہیں جس کی ابتدائی منزل بھی قبر ہی ہے۔ گویا تمہاری پہلی اور آخری منزل قبر ہی ہے۔ گویا

تمہاری پہلی اور آخری حل قبر ہی ہے آپ کی نصیحت سے لوگ اس درجہ متاثر ہوئے کہ شور گریہ سے بے حال ہو گئے۔

زیارت قبور میں عبرت ہے :ایک مرتبہ لوگوں کے ہمراہ قبرستان میں پہنچ کر فرمایا کہ اس میں ایسے ایسے افراد مدفون ہیں۔ جن کا سر آٹھ جنتوں کی مساوی نعمتیں پانے پر بھی نہ جھکے اور ان کے قلوب میں ان نعمتوں کا کبھی تصور تک بھی نہ آیا۔ لیکن مٹی میں اتنی آرزوئیں لے کر چلے گئے کہ اگر ان میں سے ایک کو بھی آسمانوں کے مقابلے میں رکھا جائے تو وہ خوفزدہ ہو کر پاش پاش ہو جائیں۔

تنبیہہ :بچپن میں آپ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تھا۔ جس کے بدلے میں آپ جب کبھی کوئی نیا پیراہن تیار کرواتے تو اس کے گریبان پر وہ گناہ درج کر دیتے اور اسی کو دیکھ کر اس درجہ گریہ وزاری کرتے کہ غشی طاری ہو جاتی۔

نصیحت :ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے آپ کو مکتوب ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے جو میرے تمام امور میں معاون ہو سکے۔ جواب میں آپ نے لکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارا معاون نہیں ہے تو پھر کسی سے بھی امداد کی توقع ہرگز نہ رکھو۔ پھر دوسرے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس دن کو بہت ہی نزدیک سمجھتے رہو جس دن دنیا فنا ہو جائے گی اور صرف آخرت باقی رہے گی۔

فلسفہ تنہائی :جب بشر حافی رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سفر حج کا قصد کر رہے ہیں تو انہوں نے تحریر کیا کہ میری خواہش ہے کہ آپ کے ہمراہ حج کروں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں معافی چاہتا ہوں۔ کیونکہ میری خواہش یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ستاری کے پردے میں زندگی گزار دوں اور اگر ہم دونوں ہمراہ ہوں گے تو ایک دوسرے کے عیوب یقیناً سامنے آئیں گے اور ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو معیوب تصور کرنے لگے گا۔ آپ نے سعید بن جبیر کو تین نصیحتیں کیں۔ اول صحبت سلطان سے اجتناب کرو۔ دوم کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہو۔ خواہ وہ رابعہ بصری ہی کیوں نہ ہوں سوم راگ رنگ میں کبھی شرکت نہ کرو۔ کیونکہ یہ چیزیں برائی کی طرف لے جانے کا پیش خیمہ ہیں۔

تباہی مردہ دلی میں ہے :مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب میں نے آپ سے پوچھا کہ لوگوں

کی تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ فرمایا کہ مردہ دلی میں- میں نے پوچھا کہ مردہ دلی کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی جانب راغب ہو جانا-

جنات کو تبلیغ: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ نماز فجر کے لئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد میں تشریف لے گئے تو اندر سے دروازہ بند تھا- اور آپ مشغول دعا تھے- اور کچھ لوگوں کے آمین کی صدائیں آرہی تھیں چنانچہ میں یہ خیال کرکے کہ شاید آپ کے ارادت مند ہوں گے- باہر ہی ٹھہر گیا- اور جب صبح کو دروازہ کھلا اور میں نے اندر جاکر دیکھا تو آپ تنہا تھے- چنانچہ فراغت نماز کے بعد جب صورت حال دریافت کی تو فرمایا کہ پہلے تو کسی سے نہ بتانے کا وعدہ کرو پھر فرمایا کہ یہاں جنات وغیرہ آتے ہیں- اور میں ان کے سامنے وعظ کہہ کر دعا مانگتا ہوں جس پر وہ سب آمین آمین کہتے رہتے ہیں-

کرامت: کچھ بزرگ آپ کے ہمراہ بغرض حج روانہ ہوئے اور ان میں سے بعض لوگوں کو شدت سے پیاس لگی- چنانچہ راستہ میں ایک کنواں نظر پڑا لیکن اس پر رسی اور ڈول کچھ نہ تھا اور جب حضرت حسن سے صورت حال بیان کی گئی- تو فرمایا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاؤں تو تم پانی پی لینا- چنانچہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو اچانک کنوئیں میں سے پانی خود بخود ابل پڑا- اور سب لوگوں نے اچھی طرح پیاس بجھائی- لیکن ایک شخص نے احتیاط" کچھ پانی ایک کوزے میں رکھ لیا- اس حرکت سے کنوئیں کا جوش ایک دم ختم ہو گیا- اور آپ نے فرمایا کہ تم نے خدا پر اعتماد نہیں کیا- یہ اسی کا نتیجہ ہے پھر آگے روانہ ہوئے تو راستہ میں سے کچھ کھجوریں اٹھا کر لوگوں کو دیں جن کی گٹھلیاں سونے کی تھیں اور جن کو فروخت کرکے لوگوں نے سامان خورد و نوش خریدا اور صدقہ بھی کیا-

نیت کا اثر: مشہور ہے کہ ابو عمرو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ ایک نو عمر حسین لڑکا تعلیم کیلئے پہنچا اور آپ نے اس کو بری نیت سے دیکھا- جس کے نتیجہ میں اسی وقت پورا قرآن بول گئے اور گھبرائے ہوئے حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ من و عن بیان کر دیا- آپ نے حکم دیا کہ ایام حج قریب ہیں- پہلے حج ادا کرو اور حج ادا کرکے مسجد حنیف میں پہنچ جاؤ- وہاں تمہیں محراب مسجد میں ایک صاحب مصروف عبادت ملیں گے- جب وہ عبادت سے فراغت پالیں تو ان سے دعا کی درخواست کرنا- ابو عمرو کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں پہنچا تو وہاں ایک کثیر مجمع تھا- اور کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے تو سب تعظیما" کھڑے ہو گئے اور جب سب لوگوں کے

جانے کے بعد وہ بزرگ تنہا رہ گئے تو میں نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا- چنانچہ ان بزرگ کے تصرف سے مجھ کو دوبارہ قران یاد ہو گیا اور جب فرط مسرت سے میں قدم بوس ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ حسن بصری نے مجھ کو رسوا کر دیا- میں بھی ان کا راز فاش کر کے رہوں گا- فرمایا کہ جو صاحب ظہر کی نماز کے وقت یہاں تھے وہ حسن بصری ہی تھے- جو اسی طرح روزانہ یہاں آتے ہیں- اور ہم نے باتیں کر کے عصر کے وقت تک بصرہ پہنچ جاتے ہیں- اور حسن بصری جس کے راہنما ہوں اس کو کسی غیر کی حاجت نہیں- منقول ہے کہ کسی شخص کے گھوڑے میں کچھ نقص ہو گیا اور سب نے جب حسن سے کیفیت بیان کی تو آپ نے چار سو درم میں اس سے گھوڑا خرید لیا- لیکن اسی شب گھوڑے کے مالک نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک گھوڑا چار سو مشکی گھوڑوں کے ہمراہ چرتا پھر رہا ہے اس نے سوال کیا کہ یہ گھوڑے کس کے ہیں؟ تو ملائیکہ نے بتایا کہ پہلے تو یہ سب تمہارے تھے لیکن اب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملکیت ہیں- وہ شخص بیدار ہو کر حضرت حسن کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ آپ اپنی رقم لے کر میرا گھوڑا واپس فرما دیں- آپ نے فرمایا کہ جو خواب رات تو نے دیکھا ہے- وہ میں پہلے ہی دیکھ چکا ہوں- یہ سن کر وہ مایوس واپس ہو گیا- پھر دوسری شب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں عالی شان محلات دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کس کے ہیں؟ جواب ملا کہ جو بھی بیع کو توڑے دے- چنانچہ آپ نے صبح کو گھوڑے کے مالک کو بلا کر بیع کو توڑ دیا-

طریقہ دعوت: شمعون نامی ایک آتش پرست آپ کا پڑوسی تھا- اور جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا آپ نے اس کے یہاں جا کر دیکھا کہ اس کا جسم آگ کے دھوئیں سے سیاہ پڑ گیا ہے- آپ نے تلقین فرمائی کہ آتش پرستی ترک کر کے اسلام میں داخل ہو جا- اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے گا- اس نے عرض کیا کہ میں تین چیزوں کی وجہ سے اسلام سے برگشتہ ہوں اول یہ کہ جب تم لوگوں کے عقائد میں حب دنیا بری شے ہے تو پھر تم اس کی جستجو کیوں کرتے ہو؟ دوم یہ کہ موت کو یقین تصور کرتے ہوئے بھی اس کا سامان کیوں نہیں کرتے؟ سوم یہ کہ جب تم اپنے قول کے مطابق جلوہ خداوندی کے دیدار کو بہت عمدہ شے تصور کرتے ہو تو پھر دنیا میں رضا الٰہی کے خلاف کام کیوں کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ یہ تو مسلمانوں کے افعال و کردار ہیں- لیکن آتش پرستی میں وقت ضائع کر کے تمہیں کیا حاصل ہوا مومن خواہ کچھ بھی ہو کم از کم وحدانیت کو تو تسلیم کرتا ہے- مگر تو نے ستر سال آگ کو پوجا ہے- اور اگر ہم دونوں آگ میں پڑیں گے- تو وہ ہم دونوں کو برابر جلائے گی یا تیری پرستش کو ملحوظ رکھے گی- لیکن میرے مولیٰ میں یہ طاقت ہے کہ اگر وہ چاہے تو مجھ کو آگ ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتی- اور یہ فرما کر ہاتھ میں آگ اٹھا لی اور کوئی اثر دست مبارک پر نہ ہوا- شمعون

نے اس کیفیت سے متاثر ہو کر عرض کیا کہ میں ستر سال سے آتش پرستی میں مبتلا ہوں۔ اب آخری وقت میں کیا مسلمان ہوں گا۔ لیکن جب آپ نے اسلام لانے کیلئے دوبارہ اصرار فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ میں اس شرط پر ایمان لا سکتا ہوں کہ آپ مجھے یہ عہد نامہ تحریر کر دیں کہ میرے مسلمان ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے تمام گناہوں سے نجات دے کر مغفرت فرما دیگا۔ چنانچہ آپ نے اسی مضمون کا اس کو ایک عہد نامہ تحریر کر دیا۔ لیکن اس نے کہا کہ اس پر بصرہ کے صاحب عدل لوگوں کی شہادت بھی تحریر کروایئے آپ نے شہادتیں بھی درج کرا دیں اس کے بعد شمعون صدق دلی کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گیا اور خواہش کی کہ میرے مرنے کے بعد آپ اپنے ہی ہاتھ سے غسل دے کر قبر میں اتاریں اور یہ عہد نامہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ روز محشر میرے مومن ہونے کا ثبوت میرے پاس رہے۔ یہ وصیت کر کے کلمہ شہادت پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہو گیا اور آپ نے اس کی پوری وصیت پر عمل کیا اور اسی شب خواب میں دیکھا کہ شمعون بہت قیمتی لباس اور زریں تاج پہنے ہوئے جنت کی سیر میں مصروف ہے اور جب آپ نے سوال کیا کہ کیا گذری؟ تو اس نے عرض کیا کہ خدا نے اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دیں اور جو انعامات مجھ پر کئے وہ ناقابل بیان ہیں۔ لہٰذا اب آپ کے اوپر کوئی بار نہیں آپ اپنا عہد نامہ واپس لے لیں کیونکہ مجھے اب اس کی حاجت نہیں اور جب صبح کو آپ بیدار ہوئے تو وہ عہد نامہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ تیرا فضل کسی سبب کا محتاج نہیں جب ایک آتش پرست کو ستر سال آگ کی پرستش کے بعد صرف ایک مرتبہ کلمے پڑھنے کے بعد مغفرت فرما دی تو جس نے ستر سال تیری عبادت و ریاضت میں گزارے ہوں وہ کیسے تیرے فضل سے محروم رہ سکتا ہے۔

انکسار : آپ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ ہر فرد کو اپنے سے بہتر تصور کرتے۔ ایک دن دریائے دجلہ پر آپ نے کسی حبشی کو عورت کے ساتھ مے نوشی میں مبتلا دیکھا کہ شراب کی بوتل اس کے سامنے تھی۔ اس وقت آپ کو یہ تصور ہوا کہ کیا یہ بھی مجھ سے بہتر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو شرابی ہے۔ اسی دوران ایک کشتی سامنے آئی جس میں سات افراد تھے اور وہ غرق ہو گئی یہ دیکھ کر حبشی پانی میں کود گیا اور چھ افراد کو ایک ایک کر کے باہر نکالا۔ پھر آپ سے عرض کیا...... کہ آپ صرف ایک ہی کی جان بچالیں۔ میں تو امتحان لے رہا تھا کہ آپ کی چشم باطن کھلی ہوئی یا نہیں اور یہ عورت جو میرے پاس ہے یہ میری والدہ ہیں اور اس بوتل میں سادہ پانی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ اس یقین کے ساتھ کہ یہ کوئی غیبی شخص ہے اس کے قدموں پر گر پڑے اور حبشی سے کہا کہ جس طرح تو نے چھ افراد کی جان بچائی اسی طرح تکبر سے میری جان بھی بچا دے۔ اس نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ

کو نور بصیرت عطا فرمائے یعنی تکبر کو دور کردے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد سے اپنے آپ کو کبھی کسی سے بہتر تصور نہیں کیا اور یہ کیفیت ہو گئی کہ ایک کتے کو بھی دیکھ کر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کتے ہی کے صدقہ میں مقبولیت عطا فرمادے ایک شخص نے سوال کیا کہ کتے سے آپ بہتر ہیں یا کتا؟ فرمایا کہ اگر عذاب سے چھٹکارا حاصل ہو گیا تو میں بہتر ہوں ورنہ کتا مجھ جیسے صدہا گناہگاروں سے افضل ہے۔ کچھ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کر رہا ہے تو آپ نے بطور تحفہ اس کو تازہ کھجوریں بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ سنا ہے تم نے اپنی نیکیاں میرے اعمال نامہ میں درج کروادی ہیں میں اس کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتا۔

سبق آموز واقعات : آپ نے فرمایا کہ جب میں چار افراد کے متعلق سوچتا ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتا ہوں اول مخنث (یعنی ہیجڑا) دوم مست شخص' سوم لڑکا' چہارم عورت' لوگوں نے جب وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں ایک ہیجڑے سے جب گریز کرنا چاہا تو اس نے کہا کہ میری حالت کا اب تک کسی کو علم نہیں آپ مجھ سے گریزاں نہ ہوں ویسے عاقبت کی خبر خدا کو ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک شخص مستی کے عالم میں کیچڑ کے اندر لڑکھڑاتا ہوا جارہا تھا تو میں نے کہا کہ سنبھال کر قدم رکھو کہیں گر نہ پڑنا اس نے جواب دیا کہ آپ اپنے قدم مضبوط رکھیں کیونکہ اگر میں گر گیا تو تنہا کروں گا لیکن آپ کے ہمراہ پوری قوم گر پڑے گی۔ چنانچہ میں اس قول سے آج تک متاثر ہوں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک لڑکا چراغ لیے ہوئے چل رہا تھا تو میں نے پوچھا کہ روشنی کہاں سے لے کر آیا ہے؟ اس نے چراغ گل کرتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ بتائیں کہ روشنی کہاں معدوم ہو گئی۔ اس کے بعد میں آپ کے سوال کا جواب دوں گا۔ کہ روشنی کہاں سے آئی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک خوبصورت عورت منہ کھولے ہوئے ننگے سر غصہ کی حالت میں میرے پاس آئی اور اپنے شوہر کا شکوہ کرنے لگی میں نے کہا کہ پہلے تم اپنا ہاتھوں سے منہ تو ڈھانپ لو۔ لیکن اس نے جواب دیا کہ شوہر کے عشق میں میری عقل کھو گئی اور اگر آپ آگاہ نہ کرتے تو میں اسی طرح بازار چلی جاتی اور مجھے بالکل بھی محسوس نہ ہوتا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آپ کو عشق الٰہی کا دعویٰ بھی ہے اور اسی کی روشنی میں آپ سب کو دیکھتے ہیں اس کے باوجود بھی آپ اپنے ہوش و حواس پر قائم ہیں۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ وعظ کر کے منبر سے اترے تو بعض افراد کو روک کر فرمایا کہ میں تم پر توجہ ڈالنا چاہتا ہوں لیکن اس میں ایک شخص تھا جو آپ کی جماعت سے متعلق نہیں تھا اس کو حکم دیا کہ تم چلے جاؤ۔

اظہار حقیقت : ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم حضور ﷺ اکرم کے صحابہ کی

طرح ہو۔ یہ سن کر سب لوگ بہت مسرور ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ تم اپنے کردار اور عادات میں ان جیسے ہو' بلکہ تمہارے اندر ان کی کچھ شباہت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ صحابہ کی تو یہ کیفیت تھی کہ تم ان کو دیکھ کر دیوانہ تصور کرنے لگتے اور اگر وہ تمہاری حالت دیکھتے تو تمہیں ہرگز مسلمان تصور نہ کرتے' وہ تو برق رفتار گھوڑوں پر آگے چلے گئے اور ہم ایسے زخم خوردہ خچروں پر پیچھے رہ گئے جو زخمی کمر کی وجہ سے چلنے پر بھی قادر نہیں۔

صبر کا مفہوم :کسی دہقانی نے جب آپ سے صبر کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں اول آزمائش اور مصیبت پر صبر کرنا دوم ان چیزوں سے اجتناب کرنا جن سے احتراز کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے بدو نے عرض کیا کہ آپ تو بہت بڑے زاہد ہیں۔ فرمایا کہ میرا زہد تو آخرت کی رغبت کی وجہ سے ہے اور صبر بے صبری کی وجہ سے بدوی نے کہا کہ میں آپ کا مفہوم نہیں سمجھا فرمایا کہ مصیبت یا اطاعت خداوند پر میرا صبر کرنا صرف نار جہنم کے خوف کی وجہ سے ہے اور اسی کا نام جزع ہے اور میرا تقوی محض رغبت آخرت میں اپنا حصہ طلب کرنے کی وجہ سے ہے نہ کہ بلامتی جسم و جان کے لیے۔ اور صابر وہ ہے جو اپنے حصہ پر راضی رہتے ہوئے آخرت کی طلب نہ کرے۔ بلکہ اس کا صبر صرف ذات الہی کے لیے ہو کیونکہ اخلاص کی علامت یہی ہے۔

ارشادات :فرمایا کہ انسان کے لئے ضروری کہ وہ نافع علم' اکمل علم' اخلاص و قناعت اور صبر جمیل حاصل کرتا رہے اور جب یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو اس کے اخروی مراتب کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ تو فرمایا کہ بھیڑ بکریاں انسانوں سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں کیونکہ چرواہے کی ایک آواز پر چرنا چھوڑ دیتی ہیں اور انسان اپنی خواہشات کی خاطر احکام الہی کی بھی پروا نہیں کرتا اور صحبت بد انسان کو نیک لوگوں سے دور کر دیتی ہے فرمایا کہ اگر مجھے کوئی شراب نوشی کے لیے طلب کرلے تو میں طلب دنیا سے وہاں جانے کو بہتر سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ معرفت و معاندت کو ترک کر دینے کا نام ہے کیونکہ جنت محض عمل سے نہیں بلکہ خلوص نیت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جب اہل جنت جنت کا مشاہدہ کریں گے تو سات سو سال تک محویت کا عالم طاری رہے گا۔ کیونکہ جمال الہی کا مشاہدہ کر کے وحدت میں غرق ہو جائیں گے اور جلال الہی سے ہیبت طاری ہو جائے گی۔ فرمایا کہ فکر ایک ایسا آئینہ ہے جس میں نیک و بد کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ جو قول مصلحت آمیز نہ ہو اس میں شر پنہاں ہوتا ہے اور جو خموشی خالی او بہ فکر ہو اس کو لہو و لعب اور غفلت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فرمایا تو راہ میں ہے کہ قانع شخص مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور جس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی وہ سلامت رہا اور

جس نے نفسانی خواہشات کو ترک کر دیا وہ آزاد ہو گیا جس نے حسد سے اجتناب کیا اس نے محبت حاصل کر لی اور جس نے صبر و سکون کے ساتھ گزاری وہ سربلند ہو گیا۔ فرمایا کہ تقویٰ کے تین مدارج ہیں اول غیظ و غضب کے عالم میں سچی بات کہنا۔ دوم ان اشیاء سے احتراز کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے اجتناب کا حکم دیا ہے سوم احکام الٰہی پر راضی برضا ہونا۔ اور قلیل تقویٰ بھی ایک ہزار برس کے صوم و صلوٰۃ سے افضل ہے کیونکہ اعمال میں سب سے بہتر عمل فکر و تقویٰ ہے۔ فرمایا کہ اگر میرے اندر نفاق نہ ہوتا تو میں دنیا کی ہر شے سے اجتناب کرتا اور نفاق نام ہے ظاہر و باطن میں خلوص نیت کے نہ ہونے کا۔ کیونکہ جس قدر مومن گزر چکے ہیں ان میں سے ہر فرد کو اپنے اندر نفاق کا خطرہ رہتا ہے اور مومن کی تعریف یہ ہے کہ حلیم ہو اور تنہائی میں عبادت کرتا رہے۔ فرمایا تین افراد کی غیبت درست ہے اول لالچی کی، دوم فاسق کی سوم بادشاہ ظالم کی۔ اور غیبت کا کفارہ اگرچہ صرف استغفار ہی ہے لیکن جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی بھی طلب کر لے فرمایا کہ انسان کو ایسے مکان میں بھیجا گیا ہے جہاں کے تمام حلال و حرام کا محاسبہ کیا جائے گا۔ فرمایا کہ ہر فرد دنیا سے تین تمنائیں لیے ہوئے چلا جاتا ہے اول جمع کرنے کی حرص۔ دوم جو کچھ حاصل کرنا چاہا وہ حاصل نہ ہو سکا۔ سوم توشہ آخرت جمع نہ کر سکا۔ کسی نے عرض کیا کہ فلاں شخص پر نزع طاری ہے تو فرمایا کہ جس وقت دنیا میں آیا اس وقت سے آج تک عالم نزع ہی میں ہے۔ فرمایا کہ سبکسار چھوٹ گئے اور بھاری بھرکم ہلاک ہوئے کیونکہ جو دنیا کو محبوب تصور نہیں کرتے نجات انہی کا حصہ ہے اور اسیر دنیا خود کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے اور جو نعمت دنیا پر نازاں نہیں ہوتے مغفرت انہیں کا حصہ ہے کیونکہ دانش مند وہی ہے جو دنیا کو خیرباد کہہ کر فکر آخرت میں لگا رہے اور خدا شناس لوگ دنیا کو اپنا دشمن تصور کرتے ہیں جب کہ دنیا شناس خدا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ نفس سے زیادہ دنیا میں کوئی شے سرکش نہیں۔ اور اگر تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ تمہارے بعد دنیا کی کیا کیفیت ہو گی تو یہ دیکھ لو کہ دوسرے لوگوں کے جانے کے بعد کیا نوعیت رہی۔ فرمایا کس قدر تعجب کی بات ہے کہ محض دنیا کی محبت میں بتوں تک کو پوجا جاتا ہے فرمایا تم سے قبل اسلامی کتابوں کی ایسی وقعت تھی کہ لوگ اپنی راتیں ان کے معانی پر غور و فکر کرنے میں گزار دیتے تھے اور دن میں اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے لیکن تم نے اپنی کتاب پر زیر و زبر تو لگائے مگر عمل ترک کر کے آسائش دنیا میں گرفتار ہو گئے۔ فرمایا کہ جو شخص سیم وزر سے محبت کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو رسوائی عطا کرتا ہے اور جس کے پیرو بیوقوف لوگ ہوں اس کی قلبی حالت درست نہیں۔ اور جس چیز کی تم دوسروں کو نصیحت کرتے ہو پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ فرمایا کہ جو شخص تم سے دوسروں کے عیوب بیان کرتا ہے وہ یقیناً

دوسروں سے تمہاری برائی بھی کرتا ہو گا فرمایا کہ دینی بھائی ہمیں اپنے اہل و عیال سے بھی زیادہ عزیز ہیں کیونکہ وہ دینی معاملات میں ہمارے معاون ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ دوستوں اور مہمانوں پر اخراجات کا حساب اللہ تعالیٰ نہیں لیتا لیکن جو اپنے ماں باپ پر خرچ کیا جائے اس کا حساب ہو گا اور جس نماز میں دلجمعی نہ ہو وہ عذاب بن جاتی ہے کسی شخص نے جب آپ سے خشوع کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ انسان کے قلبی خوف کا نام خشوع ہے کسی نے آپ سے عرض کیا کہ فلاں شخص بیس سال سے نہ تو عورت کے قریب گیا اور نہ کسی سے ملاقات کرتا ہے اور نہ نماز باجماعت پڑھتا ہے چنانچہ جب آپ اس سے ملاقات کی غرض سے پہنچے تو اس نے معافی چاہتے ہوئے اپنی مشغولیت کا ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا کہ آخر کس چیز میں مشغول رہتے ہو۔ اس نے کہا کہ میرا کوئی سانس ایسا نہیں جس میں مجھ کو کوئی نعمت حاصل نہ ہوتی ہو۔ اور مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہو آپ نے فرمایا کہ تیری مشغولیت مجھ سے بہتر ہے کسی نے دریافت کیا کہ کیا کبھی آپ کو کوئی خوشی حاصل ہوئی ہے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے عبادت خانہ کی چھت پر کھڑا تھا اور ہمسایہ کی بیوی اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی کہ شادی کے بعد سے پچاس سال میں نے صبر و سکون سے تیرے ساتھ نباہ کیا اور تجھ سے کبھی کوئی ایسی شے طلب نہیں کی جس کا تو متحمل نہ ہو سکتا ہو۔ نہ کبھی غربت کا شکوہ کیا اور نہ کبھی تیری شکایت کی۔ مگر یہ سب کچھ محض اس لیے برداشت کیا کہ تو دوسری شادی نہ کرلے۔ لیکن اگر تو دوسری شادی کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو پھر میں امام وقت سے تیری شکایت کروں گی۔ مجھے یہ بات سن کر بہت مسرت ہوئی کیونکہ یہ قول قرآن کے قطعاً" مطابق تھا۔ جیسا کہ فرمایا ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔ جنہوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا اور ان کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ کسی نے جب آپ کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کا کیا حال پوچھتے ہو جو دریا میں ہوں اور شکستہ کشتی کے تختہ پر پانی میں تیر رہے ہوں۔ اس نے کہا یہ تو بہت سنگین صورت ہے۔ فرمایا کہ بس میرا تو یہی حال ہے۔

ایک مرتبہ آپ عید کے دن کسی ایسی جگہ سے گذرے جہاں لوگ ہنسی مذاق اور لہوولعب میں مشغول تھے آپ نے فرمایا کہ میں حیرت کرتا ہوں ان لوگوں پر جو ہنسی مذاق میں مصروف ہو کر اپنے حال فراموش کر دیتے ہیں کوئی شخص قبرستان میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ منافق ہے کیوں کہ جس کی خواہش مردوں کے سامنے بھی حرکت کرتی ہے۔ اس کو موت اور آخرت پر یقین نہیں ہوتا اور جو ان دونوں پر یقین نہ کرے اس کو منافق کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہے تھے کہ اللہ تیری نعمتوں کا میں شکر نہ بجالا سکا

اور ابتلا کی حالت میں صبر کا دامن چھوڑ دیا- لیکن عدم شکر کے باوجود بھی تو نے اپنی نعمتوں سے محروم نہ رکھا اور صبر نہ کرنے پر بھی مصیبتوں کا ازالہ کرتا رہا-

وفات :دم مرگ میں آپ مسکراتے ہوئے فرمار ہے کہ کونسا گناہ! کونسا گناہ اور یہی کہتے روح پرواز کر گئی پھر کسی بزرگ نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ عالم نزع میں آپ مسکرا کیوں رہے تھے- اور کونسا گناہ بار بار کیوں کہہ رہے تھے-

فرمایا کہ دم نزع مجھے یہ ندا سنائی دی کہ اے ملک الموت سختی سے کام لے کیونکہ ایک گناہ باقی رہ گیا ہے- چنانچہ اسی خوشی میں مسرور ہو کر میں بار بار کونسا گناہ کہہ رہا تھا- وفات کی شب میں کسی بزرگ نے خواب دیکھا کہ آسمان کے دریچے کھلے ہوئے ہیں اور ندا کی جارہی ہے کہ حسن بصری اپنے مولیٰ کے پاس حاضر ہو گئے- اور اللہ ان سے راضی ہے-

---

باب نمبر ⟵ 4

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ حسن بصری کے ہم عصر ہیں- اپ کا شمار بھی دینی پیشواؤں اور سالکان طریقت میں ہوتا ہے- آپ کی پیدائش اپنے والد کے دور غلامی میں ہوئی ان کا نام دینار تھا- ظاہری اعتبار سے گو اپ غلام زادے ہیں- لیکن باطنی طور پر فیوض و برکات کا سرچشم میں اور باعتبار کرامات و ریاضت آپ کا درجہ بہت بلند ہے-

دینار کی وجہ تسمیہ :ایک مرتبہ آپ کشتی میں سفر کر رہے تھے- اور منجدھار میں پہنچ کر جب ملاح نے کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ میرے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں ہے- یہ بات سن کر اس نے بد کلامی کرتے ہوئے آپ کو اتنا زدو کوب کیا کہ آپ کو غش آ گیا اور جب غشی دور ہوئی تو ملاح نے

دوبارہ کرایہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم نے کرایہ ادا نہ کیا تو دریا میں پھینک دوں گا۔ اسی وقت اچانک کچھ مچھلیاں منہ میں ایک ایک دینار دبائے ہوئے پانی کے اوپر کشتی کے پاس آئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے دینار لے کر کرایہ ادا کر دیا۔ ملاح یہ حال دیکھ کر قدموں میں گر پڑا اور آپ کشتی میں سے دریا پر اتر گئے اور پانی میں چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اسی وجہ سے لفظ دینار آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

خود غرضی و اخلاص میں فرق : آپ نہایت خوب صورت اور بہت دولت مند تھے۔ اور دمشق میں سکونت پذیر تھے۔ اور حضرت معاویہ کی تیار کردہ مسجد میں اعتکاف کیا کرتے ایک مرتبہ خیال آیا کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ مجھ کو اس مسجد کا متولی بنا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اعتکاف پر اعتکاف اور اتنی نمازیں پڑھیں کہ ہر شخص آپ کو ہمہ وقت نماز میں مشغول دیکھتا۔ لیکن کسی نے بھی آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔ پھر ایک سال کے بعد جب آپ مسجد سے برآمد ہوئے تو ندائے غیبی آئی کہ اے مالک تجھے۔ اب توبہ کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ کو ایک سال کے تک اپنی خود غرضانہ عبادت پر شدید رنج و شرمندگی ہوئی۔ اور آپ نے اپنے قلب کو ریا سے خالی کر کے خلوص نیت کے ساتھ ایک شب عبارت کی تو صبح کے وقت دیکھا۔ کہ مسجد کے دروازے پر ایک مجمع ہے۔ جو آپس میں کہہ رہا ہے۔ کہ مسجد کا انتظام ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا اسی شخص کو متولی مسجد بنا دیا جائے اور تمام انتظامی اس کے سپرد کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد متفق ہو کر پورا مجمع آپ کے پاس پہنچا اور جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو عرض کیا کہ ہم باہمی متفقہ فیصلے سے آپ کو مسجد کا متولی بنانا چاہتے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں ایک سال تک ریاکارانہ عبادت میں اس لئے مشغول رہا کہ مجھے مسجد کی تولیت حاصل ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا۔ اب جب کہ میں صدق دل سے تیری عبارت میں مشغول ہوا تو تیرے حکم سے تمام لوگ مجھے متولی بنانے آپہنچے اور میرے اوپر یہ بار ڈالنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں تیری عظمت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو اب تولیت قبول کروں گا۔ اور نہ ہی مسجد سے باہر نکلوں گا یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول ہو گئے۔

دنیا کی حقیقت : بصرہ میں کوئی امیر آدمی فوت ہو گیا اور اس کی پوری جائداد اس کی اکلوتی لڑکی کو ملی۔ جو بہت خوبصورت تھی ایک دن اس نے حضرت ثابت بنانی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ نکاح مالک بن دینار کے ساتھ ہو تا کہ ذکر الٰہی اور دنیاوی کاموں میں وہ میری مدد کر سکیں۔ چنانچہ ثابت بنانی نے اس کا پیغام مالک بن

دینار تک پہنچادیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور چونکہ عورت کا شمار بھی دینا ہی میں ہوتا ہے اس لئے طلاق شدہ عورت سے نکاح جائز نہیں ایک مرتبہ آپ کسی درخت کے سایہ میں آرام فرمارہے تھے اور چشم دید گواہوں نے بتایا کہ ایک سانپ نرگس کی شاخ سے آپ کو پنکھا جھل رہا تھا۔

تکلیف کا انجام راحت ہے :آپ اکثر فرمایا کرتے کہ میں شرکت جہاد کا خواہش مند ہوں۔ لیکن جب ایک موقع جہاد کا آیا تو مجھ کو ایسا بخار آیا کہ جانے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ چنانچہ اس غم میں ایک شب یہ کہتا ہوا سو گیا کہ اگر خدا کے نزدیک میرا کوئی مرتبہ ہوتا تو اس وقت بخار کبھی نہ آتا۔ پھر خواب میں دیکھا کہ ندائے غیبی سے کوئی کہہ رہا ہے۔ کہ اے مالک اگر آج تو جہاد کے لیے چلا جاتا تو قیدی بنا لیا جاتا اور کفار تجھے سور کا گوشت کھلا کر تیرا دین ہی برباد کر دیتے۔ لہٰذا یہ بخار تیرے لئے نعمت عظمی ہے۔ پھر میں نے بیدار ہو کر خدا کا شکر ادا کیا۔

کیفیت ولایت :کسی ملحد سے آپ کا مناظرہ ہو گیا اور دونوں اپنے کو حق پر کہتے رہے۔ حتی کہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں کے ہاتھ آگ میں ڈالوا دیئے جائیں اور جس کا ہاتھ آگ سے محفوظ رہے اسی کو حق پر تصور کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دونوں میں سے کسی کے ہاتھ کو بھی ضرر نہ پہنچا لوگوں نے فیصلہ کر دیا کہ دونوں بر حق ہیں۔ لیکن آپ نے دل تنگ ہو کر اللہ تعالٰی سے عرض کیا کہ ستر سال میں نے عبادت میں گزا دیئے مگر تو نے مجھے ایک ملحد کے برابر کر دیا ندا آئی کہ اے مالک تمہارے ہاتھ کی برکت سے ہی ایک ملحد کا ہاتھ بھی آگ سے بچ گیا۔ اور اگر وہ تنہا آگ میں ہاتھ ڈال دیتا تو یقیناً جھلس جاتا۔

ایک مرتبہ جب آپ شدید بیمار رہ کر صحت یاب ہوئے تو کسی ضرورت کے تحت بہت ہی دشواری سے بازار تشریف لے گئے لیکن اتفاق سے اسی وقت بادشاہ کی سواری آرہی تھی۔ اور لوگوں کو ہٹانے کے لئے ایک شور بلند ہوا۔ آپ اس وقت اس قدر کمزور تھے کہ ہٹنے میں دیر ہو گئی اور پہرہ دار نے آپ کو ایسا کوڑا مارا کہ درد کے مارے آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا کہ خدا کرے کہ تیرے ہاتھ قطع کروا دیئے جائیں۔ چنانچہ دوسرے ہی دن کسی جرم کی پاداش میں اس کے ہاتھ کاٹ کر چوراہے پر ڈلوا دیئے گئے۔ لیکن آپ کہ اس کی یہ حالت دیکھ کر بہت رنج ہوا۔

منقول ہے کہ ایک نوجوان بدمعاش آپ کا ہمسایہ تھا اور لوگ اس سے بہت پریشان رہتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے اس کے مظالم کی شکایت کی۔ تو آپ نے اس کے پاس جا کر

نصیحت فرمائی- چنانچہ اس نے گستاخی سے پیش آتے ہوئے کہا- کہ میں حکومت کا آدمی ہوں اور کسی کو میرے کاموں میں دخیل ہونے کی ضرورت نہیں- آپ نے جب اس سے فرمایا- کہ میں بادشاہ سے تیری شکایت کروں گا- تو اس نے جواب دیا کہ وہ بہت ہی کریم ہے اور میرے خلاف کسی کی بات نہیں سنے گا- آپ نے فرمایا کہ اگر وہ نہیں سنے گا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا- اس نے کہا کہ وہ بادشاہ سے بھی بہت زیادہ کریم ہے- یہ سن کر آپ واپس آ گئے- لیکن کچھ دنوں کے بعد جب اس کے ظالمانہ افعال حد سے زیادہ ہو گئے تو لوگوں نے پھر آپ سے شکایت کی- اور آپ پھر نصیحت کرنے جا پہنچے- لیکن غیب سے آواز آئی کہ میرے دوست کو مت پریشان کرو- آپ کو یہ آواز سن کر بہت حیرت ہوئی اور اس نوجوان سے کہا کہ میں اس غیبی آواز کے متعلق تجھ سے پوچھنے آیا ہوں- جو میں نے راستہ میں سنی ہے اس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اپنی تمام دولت راہ خدا میں خیرات کرتا ہوں- اور پورا سامان خیرات کر کے نامعلوم سمت کی طرف چلا گیا- جس کے بعد سوائے مالک بن دینار کے کسی نے اس کو نہیں دیکھا اور آپ نے بھی مکہ معظمہ میں اس حالت میں دیکھا کہ وہ بہت ہی کمزور مرنے کے قریب تھا اور کہہ رہا تھا کہ خدا نے مجھ کو اپنا دوست فرمایا ہے میں اس پر اور اس کے احکام پر جان و دل سے نثار ہوں- اور مجھے علم ہے کہ اس کی رضا صرف عبادت ہی سے حاصل ہوتی ہے اور آج سے میں اس کی رضا کے خلاف کام کرنے سے تائب ہوں- یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گیا-

ایک مرتبہ کسی یہودی کے مکان کے قریب آپ نے کرایہ پر مکان لے لیا اور آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا چنانچہ یہودی نے دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعہ پوری گندگی آپ کے مکان پر ڈالتا رہتا اور آپ کی نماز کی جگہ گندگی ہو جایا کرتی- اور بہت عرصہ تک وہ یہ عمل کرتا رہا- لیکن آپ نے کبھی شکایت نہیں کی- ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ سے عرض کیا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپ کو تو کوئی تکلیف نہیں آپ نے فرمایا کہ پرنالہ سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو لے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں اس لیے مجھ کو کوئی تکلیف نہیں- یہودی نے عرض کیا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا- فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جو لوگ غصہ پر قابو پا لیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں بلکہ انہیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے- یہ سن کر یہودی نے عرض کیا کہ یقیناً آپ کا مذہب بہت عمدہ ہے کیونکہ اس میں دشمنوں کی اذیتوں پر صبر کرنے کو اچھا کہا گیا ہے- اور آج میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں-

ضبط نفس: آپ برسوں تک ترش یا میٹھی چیزیں نہیں کھاتے تھے اور رات کو روکھی روٹی خرید کر افطار کر لیا کرتے، ایک مرتبہ بیماری میں گوشت کھانے کی خواہش ہوئی تو بازار سے گوشت کے تین پارچے خرید کر چلے، لیکن قصائی نے ایک شخص کو آپ کے پیچھے اس غرض سے بھیجا کہ یہ دیکھو آپ گوشت کا کیا کریں گے آپ نے کچھ دور چل کر گوشت کو سونگھ کر فرمایا کہ اے نفس سونگھنے سے زیادہ تیرا حصہ نہیں اور یہ کہہ کر وہ گوشت ایک فقیر کو دیدیا۔ پھر فرمایا کہ اے نفس میں تجھے کسی دشمنی کی وجہ سے اذیت نہیں دیتا بلکہ تجھ کو صبر کا مرتبہ حاصل کرانے کے لئے ایسا کرتا ہوں تاکہ اس کے بدلے تجھے لازوال نعمت حاصل ہو جائے۔ پھر فرمایا یہ مثل میرے فہم سے بالاتر ہے کہ جو شخص چالیس دن گوشت نہیں کھاتا اس کی عقل کمزور ہو جاتی ہے جب کہ میں نے بیس سال سے گوشت نہیں چکھا اور میری عقل میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ بلکہ کچھ زیادتی ہی نظر آتی ہے۔ یہ واقعہ اس شخص نے پورے کا پورہ قصائی سے آکر بیان کردیا۔ جس نے اس کو آپ کے پیچھے لگایا تھا۔

آپ نے بصرہ میں چالیس سال قیام کے باوجود کبھی ایک کھجور بھی نہیں کھائی۔ اور لوگوں سے فرمایا کہ میں نے کبھی کھجور نہیں کھائی اور نہ کھانے سے نہ تو میرا پیٹ کم ہوا اور نہ تمہارا پیٹ بڑھ گیا۔ لیکن چالیس سال کے بعد ایک مرتبہ کھجور کھانے کی خواہش ہوئی تو فرمایا کہ اے نفس میں تیری خواہش کی کبھی تکمیل نہ ہونے دوں گا اور جب خواب میں آپ کو کھجور کھانے کا اشارہ ملا، اور یہ فرمایا گیا کہ نفس پر سے پابندی ختم کر دے تو آپ نے بیداری کے بعد نفس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس شرط کے ساتھ تیری تمنا پوری کر سکتا ہوں کہ تو ایک ہفتہ تک مسلسل روزے رکھے۔ چنانچہ نفس کشی کے لیے ہفتہ بھر کے روزے رکھے اس کے بعد کھجوریں خرید کر مسجد میں لے گئے مگر وہاں کھانے سے قبل ایک لڑکے نے اپنے باپ کو آواز دے کر کہا کہ مسجد میں کوئی یہودی آگیا ہے۔ اس کا باپ یہودی کا نام سنتے ہی ڈانڈا لے کر دوڑا، لیکن آپ کو شناخت کر کے معافی کا خواستگار ہوتے ہوئے کہا کہ ہمارے محلہ میں دن میں یہودیوں کے سوا کوئی نہیں کھاتا اور سب لوگ روزہ رکھتے ہیں اسی لیے بچہ کو آپ کے یہودی ہونے کا شبہ ہوا۔ آپ اس کی خطا معاف فرمادیں یہ سنتے ہی آپ نے جوش میں آکر فرمایا کہ بچوں کی زبان غیبی زبان ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ بغیر کھجور کھائے ہوئے تو آپ نے یہودیوں میں شامل کر دیا اور اگر کھالیتا تو نہ معلوم کفار سے بھی زیادہ میرا برا انجام ہوتا۔ لہٰذا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب کبھی کھجور کا نام بھی نہ لوں گا۔

گناہوں کا اثر: آپ کسی مریض کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور وہ چونکہ مرنے

کے قریب تھا اس لیے آپ نے اس کو کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن وہ کلمہ پڑھنے کے بجائے وہ بار بار دس اور گیارہ کہتا رہا۔ پھر جب آپ نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا کہ میرے سامنے آگ کا ایک پہاڑ ہے اور جب میں کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہوں تو وہ آگ میری جانب جھپٹتی ہے۔ آپ نے جب لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سود خوار بھی تھا اور کم تولنے والا بھی ایک مرتبہ بصرہ میں کسی جگہ آگ لگ گئی اور آپ جب اپنا عصا اور جوتے لے کر چھت پر چڑھے تو لوگوں کو ایسی مصیبت میں دیکھا کہ کچھ تو آگ میں جل رہے ہیں اور کچھ کود کر نکلنے کی کوشش میں ہیں اور کچھ اپنا سامان نکالنے کے چکر میں ہیں یہ دیکھ کر فرمایا کہ ہلکے پھلکے لوگ تو نجات پا گئے اور بھاری بھر کم لوگ ہلاک ہوئے اور قیامت کے دن بھی یہی منظر ہو گا۔

خوف خدا :ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان آپ کے ہمراہ سفر حج میں تھے اور جس وقت آپ نے لبیک اللھم لبیک پڑھنا شروع کیا تو آپ کے اوپر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کے بعد جعفر بن سلیمان نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اس خوف سے بے ہوش ہو گیا تھا کہ لبیک کی آواز نہ آجائے۔ جب آپ ایاک نعبد وایاک نستعین قرات کرتے تو مضطرب ہو کر رونے لگتے اور فرماتے کہ اگر یہ آیت قران کی نہ ہوتی تو میں کبھی نہ پڑھتا۔ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔ حالانکہ ہم نفس کے ایسے پجاری ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے اعانت کے طالب ہوتے ہیں۔

آپ رات میں قطعا" آرام نہیں کرتے تھے اور ایک دن آپ کی صاحبزادی نے کہا کہ اگر آپ تھوڑی دیر آرام فرما لیا کریں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی ایک طرف تو میں قہر الٰہی سے ڈرتا ہوں اور دوسری جانب یہ اندیشہ رہتا ہے کہ دولت سعادت کہیں مجھے سوتا دیکھ کر واپس نہ ہو جائے۔ لوگوں نے جب اس جملہ کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ میں نعمت تو اللہ تعالیٰ کی کھاتا ہوں اور اطاعت شیطان کی کرتا ہوں پھر فرمایا کہ اگر مسجد کے دروازے پر کوئی صدا یہ لگائے کہ سب لوگوں میں بدتر کون ہے؟ تو اسے مجھ سے بدتر کوئی نہیں ملے گا۔ حضرت عبداللہ نے یہ سن کر فرمایا کہ مالک بن دینار کی عظمت کا اندازہ ان کے صرف اسی قول سے لگایا جا سکتا ہے۔

خود شناسی :کسی عورت نے آپ کو ریاکار کے نام سے آواز دی تو آپ نے فرمایا کہ بیس سال سے کسی نے میرا اصلی نام لے کر نہیں پکارا تھا۔ لیکن شاباش تو نے اچھی طرح پہچان لیا کہ میں کون ہوں۔ پھر فرمایا کہ جب میں نے مخلوق کو اچھی طرح پہچان لیا تو مجھ کو اس کی قطعا" خواہش نہیں رہی

کہ مجھے کوئی نیک یا بد کہے اس لیے کہ میں نے ہر اچھا یا برا کہنے والے کو مبالغہ کرنے والا پایا۔ لہٰذا لوگ خواہ مجھے نیک کہیں یا بد میں روزِ حشر ان سے کوئی بدلہ نہیں لوں گا۔

اقوال زریں :فرمایا کہ جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اس کی صحبت سے کیا فائدہ؟ کیونکہ اہل دنیا تو فالودہ کی طرح ہیں جو ظاہر میں خوش رنگ اور باطن میں بدمزہ ہوتا ہے اور عبادت کم اس کا علم قلیل! قلب اندھا' اور عمر رائیگاں ہے کیونکہ میرے نزدیک اخلاص سے بہتر کوئی عمل نہیں۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ فولادی عصا لے کر زمین پر چلو اور ہر جدید اور عبرت انگیز شے کی جستجو کرو۔ اور اس وقت تک ہماری حکمت و نعمت کا مشاہدہ کرتے رہو۔ جب تک جوتے گھس نہ جائیں اور عصا ٹوٹ نہ جائے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ضبط و فکر سے کام لینا چاہیے جیسے عربی کا ایک مقولہ ہے دین ایک روشن دلیل ہے اور اس میں نرمی و آہستگی کے ساتھ مشغول رہو۔ اور توراۃ میں ہے کہ ہم نے تمہیں اپنا مشتاق بنایا لیکن تم نہ بن سکے" پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے آسمانی کتابوں میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی امت کو دو ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو جبرائیل اور میکائیل کو بھی عطا نہیں ہوئیں۔ اول نعمت یہ ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں اور دوسری نعمت یہ ہے۔ ادعونی استجب لکم تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ فرمایا کہ میں توراۃ میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول میں نے پڑھا ہے کہ اے صدیقین میرے ذکر سے دنیا میں آرام کے ساتھ زندگی گزارو۔ کیونکہ دنیا میں میرا ذکر بہت بڑی نعمت ہے اور آخرت میں اس سے اجر عظیم حاصل ہوگا۔ فرمایا کہ بعض آسمانی کتابوں میں ہے کہ جو دنیا کو محبوب تصور کرتا ہے میرا ادنیٰ برتاؤ اس کے ساتھ یہ ہے کہ میں ذکر و مناجات کی لذت سے اس کو خالی کر دیتا ہوں اور جو شخص خواہشات دنیا کی طرف دوڑتا ہے شیطان اس کو فریب دینے کی اس لیے فکر نہیں کرتا کہ وہ تو خود ہی گمراہ ہے۔ منقول ہے کہ کسی نے مرتے وقت آپ سے وصیت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ تقدیر الٰہی پر راضی رہ تاکہ تجھ کو عذاب حشر سے نجات مل سکے پھر کسی شخص نے اس کے انتقال کے بعد خواب میں جب اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ گو میں بہت ہی گناہگار تھا۔ لیکن صرف اس حسن خیال کی وجہ سے میری نجات ہو گئی جو مجھے اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی پر تھا۔

صبر کا پھل :کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کو اور حضرت محمد واسع کو بہشت کی

جانب لے جایا جا رہا ہے اس بزرگ کے دل میں خیال آیا کہ دیکھو مالک بن دینار جنت میں پہلے پہنچتے ہیں یا محمد واسع۔ چنانچہ ۔ یہ دیکھ کر کہ مالک بن دینار کو پہلے داخل بہشت کیا۔ بزرگ نے پوچھا کہ محمد واسع تو مالک بن دینار سے زیادہ عامل و کامل تھے ملائیکہ نے جواب دیا کہ یہ تم صحیح کہتے ہو لیکن محمد واسع کے پاس پہننے کے لیے دو لباس تھے اور مالک کے پاس صرف ایک' لہٰذا صبر و ضبط کی نسبت مالک کی طرف زیادہ ہے اس لیے پہلے انہیں جنت میں بھیجا گیا۔

باب نمبر ⬅ 5

حضرت محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

<u>تعارف</u> : آپ عالم بھی تھے اور عارف کامل بھی۔ اور اپنے دور کے بے نظیر بزرگوں میں سے ہوئے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ کو بہت سے تابعین سے شرف نیاز بھی حاصل ہوا اور بہت سے اہل طریقت کے مرشدین سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور آپ شریعت و طریقت پر یکساں عمل پیرا رہے اور اس قدر قناعت پذیر تھے کہ خشک روٹی پانی میں گھول کر کھالیا کرتے اور فرماتے کہ خشک روٹی پر قانع کبھی مخلوق کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ اور خدا تعالیٰ سے عرض کیا کرتے کہ تو اپنے محبوب کی مانند مجھ کو بھی مسکین رکھتا ہے' لیکن مجھے علم نہیں کہ یہ مرتبہ کیوں عطا کیا گیا ہے اور جب آپ بہت ہی بھوکے ہوتے تو حضرت حسن بصری کے یہاں پہنچ جاتے اور جو میسر آتا کھا لیتے اور حضرت حسن کو بھی اس بے تکلفی پر بہت مسرت ہوتی۔ آپ کا ایک مقولہ ہے کہ شب و روز بھوکا رہنے والا بھوک کی حالت میں بھی کبھی ذکر الٰہی سے غافل نہ رہے۔

<u>نصیحت</u> : آپ نے فرمایا کہ دنیا میں رہتے ہوئے زہد اختیار کرو اور حرص کو ترک کر دو۔ اور پوری مخلوق کو محتاج تصور کر کے کبھی کسی سے اپنی احتیاج کا ذکر نہ کرنا اور اگر تم ان چیزوں کے پابند رہو گے تو بے نیاز ہو جاؤ گے اور اس نصیحت پر عمل کرنے والے کو دونوں جہان کی سلطنت حاصل ہو

جائے گی۔

آپ نے ایک دن حضرت مالک بن دینار سے فرمایا کہ دینار و درم پر نظر ڈالنے سے یہ چیز زیادہ دشوار ہے کہ انسان اپنی زبان پر نگاہ رکھے اور کبھی کسی کو برا نہ کہے۔

ایک دن آپ قتیبہ بن مسلم کے یہاں ادنی لباس میں تشریف لے گئے اور جب انہوں نے پوچھا کہ آپ نے ادنی کپڑا کیوں پہنا ہے تو پہلی مرتبہ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ سوال کرنے پر فرمایا کہ میں زہد کا مفہوم بتانا چاہتا ہوں لیکن اس لیے خاموش ہوں کہ کہیں اس میں اپنی تعریف اور حالت فقر کے بیان کرنے سے کہیں اللہ تعالیٰ سے شکوے کا پہلو نہ نکل آئے۔

ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے کو بہت مسرور دیکھ کر فرمایا کہ تم کس شے پر نازاں ہو کر اس قدر جوش ہو' کیونکہ تمہاری ماں تو وہ عورت ہے جس کو میں نے دو سو درم میں خریدا ہے اور تمہارا باپ خدا کی مخلوق میں سب سے بدتر ہے' پھر بھلا تم کس چیز پر ناز کر رہے ہو۔

خدا شناس : آپ سے بعض لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ خدا شناس ہیں' اپ نے کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا کہ خدا شناس تو حیران اور گم سم ہو کر رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اس کو عزت عطا کر دیتا ہے جو کبھی غیر اللہ کی جانب توجہ نہیں کرتا۔ لیکن خدا پر کسی کو اختیار نہیں ہے اور سچے کو اس وقت تک سچا نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک بیم و رجا کا مساوی نہ ہو جیسا کہ حدیث شریف میں ہے خیر الامور اوسطھا ہر شے کا درمیانی درجہ اچھا ہوتا ہے۔

باب نمبر ⟵ 6

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

حالات و تعارف : آپ صدق و صفا پر عمل پیرا' صاحب یقین اور گوشہ نشین بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور آپ کی ریاضت و کرامت بے اندازہ ہے۔ ابتدائی دور میں آپ بہت امیر تھے اور اہل بصرہ کو سود پر قرض دیا کرتے۔ اور جب مقروض پر تقاضا کرنے جاتے تو اس وقت تک

واپس نہ ہوتے جب تک قرض وصول نہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی مجبوری سے قرض وصول نہ ہو تا تو اپنے وقت کے ضائع ہونے کا مقروض سے حرجانہ وصول کرتے' اور اس رقم سے زندگی بسر کرتے۔

ایک دن آپ کسی کے یہاں وصولیابی کے لیے پہنچے تو وہ گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ نہ تو میرا شوہر گھر پر موجود ہے اور نہ میرے پاس تمہارے دینے کے لیے کوئی چیز ہے البتہ میں نے آج ایک بھیڑ ذبح کی تھی جس کا تمام گوشت تو ختم ہو چکا البتہ سر باقی رہ گیا ہے اگر تم چاہو تو وہ میں تم کو دے سکتی ہوں چنانچہ آپ اس سے سر لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ یہ سر سود میں ملا ہے اس کو پکا ڈالو۔ بیوی نے کہا کہ گھر میں نہ لکڑی ہے اور نہ آٹا بھلا میں کھانا کس طرح تیار کروں۔ آپ نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کا بھی انتظام مقروض لوگوں سے سود لے کرتا ہوں۔ اور سود ہی سے یہ دونوں چیزیں خرید کرلائے۔ لیکن جب کھانا تیار ہو چکا تو ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ آپ نے کہا کہ تیرے دینے کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کیونکہ اگر تجھے کچھ دے بھی دیں تو اس سے تو دولت مند نہ ہو جائے گا۔ لیکن ہم مفلس ہو جائیں گے سائل جب مایوس ہو کر واپس چلا گیا تو بیوی نے سالن نکالنا چاہا لیکن وہ ہنڈیا سالن کے بجائے خون سے لبریز تھی اس نے شوہر کو آواز دے کر کہا کہ دیکھو تمہاری کنجوسی اور بد بختی سے یہ کیا ہو گیا ہے؟ آپ کو یہ دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی بیوی کو شاہد بنا کر کہا آج میں ہر برے کام سے تائب ہوتا ہوں اور یہ کہہ کر مقروض لوگوں سے اصل رقم لینے اور سود ختم کرنے کے لیے نکلے۔ راستہ میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے انہیں دیکھ کر بچوں نے آوازے کسنا شروع کیں کہ علیحدہ ہٹ جاؤ حبیب سود خور آرہا ہے کہیں اس کے قدموں کی خاک ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم اس جیسے بد بخت نہ بن جائیں' یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہو گئے انہوں نے آپ کو ایسی نصیحت فرمائی کہ بے چین ہو کر دوبارہ توبہ کی۔

اور جب واپسی میں ایک مقروض شخص آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا تو فرمایا کہ تم مجھ سے مت بھاگو' اب تو مجھ کو تم سے بھاگنا چاہیے تاکہ ایک عاصی کا سایہ تمہارے اوپر نہ پڑ جائے پھر جب آپ آگے بڑھے تو انہیں لڑکوں نے کہنا شروع کیا کہ راستہ دے دو اب حبیب تائب ہو کر آرہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پیروں کی گرد اس پر پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ ہمارا نام گنہگاروں میں درج کرلے آپ نے بچوں کا یہ قول سن کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ تیری قدرت بھی عجیب ہے کہ آج ہی میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کرا دیا۔ اس کے بعد آپ نے منادی کرا دی کہ جو شخص میرا مقروض ہو وہ اپنی تحریر اور مال واپس لے جائے' اس کے علاوہ آپ نے اپنی تمام دولت راہ مولا میں لٹا دی اور جب کچھ باقی نہ رہا تو آخر میں ایک سائل کے سوال پر اپنا کرتہ تک اتار

کر دے دیا اور دوسرے سائل کے سوال پر آپ نے اپنی بیوی کی چادر بھی دیدی۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی تقریباً نیم برہنہ سے رہ گئے، پھر ساحل فرات پر ایک عبادت خانہ تعمیر کر کے عبادت میں مشغول رہے اور یہ معمول بنالیا تھا کہ دن میں تحصیل علم کے لیے حسن بصری کی خدمت میں پہنچ جاتے اور رات بھر مشغول عبادت رہتے۔ چونکہ قرآن کریم کا تلفظ اپنے صحیح مخرج کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے تھے اس لیے آپ کو عجمی کا خطاب دے دیا گیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے کہا کہ خورد و نوش کے لیے کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہیے تو آپ مزدوری کرنے کے لیے گھر سے نکلے، لیکن دن بھر عبادت میں مشغول رہ کر جب گھر پہنچے تو بیوی نے سوال کیا کہ کیا لائے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کرم والا ہے اور اس کے کرم ہی کی وجہ سے مجھ میں اجرت طلب کرنے کی جرات نہ ہو سکی لیکن اس نے خود ہی یہ کہہ دیا ہے کہ دس یوم کے بعد جب تم کو ضرورت ہوگی تو پوری اجرت دیدوں گا۔ پھر جب دس دن کے بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ آج گھر پر جا کر کیا جواب دوں گا۔ تو ایک طرف تو اپنے تصور میں غرق چلے جا رہے تھے۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایک بوری آٹا ایک ذبح شدہ بکری، گھی، شہد اور تین سو درم ایک غیبی شخص کے ذریعہ آپ کے گھر پہنچا دیئے اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا کہ حبیب سے کہہ دینا کہ اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اس سے بھی زیادہ مزدوری دیں گے۔ چنانچہ جب آپ گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر میں سے کھانے کی خوشبو آرہی تھی اندر جا کر بیوی سے صورت حال دریافت کی تو اس نے پورا واقعہ اور پیغام آپ تک پہنچا دیا یہ سن کر آپ کو خیال آیا کہ جب صرف دس یوم کی بے توجہ کی ریاضت کا اللہ تعالیٰ نے نعم البدل عطا فرمایا ہے، تو اگر زیادہ دل جمعی کے ساتھ عبادت کروں تو نہ جانے کیا انعامات حاصل ہوں گے چنانچہ اسی دن سے دنیا کو چھوڑ کر اس درجہ عبادت میں غرق ہو گئے کہ مستجاب الدعوات کے درجہ تک پہنچے اور اس کی دعاؤں سے مخلوق کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔

کرامات : ایک عورت گریہ و زاری کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں بہت ہی مضطرب ہوں آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اور کیا ہے؟ اس نے کہا کہ دو درم ہیں آپ نے اس سے وہ درم لے کر خیرات کر دیئے اور دعا کر کے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بچہ آگیا۔ چنانچہ گھر پہنچ کر جب اس نے دیکھا تو واقعی اس کا بچہ گھر پر موجود تھا۔ اس کو گلے لگا کر پوچھا کہ تو کہاں چلا گیا تھا۔ لڑکے نے کہا کہ میں تو کرمان میں تھا اور میرے استاد نے گوشت لینے کے لیے بازار بھیجا۔ راستہ میں اچانک ایسی آندھی آئی کہ جو مجھے یہاں تک اڑا کر لے آئی اور میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ اے ہوا اس کو گھر پہنچا دے۔ اس ایک واقعہ سے آپ کی

دعاؤں کی برکت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد حضرت فرید الدین عطار صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اتنی عجلت کے ساتھ ہوا نے کس طرح پہنچا دیا۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب حضرت سلیمان کا تخت ایک دن میں ایک ماہ کا فاصلہ طے کر سکتا ہے اور بلقیس کا تخت آن واحد میں حضرت سلیمان تک پہنچ سکتا ہے تو یہ واقعہ اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے۔

بصرہ میں ایک مرتبہ شدید قحط سالی ہوئی تو آپ نے قرض لے کر کھانا غرباء میں تقسیم فرمایا اور ایک تھیلی تکیہ کے نیچے رکھ لی۔ جب کوئی قرض لینے والا آتا تو اس میں سے نکال کر دیتے جاتے تھے۔

توکل : آپ کا مکان بصرے کے چوراہے پر تھا اور ایک دن آپ نے کپڑے نکال کر چوراہے پر رکھ دیئے اور خود کہیں نہانے کے لیے چلے گئے۔ اتفاق سے حضرت حسن بصری کا اس طرف سے گذر ہوا تو آپ نے ان کا لباس شناخت کر کے خیال کیا کہ یہ تو حبیب عجمی کہیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں اگر کوئی اٹھا کر چل دے تو کیا ہو گا اور اس خیال کے تحت آپ کپڑوں کی حفاظت کے لیے وہاں ٹھہرے رہے۔ اور جب حبیب عجمی واپس آئے تو حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں انہوں نے فرمایا کہ تم اپنا لباس کس کے بھروسے پر چھوڑ کر چل دیئے اگر کوئی اٹھا لے جاتا تو کیا ہوتا؟ انہوں نے کہا کہ اسی کے بھروسہ پر چھوڑ کر گیا تھا جس نے حفاظت کے لیے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا۔

منقول ہے کہ حضرت حسن بصری ایک مرتبہ حبیب عجمی کے پاس تشریف لے گئے تو اس وقت ان کے یہاں جو کی ایک روٹی اور تھوڑا سا نمک موجود تھا وہی بطور تواضع آپ کے سامنے رکھ دیا اور جب انہوں نے کھانا شروع کر دیا تو ایک سائل آ پہنچا' تو حضرت حبیب عجمی نے وہ روٹی آپ کے سامنے سے اٹھا کر سائل کو دیدی۔ اس پر حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ تم میں شائستگی تو ضرور ہے۔ لیکن علم نہیں کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے اس طرح پوری روٹی اٹھا کر نہ دینی چاہیے بلکہ ایک ٹکڑا توڑ کر دیدیتے یہ سن کر وہ خاموش رہے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ایک غلام سر پر خوان نعمت رکھے ہوئے حاضر ہوا جس میں تمام قسم کے نفیس کھانے موجود تھے اور اس کے ہمراہ پانچ سو درم بھی تھے آپ نے وہ درم تو غریبوں میں تقسیم کر دیئے اور کھانا حضرت حسن بصری کے سامنے رکھ کر خود بھی کھانے بیٹھ گئے اور کھانے سے فراغت کے بعد حضرت حسن بصری سے فرمایا کہ آپ کا شمار نیک لوگوں میں تو ضرور ہوتا ہے لیکن کاش یقین کا درجہ بھی حاصل ہوتا تو بہت بہتر تھا۔

مقام رضائے الٰہی : ایک مرتبہ حسن بصری مغرب کی نماز کے وقت آپ کے یہاں پہنچے لیکن آپ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے' اور حسن بصری نے جب یہ دیکھا کہ آپ الحمد کے بجائے الہمد چھوٹی ہ سے قرات کر رہے ہیں تو یہ خیال کر کے کہ آپ چونکہ قرآن کا تلفظ صحیح ادا نہیں کر سکتے اس لیے آپ کے کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے - چنانچہ انہوں نے علیحدہ نماز پڑھی لیکن اسی رات کو خواب مں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا تو آپ نے عرض کی کہ یا اللہ تیری رضا کا ذریعہ کیا ہے ارشاد ہوا تو نے ہماری رضا پائی لیکن اس کا مقام نہیں سمجھا۔ آپ نے پوچھا وہ کونسی رضا تھی؟ ارشاد ہوا کہ اگر تو نماز میں حبیب عجمی کی اقتدا کر لیتا تو تیرے لیے تمام عمر کی نمازوں سے بہتر تھا کیونکہ تو نے اس کی ظاہری عبادت کا تصور تو کیا لیکن اس کی نیت نہیں دیکھی جب کہ ولی کی نیت سے تلفظ کی صحت کم درجہ رکھتی ہے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حسن بصری حجاج بن یوسف کے سپاہیوں سے چھپتے ہوئے حضرت حبیب عجمی کی عبادت گاہ میں پہنچ گئے اور جب سپاہیوں نے حبیب عجمی سے معلومات کیں تو انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ حسن عبادت گاہ کے اندر ہیں لیکن پورے عبادت خانے کی تلاشی کے باوجود بھی حضرت حسن کا سراغ نہ مل سکا۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ سات مرتبہ سپاہیوں نے میرے اوپر ہاتھ رکھا لیکن مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر سپاہیوں نے حضرت حبیب سے کہا کہ حجاج تم کو جھوٹ بولنے کی سزا دے گا آپ نے فرمایا کہ حسن میرے سامنے عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے لیکن اگر وہ تمہیں نظر نہیں آئے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ چنانچہ دوبارہ پھر تلاشی لی لیکن ان کو نہ پا کر واپس آگئے حضرت حسن نے باہر نکل کر حضرت حبیب سے کہا کہ آپ نے تو استادی کے حق کا بھی کچھ پاس نہیں کیا اور صاف صاف انہیں میرا پتہ بتا دیا انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ میں نے سچ سے کام لیا اس لیے آپ محفوظ رہے اور اگر میں جھوٹ سے کام لیتا تو پھر یقیناً ہم دونوں گرفتار کر لیے جاتے یہ سن کر حضرت حسن نے پوچھا کہ آخر تم نے کیا پڑھ دیا تھا کہ جس کی وجہ سے میں سپاہیوں کو نظر نہ آسکا۔ آپ نے فرمایا کہ دو مرتبہ آیتہ الکرسی' دو مرتبہ قل ہو اللہ احد اور دو مرتبہ آمن الرسول پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حسن کو تیرے حوالے کیا تو ہی ان کی حفاظت کرنا۔

صفائی قلب کی فضیلت : حضرت حسن بصری کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حبیب سے ملاقات ہو گئی انہوں نے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے حضرت حسن نے کہا کہ دریا کے پار جانا چاہتا ہوں اور کشتی کا منتظر ہوں آپ نے فرمایا کہ بغض اور

حب دنیا کو قلب سے نکال کر مصائب کو غنیمت تصور کرو اور اللہ پر اعتماد کر کے پانی کے اوپر روانہ ہو جاؤ- یہ کہہ کر خود پانی کے اوپر چلتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے یہ کیفیت دیکھ کر حضرت حسن پر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کے بعد جب لوگوں نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حبیب کو علم میں نے سکھایا- لیکن اس وقت وہ مجھ کو نصیحت کر کے خود پانی کے اوپر روانہ ہو گئے اور اسی دہشت سے مجھ پر غشی طاری ہو گئی کہ جب روز محشر پلصراط پر چلنے کا حکم دیا جائے گا- اور اگر میں اس وقت بھی محروم رہ گیا تو کیا کیفیت ہو گی- پھر آپ نے دوسری ملاقات میں حضرت حبیب سے پوچھا کہ تمہیں یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا کہ میں قلب کی سیاہی دھوتا ہوں اور آپ کاغذ سیاہ کرتے رہتے ہیں- یہ سن کر فرمایا کہ صد حیف دوسروں نے تو میرے علم سے فائدہ اٹھایا- لیکن مجھ کو کچھ نہ مل سکا- حضرت عطار فرماتے ہیں- کہ اگر کسی کو یہ شک ہو کہ حبیب عجمی کا مقام حضرت حسن بصری سے بلند تھا- تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علم کو ہر شے پر فضیلت عطا فرمائی ہے- اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قل رب زدنی علما اے نبی آپ کہیں کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی عطا کر اور جیسا کہ مشائخ کا قول ہے کہ طریقت میں چودہواں درجہ کرامت کا ہے- اور اٹھارہواں اسرار و رموز کا- کیونکہ کرامات کا حصول عبادت سے متعلق ہے- اور اسرار رموز کا عقل و فکر سے- جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت ہر شے پر تھی- لیکن اتباع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کرتے تھے- اور خود صاحب کتاب نبی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ انہیں کی کتاب پر عمل پیرا رہے-

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گئے- انہیں دیکھ کر امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ان سے ایک سوال کروں گا- لیکن امام شافعی نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ واصل باللہ لوگوں سے کیا سوال کرو گے- ان کا تو مسلک ہی جداگانہ ہوتا ہے- لیکن منع کرنے کے باوجود انہوں نے یہ سوال کر ہی ڈالا- جس شخص کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز قضا ہو گئی ہو اور وہ یہ بھی بھول گیا ہو کہ کونسی نماز قضا ہوتی تو اس کو کیا کرنا چاہئے- حضرت حبیب عجمی نے فرمایا کہ سب نمازوں کی قضاء کرے اس لئے کہ وہ خدا سے غافل ہو کر اس قدر بے ادبی کا مرتکب کیوں ہوا' یہ سن کر امام شافعی نے کہا کہ میں نے اس لئے منع کیا تھا کہ ان لوگوں سے کوئی سوال نہ کرو-

ایک مرتبہ تاریکی میں آپؒ کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی- اسی وقت غیب سے آپ کا مکان منور ہو گیا چنانچہ آپ نے آنکھیں بند کر کے فرمایا کہ میں بغیر چراغ کے سوئی تلاش کرنا نہیں چاہتا-

ایک کنیز بیس سال تک آپ کے یہاں رہی لیکن کبھی آپ نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا اور ایک دن اسی کنیز سے فرمایا ذرا میری کنیز کو آواز دے دو اس نے عرض کیا کہ حضور میں ہی تو آپ کی کنیز ہوں۔ فرمایا کہ تیس برس میں میرا خیال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں گیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں تم کو شناخت نہ کر سکا۔

جس وقت آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت ہوتی تو مضطرب ہو کر گریہ و زاری کرنے لگتے ایک دن کسی نے سوال کیا کہ آپ قران کا مفہوم کس طرح سمجھ لیتے ہیں۔ جب یہ عربی زبان میں ہے اور آپ عجمی ہیں فرمایا کہ میری زبان گو عجمی ہے۔ لیکن قلب عربی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کسی کونے میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جس کا قلب تجھ سے مسرور نہ ہوا اس کو کوئی مسرت حاصل نہیں ہوئی اور جس کو تجھ سے انس نہ ہو اس کو کسی سے انس نہ ہو گا لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ گوشہ نشین ہو کر دنیا کے تمام امور سے دستبردار ہو چکے ہیں تو یہ بتائیے کہ رضا کس شے میں ہے۔ فرمایا کہ رضا تو صرف اسی قلب کو حاصل ہے کہ جس میں کوئی کدورت نہ ہو۔

ایک خونی کو تختہ دار پر چڑھایا گیا تو اس شب لوگوں نے خواب میں عمدہ لباس زیب تن کئے جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا۔ اور جب اس سے پوچھا کہ تم نے تو قتل کا ارتکاب کیا تھا۔ پھر اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گئے۔ اس نے کہا کہ سولی دیتے وقت حبیب عجمی ادھر آنکلے اور میری جانب ہو کر دعائے مغفرت فرمائی یہ اسی دعائے مغفرت کی برکت کا نتیجہ ہے۔

باب نمبر ← 7

حضرت ابو حازم مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :۔ آپ مخلص اہل تقویٰ میں سے تھے۔ مشائخ کے مقتدا اور فقر و غنا کے حامل تھے۔ مجاہدات و مشاہدات میں بے نظیر تھے۔ اور آپ کا کلام لوگوں کے قلوب پر اثر انداز ہوتا تھا۔ طوالت عمر کی وجہ سے بہت مشائخ کی اقتداء فرمائی۔ انہیں میں ابو عثمان مکی بھی آپ کے مداحوں میں

تھے یوں تو آپ کا تذکرہ بہت سی کتب میں ہے۔ لیکن ہم حصول سعادت کے لئے مختصر سے حالات بیان کئے دیتے ہیں۔ آپ کو بہت صحابہ کرام کے علاوہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے شرف نیاز حاصل ہوا ہے۔

ارشادات : ہشام بن عبدالملک نے آپ سے یہ سوال کیا کہ وہ کونسا عمل ہے جس کے ذریعہ نجات حاصل ہو سکے؟ فرمایا کہ حلال جگہ سے جو دام حاصل ہو اس کو حلال جگہ ہی خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ اتنا دشوار کام کون کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ جس کو جنت کی خواہش اور جہنم کا خوف رکھتے ہوئے رضائے خداوندی کی طلب ہو گی آپ فرمایا کرتے کہ دنیا سے اجتناب کرو۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ جو عبادت گزار دنیا کو محبوب تصور کرتا ہے۔ اس کو روز محشر کھڑا کر کے ملا ئکہ یہ منادی کریں گے۔ کہ یہی وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ شے کو پسند کیا فرمایا کہ دنیا میں ایسی کوئی شے نہیں جس ک انجام غم واندوہ نہ ہو۔ کیونکہ دنیا میں ایسی کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی جس کا انجام حزن و ملال نہ ہو اور دنیا کی حقیر سے حقیر شے بھی انسان کو اپنی اپنی جانب اس درجہ مائل کر لیتی ہے۔ کہ جنت کی بڑی چیز بھی توجہ کا باعث نہیں بنتی فرمایا۔ کہ تمام چیزوں کا دارومدار صرف دو چیزوں پر منحصر ہے۔ ایک تو وہ جو میرے لئے ہے اور دوسری وہ جو میرے لیے نہیں ہے۔ خواہ میں اس شے سے کتنا ہی دور نہ بھاگوں۔ پھر بھی وہ مجھ تک پہنچے گی اور جو دوسروں کے لیے ہے خواہ میں اس کے حصول میں کتنی ہی سعی کیوں نہ کرلوں۔ وہ مجھے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا اگر میں دعا کرنے سے محروم ہو جاؤں تو اس کی عدم قبولیت سے مجھ پر شدید مشکلات آپڑیں فرمایا کہ اے لوگو! تم ایسے دور کی پیداوار ہو جو فعل کو چھوڑ کر قول پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اور عمل کو ترک کر کے علم پر مسرور ہونے کا دور ہے۔ اس لیے تم بدترین لوگوں میں اور بدترین دور میں ہو۔

ایک شخص نے جب حال دریافت کیا تو فرمایا کہ میرا حال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور مخلوق سے بے نیاز رہنا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ سے راضی ہوتا ہے وہ مخلوق سے بے نیاز رہتا ہے۔ آپ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن قصاب کی دکان کی جانب سے۔ جس کے پاس بہت عمدہ گوشت تھا۔ گذر ہوا اور آپ کی نگاہ گوشت کی طرف اٹھ گئی تو قصاب نے عرض کیا کہ بہت نفیس گوشت ہے خرید لیجئے۔ فرمایا کہ میرے پاس رقم نہیں ہے۔ اس نے عرض کیا کہ قرض لے جایئے۔ فرمایا کہ پہلے میں اپنے نفس کو قرض کی مہلت پر تو راضی کرلوں اس نے کہا کہ بس اس غم میں آپ سوکھ گئے۔ اور ہڈیاں نکل آئیں۔ فرمایا کہ اس کے باوجود میں قبر کے کیڑوں کے لئے بہت کافی ہیں۔

ایک بزرگ حج کا قصد کر کے بغداد میں ابو حازم سے ملاقات کے لئے پہنچے تو آپ آرام فرما

رہے تھے۔ چنانچہ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں خواب میں حضور اکرم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور حضور ﷺ نے آپ تک ایک پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ کہ آپ اپنی والدہ کے حقوق کو نظرانداز نہ کریں کیوں کہ یہ حج کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ لہٰذا واپس جائیے اور والدہ کی خوشی کا خیال رکھئے۔ چنانچہ وہ حج کا قصد ترک کرے واپس ہو گئے۔

باب نمبر ⟵ 8

حضرت عتبہ بن غلام رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کا شمار اہل باطن اور اہل کمال میں ہوتا ہے۔ اور آپ حضرت حسن بصری کے تلامذہ میں سے تھے۔ اور آپ کا طریقہ مقبول کاص و عام تھا۔

راضی برضائے الٰہی : ایک مرتبہ حسن بصری کے ہمراہ دریا کے کنارے چل رہے تھی کہ اچانک پانی کے اوپر چلنا شروع کر دیا یہ دیکھ کر حضرت حسن حیرت زدہ رہ گئے اور ان سے سوال کیا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا۔ فرمایا کہ آپ تو صرف وہ کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے۔ لیکن میں وہ امور انجام دیتا ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کا منشا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ بحر تسلیم و رضا میں غرق رہتے تھے۔

احساس زیاں : آپ اس طرح تائب ہوئے کہ کسی حسین عورت پر فریفتہ ہوئے اور اس سے کسی نہ کسی طرح اپنے عشق کا اظہار بھی کرا دیا۔ چنانچہ اس نے اپنی کنیز کے ذریعہ دریافت کرایا کہ آپ نے میرے جسم کا کونسا حصہ دیکھا ہے؟ آپ نے کہا تمہاری آنکھیں دیکھ کر عاشق ہوا ہوں۔ اس جواب کے بعد اس نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے کنیز سے کہلوایا کہ جس چیز پر آپ فریفتہ ہوئے تھے۔ وہ حاضر ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کے پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی اور حسن بصری کی خدمت میں پہنچ کر تائب ہوئے اور فیوض باطنی سے بہرہ ور ہو کر مشغول عبادت رہے۔ خود اپنے ہاتھ سے جو کی کاشت کرتے اور خود ہی اپنے ہاتھ سے آٹا پیس کر

پانی میں تر کر کے دھوپ میں خشک کر لیا کرتے اور پورے ہفتہ ایک ایک ٹکیہ کھا کر عبادت میں مشغول رہتے اور فرمایا کرتے کہ روزانہ رفع حاجت کیلئے اسے کراما" کاتبیں کے سامنے شرم آتی ہے۔

لوگوں نے ایک مرتبہ موسم سرما میں صرف ایک کرتے میں دیکھا اور اس کے باوجود آپ کا جسم پسینہ سے شرابور تھا اور جب اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مدت گذری کہ میرے یہاں کچھ مہمان آئے اور انہوں نے بلا اجازت میرے ہمسایہ کی دیوار میں سے تھوڑی سی مٹی لے لی۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک جب بھی میری نظر اس کی دیوار پر پڑتی ہے میں شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ حالانکہ میرا ہمسایہ معاف بھی کر چکا ہے۔

لوگوں نے عبد الواحد بن زید سے سوال کیا کہ کیا آپ کسی ایسے فرد سے واقف ہیں۔ جو اپنے حال میں مست رہتے ہوئے دوسرے کے حال سے بے خبر رہے۔ فرمایا کہ ہاں۔ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ وہ ابھی آتا ہے۔ چنانچہ سامنے سے حضرت عتبہ تشریف لے آئے اور لوگوں نے جب ان سے سوال کیا کہ راہ میں کس کس سے ملاقات ہوئی تو جواب دیا کہ مجھ کو تو کوئی نہیں ملا۔ حالانکہ آپ بازار کی جانب سے آرہے تھے۔

آپ نہ کبھی عمدہ کھانا کھاتے اور نہ کبھی اچھا لباس پہنتے ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ اے عتبہ اپنی حالت پر رحم کر' آپ نے عرض کیا کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ روز محشر مجھ پر رحم کیا جائے جو ہمیشہ کے لئے سود مند ہو' دنیا تو چند روزہ ہے۔ اگر یہاں کی تکالیف سے قیامت کی تکالیف دور ہو جائیں تو بڑی خوش بختی ہے۔

متواتر کئی روز بیدار رہ کر یہ جملہ دوہراتے رہے کہ اے اللہ خواہ مجھ کو عذاب میں مبتلا کر یا معاف فرما دے ہر حال میں تو میرا دوست ہے۔ ایک مرتبہ خواب میں ایک حور کو یہ کہتے دیکھا کہ اے عتبہ میں تم پر فریفتہ ہو گئی ہوں اور میری خواہش ہے۔ کہ تم کبھی ایسا کام نہ کرنا جو ہماری جدائی کی شکل میں نمودار ہو۔ فرمایا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور تجھ سے وصال کے وقت بھی دنیا کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گا۔

کرامت : ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ مجھ سے بہت سے لوگ آپ کا حال دریافت کرتے ہیں۔ اگر اپنی کوئی کرامت دکھاویں تو بہتر ہے۔ آپ نے پوچھا کہ بتا کیا طلب کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ تازہ کھجور کی خواہش ہے حالانکہ وہ کھجور کی فصل نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا یہ لے اور ایک تازہ کھجور سے بھری ہوئی تھیلی اس کو دیدی۔

سفرِ آخرت : ایک دن حضرت سماک اور حضرت ذالنورین حضرت رابعہ بصری کے یہاں تشریف فرما تھے کہ حضرت عتبہ نیا لباس زیب تن کیے اکڑتے ہوئے پہنچے تو حضرت سماک نے پوچھا کہ یہ آج کیسی چال چل رہے ہو۔ فرمایا کہ میرا نام غلام جبار ہے۔ اسی لئے اکڑ کر چل رہا ہوں۔ اور یہ کہتے ہی غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور جب لوگوں نے پاس جا کر دیکھا تو آپ مردہ تھے۔ اس کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ نصف چہرہ سیاہ پڑ گیا ہے اور آپ سے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک مرتبہ دور طالب علمی میں بڑے داڑھی مونچھوں والے ایک خوبصورت لڑکے کو غور سے دیکھا تھا۔ چنانچہ جب مرنے کے بعد مجھے جنت کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ تو جہنم پر سے گذرتے ہوئے ایک سانپ نے میرے رخسار پر کاٹتے ہوئے کہ کیا بس ایک نظر دیکھنے کی یہ سزا ہے۔ اور کبھی تو اس لڑکے کو زیادہ توجہ سے دیکھتا تو میں بھی تجھے بہت زیادہ اذیت پہنچاتا۔

باب نمبر ⟵ 9

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ خاصان خداوندی، اور پردہ نشینوں کی مخدومہ، سوختہ عشق، قرب الٰہی کی شفیتہ اور پاکیزگی میں مریم ثانی تھیں اگر معترض یہ کہے کہ مردوں کے تذکرے میں عورت کا ذکر کیوں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ صورت کے بجائے قلب کو دیکھتا ہے" اسی لئے روز محشر تمام محاسبہ صورت کے بجائے نیت پر ہوگا" للہذا جو عورت ریاضت و عبادت میں مردوں کے مماثل ہو اس کو بھی مردوں ہی کی صف میں شمار کرنا چاہئے اس لئے کہ جب یوم حساب میں مردوں کو پکارا جائے گا تو سب سے قبل مریم آگے بڑھیں گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر رابعہ بصری حضرت حسن بصری کی مجالس میں شرکت نہ کرتیں تو شاید آپ کے تذکرے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن اس کتاب میں جن بزرگوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ بطور توحید کے بیان کئے گئے جس میں من و تو کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ اور بو علی فارمدی کے اس

قول کے مطابق مرد و زن میں فرق کرنا بے سود ہے کہ نبوت عین عزت و رفعت ہے اس میں چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں اسی طرح ولایت کے مراتب بھی ہیں جن میں مرد و زن کا امتیاز نہیں ہوتا۔ اور چونکہ رابعہ بصری باعتبار ریاضت و معرفت ممتاز زمانہ تھیں۔ اس لئے تمام اہل اللہ کی نظر میں معتبر اور ذی عزت تصور کی جاتی تھیں اور آپ کے احوال اہل دل حضرات کیلئے زبردست حجت کا درجہ رکھتے ہیں۔

پیدائش وجہ تسمیہ : ولادت کی شب میں آپ کے والد کے یہاں نہ تو اتنا تیل تھا جس سے ناف کی مالش کی جاتی اور نہ اتنا کپڑا تھا جس میں آپ کو لپیٹا جا سکتا حتی کہ بدحالی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں چراغ تک نہ تھا۔ اور چونکہ آپ اپنی تین بہنوں کے بعد تولد ہوئیں۔ اسی مناسبت سے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا اور جب آپ کی والدہ نے والد سے کہا کہ پڑوس میں سے تھوڑا سا تیل مانگ لاؤ تاکہ گھر میں کچھ روشنی ہو جائے تو آپ نے شدید اصرار پر ہمسایہ کے دروازے پر صرف ہاتھ رکھ کر گھر میں آکے کہہ دیا کہ وہ دروازہ نہیں کھولتا' کیونکہ آپ یہ عہد کر چکے تھے کہ خدا کے سوا کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گا۔ اسی پریشانی میں نیند آگئی۔ تو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرمایا کہ تیری یہ بچی بہت ہی مقبولیت حاصل کرے گی اور اس کی شفاعت سے میری امت کے ایک ہزار افراد بخش دیئے جائیں گے اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ والئی بصرہ کے پاس یک کاغذ پر تحریر کرکے لے جاؤ کہ تو ہر یوم ایک سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے اور شب جمعہ میں چار سو مرتبہ لیکن آج جمعہ کی جو رات گذری ہے اس میں تو درود بھیجنا بھول گیا۔ لہذا بطور کفارہ حامل ھذا کو چار سو دینار دیدے صبح کو بیدار ہو کر آپ بہت روئے اور خط تحریر کرکے دربان کے ذریعہ والی بصرہ کے پاس بھیج دیا۔ اس نے مکتوب پڑھتے ہی حکم دیا کہ حضور ﷺ اکرم کی یاد آوری کے شکرانے میں دس ہزار درم تو فقراء میں تقسیم کردو اور چار سو دینار اس شخص کو دیدو اس کے بعد والی بصرہ تعظیما" خود آپ سے ملاقات کرنے پہنچا اور عرض کیا کہ جب بھی آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوا کرے مجھے مطلع فرما دیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے چار سو دینار لے کر ضرورت کا تمام سامان خرید لیا۔

حالات : رابعہ بصری نے جب ہوش سنبھالا تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور قحط سال کی وجہ سے آپ کی تینوں بہنیں بھی آپ سے جدا ہو کر نہ جانے کہاں مقیم ہو گئیں۔ آپ بھی ایک طرف کو چل دیں اور ایک ظالم نے پکڑ کر زبردستی آپ کو اپنی کنیز بنا لیا اور کچھ دنوں کے بعد بہت ہی قلیل رقم

میں فروخت کر دیا۔ اور اس شخص نے اپنے گھر لا کر بے حد مشقت آمیز کام آپ سے لینے شروع کر دیئے۔ ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہی تھیں کہ کسی نامحرم کو اپنے سامنے دیکھ کر اتنے زور سے گریں کہ ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اس وقت آپ نے سربسجود ہو کر عرض کیا کہ یا اللہ میں بے یار و مددگار پہلے ہی سے تھی اور اب ہاتھ بھی ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے باوجود میں تیری رضا چاہتی ہوں۔ چنانچہ ندا غیبی آئی کہ اے رابعہ غمگین نہ ہو۔ کل تجھے وہ مرتبہ حاصل ہو گا کہ مقرب فرشتے بھی تجھ پر رشک کریں گے۔ یہ سن کر آپ خوشی خوشی اپنے مالک کے یہاں پہنچ گئیں اور آپ کا یہ معمول رہا کہ دن میں روزہ رکھتیں اور رات بھر عبادت میں صرف کر دیتیں اور ایک شب جب آپ کے مالک کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا اور اس وقت ایک گوشہ میں آپ کو سربسجود پایا اور ایک معلق نور آپ کے سر پر فروزاں دیکھا جب کہ اپ اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کر رہی تھیں۔ کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو ہمہ وقت تیری عبادت میں گزار دیتی۔ لیکن چونکہ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا دیا ہے۔ اس لیے میں تیری بارگاہ میں دیر سے حاضر ہوتی ہوں' یہ سن کر آپ کا آقا بہت پریشان ہو گیا۔ اور یہ عہد کر لیا کہ مجھے تو اپنی خدمت لینے کے بجائے الٹی ان کی خدمت کرنی چاہئے چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ کو آزاد کر کے استدعا کی کہ آپ یہیں قیام فرمائیں تو میرے لئے باعث سعادت ہے ویسے آپ اگر کہیں اور جگہ جانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے یہ سن کر آپ حجرے سے باہر نکل آئیں اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئیں۔

آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتی تھیں۔ اور گاہے گاہے حضرت حسن بصری کے وعظ میں بھی شریک ہوتیں ایک روایت یہ ہے کہ ابتدا میں آپ گاتی بجاتی تھیں۔ بعد میں تائب ہو کر جنگل میں گوشہ نشین ہو گئیں۔ پھر جس وقت سفر حج پر روانہ ہوئیں۔ تو آپ کا ذاتی گدھا بہت کمزور تھا۔ اور جب آپ سامان لاد کر روانہ ہو چکیں تو وہ راستہ ہی میں مر گیا۔ یہ دیکھ کر اہل قافلہ نے عرض کیا کہ آپ کا سامان ہم لوگ اٹھا لیں گے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے بھروسے پر سفر نہیں کیا ہے یہ سن کر اہل قافلہ آپ کو تنہا وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اس وقت آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ ایک نادار و عاجز کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے کہ پہلے تو اپنے گھر کی جانب مدعو کیا پھر راستے میں میرے گدھے کو مار ڈالا اور مجھ کو جنگل میں تنہا چھوڑ دیا گیا ابھی آپ کا شکوہ ختم بھی نہ ہونے پایا تھا۔ کہ گدھے میں جان آگئی۔ اور آپ اس پر سامان لاد کر عازم مکہ ہو گئیں۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ عرصہ دراز کے بعد میں نے اس گدھے کو مکہ معظمہ کے بازار میں فروخت ہوتے بچشم خود دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی برکت دعا سے اس کی عمر طویل

ہوئی جب آپ مکہ معظمہ پہنچیں تو کچھ ایام بیابان میں مقیم رہ کر خدا سے التجا کی کہ میں اس لئے دل گرفتہ ہوئی کہ میری تخلیق تو خاک سے ہوئی ہے اور کعبہ پتھر سے تعمیر کیا گیا لہٰذا میں تجھ سے بلاواسطہ ملاقات کی خواہش مند ہوں' چنانچہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے رابعہ کیا نظام عالم درہم برہم کر کے تمام اہل عالم کا خون اپنی گردن پر لینا چاہتی ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی خواہش کی اور ہم اپنی تجلیات میں سے ایک چھوٹی سی تجلی طور سینا پر ڈالی تو وہ پاش پاش ہو گیا۔ اس کے بعد جب آپ دوبارہ حج کو گئیں تو دیکھا کہ خانہ کعبہ خود آپ کے استقبال کے لیے چلا آ رہا ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ مجھے مکان کی حاجت نہیں بلکہ مکین کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مجھے حسن کعبہ سے زیادہ جمال خداوندی کے دیدار کی تمنا ہے۔

حضرت ابراہیم ادہم جب سفر حج پر روانہ ہوئے تو ہر گام پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے چلے اور مکمل چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے اور دوران سفر یہ بھی کہتے جاتے کہ دوسرے لوگ تو قدموں سے چل کر پہنچے ہیں۔ لیکن میں سر اور آنکھوں کے بل پہنچوں گا۔ اور جب مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں سے خانہ کعبہ غائب تھا۔ چنانچہ آپ اس تصور سے آبدیدہ ہو گئے کہ شاید میری بصارت زائل ہو چکی ہے۔ لیکن غیب سے ندا آئی کہ بصارت زائل نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ کعبہ ایک ضعیفہ کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ کو احساس ندامت ہوا اور گریہ کناں عرض کیا کہ یا اللہ وہ کون ہستی ہے۔ ندا آئی کہ وہ بہت ہی عظیم المرتبت ہستی ہے۔ چنانچہ آپ کی نظر اٹھی تو دیکھا کہ سامنے سے حضرت رابعہ بصری لاٹھی کے سہارے چلی آ رہی ہیں۔ اور کعبہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے۔ اور آپ نے رابعہ بصری سے سوال کیا کہ تم نے نظام کو کیوں درہم برہم کر رکھا ہے؟ جواب ملا کہ میں نے تو نہیں البتہ تم نے ایک ہنگامہ کھڑا کر رکھا ہے۔ جو چودہ برس میں کعبہ تک پہنچے ہو۔ حضرت ابراہیم ادہم نے کہا کہ میں ہر گام پر دو رکعت نفل پڑھتا ہوا آیا ہوں جس کی وجہ سے اتنی تاخیر سے پہنچا۔ رابعہ نے فرمایا کہ تم نے تو نماز پڑھ کر فاصلہ طے کیا ہے۔ اور میں عجز و انکسار کے ساتھ یہاں تک پہنچی ہوں پھر آدائیگی حج کے بعد اللہ تعالیٰ سے رو کر عرض کیا۔ تو نے حج پر بھی اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور مصیبت پر صبر کرنے پر بھی۔ لہٰذا اگر تو میرا حج قبول نہیں فرماتا تو پھر مصیبت پر صبر کرنے کا ہی اجر عطا کر دے کیونکہ حج قبول نہ ہونے سے بڑھ کر اور کونسی مصیبت ہو سکتی ہے۔ وہاں سے بصرہ واپس ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئیں اور جب دوسرے سال حج کا زمانہ آیا تو فرمایا گذشتہ سال تو کعبہ نے میرا استقبال کیا تھا۔ اور اس سال میں اس کا استقبال کروں گی۔ چنانچہ شیخ فارمدی کے قول کے مطابق ایام حج کے موقعہ پر آپ نے جنگل میں جا کر کروٹ کے بل لڑھکنا شروع کر دیا اور مکمل

سات سال کے عرصہ میں عرفات پہنچیں اور وہاں یہ غیبی آواز سن کر کہ اس طلب میں کیا رکھا ہے اگر تو چاہے تو ہم اپنی تجلی سے بھی نواز سکتے ہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی قوت و سکت کہاں البتہ رتبہ فقر کی خواہش مند ہوں ارشاد ہوا کہ فقر ہمارے قہر کے مترادف ہے۔ جس کو ہم نے صرف ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ جو ہماری بارگاہ سے متصل ہو جاتے ہیں۔ کہ سرِ مو فرق نہیں رہتا۔ پھر ہم انہیں لذت وصال سے محروم کر کے آتش فراق میں جھونک دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان پر کسی قسم کا حزن و ملال نہیں ہوتا۔ بلکہ حصول قرب کے لئے از سرِ نو گرم سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ مگر تو ابھی دنیا کے ستر پردوں میں ہے۔ اور جب تک ان پردوں سے باہر آ کر ہماری راہ میں گامزن نہ ہو گی۔ اس وقت تک تجھے فقر کا نام بھی نہ لینا چاہئے پھر ارشاد ہوا کہ ادھر دیکھ! اور جب رابعہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو لہو کا ایک بحر بیکراں ہوا میں لٹکا ہوا نظر آیا۔ اور ندا آئی کہ ہمارے ان عشاق کی چشم خونچکاں کا دریا ہے جو ہماری طلب میں چلے اور پہلی ہی منزل پر اس طرح پاشکستہ ہو کر رہ گئے کہ ان کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ رابعہ بصری نے عرض کیا کہ ان عشاق کی ایک صفت مجھ پر بھی ظاہر ہو مگر یہ کہتے ہی انہیں نسوانی معذوری ہو گئی اور یہ ندا آئی کہ ان کا مقام یہی ہے جو سات برس تک پہلو کے بل لڑھکتے ہیں۔ تاکہ خدا تک رسائی میں ایک حقیر سی شے کا مشاہدہ کر سکیں۔ اور جب وہ قرب منزل تک رسائی حاصل کر لیں تو ایک حقیر سی علت ان کی راہوں کو مسدود کر کے رکھ دے۔ پھر رابعہ نے عرض کیا کہ اگر تیری مرضی مجھے اپنے گھر میں رکھنے کی نہیں ہے تو پھر مجھے بصرہ میں ہی سکونت کی اجازت عطا کر دے۔ کیونکہ میں تیرے گھر میں رہنے کی اہل نہیں ہوں اور یہاں آمد سے قبل صرف تمہارے دیدار میں زندگی بسر کرتی رہی جس کی مجھے اتنی بڑی سزا دی گئی ہے۔ یہ عرض کر کے بصرہ واپس پہنچ گئیں اور تاحیات گوشہ نشین ہو کر مصروف عبادت رہیں۔

یقین کی دولت : دو بھوکے افراد رابعہ بصری کے یہاں بغرض ملاقات حاضر ہوئے اور باہمی گفتگو کرنے لگے کہ اگر رابعہ اس وقت کھانا پیش کر دیں۔ تو بہت اچھا ہو کیونکہ ان کے یہاں رزق حلال میسر آ جائے گا اور آپ کے یہاں اس وقت صرف دو ہی روٹیاں تھیں وہی ان کے سامنے رکھ دیں، دریں اثناء کسی سائل نے سوال کیا تو آپ نے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر اس کو دیدیں' یہ دیکھ کر حیرت زدہ سے رہ گئے۔ لیکن کچھ ہی وقفہ کے بعد ایک کنیز بہت سی گرم روٹیاں لیے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ میری مالکہ نے بھجوائی ہیں اور جب آپ نے ان روٹیوں کا شمار کیا تو وہ تعداد میں اٹھارہ تھیں۔ یہ دیکھ کر کنیز سے فرمایا کہ شاید تجھے غلط فہمی ہو گئی ہے۔ کہ یہ روٹیاں میرے یہاں نہیں بلکہ کسی اور کے یہاں بھیجی گئی ہیں۔ لیکن کنیز نے وثوق کے ساتھ عرض کیا کہ آپ ہی کے لئے

بھجوائی ہیں۔ مگر آپ نے کنیز کے مسلسل اصرار کے باوجود واپس کر دیں اور جب کنیز نے اپنی مالکہ سے واقعہ بیان کیا تو اس نے حکم دیا کہ اس میں مزید دو روٹیوں کا اضافہ کر کے لے جاؤ۔ چنانچہ جب آپ نے بیس روٹیاں شمار کر لیں۔ تب ان مہمانوں کے سامنے رکھا۔ اور محو حیرت ہو کر کھانے میں مصروف ہو گئے اور جب فراغت طعام کے بعد رابعہ بصری سے واقعہ کی نوعیت معلوم کرنا چاہی تو فرمایا کہ جب تم یہاں حاضر ہوئے تو مجھے معلوم ہو گیا تھا۔ کہ تم بھوکے ہو اور جو کچھ گھر میں حاضر تھا۔ وہ میں نے تمہارے سامنے رکھ دیا۔ اسی دوران ایک سائل آ پہنچا اور وہ دونوں روٹیاں میں نے اسے دے کر اللہ سے عرض کیا کہ تیرا وعدہ ایک کے بجائے دس دینے کا ہے اور مجھے تیرے قول صادق پر مکمل یقین ہے۔ لیکن کنیز کے اٹھارہ روٹیاں لانے سے میں نے سمجھ لیا کہ اس میں ضرور کوئی سہو ہوا ہے۔ اسی لئے میں نے واپس کر دیں اور جب وہ پوری بیس روٹیاں لے کر آئی۔ تو میں نے وعدہ کی تکمیل میں لے لیں۔

دوستی کا حق : ایک مرتبہ بوجہ تھکاوٹ نماز ادا کرتے ہوئے نیند آ گئی۔ اسی دوران میں ایک چور آپ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا لیکن اسے باہر نکلنے کا راستہ ہی نظر نہیں آیا۔ اور چادر اپنی جگہ رکھتے ہی راستہ نظر آ گیا۔ لیکن اس نے بوجہ حرص پھر چادر اٹھا کر فرار ہونا چاہا۔ اور پھر راستہ نظر آنا بند ہو گیا۔ غرض کہ اسی طرح اس نے کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ راستہ مسدود نظر آیا حتی کہ اس نے ندائے غیبی سنی کہ تو خود کو آفت میں کیوں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے کہ چادر والی نے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ اور اس وقت سے شیطان تک اس کے پاس نہیں بھٹک سکا۔ پھر کسی دوسرے کی کیا مجال ہے اور جو چادر چوری کر سکے کیونکہ اگرچہ ایک دوست محو خواہ ہے۔ لیکن دوسرا دوست بیدار ہے۔

حقیقت شناسی : ایک مرتبہ آپ نے کئی یوم سے کچھ نہیں کھایا۔ اور جب خادمہ کھانا تیار کرنے لگی تو گھر میں پیاز نہیں تھا۔ اور اس نے آپ سے پڑوس میں سے پیاز مانگ لانے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا کہ میں تو برسوں سے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیے ہوئے ہوں کہ تیرے سوا کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گی۔ لہٰذا اگر پیاز نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں۔ ابھی آپ کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک پرندہ چونچ میں پیاز لئے ہوئے آیا اور ہانڈی میں ڈال کر اڑ گیا۔ مگر آپ نے اس کو فریب شیطانی تصور کرتے ہوئے بغیر سالن کی روٹی کھالی۔

آپ ایک پہاڑی پر تشریف لے گئیں اور تمام صحرائی جانور آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ لیکن

اسی وقت جب خواجہ حسن بصری وہاں پہنچے تو وہ تمام جانور بھاگ گئے حسن بصری نے حیرت زدہ ہو کر آپ سے سوال کیا کہ یہ تمام جانور مجھے دیکھتے ہی کیوں بھاگ گئے۔ رابعہ بصری نے پوچھا کہ آج آپ نے کیا کھایا ہے۔ تو انہوں نے کہا گوشت روٹی' یہ سن کر آپ نے فرمایا جب تم ان کا گوشت کھاؤ گے تو پھر یہ تم سے کیوں کر مانوس ہو سکتے ہیں۔

مقام ولایت : ایک مرتبہ آپ حسن بصری کے مکان پر پہنچیں تو اس وقت وہ مکان کی چھت پر اس درجہ معروف گریہ تھے کہ اشکوں کا پرنالہ بہہ پڑا۔ رابعہ بصری نے کہا کہ اگر آپ کی یہ گریہ و زاری فریب کا راز ہے تو اسے بند کر دو تاکہ آپ کے باطن میں ایسا بحر بیکراں موجزن ہو جائے کہ اگر اس کی گہرائیوں میں اپنے قلب کو تلاش کرنا چاہو۔ تو نہ مل سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کر دینے میں قدرت کامل حاصل ہے۔ آپ کی یہ باتیں گو حسن بصری کے لئے بار خاطر ہوئیں۔ لیکن آپ نے خموشی اختیار کر لی۔ اور ایک روز جب رابعہ بصری ساحل فرات پر موجود تھیں تو اچانک حسن بصری بھی وہاں پہنچ گئے اور پانی پر مصلیٰ بچھا کر فرمایا کہ آیئے ہم دونوں نماز ادا کریں۔ لیکن رابعہ نے جواب دیا کہ اگر یہ مخلوق کے دکھاوے کے لئے ہے تو بہت اچھا ہے۔ کیونکہ دوسرے لوگ ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ کہہ کر رابعہ نے اپنا مصلیٰ ہوا کے دوش پر بچھا کر فرمایا کہ آیئے دونوں یہاں نماز ادا کریں۔ تاکہ مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل رہیں۔ پھر بطور دلجوئی رابعہ نے فرمایا کہ جو فعل آپ نے سرانجام دیا تو وہ پانی کی معمولی سی مچھلیاں بھی کر سکتی ہیں۔ اور جو میں نے کیا وہ ایک حقیر سی مکھی بھی کر سکتی ہے۔ لیکن حقیقت کا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت حسن بصری مکمل ایک شب و روز رابعہ بصری کے یہاں مقیم رہے اور حقیقت و معرفت کے موضوع پر گفتگو کرتے رہے لیکن حسن بصری کہتے ہیں۔ کہ اس دوران نہ تو مجھے یہ احساس ہوا کہ میں مرد ہوا کہ رابعہ عورت ہے اور وہاں سے واپسی پر میں نے اپنے آپ کو مفلس اور ان کو مخلص پایا۔

حضرت حسن بصری اپنے چند رفقاء کے ہمراہ ایک شب رابعہ بصری کے یہاں پہنچے لیکن اس وقت ان کے یہاں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اور حضرت حسن کو روشنی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ رابعہ نے اپنی انگلیوں پر کچھ دم کیا اور وہ ایسی روشن ہو گئیں کہ پورا مکان روشن ہو گیا اور تاسحر وہ روشنی قائم رہی۔ لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ یہ چیز بعید از قیاس ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص صدق دلی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کو آپ کے معجزے میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور حاصل ہوتا ہے۔ کہ خرق عادت شے کا اظہار انبیاء کے حق میں معجزہ کہا جاتا

ہے۔ اور ولی کے لئے کرامت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہ کرامت اسے صرف اتباع نبوت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ رویائے صادقہ نبوت کے چالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں۔

حضرت رابعہ بصری نے ایک مرتبہ حضرت حسن کے لئے بطور ہدیہ موم' سوئی اور بال روانہ کئے اور یہ پیغام بھیجا کہ موم کی مانند خود کو پگھلا کر روشنی فراہم کرو۔ اور سوئی کی مانند برہنہ رہ کر مخلوق کے کام آؤ اور جب تم ان دونوں چیزوں کی تکمیل کر لو گے تو بال کے مانند ہو جاؤ گے اور کبھی تمہارا کوئی کام خراب نہیں ہو گا۔

ایک مرتبہ حسن بصری نے سوال کیا کہ تمہیں نکاح کی خواہش نہیں ہوتی؟ آپ نے جواب دیا کہ نکاح کا تعلق تو جسم و وجود سے ہے۔ اور جس کا وجود ہی اپنے مالک میں مل گیا ہو تو اس کے لئے ہر شے میں اپنے مالک کی اجازت ضروری ہے۔

معرفت : حسن بصری نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ مراتب عظیم کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ ہر شے کو یاد الٰہی میں گم کر کے' پھر حضرت حسن نے سوال کیا کہ تم نے خدا کو کیونکر پہچانا جواب دیا کہ بے مایہ اور بے کیف ہونے کی وجہ سے ایک دفعہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمائش کی کہ مجھے ان علوم کی بابت سمجھاؤ جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ حاصل ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے تھوڑا سا سوت کات کر تکمیل ضروریات کے لئے دو درم میں فروخت کر دیا۔ پھر دونوں ہاتھوں میں ایک ایک درم لے کر اس خیال میں غرق ہو گئی کہ اگر میں نے دونوں کو ایک ہاتھ میں لیا تو یہ جوڑا بن جائے گا۔ اور یہ بات وحدانیت کے خلاف اور میری گمراہی کا باعث ہو سکتی ہے۔ بس اس کے بعد سے میری تمام راہیں کھلتی گئیں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے بیان کیا کہ حضرت حسن یہ کہتے رہتے ہیں کہ اگر میں روز محشر ایک لمحہ کے لئے بھی دیدار خداوندی سے محروم رہا تو اتنی گریہ و زاری کروں گا۔ کہ اہل فردوس کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا۔ رابعہ نے کہا کہ انہوں نے بالکل صحیح کہا۔ لیکن یہ شے بھی اسی کے شایان شان ہے۔ جو آن واحد کے لیے یاد الٰہی سے غافل نہ رہتا ہو۔

جب آپ سے نکاح نہ کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب دیا کہ تین چیزیں میرے لئے وجہ غم بنی ہوئی ہیں۔ اور اگر تم یہ غم دور کر دو تو میں یقین کر لوں گی' اول یہ کہ کیا خبر میری موت اسلام پر ہو گی کہ نہیں؟ دوم روز محشر میرا نامہ اعمال جانے سیدھے ہاتھ میں ہو یا الٹے ہاتھ میں روز محشر جب جنت میں ایک جماعت کو داہنی طرف سے اور دوسری کو بائیں طرف سے داخل کیا جائے گا تو نہ جانے

میرا شمار کس جماعت میں ہو گا' لوگوں نے عرض کیا ان تینوں کا جواب ہمارے پاس نہیں آپ نے فرمایا کہ جس کو اتنے غم ہوں تو اس کو نکاح کی کیا تمنا ہو سکتی ہے؟

جب لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں اور کہاں جائیں گی۔ جواب دیا کہ جس جہان سے آئی ہوں۔ اس جہان میں لوٹ جاؤں گی۔ پھر سوال کیا گیا اس جہان میں آپ کا کیا کام ہے۔ فرمایا کف افسوس ملنا اور جب افسوس کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں رزق تو اس جہان کا کھاتی ہوں اور کام اس جہان کا کرتی ہوں۔

خودشناسی وخداشناسی : ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کی شیریں بیانی تو اس قابل ہے کہ آپ کو مسافر خانہ کا نگران مقرر کر دیا جائے۔ فرمایا میں تو خود ہی اپنے مسافر خانہ کی محافظ ہوں کیونکہ جو کچھ میرے اندر ہے۔ اسے باہر نکال دیتی ہوں اور جو میرے باہر ہے۔ اس کو اندر نہیں جانے دیتی اس لیے مجھے کسی کی آمدورفت سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ قلب کی نگہبان ہوں خاکی جسم کی نہیں ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ ابلیس کو دشمن تصور کرتی ہیں فرمایا کہ میں تو رحمٰن کی دوستی میں مشغولیت کی وجہ سے ابلیس کی دشمنی کا تصور ہی نہیں کرتی۔

عالم خواب میں حضور اکرم ﷺ نے آپ سے فرمایا کہ کیا تو مجھے محبوب رکھتی ہے۔ تب رابعہ نے عرض کیا کہ وہ کون بدنصیب ہو گا جو آپ کو محبوب نہ رکھتا ہو' لیکن میں تو حب الٰہی میں مشغول ہوں کہ اس کے سوا کسی کی محبوبیت کا تصور تک بھی نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں کسی کی محبوبیت کا احساس تک باقی نہیں رکھتی۔

لوگوں کے اس سوال پر کہ محبت کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ محبت ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ کیونکہ بزم عالم میں کسی نے اس کا ایک گھونٹ تک نہیں چکھا جس کے نتیجہ میں محبت اللہ تعالیٰ میں ضم ہو کر رہ گئی ہو اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یحبونھم ویحبونہ اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں ایک مرتبہ کسی نے یہ سوال کیا کہ آپ جس کی عبادت کرتی ہیں کیا وہ آپ کو نظر بھی آتا ہے۔ فرمایا اگر نظر نہ آتا ہو تو عبادت کیوں کرتی۔

آپ ہمہ اوقات گریہ وزاری کرتی رہتی تھیں اور جب لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں اس کے فراق سے خوفزدہ ہوں جس کو محفوظ تصور کرتی ہوں اور کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ دم نزع یہ ندا نہ آجائے کہ تو لائق بارگاہ نہیں ہے۔

حقائق : لوگوں نے جب آپ سے یہ سوال کیا کہ خدا بندے سے کس وقت خوش ہوتا

ہے۔ فرمایا کہ جب بندہ محنت پر اس طرح شکر ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ نعمت پر کرتا ہے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ کہ عاصی کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ یا نہیں' فرمایا کہ اس وقت تک وہ توبہ ہی نہیں کر سکتا۔ جب تک خدا توفیق نہ دے اور جب توفیق حاصل ہو گئی تو پھر قبولیت میں بھی کوئی شک نہیں رہا پھر فرمایا جب تک قلب بیدار نہیں ہوتا۔ اس وقت تک کسی عضو سے بھی خدا کی راہ نہیں ملتی اور بیداری قلب کے بعد اعضاء کی حاجت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قلب بیدار وہی ہے جو حق کے اندر اس طرح ضم ہو جائے کہ پھر اعضاء کی حاجت ہی باقی نہ ہے اور یہی فنا فی اللہ کی منزل ہے۔

حقیقی توبہ : آپ اکثر یہ فرمایا کرتیں کہ صرف زبانی توبہ کرنا جھوٹے لوگوں کا فعل ہے کیونکہ اگر صدق دلی کیساتھ توبہ کی جائے تو دوبارہ کبھی توبہ کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ پھر فرمایا کہ معرفت توجہ الی اللہ کا نام ہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ وہ ندا سے پاکیزہ قلب طلب کرے۔ اور جب عطا کر دیا جائے تو پھر اسی وقت اس کو خدا کے حوالے کر دے۔ تاکہ حجابات حفاظت میں محفوظ رہ کر مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رہیں۔

دانشمندی : حضرت صالح عامری اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ . ب مسلسل کسی کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو آخر کار کسی نہ کسی وقت کھول ہی دیا جاتا ہے۔ رابعہ بصری نے آپ کا یہ جملہ سن کر سوال کیا کہ آخر وہ کب کھلے گا؟ کیونکہ وہ تو کبھی بند ہی نہیں ہوا یہ سن کر حضرت صالح کو آپ کی دانش مندی پر مسرت ہوئی اور اپنی کم عقلی پر رنج۔

ایک مرتبہ رابعہ بصری نے کسی کو ہائے غم' ہائے غم کی رٹ لگاتے ہوئے سناتو فرمایا کہ ہائے غم نہ کہو بلکہ ہائے بے غمی کہہ کر نوحہ کرو۔ کیونکہ اگر تم میں غم ہوتا تو تم میں بات کرنے کی سکت نہ ہوتی ایک مرتبہ کسی شخص کو سر پر پٹی باندھے ہوئے دیکھ کر سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ سر میں بہت درد ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے اس نے کہا کہ تیس سال' پھر سوال کیا کہ تو نے تیس سال کے عرصہ میں کبھی صحت مندی کے شکرانے میں تو پٹی باندھی نہیں اور صرف ایک یوم کے مرض میں شکایت کی پٹی باندھ کر بیٹھ گیا۔

کسی کو آپ نے چار درم دے کر کمبل خریدنے کا حکم دیا۔ اس نے سوال کیا کہ کمبل سیاہ لاؤں یا سفید؟ یہ سنتے ہی آپ نے اس سے درم واپس لے کر دریا میں پھینکتے ہوئے فرمایا کہ ابھی کمبل خریدا بھی نہیں کہ سیاہ و سفید کا جھگڑا کھڑا ہو گیا اور خریداری کے بعد نہ جانے کیا وبال پیش آجاتا۔ ایک مرتبہ موسم بہار میں آپ کنج تنہائی میں تھیں کہ خادمہ نے باہر نکلنے کی استدعا کرتے ہوئے عرض

کیا کہ یہاں آکر رنگینیٔ فطرت کا نظارہ کیجئے کہ اس نے کیسی کیسی رنگینیاں تخلیق فرمائی ہیں۔ لیکن آپ نے جواب دیا کہ تو بھی گوشہ نشین ہو کر خود صانع حقیقی ہی کا مشاہدہ کرلے۔ کیونکہ میرا مقدر صانع کا نظارہ ہے نہ کہ صنعت کا۔

کچھ لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ دانتوں سے گوشت کاٹ رہی ہیں۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیا آپ کے یہاں چاقو چھری نہیں ہے جو دانتوں سے کام لے رہی ہیں۔ فرمایا کہ میں محض اس خوف سے چاقو چھری نہیں رکھتی کہ کہیں وہ میرے اور میرے محبوب کے رشتہ کو منقطع نہ کردے۔

دردِ دل : ایک مرتبہ آپ نے سات شب و روز مسلسل روزے رکھے اور شب کو قطعاً آرام بھی نہیں کیا۔ لیکن جب آٹھویں دن بھوک کی شدت کی نفس نے فریاد کی کہ مجھے کب تک اذیت دو گی تو اسی وقت ایک شخص کھانے کی کوئی شے پیالے میں لئے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ پیالہ لے کر شمع روشن کرنے اٹھیں اور سی وقت ایک بلی کہیں سے آئی اور وہ پیالہ الٹ دیا اور جب پانی سے روزہ کھولنے اٹھیں تو شمع بجھ گئی اور آپ خورہ گر کر ٹوٹ گیا۔ اس وقت آپ نے ایک دل دوز آہ بھر کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ یہ کیسا معاملہ کیا جارہا ہے۔ ندا آئی کہ اگر دنیاوی نعمتوں کی طلبگار ہو تو ہم عطا کئے دیتے ہیں لیکن اس کے عوض میں اپنا درد تمہارے قلب سے نکال لیں گے۔ اس لئے کہ ہمارے غم اور غم روزگار کا ایک قلب میں اجتماع ممکن نہیں اور نہ کبھی جداگانہ مرادیں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں۔ یہ ندا سنتے ہی دامن امید چھوڑ کر اپنا قلب جب دنیا سے اس طرح خالی کرلیا کہ جس طرح موت کے وقت مرنے والا امید زندگی ترک کرکے قلب کو دنیاوی تصورات سے خالی کردیتا ہے۔ اور اس کے بعد آپ بھی دنیا سے اس طرح کنارہ کش ہوگئیں کہ ہر صبح یہ دعا کرتیں کہ اے اللہ مجھے اس طرح اپنی جانب متوجہ فرمالے کہ اہل جہان مجھے تیرے سوا کسی کام میں مشغول نہ دیکھ سکیں۔

بعض لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ بلا کسی ظاہری مرض کے آپ گریہ و زاری کیوں کرتی رہتی ہیں۔ فرمایا کہ میرے سینے میں ایک مرض نہاں ہے۔ کہ جس کا علاج نہ تو کسی طبیب کے بس میں ہے اور نہ وہ مرض تمہیں دکھائی دے سکتا ہے اور اس کا واحد علاج صرف وصال خداوندی ہے۔ اس لئے میں مریضوں جیسی صورت بنائے ہوئے گریہ وزاری کرتی رہتی ہوں کہ شاید اسی سبب سے قیامت میں خواہش پوری ہو جائے۔

استغناء : کچھ اہل اللہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے سوال کیا کہ خدا کی بندگی کیوں کرتے

ہو؟ ان میں سے ایک نے تو یہ جواب دیا۔ کہ ہم جہنم کے ان طبقات سے خائف ہو کر جن پر سے روز محشر گذرنا پڑے گا۔ خدا کی بندگی کرتے ہیں تا کہ جہنم سے محفوظ رہ سکیں اور دوسرے نے جواب دیا کہ ہم خواہش فردوس میں اس کی بندگی کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جو بندہ خوف جہنم اور امید فردوس کی وجہ سے بندگی کرتا ہے۔ وہ بہت ہی برا ہے یہ سن کر لوگوں نے سوال کیا کہ کیا آپ کو خدا سے امید و بیم نہیں۔ فرمایا کہ پہلے ہمسایہ ہے بعد میں اپنا گھر اسی لئے ہماری نظروں میں فردوس و جہنم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ عبادت الٰہی فرض عین ہے۔ اگر وہ فردوس و جہنم کو تخلیق نہ کرتا تو کیا بندے اس کی بندگی سے منکر ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بیم رجا سے ہٹ کر بلاواسطہ اس کی پرستش کرنی چاہئے۔

ایک بزرگ نے آپ کو گندے لباس میں دیکھ کر عرض کیا کہ اللہ کے بہت سے ایسے بندے جو آپ کی جنبش آبرو پر نفیس سے نفیس لباس مہیا کر سکتے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے طلب غیر سے اس لئے حیا آتی ہے۔ کہ مالک دنیا تو خدا ہے اور اہل دنیا کو ہر شے عاریتہ" عطا کی گئی ہے اور جس کے پاس ہر شے خود عاریتہ" ہو اس سے کچھ طلب کرنا باعث ندامت ہے یہ سن کر ان بزرگ نے آپ کے صبرو بے نیازی کی داد دی۔

آزمائش : بطور آزمائش کچھ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ خدا نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ اور وصف نبوت صرف مردوں کو ہی کیوں حاصل ہے۔ اس کے باوجود بھی آپ کو اپنے اوپر فخرو تکبر ہے اور لاحاصل ریاکاری میں مبتلا ہیں، فرمایا کہ تم لوگ بجا کہتے ہو۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا کبھی کسی عورت نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ اور کیا کوئی عورت بھی ہیجڑہ ہوئی ہے۔ جب کہ سینکڑوں مرد مخنث پھرتے ہیں۔

ایک مرتبہ علیل ہو گئیں اور وجہ مرض دریافت کرنے پر فرمایا کہ جب میرا قلب جنت کی جانب متوجہ ہوا تو باری تعالیٰ نے اظہار ناراضگی فرمایا اور اسی کا غصہ میرے مرض کا باعث ہے۔

حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کی مزاج پرسی کیلئے حاضر ہوا تو بصرے کا ایک رئیس آپ کے آستانے پر روپوں کی تھیلی رکھی ہوئے مصروف گریہ تھا۔ اور یہ کہتا جا رہا تھا کہ میں یہ رقم رابعہ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی اس کو قبول نہیں فرمائیں۔ لہٰذا اگر آپ سفارش کر دیں۔ تو شاید قبولیت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ حسن بصری نے اندر پہنچ کر اس کی استدعا پیش کر دی لیکن رابعہ نے فرمایا کہ میں جب سے خداشناس ہو گئی ہوں۔ اس وقت سے مخلوق سے کچھ لینا اور میل ملاپ ترک کر دیا ہے۔ پھر آپ خود ہی سوچیں کہ جس رقم

کے متعلق یہ بھی علم نہیں کہ وہ جائز ہے یا ناجائز اس کو میں کیسے قبول کر سکتی ہوں۔

حضرت عبدالواحد عامری بیان کرتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت سفیان رابعہ بصری کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ لب کشائی کی ہمت ہی نہ ہو سکی حتی کہ رابعہ نے خود ہی فرمایا کہ کچھ گفتگو کیجئے تو ہم دونوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مرض دور فرمائے، رابعہ نے عرض کیا کہ مرض تو خدا ہی کا عطا کردہ ہے اور میں اس کی عطا کردہ شے کا شکوہ کیسے کر سکتی ہوں کیونکہ یہ کسی دوست کے لئے بھی مناسب نہیں کہ رضائے دوست کی مخالف کرے پھر حضرت سفیان نے پوچھا کہ کیا آپ کو کسی شے کی خواہش ہے، فرمایا کہ تم صاحب معرفت ہو کر ایسا سوال کرتے ہو اور بصرہ میں کھجور کی ارزانی کے باوجود بارہ سال سے کچھ کھانے کی خواہش ہے۔ لیکن میں نے محض اس لئے نہیں چکھی کہ بندے کو اپنی مرضی کے مطابق کوئی کام نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ رضائے الٰہی کے بغیر کوئی کام کرنا کفر کے ہم معنی ہے۔ پھر حضرت سفیان نے اپنے لیے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ اگر تمہارے اندر حب دنیا نہ ہوتی تو تم نیکی کا مجسمہ ہوتے انہوں نے عرض کیا کہ یہ کیا فرما رہی ہیں؟ آپ نے کہا کہ سچی بات کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کم عقلی کی باتیں نہ کرتے اس لئے کہ جب تمہیں یہ علم ہے کہ دنیا فانی ہے اور فانی شے کی ہر شے فانی ہوا کرتی ہے۔ اس کے باوجود بھی تم نے یہ سوال کیا کہ تمہاری طبیعت کس چیز کو چاہتی ہے یہ سن کر سفیان نے محو حیرت ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ میں تیری رضا کا جویا ہوں۔ رابعہ نے فرمایا کہ تمہیں رضائے الٰہی کی جستجو کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی جبکہ تم خود اس کی رضا کے طالب نہیں ہو۔

کارساز ما بفکر کار ما : حضرت مالک بن دینار کہا کرتے تھے۔ کہ میں ایک مرتبہ بغرض ملاقات رابعہ کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا مٹی کا لوٹا ہے۔ جس سے آپ وضو کرتی ہیں۔ اور پانی پیتی ہیں اور ایک بوسیدہ چٹائی ہے جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر استراحت فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میرے بہت سے احباب مالدار ہیں اگر اجازت ہو تو ان سے آپ کے لئے کچھ طلب کرلوں آپ نے سوال کیا کہ کیا مجھے اور تمہیں اور دولت مندوں کو رزق عطا کرنے والی ایک ہی ذات نہیں ہے؟ تو پھر کیا درویشوں کو ان کی غربت کیوجہ سے اس ذات نے فراموش کر دیا ہے اور امراء کو رزق دینا یاد رہ گیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہے، فرمایا کہ جب وہ ذات ہر فرد کی ضروریات سے واقف ہے۔ تو پھر ہمیں یاد دہانی کی کیا ضرورت؟ اور ہمیں اسی کی خوشی میں خوشی ہونی چاہئے۔

صدق کی تعریف : حضرت حسن بصری، مالک بن دینار اور شمیق بلخی ایک مرتبہ رابعہ کے مکان پر صدق و صفا کے موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حسن بصری نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب کو ناقابل برداشت تصور کرے وہ اپنے دعوی صدق میں کاذب ہے۔ یہ سن کر رابعہ بصری نے کہا کہ یہ قول خود پسندی کا آئینہ دار ہے۔ پھر شفیق بلخی نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب پر شکر ادا نہ کرے وہ اپنے دعوی صدق میں جھوٹا ہے۔ اس پر رابعہ بصری نے فرمایا کہ صادق ہونے کی تعریف کچھ اس سے اور زیادہ بلند ہونی چاہئے پھر مالک بن دینار نے صدق کی تعریف میں فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب میں لذت محسوس نہ کرے اس کا دعوی صدق باطل ہے۔ لیکن رابعہ بصری نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس سے بھی افضل و اعلی کوئی اور تعریف ہونی چاہئے۔ یہ کہہ کر پھر آپ نے صدق کی یہ تعریف بیان کی کہ جو مالک کے دیدار پر اپنے زخموں کی اذیت فراموش نہ کر سکے وہ اپنے دعوی صدق میں جھوٹا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیدار خداوندی میں شدت تکلیف کو فراموش کر دینا کوئی تعجب کی بات نہیں جب کہ حسن یوسف کو دیکھ کر مصری عورتوں نے اپنی انگلیاں تراش ڈالیں اور تمنائے دیدار میں تکلیف کا قطعاً" احساس نہ ہو سکا۔

محبت کی علامت : مشائخین بصرہ میں سے ایک شیخ آپ کے یہاں جا کر سرہانے بیٹھتے ہوئے دنیا کی شکایت کرنے لگے تو رابعہ نے فرمایا کہ غالباً آپ کو دنیا سے بہت لگاؤ ہے۔ کیونکہ جو شخص جس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اس کا ذکر بھی بہت زیادہ کرتا ہے۔ کیونکہ اگر آپ کو دنیا سے لگاؤ نہ ہوتا تو آپ کبھی اس کا ذکر نہ چھیڑتے۔

توکل : حضرت حسن بصری شام کو ایسے وقت رابعہ کے یہاں پہنچے جب کہ وہ چولھے پر سالن تیار کر رہی تھیں۔ لیکن آپ کی گفتگو سن کر فرمانے لگیں کہ یہ باتیں سالن پکانے سے کہیں بہتر ہیں۔ اور نماز مغرب کے بعد جب ہانڈی کھول کر دیکھا تو سالن خود بخود تیار ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے اور حسن بصری نے ساتھ مل کر گوشت کھایا اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ ایسا لذیز گوشت میں نے زندگی بھر نہیں کھایا۔

مقصد بندگی : حضرت سفیان اکثر یہ فرمایا کرتے کہ ایک شب کو میں رابعہ کے یہاں پہنچا تو وہ پوری شب مشغول عبادت رہیں۔ اور میں بھی ایک گوشہ میں نماز پڑھتا رہا۔ پھر صبح کے وقت رابعہ نے فرمایا کہ عبادت کی توفیق عطا کئے جانے پر ہم کسی طرح معبود حقیقی کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور میں بطور شکرانہ کل کا روزہ رکھوں گی اور اکثر آپ یہ دعا کیا کرتیں کہ یا خدا اگر روز محشر تو نے مجھے نار

جہنم میں ڈالا تو میں تیرا ایک ایسا راز افشا کرونگی۔ جس کو سن کر جہنم مجھ سے ایک ہزار سال کی مسافت پر بھاگ جائے گی اور کبھی دعا کرتیں کہ دنیا میں میرے لیے جو حصہ متعین کیا گیا وہ اپنے معاندین کو دیدے اور جو حصہ عقبی میں مخصوص ہے۔ وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرمادے کیونکہ میرے لیے تو صرف تیرا وجود ہی بہت کافی ہے اور اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں۔ تو مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر خواہش فردوس وجہ عبادت ہو تو فردوس میرے لیے حرام فرمادے' اور اگر میری پرستش صرف تمنائے دیدار کے لیے ہو تو پھر اپنے جمال عالم افروز سے مشرف فرمادے لیکن اگر تو نے مجھے جہنم میں ڈال دیا تو میں یہ شکوہ کرنے میں حق بجانب ہوں گی کہ دوستوں کے ہمراہ دوستوں ہی جیسا برتاؤ ہونا چاہئے اس کے بعد ندائے غیبی آئی کہ تو ہم سے بدظن نہ ہو' ہم تجھے اپنے ایسے دوستوں کے قریب میں جگہ دیں گے جہاں تو ہم سے ہم کلام ہو سکے گی' پھر آپ نے خدا تعالی سے عرض کیا کہ میرا کام تو بس تجھے یاد کرنا اور آخرت میں تمنائے دیدار لے کر جانا ہے ویسے مالک ہونے کی حیثیت سے تو مختار کل ہے ایک رات حالت عبادت میں آپ نے خدا سے عرض کیا کہ مجھے یا تو حضوری قلب عطا فرمایا پھر بے رغبتی کی عبادت کو قبولیت عنایت کردے۔

وفات کے وقت آپ نے مجلس میں حاضر مشائخین سے فرمایا کہ آپ حضرات یہاں سے ہٹ کر ملائکہ کے لیے جگہ چھوڑ دیں چنانچہ سب باہر نکل آئے اور دروازہ بند کر دیا' اس کے بعد اندر سے یہ آواز سنائی دی کہ یایھا النفس المطمئنته ارجعی یعنی اے مطمئن نفس اپنے مولا کی جانب لوٹ چل' اور جب کچھ دیر کے بعد اندر سے آواز آنی بند ہو گئی تو لوگوں نے جب اندر جاکر دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی مشائخین کا قول ہے کہ رابعہ نے خدا کی شان میں کبھی کوئی گستاخی نہ کی اور نہ کبھی دکھ سکھ کی پرواہ کی' اور مخلوق سے کچھ طلب کرنا تو درکنار اپنے مالک حقیقی سے کبھی کچھ نہیں مانگا اور انوکھی شان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون ہم سب اللہ تعالی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

کسی نے حضرت رابعہ بصری کو خواب میں دیکھ کر دریافت فرمایا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیسا معاملہ رہا' جواب دیا کہ نکریں نے جب مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے کہا کہ واپس جاکر اللہ تعالی سے عرض کر دو کہ جب تو نے پوری مخلوق کے خیال کے باوجود ایک ناسمجھ عورت کو کبھی فراموش نہیں کیا تو پھر وہ تجھے کیونکر بھول سکتی ہے اور جب دنیا میں تیرے سوا اس کا کسی سے تعلق نہ تھا تو پھر ملائکہ کے ذریعہ جواب طلبی کے کیا معنی۔

حضرت محمد اسلم طوسی اور نعمی طرطوسی نے بیابانوں میں تیس ہزار راہ گیروں کو پانی پلایا

اور رابعہ بصری کے مزار پر آکر کہا کہ تیرا قول تو یہ تھا کہ میں دو جہاں سے بے نیاز ہو چکی لیکن آج وہ تیری بے نیازی کہاں رخصت ہو گئی' چنانچہ مزار میں سے آواز آئی کہ جس چیز کا میں مشاہدہ کرتی رہی اور فی الوقت بھی کر رہی ہوں اور میرے لیے بہت ہی باعث برکت ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : : آپ کا شمار صرف اہل تقویٰ اور اہل ورع میں ہوتا ہے بلکہ آپ مشائخین کے پیشوا' راہ طریقت کے ہادی' ولایت وہدایت کے مہر منور اور کرامت و ریاضت کے اعتبار سے اپنے دور کے شیخ کامل تھے۔ اور آپ کے ہم عصر آپ کو صادق و مقتدا تصور کرتے تھے۔

آپ ابتدائی دور میں ٹاٹ کا لباس' اونی ٹوپی اور گلے میں تسبیح ڈالے صحرا بصحرا لوٹ مار کیا کرتے تھے اور ڈاکوؤں کے سرغنہ تھے۔ غارت گری کا پورا مال تقسیم کرکے اپنے لیے اپنی پسندیدہ شے رکھ لیا کرتے تھے اس کے باوجود نہ صرف خود پنجگانہ نماز کے عادی تھے بلکہ خدام اور ساتھیوں میں جو نماز نہ پڑھتا اس کو خارج از جماعت کر دیتے۔

عجیب واقعات : ایک مرتبہ کوئی مالدار قافلہ اس جانب سے گذر رہا تھا ان میں سے ایک شخص کے پاس بہت رقم تھی چنانچہ اس نے لٹیروں کے خوف سے یہ سوچ کر کہ رقم ہی بچ جائے تو بہت اچھا ہے اور صحرا میں رقم دفن کرنے کے لیے جگہ کی تلاش میں نکلا تو وہاں ایک بزرگ مصلی بچھائے تسبیح پڑھتے دیکھ کر مطمئن سا ہو گیا اور وہ رقم بطور امانت کے ان بزرگ کے پاس رکھ کر جب قافلہ میں پہنچا تو پورا قافلہ لٹیروں کی نذر ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ شخص جب اپنی رقم کی واپسی کے لیے ان بزرگ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت لٹیروں کے ساتھ مل کر مال غنیمت تقسیم کر رہے ہیں' اس بیچارے نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی رقم ایک ڈاکو کے حوالے کر دی لیکن حضرت فضیل نے اسے اپنے قریب بلا کر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو' اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اپنی رقم کی واپسی کے لیے' آپ نے فرمایا کہ جس جگہ رکھ کر گئے تھے وہیں سے

اٹھالو' جب وہ اپنی رقم لے کر واپس ہو گیا تو آپ کے ساتھیوں نے پوچھا کہ یہ رقم باہمی تقسیم کرنے کے بجائے آپ نے واپس کیوں کر دی؟ آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر اعتماد کیا اور میں اللہ پر اعتماد کرتا ہوں پھر چند یوم بعد لٹیروں نے دوسرا قافلہ لوٹ لیا جس میں بہت مال و متاع ہاتھ آیا' لیکن اہل قافلہ میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی سرغنہ نہیں ہے' لٹیروں نے جواب دیا کہ ہے تو سہی لیکن اس وقت وہ لب دریا نماز میں مشغول ہے اس شخص نے کہا کہ یہ وقت تو کسی نماز کا تو نہیں' راہزنوں نے کہا کہ نفل پڑھ رہا ہے پھر اس نے سوال کیا کہ جب تم کھانا کھاتے ہو تو کیا وہ تمہارے ہمراہ نہیں کھاتا انہوں نے جواب دیا کہ وہ دن میں روزہ رکھتا ہے اس نے پھر کہا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے ڈاکوؤں نے کہا کہ نفلی روزے رکھتا ہے یہ حالات سن کر وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا اور حضرت فضیل کے پاس جا کر عرض کیا کہ صوم و صلوٰہ کے ساتھ رہزنی کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے پوچھا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے اس شخص نے جواب اثبات میں جواب دیا تو حضرت فضیل نے یہ آیت تلاوت کی۔ **واخرون اعترفوالذنوبھم خلطوا عملا صالح**" یعنی دوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے عمل صالح کو اس کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ آپ کی زبانی قرآنی آیت سن کر وہ شخص محو حیرت رہ گیا۔

روایت ہے کہ آپ بہت بامروت و باہمت تھے اور جس کا واں میں کوئی عورت ہوتی یا جن کے پاس قلیل متاع ہوتی اس کو نہیں لوٹتے تھے اور جس کو لوٹتے اس کے پاس کچھ نہ کچھ مال و متاع چھوڑ دیتے۔ ابتدائی دور میں آپ ایک عورت پر فریفتہ ہو گئے اور اکثر اس کی محبت میں گریہ و زاری کرتے رہتے' نہ صرف یہ بلکہ لوٹے ہوئے اثاثے میں سے اپنا حصہ اس عورت کے پاس بھیج دیتے اور گاہے گاہے خود بھی اس کے پاس جاتے رہتے۔

سبق آموز واقعہ : ایک مرتبہ رات میں کوئی قافلہ آکر ٹھہرا اور اس میں ایک شخص یہ آیت تلاوت کر رہا تھا کہ **الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ** یعنی کیا اہل ایمان کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوفزدہ ہو جائیں' اس آیت کا فضیل کے قلب پر ایسا اثر ہوا جیسے کسی نے تیر مار دیا ہو اور آپ نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ یہ غارت گری کا کھیل کب تک جاری رہے گا اور اب وہ وقت آچکا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں چل پڑیں' یہ کہہ کر زار و قطار روتے رہے اس کے بعد سے مشغول ریاضت ہو گئے اور ایک ایسے صحرا میں جا نکلے جہاں کوئی قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا' اور اہل قافلہ میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ اس راستے میں فضیل ڈاکے مارتا ہے لہٰذا ہمیں راستہ تبدیل کر دینا چاہئے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اب قطعاً

بے خوف ہو جاؤ اس لیے کہ میں نے رہزنی سے توبہ کر لی ہے پھر ان تمام لوگوں سے جن کو آپ سے اذیتیں پہنچی تھیں' معافی طلب کر لی' لیکن ایک یہودی نے معاف کرنے سے انکار کر دیا اور یہ شرط پیش کی کہ اگر تم سامنے والی پہاڑی کو سامنے سے ہٹا دو تو میں معاف کر دوں گا' چنانچہ آپ نے اس کی مٹی اٹھانی شروع کر دی اور اتفاق سے ایک دن ایسی آندھی آئی کہ وہ پوری پہاڑی اپنی جگہ سے ختم ہو گئی' اور یہودی نے یہ دیکھ کر اپنے قلب سے آپ کی دشمنی ختم کر دی' اور عرض کیا کہ میں نے یہ عہد کیا تھا کہ جب تک تم میرا مال واپس نہیں کرو گے میں معاف نہیں کروں گا لہٰذا اس وقت میرے تکیہ کے نیچے اشرفیوں کی ایک تھیلی رکھی ہوئی ہے وہ آپ اٹھا کر مجھے دیدیں تاکہ میری قسم کا کفارہ ہو جائے' چنانچہ وہ تھیلی اٹھا کر آپ نے اس کو دیدی' اس کے بعد اس نے یہ شرط پیش کی کہ پہلے مجھے مسلمان کر لو پھر معاف کروں گا اور آپ نے کلمہ پڑھا کر اس کو مسلمان کر لیا' اسلام لانے کے بعد اس نے بتایا کہ میرے مسلمان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے توراۃ میں پڑھا تھا کہ اگر صدق دل سے تائب ہونے والا خاک کو ہاتھ لگا دیتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے لیکن مجھے اس پر یقین نہیں تھا اور آج جب کہ میری تھیلی میں مٹی بھری ہوئی تھی اور آپ نے جب مجھ کو دی تو واقعی اس میں سونا نکلا اور مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ آپ کا مذہب سچا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے کسی سے استدعا کی کہ میں نے بہت جرائم کیے ہیں لہٰذا مجھے امیر وقت کے پاس لے چلو تاکہ وہ مجھ پر شرعی حدود نافذ کرے اور جب اس نے امیر وقت کے سامنے آپ کو پیش کر دیا تو اس نے انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو واپس کر دیا اور جب آپ نے اپنے گھر کے دروازے پر جا کر آواز دی تو بیوی نے ضعف سے بھری ہوئی آواز سن کر یہ تصور کیا کہ شاید آپ زخمی ہو گئے ہیں اور جب بیوی نے پوچھا کہ زخم کہاں آیا ہے تو فرمایا کہ آج میرے قلب پر زخم لگا ہے' پھر بیوی سے کہا کہ میں سفر حج پر جانا چاہتا ہوں لہٰذا اگر تم چاہو تو میں تم کو طلاق دیدوں کیونکہ اس راستے میں تمہیں میرے ہمراہ بڑی بڑی اذیتیں جھیلنی پڑیں گے' لیکن بیوی نے کہا کہ میں خادمہ بن کر تمہارے ہمراہ رہوں گی کیونکہ میرے لیے تمہاری فرقت ناقابل برداشت ہے چنانچہ آپ نے انہیں بھی شریک سفر کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے راستے کی تمام مشکلات دور فرمادیں آپ نے مکہ معظمہ پہنچ کر کعبۃ اللہ کی مجاورت اختیار کر لی' اور مدتوں حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا اور عبادت و ریاضت میں معراج کمال تک رسائی حاصل کی' اہل مکہ آپ کے گرد جمع رہتے اور آپ اپنے مواعظ حسنہ سے انہیں متاثر فرماتے رہتے' دریں اثنا آپ کے کچھ اعزاء بغرض ملاقات پہنچے تو آپ نے ان سے ملاقات نہیں کی' لیکن بے حد اصرار کے بعد چھت پر چڑھ کر فرمایا کہ

اللہ تم لوگوں کو عقل سلیم عطاء فرمائے تا کہ کسی اچھے کام میں مشغول ہو جاؤ' یہ الفاظ ان لوگوں پر کچھ ایسے موثر ہوئے کہ ان پر غشی طاری ہو گئی اور تمنائے ملاقات لیے وطن واپس ہوئے۔

بے نیازی : ایک رات ہارون الرشید نے فضل برمکی کو حکم دیا کہ مجھے کسی درویش سی ملوا دو' چنانچہ وہ حضرت سفیان کی خدمت میں لے گیا اور دروازے پر دستک دینے کے بعد جب حضرت سفیان نے پوچھا کہ کون ہے تو فضل نے جواب دیا کہ امیر المومنین ہارون الرشید تشریف لائے ہیں' سفیان نے فرمایا کہ کاش مجھے پہلے سے علم ہوتا تو میں خود استقبال کے لیے حاضر ہوتا یہ جواب سن کر ہارون نے فضل سے کہا کہ میں جس درویش کا متلاشی تھا ان میں وہ اوصاف نہیں ہیں اور تم مجھے یہاں لے کر کیوں آئے؟ فضل نے عرض کیا کہ آپ جس قسم کے بزرگ کی جستجو میں ہیں وہ اوصاف صرف فضیل بن عیاض میں ہیں یہ کہہ کر ہارون کو فضیل بن عیاض کے یہاں لے گیا' اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ ام حسب الذین اجترحوا السیاٰت ان نجعلھم کالذین امنوا یعنی کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جنھوں نے برے کام کیے ہم ان کو نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے' یہ سن کر ہارون نے کہا کہ اس سے بڑی نصیحت اور کیا ہو سکتی ہے' پھر جب دروازے پر دستک دینے کے جواب میں حضرت فضیل نے پوچھا کہ کون ہے تو فضیل برمکی نے کہا کہ امیر المومنین تشریف لائے ہیں آپ نے اندر ہی سے فرمایا کہ ان کا میرے پاس کیا کام اور مجھے ان سے کیا واسطہ میری مشغولیت میں آپ لوگ حارج نہ ہوں' لیکن فضل نے کہا کہ اولوالامر کی اطاعت فرض ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے اذیت نہ دو' پھر فضل نے کہا کہ آپ اندر داخلے کی اجازت نہیں دیتے تو ہم بلا اجازت داخل ہو جائیں گے آپ نے فرمایا کہ میں تو اجازت نہیں دیتا ویسے بلا اجازت داخلے میں تم مختار ہو' اور جب دونوں اندر داخل ہوئے تو آپ نے شمع بجھا دی تا کہ ہارون کی شکل نظر نہ آئے لیکن اتفاق سے تاریکی میں ہارون کا ہاتھ آپ کے دست مبارک پر پڑ گیا تو آپ نے فرمایا کہ کتنا نرم ہاتھ ہے کاش جہنم سے نجات حاصل کر سکے یہ فرما کر نماز میں مشغول ہو گئے اور فراغت نماز کے بعد جب ہارون نے عرض کیا کہ آپ کچھ ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے والد حضور اکرم ﷺ کے چچا تھے اور جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے استدعا کی کہ مجھے کسی ملک کا حکمران بنا دیجئے تو حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں تمہارے نفس کا حکمران بناتا ہوں کیونکہ دنیاوی حکومت تو روز محشر وجہ ندامت بن جائے گی' یہ سن کر ہارون نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد فرمائیں' آپ نے فرمایا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کو سلطنت حاصل ہوئی تو انہوں نے کچھ ذی عقل لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے اوپر ایک ایسا بار گراں ڈال دیا گیا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی' ان میں سے ایک

نے مشورہ دیا کہ آپ ہر سن رسیدہ مومن کو باپ کی جگہ تصور کریں اور ہر جوان کو بمنزلہ بھائی کے اور بیٹے کے تصور کریں اور عورتوں کو ماں بیٹی اور بہن سمجھیں اور انہیں رشتوں کے مطابق ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں' ہارون الرشید نے پھر عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ پوری مملکت اسلامیہ کے باشندوں کو اپنی اولاد تصور کرو' بزرگوں پر مہربانی کرو' چھوٹوں سے بھائیوں اور اولادوں کی طرح پیش آؤ۔ پھر فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تمہاری حسین و جمیل صورت نار جہنم کا ایندھن نہ بن جائے کیونکہ محشر میں بہت سی حسین صورتوں کا نار جہنم میں جا کر حلیہ ہی تبدیل ہو جائے گا' اور بہت سے امیر اسیر ہو جائیں گے' اللہ سے خائف رہتے ہوئے محشر میں جواب دہی کے لیے ہمیشہ چوکس رہو کیونکہ وہاں تم سے ایک ایک مسلمان کی بازپرس ہو گی' اور اگر تمہاری قلمرو میں ایک غریب عورت بھی بھوکی سو گئی تو محشر میں تمہارا گریبان پکڑے گی' ہارون پر یہ نصیحت آمیز گفتگو سنتے سنتے غشی طاری ہو گئی اور فضل برمکی سے کہا کہ مجھے فرعون تصور کرنے کی نسبت سے تجھے ہامان کا خطاب دیا ہے' پھر ہارون نے پوچھا کہ آپ کسی کے مقروض تو نہیں ہیں فرمایا بیشک اللہ کا قرض دار ہوں اور اس کی ادائیگی صرف اطاعت ہی سے ہو سکتی ہے لیکن اس کی ادائیگی بھی میرے بس سے باہر ہے کیونکہ محشر میں میرے پاس کسی سوال کا جواب نہ ہو گا پھر ہارون نے عرض کیا کہ میرا مقصد دنیاوی قرض سے تھا' آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں ہی اتنی ہیں کہ مجھے قرض لینے کی ضرورت نہیں' اس کے باوجود ہارون نے بطور نذرانہ ایک ہزار دینار کی تھیلی پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ رقم مجھے اپنی والدہ کے ورثہ میں حاصل ہوئی ہے اس لیے قطعاً حلال ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ صد حیف میری تمام پند و نصائح بے سود ہو کر رہ گئیں کیونکہ تم نے ذرا سا بھی اثر قبول نہیں کیا میں تو تمہیں دعوت نجات دے رہا ہوں اور تم مجھے قعر ہلاکت میں جھونک دینا چاہتے ہو۔ کیونکہ مال مستحقین کو ملنا چاہیے وہ تم غیر مستحقین میں تقسیم کرنے کے خواہاں ہو اس کے بعد ہارون نے رخصت ہوتے وقت فضل برمکی سے کہا کہ یہ واقعی صاحب فضل بزرگوں میں سے ہیں۔

ولی کی اولاد : حضرت فضیلؒ ایک مرتبہ اپنے بچے کو آغوش میں لیے ہوئے پیار کر رہے تھے کہ بچے نے سوال کیا کہ کیا آپ مجھے اپنا محبوب تصور کرتے ہیں۔ فرمایا بیشک' پھر بچے نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب سمجھتے ہیں' پھر ایک قلب میں دو چیزوں کی محبوبیت کیسے جمع ہو سکتی ہے یہ سنتے ہی بچے کو آغوش سے اتار کر مصروف عبادت ہو گئے۔

میدان عرفات میں لوگوں کی گریہ و زاری کا منظر دیکھ کر فرمایا کہ اگر اتنی گریہ و زاری کے

ساتھ کسی بخیل سے بھی دولت طلب کریں تو شائد وہ بھی انکار نہیں کر سکتا' لہٰذا اے مالک حقیقی اتنی گریہ و زاری کے بعد مغفرت طلب کرنے والوں کو تو یقیناً معاف فرمادے گا' عرفہ کی شب میں کسی نے آپ سے سوال کیا کہ عرفات کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے' فرمایا کہ اگر فضیل ان میں شامل نہ ہوتا تو یقیناً سب کی مغفرت ہو جاتی۔

رموز و اشارات : آپ سے کسی نے سوال پوچھا کہ خدا کی محبت معراج کمال تک کس وقت پہنچتی ہے؟ فرمایا کہ جب حب دنیا اور دین بندے کے لیے مساوی ہو جائے' پھر کسی نے سوال کیا کہ اگر کوئی فرد اس خوف سے لبیک نہ کہتا ہو کہ جواب نفی میں نہ مل جائے تو اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے۔ فرمایا کہ اس سے زیادہ بلند مرتبت کوئی نہیں' پھر اساس دین کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ عقل دین کی بنیاد ہے اور عقل کی بنیاد علم اور علم کی بنیاد صبر ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے کانوں سے حضرت فضیل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ طالب دنیا رسوا و ذلیل ہوتا ہے اور جب میں نے اپنے لیے کچھ نصیحت کرنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کہ خادم بنو مخدوم نہ بنو' کیونکہ خادم بننا ہی وجہ سعادت ہے' ایک مرتبہ بشر حافی نے پوچھا کہ زہد و رضا میں افضل کون ہے؟ فرمایا کہ رضا کو فضیلت اس لیے حاصل ہے کہ جو راضی برضا رہتا ہے وہ اپنی بساط سے زیادہ طلب نہیں کرتا۔

سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن و حدیث کے بیان کے بعد میں نے عرض کی کہ آج کی نشست اور رات دونوں مبارک ہیں اور خلوت سے کہیں زیادہ افضل فرمایا کہ یہ نہ کہو آج کی شب تمام راتوں سے قبیح ہے کیونکہ آج کی شب ہم دونوں اسی تصور میں غرق رہے کہ گفتگو کا موضوع ایسا ہونا چاہیے جو ہم دونوں کا پسندیدہ ہو' جب کہ اس تصور سے خلوت نشینی اور ذکر الٰہی میں مشغولیت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

ارشادات : آپ نے حضرت عبداللہ کو سامنے سے آتا ہو دیکھ کر فرمایا کہ جدھر سے آئے ہو ادھر ہی لوٹ جاؤ' ورنہ میں لوٹ جاؤں گا تمہاری آمد کی غایت صرف یہ ہوتی ہے کہ ہم دونوں بیٹھ کر باتیں کریں' ایک مرتبہ آپ نے کسی سے حاضر خدمت ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ میری آمد کا مقصد آپ کی شیریں بیانی سے محفوظ ہونا ہے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ بات میرے لیے بہت ہی وحشت انگیز ہے کیونکہ تمہاری آمد کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم دونوں جھوٹ اور فریب میں مبتلا ہیں لہٰذا یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میری خواہش صرف اس غرض سے علیل ہو جانے کی ہے کہ باجماعت نماز ادا نہ کرنی پڑے اور کسی کی شکل تک نظر نہ آئے کیونکہ بندگی ایک ایسی خلوت نشینی کا نام ہے جس میں کسی کی صورت نظر نہ پڑے اور میں ایسے شخص کا بہت ممنون ہوتا ہوں جو نہ تو مجھے سلام کرے اور نہ مزاج پرسی کو آئے کیونکہ لوگوں سی میل ملاپ اور عدم تنہائی نیکی سے بہت دور کر دیتے ہیں اور جو شخص محض اعمال پر گفتگو کرتا ہے اس کی گفتگو لغو اور بے ہودہ ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتا ہے اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ دوست کو غم اور دشمن کو عیش عطا کرتا ہے پھر فرمایا کہ جس طرح جنت میں رونا عجیب سی بات ہے اسی طرح دنیا میں ہنسنا بھی تعجب انگیز ہے کیونکہ نہ تو جنت رونے کی جگہ ہے اور نہ دنیا ہنسنے کی جگہ' اور جس کا قلب خشیت الٰہی سے لبریز ہوتا ہے اس سے ہر شے خوفزدہ رہتی ہے۔ پھر فرمایا کہ بندے کے زہد کی مقدار اسی قدر ہوتی ہے جتنا اسے آخرت سے لگاؤ ہوتا ہے فرمایا کہ میں نے پوری امت محمدیؐ میں ابن سیرین سے زیادہ بیم و رجا کے عالم میں کسی کو نہیں دیکھا' پھر فرمایا کہ اگر دنیا کی ہر لذت میرے لیے جائز کر دی جاتی جب بھی میں دنیا سے اتنا نادم رہتا جتنا لوگ حرام و مردہ شے سے نادم ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ اللہ نے برائیوں کے مجموعہ کو دنیا کا نام دے دیا ہے اور دنیا سے بری الذمہ ہو کر لوٹنا اتنا ہی مشکل ہے۔

جتنا دنیا میں آنا آسان ہے پھر فرمایا کہ لوگ دارالامراض میں پاگلوں کے مانند تنگ جگہ میں زندگی گزار دیتے ہیں' پھر فرمایا کہ اگر آخرت خاکی ہوتی اور دینا زر خالص۔ پھر بھی دنیا فانی رہتی اور لوگوں کی خواہش خاکی ہونے کے باوجود آخرت ہی کی جانب ہوتی' لیکن دنیا خاکی ہے اور آخرت زر خالص پھر آخرت کی جانب لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی' پھر فرمایا کہ دنیا میں جب کسی کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے تو آخرت میں اس کے سوحصے کم کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ وہاں تو صرف وہی ملے گا جو دنیا میں کمایا ہے لہٰذا یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ حصہ آخرت میں کمی کر لے یا زیادتی' پھر فرمایا کہ دنیا میں عمدہ لباس اور اچھا کھانے کی عادت مت ڈالو کیونکہ محشر میں ان چیزوں سے محروم کر دیئے جاؤ گے' پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کرام میں سے کسی ایک نبی سے پہاڑ پر ہم کلام ہوں گے' چنانچہ طور سینا کے علاوہ تمام پہاڑ فخر و تکبر کا شکار ہو گئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا' کیونکہ عجز خدا کی پسندیدہ شے ہے' پھر فرمایا کہ تین چیزوں کا حصول ناممکن ہے اس لیے ان کی جستجو نہ کرو' اول ایسا عالم جو مکمل طور پر اپنے علم پر عمل پیرا ہو' دوم ایسا عامل جس میں اخلاص بھی ہو' سوم وہ بھائی جو عیوب سے پاک ہو' کیونکہ جو فرد اپنے بھائی کا ظاہر دوست اور باطنی دشمن ہو اس پر سدا خدا کی لعنت رہتی ہے اور اس کی سماعت و بصارت سلب کر

لیے جانے کا خدشہ رہتا ہے' پھر فرمایا کہ ایک دور وہ بھی تھا کہ جب عمل کو ریا تصور کیا جاتا تھا اور ایک دور یہ ہے کہ بے عملی ریا میں شامل ہے یاد رکھو کہ دکھاوے کا عمل شرک میں شامل ہے' پھر فرمایا کہ زاہد و اہل معرفت وہی ہے جو مقدرات پر شاکر و قانع رہے اور مکمل خدا شناس عبادت بھی مکمل کرتا ہے اور کسی سے اعانت کا طالب نہ ہو وہ جوان مرد ہے' پھر فرمایا کہ متوکل وہی ہے جو خدا کے سوا نہ تو کسی سے خائف ہو اور نہ کسی سے امیدیں وابستہ کرے کیونکہ توکل خدا پر شاکر و قانع رہنے کا نام ہے' پھر فرمایا کہ اگر لوگ تم سے سوال کریں کہ کیا تم خدا کے محبوب ہو؟ تو کوئی جواب نہ دو اور نہ اپنی محبوبیت کا انکار کرو ورنہ تمہیں حلقہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اور اگر محبوبیت کا دعویٰ کرو گے تو دروغ گوئی ہوگی کیونکہ تمہارا کوئی عمل خدا کے محبوبوں جیسا نہیں ہے' پھر فرمایا کہ جب حوائج ضروریہ کی وجہ سے ذکر الٰہی سے محروم ہو جاتا ہوں تو بے حد ملامت ہوتی ہے حالانکہ تین یوم کے بعد رفع حاجت کے لیے جاتا ہوں' پھر فرمایا کہ بہت سے لوگ غسل کے بعد پاک ہو جاتے ہیں لیکن بہت سے بد باطن حج و زیارت کعبہ کے بعد بھی نجس لوٹتے ہیں' پھر فرمایا کہ دانش مندوں سے جنگ کرنا احمقوں کے ساتھ مٹھائی کھانے سے زیادہ سہل ہے' پھر فرمایا کہ جو لوگ چوپاوں پر لعن طعن کرتے ہیں تو وہ چوپائے کہتے ہیں کہ ہم میں اور تجھ میں جو لعنت کا زیادہ مستحق ہو اس پر لعنت ہو' پھر فرمایا کہ اگر مجھے اپنی دعا کی مقبولیت کا ایقان ہوتا تو میں اپنے بجائے سلطان وقت کے لیے دعا کرتا' تاکہ مخلوق کو زیادہ سکون حاصل ہوتا کیونکہ اپنے لیے دعا کرنے میں اپنا ہی مفاد پوشیدہ ہوتا ہے' پھر فرمایا کہ کھانے اور سونے کی زیادتی باعث ہلاکت ہوتی ہے پھر فرمایا کہ دو خصلتیں حماقت پر مبنی ہیں اول بلاوجہ ہنسنا دوم دن رات کی بیداری سے گریز کرنا اور خود عمل نہ کرتے ہوئے دوسروں کو نصیحت کرنا' پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور جو مجھے بھلاتا ہے میں اس کو بھلا دیتا ہوں اور میرے فعل کے بعد مجھے یاد کرنا جرم ہے" پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ معصیت کرنے والوں کو مبارک باد دیدو کہ جب تم توبہ کرو گے میں قبول کروں گا اور صدیقین کو ڈرا دو کہ اگر میں محشر میں عدل کروں گا تو سب مستوجب عذاب ہو گے۔

واقعات : ایک مرتبہ آپ کے بچے کا پیشاب بند ہو گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تجھے میری دوستی کی قسم اس کا مرض دفع فرمادے' چنانچہ بچہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا اور اپنی دعاؤں میں اکثر یہ فرمایا کرتے کہ اللہ تیرا دستور تو یہ ہے کہ اپنے محبوب بندوں اور ان کے بیوی بچوں کو بھوکا ننگا رکھتا ہے اور ان کو ایسی غربت دیتا ہے کہ گھروں میں روشنی تک کا انتظام نہیں ہوتا' پھر بھلا تو نے مجھے دولت کیوں عطا فرمائی کیا میں تیرے محبوب بندوں کے مرتبہ کا فرد نہیں ہوں' اور کبھی یہ دعا

کرتے کہ مجھے عذاب سے نجات دے کر میرے حال پر کرم فرما کیونکہ تو علیم و ستار ہے، مشہور ہے کہ آپ کو تیس برس کسی نے کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا لیکن جب آپ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو مسکراتے رہے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا چونکہ اللہ تعالیٰ اس کے مرنے سے خوش ہوا لہٰذا میں بھی اس کی رضا میں خوش ہوں۔

کسی قاری نے بہت خوش الحانی کے ساتھ آپ کے سامنے آیت تلاوت کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے بچے کے نزدیک جاکر تلاوت کرو، لیکن سورہ القارعہ ہرگز مت پڑھنا کیونکہ خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ ذکر قیامت سننے کی استطاعت نہیں رکھتا مگر قاری نے وہاں پہنچ کر یہی سورہ قرات کی اور آپ کے صاحبزادے ایک چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

زندگی کے آخری لمحات میں آپ نے فرمایا کہ مجھے پیغمبروں پر اس لیے رشک نہیں آتا کہ ان کے لیے بھی قبر و قیامت اور جہنم و پلصراط کا مرحلہ ہے اور وہ بھی نفسی نفسی کی منزل سے گذریں گے اور ملائکہ پر اس لیے رشک نہیں آتا کہ وہ انسانوں سے زیادہ خوفزدہ رہتے ہیں البتہ ان پر ضرور رشک آتا ہے جنہوں نے شکم مادر سے جنم ہی نہیں لیا ہے انتقال کے وقت آپ کی دو صاحبزادیاں موجود تھیں چنانچہ انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ میرے بعد ان دونوں کو کوہ ابو قیس پر لے جاکر اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا فضیل نے زندگی بھر انہیں پرورش کیا اور جب کہ وہ قبر میں جا چکا ہے تو یہ دونوں تیرے سپرد ہیں چنانچہ بیوی نے وصیت پر عمل کیا اور ابھی دعا ہی میں مشغول تھیں کہ سلطان یمن ادہر آنکلا اور اس نے دونوں صاحبزادیوں کو اپنی کفالت میں لے کر ان کی والدہ سے اجازت کے بعد اپنے دو لڑکوں سے شادی کر دی۔

روایت : عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فضیل کی موت کے وقت زمین و آسمان حزن و ملال میں غرق تھے۔

باب نمبر ⟵ 11

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ بہت ہی اہل تقویٰ بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور بہت سے مشائخین سے

شرف نیاز حاصل کیا بہت عرصہ تک حضرت امام ابو حنیفہ کی صحبت میں رہے' جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ کو وہ تمام علوم حاصل تھے جو اولیاء کرام کو ہوا کرتے ہیں اور در حقیقت آپ گنجینہ علوم کی کلید تھے' ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا لیکن امام ابو حنیفہ نے سیدنا کہہ کر خطاب کیا اور اپنے نزدیک جگہ دی' اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ انہیں سرداری کیسے حاصل ہو گئی تو امام صاحب نے فرمایا کہ ان کا مکمل وقت ذکر و شغل میں صرف ہوتا اور ہم دنیاوی مشغل میں بھی حصہ لیتے رہتے ہیں۔

سبق آموز واقعات : ابتدا میں اپ بلخ کے سلطان اور عظیم المرتبت حکمران تھے ایک مرتبہ آپ محو خواب تھے کہ چھت پر کسی کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوئی تو آواز دے کر پوچھا کہ چھت پر کون ہے؟ جواب ملا کہ میں آپ کا ایک شناسا ہوں اونٹ کی تلاش میں چھت پر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ چھت پر اونٹ کس طرح آسکتا ہے جواب ملا کہ آپ کو تاج و تخت میں خدا کس طرح مل جائے گا' یہ سن کر آپ ہیبت زدہ ہو گئے اور دوسرے دن جس وقت دربار جما ہوا تھا تو ایک بہت ہی ذی حشم شخص دربار میں آپہنچا اور حاضرین پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ کسی میں کچھ پوچھنے کی سکت باقی نہ رہی اور وہ شخص تیزی کے ساتھ تخت شاہی کے نزدیک پہنچ کر چاروں طرف کچھ دیکھنے لگا' اور جب ابراہیم ادہم نے سوال کیا کہ تم کون ہو اور کس کی تلاش میں آئے ہو تو اس نے کہا کہ میں قیام کرنے کی نیت سے آیا تھا لیکن یہ تو سرائے معلوم ہوتی ہے اس لیے یہاں قیام ممکن نہیں' آپ نے فرمایا کہ برادرم یہ سرائے نہیں بلکہ شاہی محل ہے' اس نے سوال کیا کہ آپ سے قبل یہاں کون آباد تھا' فرمایا کہ میرے باپ دادا' غرض کہ اسی طرح کئی پشتوں تک پوچھنے کے بعد اس نے کہا اور اب آپ کے بعد یہاں کون رہے گا فرمایا کہ میری اولادیں' اس نے کہا کہ ذرا تصور فرمائیے کہ جس جگہ اتنے لوگ آکر چلے گئے اور کسی کو اثبات حاصل نہ ہو سکا وہ جگہ اگر سرائے نہیں تو اور کیا ہے یہ کہہ کر وہ اچانک غائب ہو گیا اور ابراہیم ادہم چونکہ رات ہی کے واقعہ سے بہت مضطرب تھے اس لیے اس واقعہ نے اور بھی بے چین کر دیا اور آپ اس کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور ایک جگہ جب ملاقات کے بعد آپ نے ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے خضر کہتے ہیں اسی ادھیڑبن میں آپ لشکر سمیت شکار کے لیے روانہ ہوئے لیکن لشکر سے بچھڑ کر جب تنہا رہ گئے تو غیب سے ندا آئی کہ اے ابراہیم! موت سے قبل بیدار ہو جاؤ' اور یہ آواز مسلسل آتی رہی جس سے آپ کی قلبی کیفیت دگرگوں ہوتی چلی گئی' پھر اچانک سامنے ایک ہرن نظر آگیا اور جب آپ نے شکار کرنا چاہا تو وہ بول پڑا کہ اگر آپ میرا شکار کریں گے تو آپ خود ہی شکار ہو جائیں گے اور

کیا آپ کی تخلیق کا یہی مقصد ہے کہ آپ سیر و شکار کرتے پھریں‘ پھر آپ کی سواری کے زین سے بھی یہی صدا آنے لگی‘ اور آپ گھبرا کر اس طرح متوجہ الی اللہ ہوئے کہ قلب نور باطنی سے منور ہو گیا اس کے بعد آپ تخت و تاج کو خیرباد کہہ کر صحر بسرا گریہ و زاری کرتے ہوئے نیشاپور کے قریب و جوار میں پہنچ کر ایک تاریک اور بھیانک غار میں مکمل نو سال تک عبادت میں مصروف رہے۔ اور ہر جمعہ کو لکڑیاں جمع کر کے فروخت کر دیتے اور جو کچھ ملتا آدھا راہ مولا میں دے دیتے اور باقی ماندہ رقم سے روٹی خرید کر نماز جمعہ ادا کرتے اور پھر ہفتہ بھر کے لیے غار میں چلے جاتے۔

موسم سرما میں یخ بستہ پانی کو جس نے برف کی شکل اختیار کر لی تھی توڑ کر نہائے اور پوری شب مشغول عبادت رہے اور صبح کو جب ہلاکت آمیز سردی محسوس ہونے لگی تو آپ کو آگ کا خیال آیا اور ابھی اسی خیال میں تھے کہ ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے پشت پر گرم پوستین ڈال دی ہو‘ جس کی وجہ سے پر سکون نیند آگئی اور جب بیداری کے بعد دیکھا تو ایک بہت بڑا اژدہا تھا جس کی گرمی نے آپ کو سکون بخشا‘ یہ دیکھ کر آپ خوفزدہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو نے اس کو میرے لیے وجہ سکون بنایا لیکن اب یہ قہر کے روپ میں میرے سامنے ہے یہ کہتے ہی اژدھا پھن زمین پر مارتا ہوا غائب ہو گیا۔

جب عوام کو آپ کے مراتب کا صحیح اندازہ ہو گیا تو آپ نے اس غار کو خیرباد کہہ کر مکہ معظمہ کا رخ کیا اس کے بعد ایک مرتبہ شیخ ابو سعید نے اس غار کی زیارت کر کے فرمایا کہ اگر یہ غار مشک سے لبریز کر دیا جاتا جب اتنی خوشبو نہ ہوتی جتنی ایک بزرگ کے چند روزہ قیام سے موجود ہے۔

صحرائی سفر میں آپ کی ایک ایسے خدا رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی اور جس نے آپ کو اسم اعظم کی تعلیم دی اور آپ ہمیشہ اسی اسم اعظم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہے پھر اسی دوران آپ کی ملاقات جب حضرت خضر سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ جن بزرگ نے تمہیں اسم اعظم کی تعلیم دی وہ میرے بھائی الیاس ہیں‘ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ طور پر حضرت خضر کی بیعت کی اور بلند مراتب تک پہنچے پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بیابانوں کی خاک چھانتا ہوا جب نواح عراق میں پہنچا تو میں نے ایسے ستر فقرا کو دیکھا جو راہ مولیٰ میں اپنی جان نچھاور کر چکے تھے لیکن ان میں ایک فرد ایسا باقی تھا جس میں زندگی کے کچھ آثار موجود تھے اور جب میں نے اس واقعہ کی نوعیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ اے ابراہیم! بس محراب اور پانی کو جزو حیات بنا کر آگے جانے کی سعی نہ کرو ورنہ مجبور ہو جاؤ گے اور قربت کا تصور بھی چھوڑ دو ورنہ اذیت اٹھاؤ گے کیونکہ کسی کی تاب و طاقت نہیں کہ سلامت روی کی حالت میں گستاخی کا مرتکب ہو سکے اور اس دوست سے بھی ڈرتے رہو جو حاجیوں کو

کفار روم کی مانند بذریعہ جنگ تہ تیغ کر دیتا اور ہم اس بیابان میں یہ عہد کر کے کہ خدا کے سوا کسی سے سروکار نہ رکھیں گے محض توکل علی اللہ کے سہارے مقیم ہو گئے اور جب قطع مسافت کرتے ہوئے بیت اللہ کے قریب پہنچے تو حضرت خضر سے شرف نیاز حاصل ہو گیا اور ہم نے آپ کی ملاقات کو مبارک فال تصور کرتے ہوئے اپنی سعی کے بار آور ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا' لیکن اسی وقت ندا آئی کہ اے عہد شکنو! اے فریب کارو! کیا تمہارا یہی عہد تھا کہ مجھ کو فراموش کر کے دوسروں سے رسم و راہ بڑھاؤ' سن لو کہ میں تمہیں اس جرم کی سزا میں موت کے گھاٹ اتار دوں گا' چنانچہ اے ابراہیم ادہم یہ تمام فوت شدہ لوگ اسی کے قہر کا شکار ہو گئے اور اگر تم بھی خیریت چاہتے ہو تو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا اور حضرت ابراہیم نے حیرت زدہ ہو کر اس شخص سے پوچھا کہ تم کیسے زندہ بچ گئے' تو جواب دیا کہ ابھی نیم پختہ ہوں اور اب انہیں کی طرح پختہ ہو کر جان دینا چاہتا ہوں یہ کہہ کر وہ بھی جان بحق ہو گیا۔

آپ قطع مسافت کرتے اور گریہ و زاری فرماتے مکمل چالیس برس میں مکہ معظمہ پہنچے' اور جب اہل حرم بزرگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ برائے استقبال نکل کھڑے ہوئے اور آپ نے محض اس خوف سے کہ کوئی شناخت نہ کر سکے خود کو قافلے سے جدا کر لیا اور جب خدامان اہل حرم نے جو آگے آگے تھے دریافت کیا کہ ابراہیم بن ادہم کتنی دور ہیں؟ اس لیے کہ اہل حرم ان سے نیاز حاصل کرنے آ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ایک ملحد و دہریہ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں یہ سنتے ہی خدام نے آپ کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا کہ ملحد و دہریہ تو خود ہے آپ نے فرمایا کہ میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں اور جب وہ لوگ آگے نکل گئے تو آپ نے اپنے نفس سے فرمایا کہ اپنے کرتوت کی سزا بھگت لی' کیونکہ خدا کا شکر ہے کہ اہل حرم کے استقبال کرنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور اس کے بعد جب لوگوں نے آپ کو شناخت کر لیا تو اس قدر عقیدت مند ہو گئے کہ آپ نے بھی وہیں سکونت اختیار کر لی اور بے شمار افراد آپ کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے اور آپ کی یہ حالت تھی کہ حصول رزق کے لیے بڑی مشقت کے ساتھ کبھی جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کرتے اور کبھی کسی کے کھیت پر رکھوالی کا کام کرتے۔

جب آپ نے بلخ کی سلطنت کو خیرباد کہا تو اس وقت آپ کا ایک بہت چھوٹا سا بچہ تھا اور جب اس نے جوانی میں پوچھا کہ میرے والد کہاں ہیں؟ تو والدہ نے پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد بتایا کہ وہ اس وقت مکہ معظمہ میں مقیم ہیں اس کے بعد اس لڑکے نے پورے شہر میں منادی کروا دی کہ جو لوگ میرے ہمراہ سفر حج پر چلنا چاہیں میں ان کے پورے اخراجات برداشت کروں گا۔ یہ منادی سن

کر تقریباً چار ہزار افراد چلنے پر تیار ہو گئے جن کو وہ لڑکا اپنے ہمراہ لے کر والد کے دیدار کی تمنا میں کعبہ اللہ پہنچ گیا اور جب اس نے مشائخین حرم سے اپنے والد کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو ہمارے مرشد ہیں اور اس وقت اس نیت سے جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہیں کہ فروخت کر کے اپنے اور ہمارے کھانے کا انتظام کریں' یہ سنتے ہی لڑکا جنگل کی جانب چل پڑا اور ایک بوڑھے کو سر پر لکڑیوں کا بوجھ لاتے دیکھا گو فرط محبت سے وہ بیتاب تو ہو گیا لیکن بطور سعادت مندی اور ناواقفیت کے خاموشی کے ساتھ آپ کے پیچھے بازار تک پہنچ گیا ار جب وہاں جا کر حضرت ابراہیم نے آواز لگائی کہ کون ہے جو پاکیزہ مال کے عوض پاکیزہ مال خریدے یہ سن کر ایک شخص نے روٹیوں کے عوض میں لکڑیاں خرید لیں' جن کو آپ نے اپنے ارادت مندوں کے سامنے رکھ دیا' اور خود نماز میں مشغول ہو گئے آپ اپنے ارادت مندوں کو ہمیشہ یہ ہدایت فرمایا کرتے کہ کبھی کسی عورت یا بے ریش لڑکے کو نظر بھر کر نہ دیکھنا اور خصوصاً اس وقت بہت محتاط رہنا جب ایام حج کے دوران کثیر عورتیں اور بے ریش لڑکے جمع ہو جاتے ہیں اور تمام افراد اس ہدایت کے پابند رہتے ہوئے آپ کے ہمراہ طواف میں شریک رہتے' لیکن ایک مرتبہ حالت طواف ہی میں آپ کا لڑکا سامنے آگیا اور بے ساختہ آپ کی نگاہیں اس پر جم گئیں اور فراغت طواف کے بعد آپ کے ارادت مندوں نے عرض کیا کہ اللہ آپ کے اوپر رحم فرمائے آپ نے جس سے باز رہنے کی ہمیں ہدایت کی تھی اس میں آپ خود ہی ملوث ہو گئے 'کیا آپ اس کی وجہ بیان کر سکتے ہیں! آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو تمہارے علم میں ہی ہے کہ جب میں نے بلخ کو خیرباد کہا تو اس وقت میرا چھوٹا سا بچہ تھا اور مجھے یقین ہے کہ یہ وہی بچہ ہے' پھر اگلے دن آپ کا ایک مرید جب بلخ کے قافلہ کی تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہی لڑکا دیباو حریر کے خیمہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا ہے اور جب اس نے آپ کے مرید سے آپ کا مقصد دریافت کیا تو مرید نے سوال کیا کہ آپ کس کے صاحبزادے ہیں؟ یہ سنتے ہی اس لڑکے نے روتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے والد کو نہیں دیکھا لیکن کل ایک بوڑھے لکڑہارے کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ شائد یہی میرے والد ہیں اور اگر میں ان سے کچھ پوچھ گچھ کرتا تو اندیشہ تھا کہ وہ فرار ہو جاتے کیونکہ وہ گھر سے فرار ہیں اور ان کا اسم گرامی ابراہیم بن ادہم ہے یہ سن کر مرید نے کہا کہ چلیے میں ان سے آپ کی ملاقات کروا دوں اور اپنے ہمراہ آپ کی بیوی اور لڑکے کو لے کر بیت اللہ میں داخل ہو گیا' اور جس وقت بیوی اور بچے کی آپ پر نظر پڑی تو فور محبت سے بیتابانہ دونوں لپٹ گئے اور روتے روتے بے ہوش سے ہو گئے اور ہوش آنے کے بعد جب حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے! تو لڑکے نے جواب دیا اسلام' پھر سوال کیا کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے لڑکے

نے اثبات میں جواب دیا پھر پوچھا کہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ تعلیم حاصل کی ہے، لڑکے نے کہا جی ہاں، یہ سن کر فرمایا کہ الحمد اللہ، اس کے بعد جب آپ جانے کے لیے اٹھے تو بیوی اور بچے نے اصرار کر کے آپ کو روک لیا، جس کے بعد آپ نے آسمان کی جانب چہرہ اٹھا کر کہا یاالٰھی اغثنی یہ کہتے ہی آپ کے صاحبزادے زمین پر گر پڑے اور فوت ہو گئے اور جب ارادت مندوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ جب میں بچے سے ہم آغوش ہوا تو وفور جذبات اور فرط محبت سے بیتاب ہو گیا۔ اور اسی وقت یہ ندا آئی کہ ہم سے دوستی کے دعوی کے بعد دوسرے کو دوست رکھتا ہے یہ ندا سن کر میں نے عرض کیا کہ یا اللہ یا تو لڑکے کی جان لے لے یا پھر مجھے موت دیدے چنانچہ لڑکے کے حق میں دعا مقبول ہو گئی اور اگر اس پر کوئی اعتراض کرے تو میرا یہ جواب ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے زیادہ تحیر خیز نہیں، کیونکہ انہوں نے بھی تعمیل حکم میں اپنے بیٹے کو قربان کر دینے کی ٹھان لی تھی۔

آپ اکثر یہ فرماتے کہ مجھے یہ جستجو رہتی تھی کہ رات میں کسی وقت خانہ کعبہ خالی مل جائے، لیکن ایسا موقع نصیب نہ ہوتا تھا اتفاق سے ایک شب بارش ہو رہی تھی اور میں تنہا طواف میں مشغول تھا اور میں نے حسن اتفاق سمجھ کر حلقہ کعبہ میں ہاتھ ڈال کر اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے لگا، لیکن یہ ندا آئی کہ پوری مخلوق مجھ سے طالب مغفرت ہوتی ہے اور اگر میں سب کو معاف کر دوں تو پھر میری غفاریت و رحمانیت کی کیا قدر رہ جائے گی یہ سن کر آپ نے عرض کیا کہ اے اللہ میری مغفرت فرمادے۔ ندا آئی کہ دوسروں کے متعلق ہم سے سوال کر اپنے متعلق ہم سے کچھ نہ کہہ۔ کیونکہ دوسروں کے لیے تیری سفارش مناسب ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں اکثر یہ دعا کیا کرتا اے اللہ تو علیم و خبیر ہے کہ تیری عنایت و کرم جو مجھ پر ہے اس کے مقابلہ میں آٹھوں جنتوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں، اور اسی طرح تیری محبت کے مقابلے میں آٹھواں جنتیں ہیچ ہیں۔ لہٰذا اے خدا رسوائی معصیت سے بچاتے ہوئے مجھے اطاعت کا شرف عطا فرمادے اور جو تیری ذات سے واقف ہے اسے کیا خبر کہ اس شخص کی کیا کیفیت ہو گی جو تجھ سے قطعاً" ناواقف ہے۔

آپ اکثر یہ فرمایا کرتے کہ پندرہ برس کی مکمل اذیتوں کے بعد مجھے یہ ندا سنائی دی کہ عیش و راحت کو ترک کر اس کی بندگی اور احکام کی تعمیل کے لیے مستعد ہو جا، ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے سلطنت کو کیوں خیرباد کہا۔ فرمایا کہ ایک دن آئینہ لیے ہوئے میں تخت شاہی پر متمکن تھا تو اس وقت مجھے خیال آیا کہ نہ تو میرے پاس طویل سفر کے لیے زاد راہ ہے اور نہ کوئی حجت و دلیل، جب کہ میری آخری منزل قبر ہے اور حاکم بھی عادل و مصنف ہے، بس یہ خیال آتے ہی میرا

دل بجھ سا گیا اور مجھے سلطنت سے نفرت ہو گئی۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ خراسان کو خیرباد کیوں کہا؟ فرمایا کہ روزانہ لوگ مزاج پرسی کو آنے لگے تھے' پھر سوال کیا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے' فرمایا کہ کیا کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر ننگی بھوکی رہنے کے لیے نکاح پر تیار ہو سکتی ہے؟ اور اگر میرا بس چلے تو میں خود اپنے آپ ہی کو طلاق دے دوں' پھر بھلا ان حالات میں کسی طرح میں کسی عورت کو اپنی وابستگی سے فریب دے سکتا ہوں۔ کسی نے ایک درویش سے سوال کیا کہ کیا آپ کی بیوی ہے۔ تو درویش نے نفی میں جواب دیا جس کے بعد سائل نے جواب دیا کہ آپ بہت اچھے رہے کیوں کہ جس نے نکاح کیا وہ گویا کشتی پر سوار ہو گیا اور جب اولاد کا سلسلہ شروع ہوا تو سمجھ لو کہ کشتی غرق ہو گئی۔

کسی درویش نے آپ کے سامنے دوسرے درویش کا شکوہ کیا تو فرمایا کہ تو نے مفت خریدی ہوئی درویشی بے سود اختیار کی اور جب اس نے پوچھا کہ کیا درویشی بھی خریدی جا سکتی ہے' فرمایا کہ یقیناً کیونکہ میں نے سلطنت بلخ کے بدلہ میں درویشی خریدی اور بہت ارزاں خریدی کیونکہ درویشی سلطنت کے مقابلہ میں بہت بے بہا شے ہے۔

ارشادات : کسی نے بطور نذرانہ آپ کو ایک کو ایک ہزار درہم پیش کرتے ہوئے قبول کر لینے کی استدعا کی لیکن آپ نے فرمایا کہ میں فقیروں سے کچھ نہیں لیتا' اس نے عرض کیا کہ میں تو بہت امیر ہوں' فرمایا کہ کیا تجھے اس سے زائد دولت کی تمنا نہیں ہے اور جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا کہ اپنی رقم واپس لے جا کیونکہ تو فقیروں کا سردار ہے روایت ہے کہ جب آپ کے اوپر واردات غیبی کا نزول ہوتا تو فرمایا کرتے کہ سلاطین عالم آ کر دیکھیں کہ یہ کیسی واردات ہے اور اپنی شوکت و سلطنت پر نادم ہوں' پھر فرمایا کہ خواہشات کا بندہ کبھی سچا نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کے ساتھ اخلاص کا تعلق صدق و خلوص نیتی سے ہے۔

پھر فرمایا کہ جس کو تین حالتوں میں دلجمعی حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کے اوپر باب رحمت بند ہو چکا ہے' اول تلاوت کلام مجید کے وقت' دوم حالت نماز میں' سوم ذکر و شغل کے وقت اور عارف کی شناخت یہی ہے کہ وہ ہر شے میں حصول عبرت کے لیے غور و فکر کرتے ہوئے خود کو حمد و ثنا میں مشغول رکھے' اور اطاعت الٰہی میں زیادہ سے زیادہ وقت گذارے' پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ راہ میں مجھے ایک ایسا پتھر ملا جس پر یہ تحریر تھا کہ الٹا کر پڑھو' اور جب میں نے پڑھا تو اس پر تحریر تھا کہ اپنے علم کے مطابق اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اور جس کا تمہیں علم نہیں اس کے طالب کیوں ہوتے ہو؟ پھر فرمایا کہ حشر میں وہی عمل وزنی ہو گا جو دنیا میں گراں محسوس ہوتا ہے' پھر فرمایا کہ تین حجابات

رفع ہو جانے کے بعد قلب سالک پر سارے خزانے کشادہ کر دیئے جاتے ہیں' اول یہ کہ کبھی دنیا کی سلطنت قبول نہ کرے' دوم اگر کوئی شے سلب کرلی جائے تو غمزدہ نہ ہو کیونکہ کسی شے کے حصول پر اظہار مسرت کرنا حریص ہونے کی علامت ہے اور غم کرنا غصہ کی نشانی ہے' سوم یہ کہ کسی طرح کی تعریف بخشش پر کبھی اظہار مسرت نہ کرے کیونکہ اظہار مسرت کرنا کمتری کی علامت ہے اور احساس کمتری والا ہمیشہ ندامت کا شکار ہوتا ہے۔

واقعات : آپ نے کسی سے سوال کیا کہا کہ تم جماعت حق میں شمولیت چاہتے ہو! اور جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی رتی بھر پرواہ نہ کرتے ہوئے خود کو غیر اللہ سے خالی کر لو' اور رزق حلال استعمال کرو' پھر فرمایا کہ صوم و صلوۃ اور جہاد و حج پر کسی کو جوانمردی کا مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ محسوس نہ کر لے کہ اس کی روزی کس قسم کی ہے' روایت ہے کہ کسی نے آپ سے ایک صاحب وجد اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے والے نوجوان کی بہت تعریف کی چنانچہ اشتیاق ملاقات میں جب آپ اس کے یہاں پہنچے تو اس نے آپ سے تین یوم کے لئے یہاں مہمان رکھنے کی استدعا کی اور جب آپ نے تین یوم میں اس کے احوال کا مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ اس کی جتنی تعریف سنی تھی اس سے کہیں زیادہ بہتر ثابت ہوا۔ اور یہ دیکھ کر آپ نے نادم ہو کر فرمایا کہ ہم تو اس قدر کاہل وجود ہیں اور یہ شب بیداری کرتا رہتا ہے لیکن پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ کہیں یہ ابلیس کے کسی فریب میں مبتلا تو نہیں ہے اس لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ حلال رزق استعمال کرتا ہے یا نہیں اور جب آپ کو یہ یقین ہو گیا کہ اس کی روزی حلال نہیں ہے تو پھر آپ نے اس سے اپنے یہاں تین یوم مہمان رکھنے کے متعلق فرمایا اور اس کو اپنے ہمراہ لا کر کھانا کھلایا جس کے بعد اس کی پہلی سی حالت باقی نہیں رہی اور جب اس نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کر دیا ہے تو فرمایا کہ تجھے رزق حلال حاصل نہ ہونے کی وجہ سے شیطان کی کار فرمائیاں جاری تھیں اور اب میرے یہاں کے رزق حلال نے تیری باطنی حالت کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور تجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام عبادات و ریاضت کا تعلق صرف رزق حلال پر موقوف ہے۔

ایک دن آپ کے پاس حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ بلخی آئے اور سوال کیا کہ آپ نے دنیا سے فرار کیوں اختیار کیا فرمایا کہ اپنے دین کو آغوش میں لیے صحرا بصحرا' قریہ بہ قریہ اس لیے بھاگتا پھرتا ہوں کہ دیکھنے والے مجھے یا تو مزدور تصور کریں یا دیوانہ' تاکہ اپنے دین کو سلامت لے کر موت کے دروازے سے نکل جاؤں' ماہ رمضان میں آپ جنگل سے گھاس لے کر فروخت کیا کرتے اور اس

سے حاصل ہونے والی رقم کو خیرات کر کے پوری شب مصروف عبادت رہتے اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ کو نیند نہیں آتی؟ فرمایا کہ جس کی آنکھوں سے ہمہ وقت سیلاب اشک رواں ہو اس کو بھلا نیند کیونکر آسکتی ہے اور آپ کا یہ معمول تھا کہ فراغت نماز کے بعد اپنا چہرہ چھپا کر فرماتے کہ مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری نماز کو میرے منہ پر نہ مار دے۔

ایک یوم آپ کو کھانا نصیب نہ ہوا تو شکرانے کی چار سو رکعتیں ادا کیں اور جب اسی طرح مکمل سات یوم گذر گئے اور آپ کے ضعف و کمزوری میں اضافہ ہوتا چلا گیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے بھوک کا اظہار کیا۔ چنانچہ اسی وقت ایک نوجوان آپ کو اپنے مکان پر لے گیا اور آپ کو پہچان کر عرض کیا کہ میں آپ کا دیرینہ غلام ہوں اور میری تمام املاک آپ ہی کی ملکیت ہے یہ سن کر آپ نے اسے آزاد کر کے تمام جائداد اسی کے حوالے کر دی اور یہ عہد کر لیا کہ اب کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گا کیونکہ روٹی کے ایک ٹکڑے کی طلب پر پوری دنیا پیش کر دی گئی۔

اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ آپ ایک مسجد میں قیام فرما ہوئے اور جب رات کو تیز و تند سرد ہوائیں چلنے لگیں تو آپ مسجد کا دروازہ روک کر کھڑے ہو گئے اور مریدین کے سوال پر فرمایا کہ میں تمہیں اذیت سے بچانے کے لیے کھڑا ہو گیا تا کہ تمام سرد ہواؤں سے محفوظ رہ سکو دوران سفر ایک مرتبہ آپ کے پاس زاد راہ ختم ہو گیا تو آپ نے چالیس یوم مٹی کھا کر اس لیے گزار دیئے کہ میری وجہ سے کسی کو نہ زاد راہ پیش کرنے کی زحمت نہ ہو۔

حضرت سہیل فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ آپ کے ہمراہ دوران سفر بیمار ہو گیا اور آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ سب میری بیماری پر خرچ کر دیا۔ اور جب سب چیزیں ختم ہو گئیں تو اپنا خچر فروخت کر کے خرچ کیا اور صحت یاب ہونے کے بعد جب میں نے خچر کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ تو میں نے فروخت کر دیا پھر جب میں نے عرض کیا کہ میں سفر کس طرح کر سکوں گا تو فرمایا کہ میرے کاندھوں پر اور آپ یقین کریں کہ مجھے اپنے کاندھوں پر بٹھا کر تین منزل تک سفر کیا' ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کے پاس کھانے کو کچھ باقی نہ رہا تو مسلسل پندرہ یوم تک ریت کھا کر گزار دیئے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی مکہ معظمہ میں اس لیے کوئی پھل نہیں خریدا کہ وہاں کی بیشتر زمینیں فوجیوں نے خرید رکھی تھیں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بیشمار حج کرنے کے بعد بھی محض اس خوف سے کبھی آب زمزم نہیں پیا کہ اس پر حکومت کا ڈول رہتا تھا۔

آپ کو دن بھر کی مزدوری کے بعد جو رقم ملتی وہ سب اپنے ارادت مندوں پر صرف کر دیتے اور ایک رات جب آپ کو آنے میں بہت تاخیر ہو گئی تو اس تصور سے کہ شائد اب آپ نہ آئیں

سب مریدین کھانا کھا کر سو گئے اور آپ نے واپسی پر سب کو محو خواب دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شائد یہ سب بھوکے ہی سو گئے ہیں چنانچہ آپ آٹا لے کر آئے اور آگ روشن کرنے میں مصروف ہو گئے' اتفاق سے اسی وقت ایک مرید بیدار" ہو گیا اور سوال کیا کہ آپ یہ مصیبت کیوں برداشت کر رہے ہیں؟ فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ شائد تم لوگ بغیر کھائے سو گئے اس لیے کھانے کی تیاری میں مصروف ہوں یہ سن کر مرید کو بڑی حد ندامت ہوئی اور دوسرے مرید سے کہنے لگا کہ ہم سب تو آپ کی آمد میں تاخیر کی وجہ سے نہ جانے کن شکوک و شبہات میں مبتلا تھے اور آپ ہمارے متعلق کتنی اذیت برداشت کر رہے ہیں۔

اگر کوئی آپ کی معیت اختیار کرنا چاہتا تو آپ اس کے سامنے تین شرطیں پیش فرماتے اول یہ کہ میں سب کا خادم بن کر رہوں گا دوم اذان بھی میں خود دیا کروں گا' سوم جو شے مجھے میسر ہو گی وہ سب کو مساوی تقسیم کروں گا اور جب ایک شخص نے کہا کہ میں ان شرائط کی پابندی نہیں کر سکتا تو فرمایا کہ مجھے تیری صداقت پر حیرت ہے۔

ایک شخص برسوں آپ کی صحبت میں رہ کر جب واپس جانے لگا تو عرض کیا کہ اگر کچھ خامیاں یا برائیاں آپ نے میرے اندر دیکھی ہوں تو متنبہ فرمادیں تاکہ میں ان کے ازالے کی سعی کرتا رہوں' فرمایا کہ میں نے تمہیں سدا نظر محبت سے دیکھا ہے اور عیوب پر صرف دشمن کی نظر ہوتی ہے ایک دن کوئی مزدور دن بھر کی ناکامی کے بعد جب گھر کی طرف چلا تو خیال آیا کہ آج اہل و عیال کو کیا جواب دوں گا' اسی عالم میں سر راہ اس کی ملاقات' حضرت ابراہیم بن ادہم سے ہو گئی اور اس نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی حالت پر صرف اس لیے رشک آتا ہے کہ آپ تو آسودہ و مطمئن ہیں لیکن میں شب و روز مصائب میں مبتلا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج تک کے عبادات صدقات میں تجھے نذر کرتا ہوں اور تو صرف آج کی پریشانیاں مجھے عطا کردے۔

خلیفہ معتصم باللہ نے جب آپ سے آپ کی مصروفیات کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ میں دنیا و آخرت ان کے طلب گاروں کے لیے وقف کر کے اپنے لیے آخرت میں صرف دیدار الٰہی کو منتخب کر لیا ہے' پھر جب کسی اور نے آپ سے یہی سوال کیا تو فرمایا کہ اللہ کے کارندوں کو کسی بھی کام کی حاجت نہیں رہتی۔

ایک مرتبہ حجام آپ کا خط بنا رہا تھا کہ کسی نے عرض کیا کہ اس کو کچھ معاوضہ دے دیجئے گا' چنانچہ آپ نے ایک تھیلی اٹھا کر اس کو دیدی' لیکن اسی وقت اتفاق سے ایک سائل آگیا اور حجام نے وہ تھیلی اسے دیدی' یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اس میں تو سونا اور اشرفیاں بھری ہوئی تھیں اس نے

کہا کہ اس کا علم تو مجھ کو بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ انسان دل سے غنی ہوتا ہے نہ کہ دولت سے، لیکن میں جس کی راہ میں لٹاتا ہوں اس سے آپ ناواقف ہیں آپ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ جملہ سن کر مجھے بے حد ندامت ہوئی اور میں نے نفس سے کہا کہ جیسا تو نے کیا ویسی ہی سزا مل گئی۔

لوگوں نے جب آپ سے سوال کیا کہ کیا حالت فقر میں آپ کو کبھی مسرت بھی حاصل ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا کہ بہت مرتبہ اور ایک مرتبہ میں کثیف کپڑوں اور بڑھے ہوئے بالوں کی حالت میں کشتی پر سوار ہو گیا' اور اہل کشتی میرا مذاق اڑانے لگے حتی کہ ایک مسخرہ بار بار میرے بال نوچتا اور گھونسے مارتا رہا' چنانچہ اس وقت مجھے اپنے نفس کی رسوائی پر بے حد مسرت ہوئی' پھر اسی دوران دریا میں طوفان آگیا اور ملاح نے کہا کہ اس دیوانے کو دریا میں پھینک دو اور جب لوگوں نے میرا کان پکڑ کر پھینکنا چاہا تو طوفان ٹھہر گیا اور مجھے اپنی ذلت پر بے حد خوشی ہوئی۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں توکل کر کے ایک جنگل میں پہنچ گیا اور جب وہاں کئی یوم کچھ نہ کھانے کے بعد یہ خیال آیا کہ قریب میں میرے ایک دوست رہتے ہیں ان کے ہاں چل کر کچھ کھا لیا جائے لیکن اسی وقت یہ تصور بھی آیا کہ اس طرح تو میرا توکل ہی کالعدم ہو جائے گا تو ایک مسجد میں پہنچ کر یہ کلمہ ورد کرنا شروع کر دیا کہ توکلت علی الحی الذی لا یموت یعنی میرا توکل اس پر ہے جو زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا' اس کے بعد ندائے غیبی آئی کہ اللہ نے متوکلین سے عالم کو پاک کر دیا ہے اور میں نے جب سوال کیا کہ یہ ندا کیسی ہے! تو ندا آئی کہ اس کو کسی طور پر بھی متوکل تصور نہیں کیا جا سکتا' جو دوستوں کے یہاں کھانے کا ارادہ کرتا ہو' اور آپ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے ایک متوکل سے جب یہ دریافت کیا کہ تمہارے پاس کھانا کہاں سے آتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ سوال تو آپ اللہ تعالیٰ سے کریں' میرے پاس تو ایسی بیہودہ بات کا جواب نہیں ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک غلام خرید کر جب اس کا نام دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ آپ چاہے جس نام سے پکاریں پھر میں نے جب یہ سوال کیا کہ تم کیا کھاتے ہو تو اس نے کہا کہ جو آپ کھلا دیں میں نے پھر پوچھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جو آپ کی خواہش ہو' غلام کو ان چیزوں سے بحث نہیں ہوا کرتی یہ سن کر میں نے سوچا کہ کاش میں بھی اللہ تعالیٰ کا یوں ہی اطاعت گذار ہوتا تو کتنا بہتر تھا۔

جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کس کی بندگی کرتے ہیں' یہ سن کر آپ لرزہ براندام ہو کر زمین پر گر پڑے اور بہت دیر تک لوٹتے رہے' پھر بیٹھ کر یہ آیت تلاوت کی۔ ان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمن عبدا" آسمان اور زمین میں رہنے والے سب کے سب خدا

کے سامنے بندے ہو کر آنے والے ہیں۔ اور جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ زمین میں گرنے سے قبل آپ نے یہ آیت کیوں تلاوت نہیں کی۔ فرمایا کہ اگر میں خود کو اللہ کا بندہ کہوں تو وہ حق بندگی طلب کرے گا۔ اور بندہ ہونے سے منکر بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر کسی نے پوچھا کہ آپ کے اوقات کن مشاغل میں گزرتے ہیں فرمایا کہ میرے پاس چار سواریاں ہیں۔ جب نعمت حاصل ہوتی ہے۔ تو شکر کی سواری پر اس کے سامنے جاتا ہوں۔

اور جب فرمانبرداری کرتا ہوں تو خلوص کی سواری پر سامنے جاتا ہوں اور جب معصیت کا مرتکب ہوتا ہوں تو ندامت و توبہ کی سواری پر حاضر ہوتا ہوں اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہوں تو صبر کی سواری سے کام لیتا ہوں آپ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب تک بندہ اہل و عیال کو چھوڑ کر کتوں کی مانند گھوڑے کی کمر پر نہ لوٹے اس وقت تک وہ مردوں کی صف میں شمار نہیں کیا جاتا اور آپ کا یہ قول اس لئے بھی صحیح ہے کہ آپ نے سلطنت چھوڑ کر ذلت و رسوائی اختیار کی جس کی وجہ سے دولت فقر سے مالا مال ہوئے۔

کسی جگہ شیوخ کا مجمع تھا۔ اور جب آپ نے ان کے نزدیک بیٹھنا چاہا تو انہوں نے منع کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تمہارے اندر سے حکومت کی بو نہیں گئی۔ یہ بات کتنی تعجب خیز ہے کہ ان شیوخ نے آپ جیسی ہستی کو قرب عطا نہیں کیا تو دوسروں کے لئے ان کا کیا تصور ہو گا۔ اور خود ان کے مراتب کا خدا کے سوا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ دلوں پر پردے کیوں پڑے ہوئے ہیں؟ فرمایا کہ خدا کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے پر اور آخرت کی نعمتوں کو فراموش کر دینے کی وجہ سے۔

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو فرمایا کہ خالق کو محبوب رکھتے ہوئے مخلوق سے کنارہ کش ہو جاؤ اور بند کو کھولدو اور کھلے ہوئے بند کر لو' اور جب اس نے اس جملے کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ سیم وزر کی محبت چھوڑ کر تھیلی کا منہ کشادہ کر دو اور لغویات سے احتراز کرو۔ حضرت احمد خضرویہ کا قول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے حالت طواف میں کسی سے فرمایا کہ جب تک تم اپنے اوپر عظمت و عزت اور خواب و امارت کا دروازہ بند کر کے فقر و ذلت اور بیداری کا دروازہ کشادہ نہ کرو گے۔ اس وقت تک تمہیں صالحین کا مرتبہ حاصل نہیں ہو گا۔

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو فرمایا کہ چھ عادتیں اختیار کر لو' اول جب تم ارتکاب معصیت کرتے ہو تو خدا کا رزق مت استعمال کرو۔ دوم اگر معصیت کا قصد ہو تو خدا کی مملکت سے نکل جاؤ۔ سوم ایسی جگہ جا کر گناہ کرو جہاں وہ دیکھ نہ سکے اور اس پر جب لوگوں نے یہ

اعتراض کیا کہ وہ کونسی جگہ ہے جہاں وہ نہیں دیکھ سکتا۔ جب کہ وہ اسرار قلوب تک سے واقف ہے تو فرمایا کہ یہ کیسا انصاف ہے۔ کہ اس کا رزق استعمال کرو اسی کے ملک میں رہو اور اسی کے سامنے گناہ بھی کرو۔ چہارم فرشتہ اجل سے توبہ کا وقت طلب کرو پنجم منکر نکیر کو قبر میں مت آنے دو۔ ششم جب جنہم میں جانے کا حکم ملے تو انکار کر دو۔ یہ باتیں سن کر سائل نے عرض کیا کہ یہ تمام چیزیں تو ناممکنات میں سے ہیں اور کوئی بھی ان کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہ تمام چیزیں ناممکن العمل ہیں تو پھر گناہ نہ کرو یہ سن کر وہ شخص تمام گناہوں سے تائب ہو کر اسی وقت آپ کے سامنے فوت ہو گیا۔

جب لوگوں نے آپ سے دعاؤں کی عدم قبولیت کی شکایت کی تو فرمایا کہ تم خدا کو پہچانتے ہوئے بھی اس کی اطاعت سے گریزاں ہو اور اس کے قرآن و رسول ﷺ سے واقف ہوتے ہوئے بھی ان کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے اور اس کا رزق کھا کر بھی اس کا شکر نہیں کرتے' جنت میں جانے اور جنہم سے نجات پانے کا انتظام نہیں کرتے۔ ماں باپ کو دفن کر کے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے ابلیس کو غنیم جانتے ہوئے بھی اس سے معاندت نہیں کرتے' موت کی آمد کا یقین رکھتے ہوئے اس سے بے خبر ہو اور اپنے عیوب سے واقف ہوتے ہوئے بھی دوسرے کی عیب جوئی کرتے رہتے ہو۔ پھر بھلا خود سوچو کہ ایسے لوگوں کی دعائیں کیسے قبولیت حاصل کر سکتی ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ فاقہ کش انسان کیا کرے۔ فرمایا کہ تادم مرگ صبر سے کام لے تاکہ قاتل سے خوں بہالیا جا سکے پھر کسی نے عرض کیا کہ آج کل گوشت بہت گراں ہو گیا ہے۔ فرمایا کہ کھانا ترک کر دو۔ اپنے آپ ارزاں ہو جائے گا' ایک مرتبہ آپ بوسیدہ لباس میں حمام کے اندر جانے لگے تو لوگوں نے آپ کو روک دیا۔ اور آپ نے عالم جذب میں فرمایا کہ جب غریب کو ابلیس کے گھر میں داخلہ کی اجازت نہیں تو پھر بغیر بندگی کے کوئی خدا کے گھر میں کیوں داخل ہوتا ہے۔

سفر حج کے دوران آپ کو کھانا میسر نہ آیا تو ابلیس نے سامنے آکر کہا کہ سلطنت چھوڑ کر سوائے فاقہ کشی کے اور کیا ملا؟ اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ غنیم کو دوست کے پیچھے کیوں لگا دیا' ندا آئی کہ تمہاری جیب میں جو چیز ہے اسے پھینک دو تاکہ تمہیں اس کا راز معلوم ہو جائے' چنانچہ جب آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو تھوڑی سی چاندی برآمد ہوئی وہ پھینکتے ہی رفوچکر ہو گیا۔

آپ ایک مرتبہ کھجوریں چننے پہنچے تو جب آپ کا دامن کھجوروں سے بھر جاتا تو لوگ چھین لیتے اور چالیس مرتبہ آپ کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔ لیکن اکتالیسویں مرتبہ کسی نے نہیں چھینیں

اور غیب سے ندا آئی کہ یہ چالیس بار کی سزا اس لیے دی گئی ہے۔ کہ تمہارے دور حکومت میں چالیس پہرہ دار زریں شمشیروں سے مرصع تمہارے آگے آگے چلا کرتے تھے پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے ایک باغ کا رکھوالا مقرر کر دیا گیا اور جس نے تقرر کیا تھا۔ اس نے ایک دن آ کر کہا کہ میرے لئے شیریں انار توڑ لاؤ چنانچہ میں نے جتنے بھی انار اس کو پیش کئے وہ سب کے سب ترش نکلے اس نے کہا کہ تمہیں آج تک شیریں اور ترش انار کی شناخت نہ ہو سکی۔ میں نے کہا کہ مجھے نگرانی پر مقرر کیا گیا ہے نہ کہ کھانے کے لئے یہ سن کر باغ کے مالک نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے۔ تم ابراہیم بن ادہم ہو۔ یہ سنتے ہی آپ وہاں سے نامعلوم سمت کی جانب چلے گئے۔

آپ فرمایا کرتے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل کو خواب میں دیکھا کہ وہ کوئی کتاب سی بغل میں دبائے ہوئے ہیں اور میرے سوال کے جواب میں فرمایا میں اس میں اللہ کے دوستوں کے نام درج کرتا رہتا ہوں پھر میں نے پوچھا کہ کیا اس میں میرا نام بھی شامل ہے فرمایا تمہارا شمار خدا کے دوستوں میں نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے دوستوں کا دوست تو ضرور ہوں یہ سن کر وہ کچھ دیر ساکت رہے پھر فرمایا کہ مجھے منجانب اللہ یہ حکم ملا ہے کہ سب سے پہلے تمہارا نام درج کروں اس کے بعد دوسروں کا' کیونکہ اس راستہ میں مایوسی کے بعد ہی امید ہوتی ہے۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں ایک رات بیت المقدس میں مقیم تھا۔ اور اس خوف سے کہ کہیں وہاں کے خدام باہر نہ نکال دیں چٹائی لپیٹ کر بیٹھ گیا۔ اور ابھی ایک تہائی رات باقی تھی۔ کہ دروازہ خود بخود کھلا اور ایک بزرگ چالیس افراد کے ہمراہ تشریف لائے اور تمام حضرات ٹاٹ کے لباس میں ملبوس تھے۔ پھر سب نے محراب مسجد میں نماز ادا کی اور محراب کی جانب پشت کر کے بیٹھ گئے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ آج مسجد میں کوئی شخص ایسا ضرور ہے جس کا تعلق ہماری جماعت سے نہیں' یہ سن کر ان بزرگوں نے فرمایا کہ وہ ابراہیم بن ادہم ہیں جن کو چالیس راتیں عبادت کرتے گزر گئیں۔ لیکن کوئی لذت حاصل نہ کر سکے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر چٹائی سے نکل آیا اور عرض کیا کہ اگر ریاضت کا یہی مفہوم ہے تو آج سے میں بھی آپ کی جماعت میں شامل ہوتا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ سفر کر رہے تھے۔ اور راستے میں ایک سپاہی مل گیا۔ اور اس نے جب آپ کا نام پوچھا تو آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا' اس پر سپاہی کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے دل لگی کرتے ہو اور آپ کی گردن میں رسی ڈال کر زدوکوب کرتا ہوں آبادی میں لے آیا اور جب اہل قریہ نے سپاہی سے کہا کہ تم نے یہ کیا ستم کیا یہ تو حضرت ابراہیم بن ادہم ہیں یہ سن کر جب اس نے معافی طلب کی تو فرمایا کہ تو نے ظلم کر کے مجھے جنت کا مستحق بنا دیا۔ اس لئے میں تجھے دعا دیتا ہوں

کہ تو بھی جنت میں جائے اس کے بعد کسی بزرگ نے اہل بہشت کو خواب میں دیکھا کہ ان کے دامن موتیوں سے لبریز ہیں اور جب ان بزرگ نے سوال کیا تو بتایا گیا کہ ایک ناواقف نے حضرت ابراہیم بن ادہم کا سر پھوڑ دیا تھا۔ اور ہمیں یہ حکم ملا ہے۔ کہ جب وہ داخل بہشت ہوں تو ان پر موتی نچھاور کئے جائیں۔

ایک مجذوب قسم کا شخص پراگندہ حال اور چہرہ غبار آلود آپ کے سامنے آگیا تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کا منہ دھویا اور فرمایا کہ جو منہ ذکرالٰہی کا مظہر ہو۔ اس کو پراگندہ نہ ہونا چاہئے۔ اور جب اس مجذوب کو کچھ ہوش آیا تو لوگوں نے پورا واقعہ اس سے بیان کیا۔ جس کو سن کر اس نے توبہ کی۔ پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ تم نے محض خدا کے واسطے سے ایک مجذوب کا منہ دھویا۔ اس لیے اللہ نے تمہارا قلب دھو ڈالا۔

حضرت محمد مبارک صوفی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے ہمراہ بیت المقدس کے سفر میں دوپہر کیوقت ایک انار کے درخت کے نیچے نماز ادا کی' اس وقت درخت میں سے ندا آئی کہ میرا پھل کھا کر عزت افزائی کی جائے' چنانچہ آپ نے دو انار توڑ کر ایک مجھے دیا اور ایک کو خود کھایا' لیکن اس وقت وہ درخت بھی چھوٹا تھا۔ اور انار بھی ترش تھے۔ مگر جب ہم بیت المقدس سے واپس ہوئے تو وہ بہت قد آور ہو گیا تھا۔ اور انار بھی بہت شیریں تھے۔ اور سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ اسی کرامت کی بنا پر اس درخت کو رمان العابدین کے نام سے موسوم کر دیا۔

آپ کسی بزرگ سے ایک پہاڑی پر مصروف گفتگو تھے۔ تو انہوں نے سوال کیا کہ اہل حق کے مکمل ہونے کی کیا علامت ہے فرمایا کہ اگر وہ پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دے یہ کہتے ہی وہ پہاڑ حرکت میں آگیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا۔ چنانچہ وہ ٹھہر گیا۔

کسی بزرگ کے ہمراہ کشتی میں شریک سفر تھے کہ اچانک شدید طوفان آیا اور لوگ خوف سے لرز گئے اسی وقت غیب سے ندا آئی کہ غرقابی کا اندیشہ نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے ہمراہ ابراہیم بن ادہم بھی ہیں اس آواز کے بعد طوفان تھم گیا اور ایک مرتبہ آپ کشتی پر سفر کر رہے تھے تو شدید طوفان آگیا اور آپ نے قرآن کریم ہاتھ میں لے کر کہنا شروع کیا کہ یااللہ ہمارے ہمراہ تیری مقدس کتاب بھی ہے اور ہماری غرقابی سے یہ بھی غرق ہو سکتی ہے۔ ندا آئی کہ ایسا نہیں ہو گا۔ ایک مرتبہ آپ نے کشتی پر سفر کا قصد فرمایا تو ملاح نے کرایہ طلب کیا اور اس وقت آپ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اور آپ نے نماز پڑھ کر دعا کی کہ یااللہ یہ ملاح کرایہ طلب کرتا ہے۔ چنانچہ اسی وقت پورا ریگ زار سونا بن گیا اور آپ نے ایک مٹھی بھر کر ملاح کو دے دی۔

ساحل دجلہ پر اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ کسی نے کہا کہ حکومت چھوڑ کر تم نے کیا حاصل کیا؟ یہ سن کر آپ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی تو بے شمار مچھلیاں اپنے منہ میں سونے کی ایک ایک سوئی دبائے نمودار ہوئی لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اپنی سوئی درکار ہے چنانچہ ایک مچھلی آپ کی سوئی لے کر آگئی اور آپ نے سوئی لے کر اس شخص سے فرمایا کہ حکومت کو خیرباد کہہ کر ایک معمولی سی شے حاصل ہوئی ہے۔

آپ نے کنوئیں سے ڈول نکالا تو ڈول سونے سے لبریز نکلا آپ نے اسے پھینک کر پھر ڈول ڈالا تو چاندی سے بھرا ہوا نکلا اور تیسری مرتبہ موتیوں سے اس وقت آپ نے کہا کہ یا اللہ میں تو پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے پانی کا خواستگار ہوں۔ میری نگاہوں میں سیم و زر کی کوئی وقعت نہیں، سفرحج کے دوران آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس خورد و نوش کا کوئی انتظام نہیں فرمایا کہ خدا پر بھروسہ رکھو اور اس درخت کی جانب دیکھو جو اس وقت پورا سونے کا بن چکا ہے۔

آپ کچھ بزرگوں کے ہمراہ ایک قلعہ کے نزدیک ایک پڑاؤ ڈال کر آگ روشن کرنے لگے تو کسی نے کہا کہ اس جگہ آگ اور پانی دونوں کا انتظام ہے لہٰذا اگر کہیں سے جائز قسم کا گوشت مل جائے تو بھون کر کھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کو سب قدرت ہے مشغول نماز ہو گئے۔ اس وقت کہیں سے شیر کے دھاڑنے کی آواز آئی اور تمام بزرگوں نے کہنا شروع کیا شیر ایک گورخر کو ہماری جانب گھیر کر لا رہا ہے۔ چنانچہ سب نے گورخر پکڑ کر ذبح کیا اور جب تک سارے لوگ کھانا کھاتے رہے وہ شیر نگرانی کرتا رہا۔

آپ کے انتقال کے بعد پورے عالم نے یہ ندا سنی کہ آج دنیا کا امن فوت ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کے انتقال کی اطلاع ملی لیکن آپ کی گمشدگی کی وجہ سے نہ تو یہ معلوم ہو سکا کہ آپ کا مزار کہاں ہے اور نہ یہ پتہ چلا کہ انتقال کس جگہ ہوا بعض حضرات کا خیال ہے کہ مزار بغداد میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت لوطؑ کی قبر کے نزدیک شام میں مدفون ہیں۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کو کشف و مجاہدات میں مکمل دسترس حاصل تھی اور اصول شرح کے بہت بڑے عالم تھے۔ اور اپنے ماموں علی حشرم کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ مردود میں ولادت ہوئی اور بغداد میں مقیم رہے آپ کی توبہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حالت دیوانگی میں کہیں جارہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کاغذ کو عطر سے معطر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا اور اسی شب خواب میں دیکھا کہ کسی درویش کو منجانب اللہ یہ حکم ملا کہ بشر حافی کو یہ خوشخبری سنا دو کہ ہمارے نام کو معطر کر کے جو تم نے تعظیما" ایک بلند مقام پر رکھا ہے اس کی وجہ سے ہم تمہیں بھی پاکیزہ مراتب عطا کریں گے اور بیداری کے بعد جب ان درویش کو یہ تصور آیا کہ بشر حافی تو فسق و فجور میں مبتلا ہیں اس لیے شاید میرا خواب صحیح نہیں ہے۔ لیکن دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ بھی جب یہی خواب نظر آیا تو وہ آپ کے گھر پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ میکدے میں ہیں۔ اور جب وہ درویش میکدے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بشر حافی نشے میں چور اور بدمست پڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آپ سے جا کر کہدو کہ میں تمہارے لئے ایک ضروری پیغام لایا ہوں چنانچہ لوگوں نے آپ سے کہا کہ نامعلوم عتاب الٰہی کا پیغام ہے۔ یا سزا کا اور یہ کہہ کر میکدہ سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر کے نکلے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم مراتب عطا فرمائے کہ آپ کا ذکر بھی قلوب کے لئے سکون بن گیا اور چونکہ آپ اس احساس کی وجہ سے ننگے پاؤں رہا کرتے تھے۔ کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش فرمایا ہے۔ اس لئے شاہی فرش پر جوتے پہن کر چلنا اداب کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو حافی کہا جاتا ہے۔

واقعات : اولیائے کرام کی ایک ایسی جماعت بھی تھی جو نہ توڈھیلے سے استنجا کرتے تھے اور نہ زمین پر تھوکتے تھے کیونکہ انہیں ہر شے میں اور ہر جگہ انوار الٰہی کا ظہور محسوس ہوتا تھا۔ چنانچہ بشر حافی کا بھی اس جماعت سے تعلق تھا۔ اور بعض صوفیا کے نزدیک چونکہ نور الٰہی چشم سالک میں ہوا کرتا ہے۔ اس لیے اسے ہر جگہ سوائے خدا کے کچھ نظر نہیں آتا ایک روایت میں ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ حضرت شعلبہؓ کی میت کے ہمراہ انگوٹھوں کے بل تشریف لے جارہے تھے اور فرماتے تھے

کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں ملائکہ کے پروں پر میرا قدم نہ پڑ جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل بیشتر آپ ہی کی معیت میں رہتے اور آپ کے عقیدت مندوں میں سے۔ چنانچہ آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ محدث و فقیہ ہونے کے باوجود آپ ایک خبطی کے ہمراہ کیوں رہتے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے اپنے علوم پر مکمل طور پر عبور حاصل ہے۔ لیکن وہ خبطی اللہ تعالیٰ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اسی وجہ سے امام صاحب اکثر آپ سے استدعا کرتے کہ مجھے خدا کی باتیں سناؤ۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ حیرت کی حالت میں پوری رات گھر کے دروازے پر ایک قدم اندر اور ایک باہر رکھے کھڑے رہے پھر ایک مرتبہ چھت پر چڑھتے ہوئے پوری رات سیڑھیوں پر کھڑے گزار دی اور جب نماز صبح کے وقت آپ اپنی ہمشیرہ کے یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ فرمایا کہ میں اس تصور میں غرق ہوں کہ بغداد میں دو غیر مسلموں کے نام بھی بشر ہیں اور میرا نام بھی یہی ہے۔ لیکن نہ جانے اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت اسلام سے کیوں نواز اور انہیں کیوں محروم رکھا۔

ایک مرتبہ میدان بنو اسرائیل میں حضرت بلال خواص کی ملاقات حضرت خضر سے ہو گئی تو بلال خاص نے پوچھا کہ امام شافعی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ وہ اوتاد میں سے ہیں۔ اور جب امام حنبل کے لئے دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے۔ اور جب حضرت بشر حافی کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ منفرد زمانہ ہیں حضرت عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ذوالنون مصری کو عبادت سے متصف پایا اور حضرت سہل کو اشاروں پر چلنے والا دیکھا اور بشر حافی کو تقوی میں ممتاز پایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر آپ کا رجحان کس کی طرف ہے۔ فرمایا کہ بشر حافی کی طرف کیونکہ وہ میرے استاد بھی ہیں۔

حضرت بشر حافی نے محدث ہونے کے بعد باقی تمام علوم کی کتابوں کو زیر زمین دفن کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی حدیث کبھی بیان نہیں کی اور یہ فرماتے تھے کہ میں اس وجہ سے حدیث بیان نہیں کرتا کہ میرے اندر حصول شہرت کا جذبہ ہے۔ اور اگر یہ خامی نہ ہوتی تو میں ضرور حدیث بیان کرتا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ جب بغداد میں اکل حلال کو تمیز باقی نہیں رہی تو آپ کے کھانے کا کیا انتظام ہے۔ فرمایا کہ جس جگہ تم کھاتے ہو۔ میں بھی کھاتا ہوں اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ یہ عظیم مراتب آپ کو کیسے حاصل ہوئے فرمایا کہ ایک لقمہ کی بھوک چھوڑ کر کیونکہ ہنسنے والا کھا کر رونے والے کے برابر نہیں ہو سکتا اور اکل حلال میں بھی فضول خرچی کا اندیشہ باقی

رہتا ہے- پھر کسی نے آپ سے دریافت کیاہ سالن کس چیز کا کھانا چاہئے- فرمایا کہ عافیت کا سالن کھاؤ مشہور ہے- کہ آپ نے چالیس برس تک خواہش کے باوجود کبھی بکری کی سری نہیں کھائی- اور ہمیشہ باقلہ کی ترکاری کھانے کو جی چاہتا رہا- لیکن کھائی کبھی نہیں اور کبھی حکومت کی جاری کردہ نہر سے پانی نہیں پیا، پھر ایک مرتبہ جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے تو فرمایا کہ خدا کے علاوہ میں نے کبھی کسی پر اظہار حال نہیں کیا اور میں وعظ و نصیحت سے یہ بہتر تصور کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے خدا کا ذکر کرتا رہوں- کسی نے آپ کو موسم سرما میں برہنہ اور کپکپاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا- کہ آپ اتنی اذیتیں کیوں برداشت کرتے ہیں فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اس سردی میں فقراء صاحب حاجت ہوں گے- ان کا کیا حال ہو گا- اور میرے پاس اتنا دینے کو نہیں ہے کہ ان کی احتیاج ختم کر سکوں- اس لئے جسمانی طور پر ان کا شریک رہتا ہوں-

حضرت احمد بن ابراہیم المعلب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بشر نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت معروف کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں نماز فجر کے بعد آپ کے پاس آؤں گا- لیکن آپ عشاء کے وقت بھی تشریف نہیں لائے- چنانچہ میں چشم براہ تھا تو دیکھا کہ آپ اپنا مصلیٰ اٹھا کر دریائے دجلہ پر پہنچے اور پانی کے اوپر چل کر صبح تک حضرت معروف سے گفتگو رہے اور صبح کو پھر پانی پر چلتے ہوئے واپس آ گئے- اس وقت میں نے قدم پکڑ کر اپنے لیے دعا کی درخواست کی تو دعا دیکر فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے- اس کو میری حیات میں کسی سے بیان نہ کرنا- کسی اجتماع میں آپ رضائے الٰہی کے اوصاف بیان فرما رہے تھے- کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ تو ہم بخوبی جانتے ہیں کہ آپ بہت ہی باصفا باکمال اور مخلوق سے بے نیاز ہیں لیکن اس میں حرج کیا ہے- کہ اگر پوشیدہ طور پر دوسروں سے کچھ لے کر فقراء میں تقسیم کر دیا کریں- گو یہ بات آپ کو بار خاطر ہوئی- پھر بھی مسکرا کر فرمایا کہ فقرا کی بھی تین قسمیں ہیں- اول وہ جو نہ تو مخلوق سے طلب کرتے ہیں اور نہ کسی کے کچھ دینے کے باوجود ان سے کچھ لیتے ہیں- ان کا شمار تو ایسے روحانی بندوں میں ہوتا ہے- کہ جو کچھ خدا سے مانگتے ہیں مل جاتا ہے دوم وہ جو خود تو کسی سے طلب نہیں کرتے- لیکن اگر کوئی دیدے تو قبول کر لیتے ہیں- یہ متوسط قسم کے متوکل ہوتے ہیں- اور انہیں جنت کی تمام نعمتیں حاصل ہوں گی- سوم وہ جو نفس کشی کرتے ہوئے صبر و ضبط سے کام لیکر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں-

آپ فرمایا کرتے کہ ایک مرتبہ حضرت علی جرجانی کسی چشمے کے نزدیک تشریف فرما تھے- اور میں بھی ان کے سامنے پہنچ گیا تو آپ مجھے دیکھ کر یہ کہتے ہوئے بھاگ پڑے کہ مجھے انسان کی شکل نظر آ گئی- جس کی وجہ سے میں گناہ کا مرتکب ہو گیا- لیکن میں بھی بھاگتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور

عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرما دیجئے' تو آپ نے کہا کہ فقر کو پوشیدہ رکھ صبر اختیار کرو اور خواہشات نفسانی کو نکال پھینکو' اور اپنے مکان کو قبر سے بھی زیادہ خالی رکھو تاکہ ترک دنیا کا رنج نہ ہو۔

ایک قافلہ حج کی نیت سے روانہ ہونے لگا۔ تو اہل قافلہ نے آپ کے بھی اپنے ہمراہ چلنے کی استدعا کی۔ لیکن اپ نے تین شرطیں پیش کر دیں اول یہ کہ کوئی شخص اپنے ہمراہ توشہ نہ لے۔ دوم کسی سے کبھی کچھ طلب نہ کرے' سوم اگر کوئی کچھ پیش بھی کرے جب بھی قبول نہ کرے' یہ سن کر اہل قافلہ نے عرض کیا کہ پہلی دو شرطیں تو ہمیں منظور ہیں۔ لیکن تیسری شرط قبول نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ توکل حاجیوں کا توشہ سفر ہے۔ اور اگر تم یہ قصد کر لیتے کہ کسی سے کچھ نہ لیں گے تو خدا پر توکل بھی ہو جاتا اور درجہ ولایت بھی حاصل ہوتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک صاحب میرے منتظر ہیں اور میرے اس سوال پر کہ بلا اجازت مکان میں تم کیوں داخل ہوئے۔ فرمایا کہ میں خضر ہوں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لئے دعا فرما دیں تو آپ نے کہا کہ اللہ تیرے لیے عبادت کو آسان کر دے اور تیری عبادت کو تجھ سے بھی پوشیدہ رکھے۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میرے ایک ہزار درہم ہیں اور میں حج کا خواہش مند ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ رقم کسی مقروض کے قرض میں دے دو۔ یا یتیموں اور مفلس عیال داروں میں تقسیم کر دو تو تمہیں حج سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ لیکن اس نے کہا کہ مجھے حج کی بہت خواہش ہے۔ فرمایا کہ تو نے ناجائز طریقے سے یہ رقم حاصل کی ہے اس لیے تو زیادہ ثواب کا خواہش مند بن۔

ایک دن آپ نے قبرستان میں مردوں کو لڑتے ہوئے دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ راز مجھے بھی معلوم ہو جائے اور جب میں نے ان مردوں سے پوچھا تو انہوں نے کیا کہ ایک ہفتہ قبل کسی شخص نے سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخش دیا تھا اور آج پورے ایک ہفتہ سے ہم اس کی تقسیم میں مصروف ہیں۔ لیکن ابھی تک وہ ختم نہیں ہوا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ خواب مین حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کہ اے بشر کیا تجھے علم ہے کہ تیرے دور کے بزرگوں سے تیرا درجہ کیوں بلند کیا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ فرمایا کہ تو نے سنت کا اتباع کرتے ہوئے بزرگوں کی تعظیم کی اور مسلمانوں کو راہ حق دکھاتا رہا اور میرے اصحابؓ اور اہل بیت کو تو نے ہمیشہ محبوب رکھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مرتبہ عطا فرمایا۔ پھر دوبارہ جب حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرما دیں' حضور ﷺ نے فرمایا کہ امراء حصول ثواب کے

لئے فقراء کی جو خدمت کرتے ہیں وہ تو پسندیدہ ہیں- لیکن اس سے زیادہ افضل ہے کہ فقراء بھی امراء کے آگے دست طلب دراز نہ کریں- بلکہ خدا تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھیں-

ارشادات : آپ اکثر یہ فرمایا کرتے کہ پانی جب تک رواں رہتا ہے- صاف رہتا ہے اور جب رک جاتا ہے- گدلا اور کیچڑ جیسا ہو جاتا ہے فرمایا کہ جو دنیاوی عزت چاہتا ہے- اسے تین چیزوں سے کنارہ کش رہنا چاہئے اول مخلوق سے اظہار حاجت کرنا' دوم دوسری میں عیب نکالنا' سوم کسی مہمان کے ہمراہ جانا- فرمایا کہ دنیاوی نمود کا خواہشمند لذت آخرت سے محروم رہتا ہے- فرمایا کہ قانع رہنے سے صرف دنیا ہی میں عزت مل جاتی جب بھی قناعت بہتر تھی' پھر فرمایا کہ یہ تصور کرنا کہ لوگ ہمیں بہتر سمجھیں محض حب دنیا کا مظہر ہے- اور جب تک بندہ نفس کے سامنے فولادی دیوار قائم نہیں کر لیتا اس وقت تک عبادت میں لذت و حلات حاصل نہیں کر سکتا فرمایا کہ یہ تین کام بہت مشکل ہیں- اول مفلسی میں سخاوت' دوم خوف میں صداقت سوم خلوت میں تقویٰ فرمایا کہ تقویٰ نام ہے شکوک و شبہات سے پاک ہونے اور قلب کی ہمہ وقت گرفت رہنے کا فرمایا کہ اللہ نے بندے کو صبر و معرفت سے زیادہ عظیم شے اور کوئی نہیں عطا کی اور اہل معرفت ہی خدا کے مخصوص بندے ہیں' اور جو بندہ اللہ کے ساتھ قلب کو صاف رکھتا ہے- اس کو صوفی کہتے ہیں- اور اہل معرفت وہ ہیں کہ جن کو سوائے خدا کے نہ کوئی جانتا ہے نہ عزت کرتا ہے اور جو شخص حلاوت آزادی کے ساتھ ہمکنار ہونا چاہے اس کو اپنے خیالات پاکیزہ بنانے چاہئیں اور جو صدق دلی کے ساتھ عبادت کرتا ہے- وہ لوگوں سے وحشت زدہ رہتا ہے- فرمایا کہ نہ تو مجھے کبھی اہل دنیا میں بیٹھنا گوارا ہوا اور نہ کبھی انہیں میری صحبت اچھی لگی- کسی نے عرض کیا کہ میں متوکل علی اللہ ہوں- اگر تو متوکل ہے تو خدا کے احکام پر بھی یقیناً راضی ہو گا- انتقال کیوقت جب آپ شدید مضطرب ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا ترک دنیا کا غم ہے فرمایا نہیں بلکہ بارگاہ خداوندی میں جانے کا خوف ہے کسی شخص نے آپ کی موت کیوقت جب آپ سے اپنی مفلسی کا رونا رویا تو آپ نے اپنا پیراہن تو اتار کر اس کو دیدیا اور خود دوسرے کا مانگ کر پہن لیا-

انتقال کے بعد کسی نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس لیے ناراض ہوا کہ تو دنیا میں مجھ سے اتنا زیادہ کیوں خائف رہتا ہے اور کیا تجھے میری کریمی پر یقین نہیں تھا- پھر اسی شخص نے اگلے دن خواب میں دیکھ کر جب حال پوچھا- تو فرمایا کہ اللہ نے میری مغفرت فرما دی اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ خواب اچھی طرح کھا اور پی- اس لئے کہ دنیا میں تو نے ہماری یاد کی وجہ سے نہ کچھ کھایا نہ پیا- پھر کسی اور شخص نے خواب میں دیکھ کر جب حال پوچھا

تو فرمایا کہ میری بخشش بھی ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے لئے نصف بہشت جائز قرار دیدی۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تو آگ پر بھی سجدہ ریزی کرتا رہتا۔ جب بھی اس چیز کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔ کہ ہم نے لوگوں کے قلوب میں تجھے جگہ عطا کر دی۔ پھر ایک اور شخص نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کر کے یہ فرمایا کہ جب ہم نے تجھے دنیا سے اٹھایا تو تجھ سے افضل اور کوئی نہیں تھا۔

آپ کا مقام : کسی عورت نے امام حنبل سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ میں اپنی چھت پر سوت کات رہی تھی۔ کہ راستہ میں سے شاہی روشنی کا گذر ہوا اور اسی روشنی میں تھوڑا سا سوت کات لیا۔ اب فرمائیے کہ وہ سوت جائز ہے یا ناجائز یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور اس قسم کی کیوں دریافت کرتی ہو؟ اس عورت نے جواب دیا کہ میں بشر حافی کی ہمشیرہ ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تمہارے لئے وہ سوت جائز نہیں۔ کیونکہ تم اہل تقوی کے خاندان سے ہو۔ اور تمہیں اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ جو مشتبہ کھانے پر اگر ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ بھی ان کی پیروی نہیں کرتا تھا۔

باب نمبر ⟸ 13

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ سلطان معرفت اور بحر توحید کے شناور تھے اور عبادت و ریاضت سے مشہور زمانہ ہوئے۔ لیکن اہل معرفت ہمیشہ اپ کو بے دین کہہ کر آپ کی بزرگی و عظمت سے منکر رہے۔ اور آپ نے بھی کبھی کسی پر اپنے اوصاف کے اظہار کی زحمت نہ فرمائی۔ جس کی وجہ سے تاحیات آپ کے حالات پر پردہ پڑا رہا۔

آپ کے تائب ہونے کا واقعہ عجیب و غریب ہے۔ اور وہ کسی شخص نے آپ کو اطلاع پہنچائی کہ فلاں مقام پر ایک نوجوان عابد ہے۔ اور جب آپ اس سے نیاز حاصل کرنے پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک درخت پر الٹا لٹکا ہوا اپنے نفس سے مسلسل "یہ کہہ رہا ہے۔ کہ جب تک تو عبادت الٰہی میں میری ہمنوائی نہیں کرے گا۔ میں تجھی یوں ہی اذیت دیتا رہوں گا حتی کہ تیری موت واقع ہو جائے۔

یہ واقعہ دیکھ کر آپکو اس پر ایسا ترس آیا کہ رونے لگے اور جب نوجوان عابد نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو ایک گناہ گار پر ترس کھا کر رو رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا اور مزاج پرسی کی اس نے بتایا۔ کہ چونکہ یہ بدن عبادت الٰہی پر آمادہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ سزا دے رہا ہوں آپ نے کہا کہ مجھے تو یہ گمان ہوا کہ شاید تم نے کسی کو قتل کر دیا ہے یا کوئی گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تمام گناہ مخلوق سے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ مخلوق سے رسم و راہ کو بہت بڑا گناہ تصور کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو واقعی بہت بڑے زاہد ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے کے پہاڑ پر جا کر دیکھو چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو ایک نوجوان کو دیکھا کہ جس کا ایک پیر کٹا ہوا باہر پڑا تھا۔ اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بنا جب آپ نے یہ صورت حال معلوم کی تو اس نے بتایا کہ ایک دن میں اسی جگہ مصروف عبادت تھا۔ کہ ایک خوبصورت عورت سامنے سے گذری جس کو دیکھ کر میں فریب شیطانی میں مبتلا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس وقت ندا آئی کہ اے بے غیرت تیس سال خدا کی عبادت و اطاعت میں گذار کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے۔ لہٰذا میں نے اسی وقت اپنا ایک پاؤں کاٹ دیا کہ گناہ کے لئے پہلا قدم اسی پاؤں سے بڑھایا تھا۔ پھر بتایئے کہ آپ مجھ گناہ گار کے پاس کیوں آئے۔ اور اگر واقعی آپ کو کسی بڑے بزرگ کی جستجو ہے۔ تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جایئے۔ لیکن جب بلندی کی وجہ سے آپ کو پہچانا ممکن ہو گیا۔ تو اس نوجوان نے خود ہی ان بزرگ کا قصہ شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں۔ ان سے ایک دن کسی نے یہ کہہ دیا کہ روزی محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ بس اس دن سے انہوں نے عہد کر لیا۔ کہ جس روزی میں مخلوق کا ہاتھ ہو گا۔ وہ میں استعمال نہیں کروں گا۔ اور جب بغیر کچھ کھائے کچھ دن گذر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دے دیا۔ کہ ان کے گرد جمع رہ کر انہیں شہد مہیا کرتی رہیں۔ چنانچہ ہمیشہ وہ شہد ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ذوالنون نے درس عبرت حاصل کیا اور اسی وقت سے عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور آپ جس وقت پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے۔ تو دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت سے نیچے آکر بیٹھ گیا۔ اسی وقت آپ کو خیال آیا کہ نہ جانے اس کو رزق کہاں سے مہیا ہوتا ہو گا۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ اس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کریدی جس میں سے ایک سونے کی پیالی برآمد ہوئی اور اس میں تل بھرے ہوئے تھے اور دوسری چاندی کی پیالی گلاب کے عرق سے لبریز تھی۔ چنانچہ وہ پرندہ تل کھا کر اور گلاب پی کر درخت پر جا بیٹھا اور پیالیاں غائب ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے بھی اسی دن سے توکل پر کمر باندھ لی اور یہ یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنیوالے کو

کبھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپ نے جنگل کی راہ لی جہاں آپ کے کچھ پرانے دوست مل گئے اور اتفاق سے وہاں ایک خزانہ برآمد ہو گیا۔ جس میں ایک ایسا تختہ تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے۔ اور جس وقت خزانہ تقسیم ہونے لگا۔ تو آپ نے اپنے حصہ میں صرف وہ تختہ لے لیا اور ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے۔ اے ذوالنون سب نے دولت تقسیم کی اور تو نے ہمارے نام کو پسند کر لیا۔ جس کے عوض ہم نے تیرے اوپر علم و حکمت کے دروازے کشادہ کر دیئے یہ سن کر آپ شہر واپس آ گئے۔

واقعات : آپ فرمایا کرتے کہ ایک دن میں لب دریا وضو کر رہا تھا۔ کہ سامنے کے محل پر ایک خوبصورت عورت نظر آئی اور جب میں نے اس سے گفتگو کرنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ دور سے میں تم کو دیوانہ تصور کئے ہوئے تھی۔ اور جب کچھ قریب آ گئے تو میں نے عالم سمجھا اور جب بالکل قریب آ گئے تو اہل معرفت تصور کیا۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ تم ان تینوں میں سے کچھ بھی نہیں ہو۔ اور جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ عالم نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے اور دیوانے وضو نہیں کرتے اور اہل معرفت خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ غیب کی جانب سے ایک تنبیہ ہے۔

ایک مرتبہ آپ کشتی پر سفر کر رہے تھے۔ کہ کسی بیوپاری کا موتی کھو گیا اور سب نے آپ کو مشکوک تصور کر کے زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھا کر کہا کہ اے اللہ تو علیم ہے کہ میں نے کبھی چوری نہیں کی یہ کہتے ہیں دریا میں سے صدہا مچھلیاں منہ میں ایک ایک موتی دبائے نمودار ہوئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ میں سے موتی نکال کر اس بیوپاری کو دیدیا اس کرامت کے مشاہدے کے بعد تمام مسافروں نے معافی طلب کی اسی وجہ سے آپ کا خطاب ذوالنون پڑ گیا۔

آپ کی بہن پر آپ کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ ایک دن یہ آیت تلاوت کر رہی تھی۔ وظللنا علیکم الغمام و انزلنا علیکم المن والسلوی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب تو نے بنو اسرائیل پر من وسلوی نازل فرمادیا تو مومنین اس سے محروم کیوں ہیں۔ چنانچہ اس وقت من السلوی کا نزول ہوا۔ آپ صحرا کی جانب ایسی جگہ چلی گئیں کہ پھر کچھ پتہ نہ چلا۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں نے ایک پہاڑ پر بہت سے بیماروں کا اجتماع دیکھا اور جب وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ یہاں ایک عبادت گذار سال میں ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر بیماریوں پر کچھ دم کرتا ہے۔ جس کے بعد وہ صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں نے بھی ان بزرگ

کا انتظار کیا۔ اور جب وہ نکلے تو آنکھوں کے گرد حلقے ہو گئے تھے۔ اور بہت کمزور ضعیف تھے پھر آسمان کی جانب نظریں اٹھا کر تمام بیماروں پر کچھ دم کیا۔ اور وہ سب فوراً ہی صحت یاب ہو گئے اور جب وہ عبادت گاہ میں داخل ہونے لگے تو میں نے ہاتھ پکڑ کر عرض کیا کہ ظاہری امراض والوں کو تو شفا ہو گئی۔ لیکن میرا باطنی مرض بھی دفع فرما دیجئے۔ یہ سن کر فرمایا کہ اے ذالنون میرا ہاتھ چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نگرانی فرما رہا ہے۔ کہ تو نے اس کا دست کرم چھوڑ کر دوسرے کا ہاتھ تھام لیا ہے یہ کہہ کر انہوں نے ہاتھ چھڑا لیا اور عبادت گاہ میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے جب آپ سے گریہ و زاری کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ رات حالت سجدہ میں نیند آ گئی تو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ میں نے مخلوق کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور جب ان کے سامنے جنت پیش کی گی تو دس میں نو حصے اس دنیا پر فریفتہ ہو گئے۔ لیکن ایک حصہ اس پر بھی متوجہ نہ ہو سکا۔ پھر میں نے اس کے ایک حصے کی بھی دس حصے کر دیئے اور جب میں نے ان سے سوال کیا کہ نہ تم جنت کے طلب گار بنے کہ جہنم سے خوف زدہ ہوئے پھر آخر تم کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا جو کچھ ہم چاہتے ہیں' اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

کسی بچے نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے بطور ورثہ ایک لاکھ دینار حاصل ہوئے ہیں اور میری تمنا ہے۔ کہ یہ سب آپ ہی کی ذات گرامی پر صرف کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ جد ملوغ تک پہنچنے سے قبل تمہارے لئے اس کا خرچ کرنا ناجائز ہے۔ اور جب وہ بچہ شباب پر پہنچا تو پوری جائداد فقراء ہیں تقسیم کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا۔ پھر یہی نوجوان ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ آج کل کچھ ضرورت مند ہیں۔ اس نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کیا کہ اے کاش میرے پاس اگر آج دولت ہوتی تو میں بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آپ نے اس کی نیت کو بھانپ کر یقین کر لیا کہ یہ ابھی مفہوم فقر سے آشنا نہیں ہے چنانچہ اس سے فرمایا کہ فلاں دواخانہ سے یہ دوا لا کر گھس لو اور روغن میں ملا کر تین قرص تیار کر کے ان میں سوئی سے سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ آپ نے ان تینوں گولیوں پر کچھ دم کیا تو وہ یاقوت میں تبدیل ہو گئیں اور آپ نے فرمایا کسی جوہری کے پاس لے جا کر قیمت معلوم کرو۔ چنانچہ جوہری نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی۔ پھر اس نوجوان نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اس کو پانی میں گھول دو۔ اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ فقراء کو مال و زر کی ضرورت نہیں ہوتی' یہ سن کر وہ ہمیشہ کے لیے دنیا سے علیحدہ ہو گیا۔

آپ نے فرمایا میری تیس برس کی ہدایت کا نتیجہ یہ نکلا کہ صرف ایک شہزادہ صحیح معنوں میں

ہدایت یافتہ ہو سکا اور وہ بھی اس طرح کہ ایک دفعہ میری مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا- تو میں اس وقت یہ جملہ کہہ رہا تھا کہ کمزور کا طاقت ور سے جنگ کرنا نہایت احمقانہ فعل ہے- یہ سن کر شہزادے نے کہا کہ میں آپ کے جملے کا مفہوم نہیں سمجھا- فرمایا کہ اس سے زیادہ احمق کون ہو سکتا جو خدا سے جنگ کرے یہ سن کر وہ چلا گیا اور دوسرے دن آکر مجھ سے پوچھنے لگا کہ وصال خداوندی کے لے کون سی راہ اختیار کی جائے- میں نے کہا کہ دو راہیں ہیں' ایک چھوٹی اور دوسری طویل' چھوٹی تو یہ ہے کہ خواہشات دنیا اور معصیت کو چھوڑ دے اور طویل راہ یہ ہے کہ خدا کے سوا سب سے کنارہ کش ہو جائے- اس نے عرض کیا کہ میں یہی طویل راہ اختیار کر رہا ہوں' اور اس کے بعد اپنی عبادت و ریاضت سے ابدالوں کے مقام تک پہنچ گیا-

حضرت ابو جعفر اعور نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں آپ کی مجلس میں موجود تھا- اور آپ جمادات کی فرمانبرداری کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرما رہے تھے- کہ جمادات اہل اللہ کے اس درجہ فرمانبردار ہوتے ہیں- کہ اگر میں اس سامنے والے تخت سے یہ کہہ دوں کہ پورے مکان کا چکر لگالے تو وہ ہرگز دریغ نہیں کر سکتا- یہ کہتے ہی سامنے والا تخت پورے مکان کا چکر لگا کر پھر اپنی جگہ قائم ہو گیا یہ واقعہ دیکھ کر ایک نوجوان نے روتے روتے اپنی جان دیدی اور آپ نے اسی تخت پر غسل دے کر دفن کر دیا- کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں مقروض ہو گیا ہوں- تو آپ نے ایک پتھر اٹھایا جو زمرد میں تبدیل ہو گیا اور وہی پتھر اس شخص کو دیدیا- چنانچہ اس نے چار سو درم میں فروخت کر کے اپنے قرض کی ادائیگی کر دی-

ایک شخص اولیاء کرام کو خبطی تصور کرتا تھا- تو آپ نے اپنی انگشتری دے کر فرمایا کہا اس کو بھٹیارے کی دوکان پر ایک دینار میں فروخت کر دو- لیکن بھٹیارے نے کہا کہ اس کی قیمت تو زیادہ مانگتا ہے- کچھ کم کر- پھر جب سنار کے یہاں پہنچا تو اس نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی- اور جب اس شخص نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ جس طرح بھٹیارہ انگشتری کی قیمت سے آشنا نہیں اسی طرح تم بھی مراتب اولیا سے نا آشنا ہو-

مسلسل دس سال تک آپ کو لزیز کھانوں کی خواہش رہی لیکن کبھی کھایا نہیں- ایک مرتب جب عید کی شب میں نفس نے تقاضا کیا کہ آج تو کوئی لزیز غذا ملنی ہی چاہئے تو فرمایا کہ اگر تو دو رکعت میں مکمل قرآن ختم کرلے تو میں تیری پوری خواہش کر دو گا نفس نے یہ آپ کی خواہش منظور کر لی- اور ختم قرآن کے بعد جب آپ لذیز غذائیں لے کر آئے تو پہلا ہی لقمہ اٹھا کر ہاتھ کھینچ لیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے- اور جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ پہلے ہی لقمہ پر نفس

نے خوش ہو کر کہا کہ آج دس برس کے بعد تیری خواہش پوری ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے لقمہ رکھ کر کہا کہ میں ہرگز تیری خواہش پوری نہیں کروں گا۔ لیکن اسی وقت ایک شخص عمدہ کھانے کی دیگ لیے ہوئے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت مفلس اور بال بچوں والا ہوں۔ مگر آج میں نے صبح کو عید کی وجہ سے لذیذ کھانا پکوایا اور سو گیا۔ چنانچہ خواب میں حضور اکرم کی زیارت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو محشر میں مجھ سے ملنے کا خواہشمند ہے۔ تو یہ کھانا ذوالنون کو دے' اور میرا یہ پیغام پہنچادے کہ وقتی طور پر اپنے نفس سے صلح کر کے ایک دو لقمہ یہ کھانا چکھ لے حضور کا یہ پیغام سن کر کہا کہ فرمانبردار کو اس میں کیا ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے تھوڑا سا کھانا چکھ لیا۔

جس وقت آپ بلند مراتب پر فائز ہو گئے تو لوگوں نے مراتب کی ناواقفیت کی بناء پر آپ کو زندیق کا خطاب دے کر خلیفہ وقت سے آپ کی شکایت کر دی۔ چنانچہ آپ کو بیڑیاں پہنا کر لے جا رہا تھا۔ تو ایک مغیفہ نے کہا کہ خوفزدہ نہ ہونا کیونکہ وہ بھی تمہاری ہی طرح خدا کا ایک بندہ ہے۔ اسی وقت راہ میں ایک بہشتی نے آپ کو خنک پانی سے سیراب کیا اور اس کے صلہ میں جب آپ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ اس کو ایک دینار دیدو۔ تو بہشتی نے عرض کیا کہ قیدیوں سے کچھ لینا بزدلی کی علامت ہے۔ اس کے بعد آپ کو دربار خلافت سے چالیس یوم کی قید ہو گئی۔ اور اسی عرصہ میں آپ کی ہمشیرہ روٹی کی ایک ٹکیہ روزانہ آپ کے پاس لیکر جاتیں۔ لیکن رہائی کے بعد ہر یوم کے حساب سے چالیس روٹیاں آپ کے پاس محفوظ تھیں اور جب آپ کی ہمشیرہ نے کہا کہ یہ تو جائز کمائی کی تھیں۔ پھر آپ نے کیوں نہیں کھائیں تو فرمایا کہ چونکہ داروغہ جیل بدباطن کا انسان ہے اس لئے اس کے ہاتھ سے بھجوائی ہوئی روٹی سے مجھے کراہت محسوس ہوئی۔ پھر جب آپ روانہ ہونے لگے تو گر پڑے اور سر میں شدید ضرب آئی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ خون کی ایک بوند بھی آپ کے لباس پر نہیں پڑی اور جو خون زمین پر گرا تھا وہ بھی غائب ہو گیا اور جب آپ خلیفہ کے روبرو پیش ہوئے تو اس کے سوالات کا دندان شکن جواب دے کر اہل دربار کو حیرت میں ڈال دیا چنانچہ خلیفہ نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور نہایت عزت کے ساتھ آپ کو مصر رخصت کیا۔

آپ کے ایک ارادت مند نے جس نے چالیس چلے کھینچے اور چالیس حج کئے' چالیس برس سویا نہیں اور مراقبہ کرتا رہا۔ عرض کیا کہ اتنی عبادت و ریاضت کے باوجود آج تک اللہ تعالیٰ مجھ سے کبھی ہم کلام نہیں ہوا اور نہ کبھی رموز خداوندی مجھ پر منکشف ہو سکے۔ لیکن نعوذ باللہ یہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں۔ بلکہ اپنی بدنصیبی کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھاؤ۔ اور عشاء کی نماز پڑھے بغیر آرام سے سو جاؤ۔ اس نے تعمیل حکم میں کھانا تو خوب اچھی طرح کھا لیا۔

لیکن نماز ترک کرنے کو قلب نے گوارا نہیں کیا۔ اس لئے نماز پڑھ کر سو گیا اور خواب میں حضور ﷺ اکرم کی زیارت ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سلام کے بعد فرماتا ہے۔ کہ ہماری بارگاہ سے نا امید لوٹنے والا نامراد ہے اور میں تیری چالیس سالہ ریاضت کا صلہ ضرور دوں گا۔ لیکن ذالنون کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دینا کہ ہم تجھے شہر بھر میں اس لیے ذلیل کریں گے کہ تو پھر کبھی ہمارے دوستوں کو فریب میں مبتلا نہ کر سکے' اور جب اپنا خواب حضرت ذوالنون کو سنایا تو ان کی آنکھوں سے مسرت کے آنسو نکل پڑے۔ لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ کوئی مرشد کیا کسی کو نماز نہ پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرشد بمنزلہ طبیب کے ہوا کرتا ہے۔ اور طبیب کبھی زہر سے بھی مریض کا علاج کرتا ہے۔ اور چونکہ آپ کو بخوبی یہ علم تھا کہ میرے کہنے سے ہرگز نماز ترک نہیں کر سکتا اس لئے آپ نے ایسا حکم دیا۔ اور اس کے علاوہ طریقت کی راہوں میں ایسے احوال بھی پیش آجاتے ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف ہوتے ہیں۔ لیکن در حقیقت وہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہوتے ہیں جس طرح حضرت خضر کو لڑکے کے قتل کا حکم دیا گیا۔ لیکن منشائے خداوندی یہی تھا۔ گویا بات اپنی جگہ مسلم ہے۔ کہ خلاف شرع کوئی کام نہ کیا جائے۔ لیکن راہ حقیقت میں ایسے احوال ضرور پیش آتے ہیں جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

کسی کمزور بدوی کو طواف کعبہ کرتے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کیا تو خدا کا محبوب ہے اس نے اثبات میں جواب دیا پھر پوچھا کہ وہ محبوب تجھ سے قریب ہے یا دور؟ اس نے جواب دیا کہ قریب ہے' پھر سوال کیا کہ وہ تجھ سے موافقت کرتا ہے۔ یا ناموافقت اس نے عرض کیا کہ موافقت کرتا ہے۔ یہ سن کر فرمایا کہ جب تو خدا کا محبوب بھی ہے۔ اور وہ تیرے قریب و موافق بھی ہے۔ تو پھر تو اس قدر کمزور کیوں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ دور رہنے والوں کے عذاب کی نسبت سے وہ لوگ زیادہ حیران و سرگردان رہتے ہیں۔ جنہیں قرب نصیب ہوتا ہے۔

ایک خود ساختہ خدا کے عاشق جس نے خود کو خدا کا دوست مشہور کر رکھا تھا۔ اس کی عیادت کے لئے آپ تشریف لے گئے تو اس نے کہا۔ کہ جو خدا کے عطا کردہ درد میں اذیت کا احساس کرے۔ وہ کبھی دوست نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر اس نے توبہ کرتے ہوئے کہا کہ آج سے میں کبھی خدا کا دوست نہیں کہوں گا۔ ایک شخص آپ کی عیادت کو حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دوست کا عطا کردہ درد بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس سے واقف ہوتے تو ایسی بے ادبی سے اس کا نام لیتے۔

اپنے احباب میں سے آپ نے کسی کو تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو نادانی کی چادر سے

ڈھانپ کر تمام دنیاوی چیزوں سے اس طرح بے خبر کر دے کہ ہم اس کو مرضی کے مطابق کام کریں۔ اور وہ ہم سے خوش رہے" آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں دوران سفر ایک برف پوش صحرا میں سے گذرا تو دیکھا کہ ایک آتش پرست ہر سمت دانہ بکھیر رہا ہے۔ اور جب آپ نے وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں چونکہ پرندوں کو کہیں سے بھی دانہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں ثواب کی نیت سے دانہ بکھیر رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ اس کے یہاں غیر کی روزی ناپسندیدہ ہے۔ لیکن اس نے عرض کیا کہ میرے لئے بس اتنا کافی ہے کہ وہ میری نیت کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے اس آتش پرست کو ایام حج میں نہایت ذوق و شوق کے ساتھ طواف کعبہ میں مصروف پایا اور طواف کے بعد اس نے مجھ سے کہا آپ نے دیکھا۔ کہ میں نے جو دانہ بکھرا تھا۔ اس کا ثمر کتنی بہتر شکل میں ملا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے پر جوش لہجہ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو نے چالیس برس آتش پرستی کرنے والے کو چند دانوں کے عوض اتنی عظیم نعمت کیوں عطا کر دی' ندا آئی کہ ہم اپنی مرضی کے مختار ہیں۔ ہمارے امور میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں۔

آپ نماز کی نیت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ تیری بارگاہ میں حاضری کے لئے کون سے پاؤں لاؤں اور کون سی آنکھوں سے قبلہ کی جانب نظر کروں اور کون سی زبان سے تیرا بھید بتاؤں اور تعریف کے وہ کون سے الفاظ ہیں جن سے تیرا نام لوں لہٰذا مجبوراً حیا کو ترک کر کے تیرے حضور حاضر ہو رہا ہوں اس کے بعد نیت باندھ لیتے اور اکثر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتے کہ مجھے آج جن مصائب کا سامنا ہے۔ وہ تو تیرے سامنے عرض کرتا رہتا ہوں۔ لیکن محشر میں اپنی بداعمالیوں سے جو اذیت پہنچے گی۔ اس کا اظہار کس سے کروں لہٰذا مجھے عذاب کی ندامت سے چھٹکارا عطا کر دے۔

ارشادات : آپ اکثر یہ فرمایا کرتے کہ پاکیزہ ہے وہ ذات جو عارفین کو دنیاوی وسائل سے بے نیاز کر دیتی ہے فرمایا کہ حجاب چشم ہی سب سے بڑا حجاب ہے۔ جس کی وجہ سے غیر شرعی چیزوں پر نظر نہیں پڑتی۔ فرمایا کہ شکم سیر کو حکمت حاصل نہیں ہوتی فرمایا کہ معصیت سے تائب ہو کر دوبارہ ارتکاب معصیت دوروغ گوئی ہے فرمایا کہ سب سے بڑا دولت مند وہ ہے جو تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو فرمایا قلیل کھانا جسمانی توانائی کا ذریعہ اور قلیل گناہ روحانی توانائی کا ذریعہ ہے فرمایا کہ مصائب میں صبر کرنا تعجب خیز نہیں بلکہ مصائب میں خوش رہنا تعجب کی بات ہے۔ فرمایا کہ خدا سے خوف کرنے والے ہدایت پاتے ہیں اور اس سے خائف ہونے والے گمراہ ہو جاتے ہیں اور درویشی سے ڈرنے والے قہرالٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ انسان پر چھ چیزوں کی وجہ سے بتائی آتی ہے (۱) اعمال صالحہ سے کوتاہی کرنا (۲) ابلیس کا فرمابردار' ہونا (۳) موت کو قریب نہ سمجھنا (۴) رضائے الٰہی

کو چھوڑ کر مخلوق کی رضامندی حاصل کرنا (۵) تقاضائے نفس پر سنت کو ترک کر دینا (٦) اکابرین کی غلطی کو سندھ بنا کر ان کا فضائل پر نظر نہ کرنا اور اپنی غلطی کو ان کے سر تھوپنا فرمایا کہ اہل تقوی کی صحبت سے لطف حیات حاصل ہوتا ہے۔ اور ایسے احباب بنانے چاہئیں اور جو تمہاری ناراضگی سے ناراض نہ ہوں فرمایا کہ اگر تم حصول معرفت کے خواہش مند ہو تو خدا سے ایسی دوستی کی مثال پیش کرو جیسی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ کی اور کبھی ذرہ برابر مخالفت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالٰی نے انہیں صدیق کے خطاب سے نوازا اور حب خداوندی کی نشانی بھی یہی ہے کہ کبھی اس کے حبیب کی مخالفت نہ کرے فرمایا کہ اس طبیب سے نااہل کوئی نہیں جو عالم مدہوشی میں مدہوشوں کا علاج کرے یعنی جس پر نشہ دنیا سوار ہو کر اس کو نصیحت کرنا بے سود ہے۔ لیکن جب ہوش ٹھکانے آجائے تو پھر اس سے توبہ کروانی چاہئے فرمایا کہ میں نے راہ اخلاص کی جانب لیجانے والی خلوت سے زاہد کسی شے کو افضل نہیں پایا فرمایا کہ پہلی قدم پر خدا کو کوئی نہیں پا سکتا۔ یعنی خدا کے ملنے تک خود کو طالب تصور کرتا ہے۔ فرمایا کہ خدا سے دوری اختیار کرنے والوں کی نیکیاں مقربین کی گناہوں کے برابر ہوتی ہیں۔ اور صدق دلی سے تائب ہونے کے بعد سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ کتنا اچھا ہوتا کہ خدا تعالٰی اپنے محبت کرنیوالوں کو اس وقت محبت سے نوازا تا ہے۔ جب ان کے دل خدشہ فراق سے خالی کر دیئے جاتے فرمایا کہ جس طرح ہر جرم کی ایک سزا ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح ذکر الٰہی سے غفلت کی سزا دنیاوی محبت ہے۔ فرمایا کہ جس چیز پر خود عمل پیرا ہو کر نصیحت کرے اسی کو صوفی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ عارفین اس لئے زیادہ خائف رہتے ہیں کہ لحہ بہ لحہ قرب الٰہی میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اور عارف کے اندر لگاتار تغیر ہوتا رہتا ہے اور عارف اپنی معرفت کی بنا پر ہمیشہ مودب رہتا ہے فرمایا کہ معرفت کی تین اقسام ہیں اول معرفت توحید جو تقریباً ہر مومن کو حاصل رہتی ہے دوم معرفت و حجت و بیان یہ حکماء علما کو ملتی ہے سوم صفات وحدانیت کی معرفت یہ صرف اولیاء کرام کے لئے مخصوص ہے جو نہ دوسروں کو حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ کوئی ان مراتب سے واقف ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کا دعویدار کاذب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عارف و معروف کی معرفت ایک ہو جانے کی وجہ سے معرفت کا مدعی دونوں حالتوں سے خالی نہیں کیونکہ یا تو وہ اپنے دعوی میں سچا ہے یا جھوٹا اگر سچا ہے تو اپنی تعریف خود کرنے کا مرتکب ہوتا ہے اور سچے لوگ کبھی اپنی تعریف خود نہیں کرتے جیسا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں تم سے افضل نہیں ہوں" اور اس ضمن میں حضرت ذوالنون فرماتے ہیں۔ کہ خداشناسی میرا گناہ عظیم ہے اور اگر تم اپنے دعوی میں سچے نہیں ہو تو پھر تمہیں عارف نہیں کہا جا سکتا۔ مختصر یہ کہ عارف کو اپنی

زبان سے عارف کہنا مناسب نہیں فرمایا کہ عارف کو جس قدر قربت حاصل ہو گی۔ اسی قدر سرگرداں رہے گا۔ جس طرح آفتاب سے قریب شے اس سے متاثر بھی زیادہ ہوتی ہے اور جس کی مثال مندرجہ ذیل شعر سے بھی ملتی ہے۔ :

نزدیک بلا رہائش بود حیرانی

نزدیک رہنے والوں کی حیرانی اس لئے زیادہ ہوتی ہے

کایشاں داند سیاست سلطانی

کیونکہ وہ بادشاہی سیاست کو جانتے ہیں

عارف کی پہچان : فرمایا کہ عارف کی شناخت یہ ہے کہ بغیر علم کے خدا کو جانے بغیر آنکھ کے دیکھے بغیر سماعت کے اس سے واقف ہو' بغیر مشاہدے کے اس کو سمجھے' بغیر صفت کے پہچانے اور بغیر کشف حجابات کے اس کا مشاہدہ کر سکے' یعنی ذات باری میں فنائیت کی یہ علامتیں ہیں' جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "میں جس کو دوست بناتا ہوں اس کا کان بن جاتا ہوں تاکہ وہ مجھ سے سنے' آنکھ بن جاتا ہوں تاکہ مجھ سے دیکھے' زبان بن جاتا ہوں تاکہ مجھ سے بات کرے اور ہاتھ بن جاتا ہوں تاکہ مجھ سے پکڑے (حدیث قدسی) آپ نے فرمایا کہ زاہدین سلطان آخرت ہوا کرتے ہیں اور ان کے دوست سلطان عارفین ہوتے ہیں فرمایا محبت الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیزیں اس سے دور رکھ دینے والی ہوں ان سے کنارہ کش رہے فرمایا کہ مریض قلب کی چار علامتیں ہیں اول عبادت میں لذت کا نہ ہونا' دوم خدا سے خوفزدہ نہ ہونا' سوم دنیاوی امور سے عبرت حاصل نہ کرنا' چہارم علم کی باتیں سننے کے بعد بھی ان پر عمل نہ کرنا فرمایا کہ قلب و روح سے خدا کا فرمانبردار بن جانے کو عبودیت کہا جاتا ہے فرمایا کہ عوام معصیت سے اور خواص غفلت سے توبہ کرتے ہیں لیکن توبہ کی بھی دو قسمیں ہیں اول توبہ انابت یعنی انسان کا خدا سے ڈر کر توبہ کرنا دوم توبہ استجابت بندے کا ندامت کی وجہ سے تائب ہونا یعنی اس پر نادم ہو کر میری ریاضت و عظمت خداوندی کے سامنے کچھ بھی نہیں پھر فرمایا کہ ہر ہر عضو کی توبہ کا جداگانہ طریقہ ہے مثلاً قلب کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیزوں کو ترک کر دے آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیز کی جانب نہ اٹھے کان کی توبہ یہ ہے کہ غیبت و بدگوئی سننے کی نیت نہ کرے' ہاتھ کی توبہ یہ ہے کہ غیر شرعی چیزوں کی جانب نہ اٹھے اور شرمگاہ کی توبہ یہ ہے کہ بدکاری سے کنارہ کش رہے پھر فرمایا کہ وہ فقر جس میں کدورت و غبار ہو' میرے نزدیک نخوت تکبر سے زیادہ بہتر ہے فرمایا کہ ندامت کا مفہوم یہ ہے کہ ارتکاب

معصیت کے بعد خوف سزا باقی رہے اور تقوی کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو معصیت و نافرمانی میں مبتلا نہ کرے اور باطن کو لغویات سے محفوظ رکھتے ہوئے ہمہ وقت اللہ تعالٰی کا تصور قائم رکھے یعنی ہر لمحہ یہ تصور کرتا رہے کہ وہ ہمارے تمام افعال کی نگرانی کر رہا ہے اور ہم اس کے سامنے ہیں فرمایا کہ جس پر شمشیر صدق چل جاتی ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے فرمایا کہ مراقبہ کا مفہوم یہ ہے کہ بہترین اوقات کو اللہ تعالٰی پر قربان کر دے اور اس کو عظیم جانے جس کو خدا نے عظمت عطا کی ہو' اور اس کی جانب رخ بھی نہ کرے جس کو اس نے ذلیل و رسوا کر دیا ہو فرمایا کہ حالت وجد بھی ایک راز ہے اور سماع علاج نفس ہے اور جو حقانیت سے شریک سماع ہوتا ہے وہ اہل حق میں سے ہوتا ہے۔

توکل : فرمایا کہ توکل نام ہے خدا پر اعتماد رکھتے ہوئے کسی سے کچھ طلب نہ کرنے اور بندہ بن کر مالک کی اطاعت کرنے اور تدابیر و تکبر ترک کر دینے کا' اور انس نام ہے خدا کے محبوبوں سے محبت کرنے اور ان کی محبت حاصل کرنے کا' اور جس وقت اولیاء کرام پر غلبہ انس ہوتا ہے تو ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے اللہ تعالٰی زبان نور میں ان سے ہمکلام ہے اور غلبہ ہیبت ہوتا ہے تو پھر نور کے بجائے زبان نار سے باتیں ہوتی ہیں اور خدا کے مونس کی شناخت یہ ہوتی ہے کہ آگ میں ڈال دینے کے بعد بھی حوصلے میں کمی نہ آئے اور انس خداوندی کی نشانی یہ ہے کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو جائے فرمایا کہ تدبیر و تفکر عباد اور خواہشات کی مخالفت خدا سے ملاقات کی آئینہ دار ہے اور جو بندہ دل کے ذریعہ فکر کرتا ہے وہ عالم غیب میں روح کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ پھر فرمایا کہ رضا نام شدت موت پر راضی رہنے اور مصائب میں دوستی کا دعوی کرنے کا' اور جو قضا و قدر پر راضی رہتا ہے وہ اپنے نفس سے واقف ہو جاتا ہے۔

اخلاص : فرمایا کہ اخلاص میں جب تک صدق و صبر شامل نہ ہو اس وقت تک اخلاص مکمل نہیں ہوتا اور خود کو ابلیس سے محفوظ رکھنے کا نام بھی اخلاص ہے اور اہل اخلاص وہ ہوتے ہیں جو اپنی تعریف سے خوش اور اپنی برائی سے ناخوش نہ ہوں اور اپنے اعمال صالحہ کو اس طرح فراموش کر دیں کہ روز محشر اللہ تعالٰی سے ان کا بدلہ بھی طلب نہ کریں، لیکن خلوت میں اخلاص کا قائم رکھنا بہت دشوار ہے۔

یقین : فرمایا کہ آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والے کی مثال علم جیسی ہے اور قلب سے دیکھنے والے کی مثال یقین جیسی ہے اور یقین کا ثمر صبر ہے اور یقین کی بھی تین علامتے ہیں اول

ہر شے میں خدا کو دیکھنا دوم اپنے تمام امور میں اسی سے رجوع کرنا' سوم ہر حال میں اس کی اعانت طلب کرنا' یقین آرزوؤں میں کمی کر دیتا ہے اور آرزوؤں کی قلت زہد کی تلقین کرتی ہے اور زہد حکمت کا علمبردار ہے۔ اور حکمت شجر انجام کو پھل دار کرتی ہے اور تھوڑا سا یقین بھی پوری دنیا سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ ترقی آخرت کی جانب لے جاتا ہے اور اس سے عالم ملکوت کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے اور اہل یقین کی شناخت یہ ہے کہ مخلوق کی مخالفت کرتے ہوئے نہ تو اس کی تعریف کرے اور نہ اس کی سخاوت سے فائدہ اٹھائے اور اگر مخلوق درپے آزار ہو جائے تو اپنی ذات سے کو اذیت نہ پہنچائے کیونکہ جس کو خالق کی قربت حاصل ہو وہ مخلوق سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا فرمایا کہ حق بینی کا دعویدار نہ صرف محرومی کا شکار ہوتا ہے بلکہ اس کا دعوی بھی جھوٹا ہوتا ہے کیونکہ حق بین بندہ اظہار کر معیوب تصور کرتا ہے فرمایا کہ کوئی مرید اس وقت تک صحیح معنوں میں مرید نہیں ہوتا جب تک خدا کے بعد مرشد کا اطاعت گذار نہ ہو' اور جو بندہ وسواس قلبی ختم کرنے کے بعد مراقبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی عظمت عطا کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ خدا سے خوف رکھنے والا اسی کی جانب متوجہ رہتا ہے اور جو اس کی جانب متوجہ ہو جائے اس کو نجات حاصل ہو گئی اور قناعت پذیر بندہ لذت و کیف میں غرق ہو کر سب کا سردار بن جاتا ہے اور جو بندہ لغو کاموں میں تکلیف برداشت کرتا ہے وہی چیز اس کے بعد کار آمد ثابت ہوتی ہے۔

اقوال زریں : فرمایا کہ خدا سے خائف رہنے والے کے قلب میں خدا کی محبت اس طرح جاگزین ہو جاتی ہے کہ اس کو عقل کامل عطا کر دی جاتی ہے اور جو مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ شدید مشکلات میں گھرتا چلا جاتا ہے اور جو بے سود چیزوں کے حصول کی سعی کرتا ہے وہ اس شے کو کھو دیتا ہے جس کو اس سے فائدہ پہنچ سکتا فرمایا اگر تمہیں حق بات پر تھوڑا سا رنج بھی ہوتا ہے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ تمہارے نزدیک حق کا درجہ بہت کم ہے۔ فرمایا کہ جس کا ظاہر' باطن کا آئینہ دار نہ ہو اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو۔ پھر فرمایا کہ یاد الٰہی کرنے والا خدا کے سوا ہر شے کو خود بخود بھولتا چلا جاتا ہے۔

مفید جوابات : جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے خدا کو کیسے شناخت کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے اس کی ذات و صفات سے شناخت کیا اور مخلوق کو اس کے رسول کی وجہ سے پہچانا کیونکہ خدا کو تو خالق ہونے کی وجہ سے شناخت کیا جا سکتا ہے اور رسول چونکہ مخلوق

ہے اس لئے مخلوق کو اس کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے پھر لوگوں نے سوال کیا کہ بندہ خدا سے کس وقت اعانت طلب کرتا ہے۔ فرمایا کہ نفس و تدابیر سے عاجز آ کر۔

نصائح : فرمایا کہ ایسے اہل اخلاص کی صحبت اختیار کرو جو ہر حال تمہارے شریک رہیں اور تمہاری تبدیلی سے بھی ان میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہو۔ فرمایا کہ بندہ اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ جب تک پانچ چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو' اول ٹھوس استقامت' دوم ٹھوس اجتہاد' سوم ظاہری و باطنی دونوں طریقوں سے خدا تعالیٰ کا مراقبہ' چہارم موت کے انتظار میں توشہ آخرت کے حصول میں مصروف رہنا۔ پنجم قیامت سے قبل اپنا محاسبہ کرتے رہنا۔

خوف : فرمایا کہ خوف الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر شے سے بے خوف ہو جائے اور دنیا میں وہی محفوظ رہتا ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ توکل نام ہے مخلوق سے ترک حرص کا اور دنیاوی وسائل کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانے اور نفس کو ربوبیت سے جدا کر کے عبودیت کی جانب مائل ہو جانے کا پھر فرمایا کہ بے طینت کو غم بھی زیادہ ہوتا ہے اور دنیا نام ہے خدا سے غافل کر دینے کا۔ فرمایا کہ وہ کمینہ ہے جو خدا کے راستہ میں ناواقف ہوتے ہوئے بھی کسی سے معلومات نہ کرے۔

حضرت یوسف بن حسین نے آپ سے پوچھا کہ کیسی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا کہ جس میں من و تو کا خطرہ نہ ہو اور نفس کی مخالفت میں خدا کے موافق بن جاؤ۔ اور کسی کو کمتر تصور مت کرو خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی تائب ہو کر مقبول بارگاہ ہو جائے۔

نصیحت و وصیت : کسی نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ اپنے ظاہر کو خلق کے اور باطن کو خالق کے حوالے کر دو اور خدا سے ایسا تعلق قائم کرو جس کی وجہ سے وہ تمہیں مخلوق سے بے نیاز کر دے اور یقین پر کبھی شک کو ترجیح نہ دو' اور جس وقت تک نفس اطاعت پر آمادہ نہ ہو مسلسل اس کی مخالفت کرتے رہو اور مصائب میں صبر کرتے ہوئے زندگی خدا کی یاد میں گذار دو' پھر دوسرے شخص کو یہ وصیت فرمائی کہ قلب کو ماضی و مستقبل کے چکر میں نہ ڈالو یعنی گذرے ہوئے اور آنے والے وقت کا تصور قلب سے نکال کر صرف حال کو غنیمت جانو۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ صوفی کی کیا تعریف ہے فرمایا کہ جو ترک دنیا کر کے

خدا کو محبوب بنالے اور خدا بھی اس کو اپنا محبوب سمجھے' پھر کسی نے کہا کہ مجھ کو خدا کا راستہ دکھا دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیری رسائی سے بہت دور ہے لیکن اگر کسی کو واقعی قرب مطلوب ہو تو پھر وہ پہلے ہی قدم پر مل جاتا ہے اور جس کو ہم پہلے ہی تفصیلی طور پر بیان کر چکے ہیں پھر کسی نے عرض کیا کہ آپ کو اپنا دوست تصور کرتا ہوں تو فرمایا کہ صرف خدا سے دوستی کرو اور اسی کی دوستی تمہارے لیے کافی ہے اور اگر تم حق شناس نہیں ہو تو کسی ایسے کی جستجو کرو جو تمہیں حق سے شناسا کرادے کیونکہ میری دوستی تمہارے لیے سودمند نہیں ہو سکتی فرمایا کہ جس کو حدود معرفت معلوم ہو جاتی ہے وہ خود گم ہو جاتا ہے کسی نے دریافت کیا کہ عارف کی تعریف کیا ہے فرمایا کہ جس میں پہلے تحیر ہو اور بعد میں اتصال حق ہو جائے اسی وقت عارف کو حیات دائمی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کو ہمہ اوقات یاد الٰہی اور وصال حاصل رہتا ہے اور نفس کی معرفت یہ ہے کہ ہمیشہ نفس سے بدظن رہے کبھی اس سے حسن ظن نہ رکھے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ خدا سے کوئی بھی دور نہیں ہے کیونکہ ستر سال بحر وحدانیت میں غوطہ زن رہنے کے بعد بھی گمان کے سوا کچھ نہ حاصل ہو سکا۔

منقول ہے کہ موت کے قریب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کی کسی چیز کو طبیعت چاہتی ہے فرمایا میری خواہش صرف یہ ہے کہ موت سے قبل مجھے آگاہی حاصل ہو جائے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

الخوف امرضنی والشوق احرقنی

خوف نے مجھے بیمار کر دیا اور شوق نے مجھے جلا ڈالا

الحب افنانی واللہ احیانی

محبت نے مجھے فنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جلا دیا

اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی اور کچھ ہوش آنے کے بعد جب یوسف بن حسین نے وصیت کرنے کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ اس وقت میں خدا کے احسانات میں گم ہوں اس وقت کوئی بات نہ کرو۔ اس کے بعد انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

روایات : آپ کے انتقال کی شب میں ستر اولیاء کرام کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ میں خدا کے دوست ذوالنون مصری کے استقبال کیلئے آیا ہوں۔

انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کی پیشانی پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ وھذا قتیل اللہ مات من سیف اللہ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں مرگیا ہے اور یہ مقتول ہے جو اللہ تعالیٰ کی تلوار سے مرا ہے' دھوپ کی شدت کی وجہ سے آپ کے جنازے پر پرندے سایہ فگن ہو گئے تھے۔ جس طرف سے آپ کا جنازہ گذرا وہاں مسجد میں مؤذن اذان دے رہا تھا اور جس وت وہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ پر پہنچا تو آپ نے شہادت کی انگلی اٹھا دی جس کی وجہ سے لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید "آپ حیات ہیں۔ لیکن جب جنازہ رکھ کر دیکھا تو آپ مردہ تھے اور انگشت شہادت اٹھی ہوئی تھی اور بہت کوشش کے باوجود بھی سیدھی نہیں ہوئی چنانچہ اسی طرح آپ کو دفن کر دیا گیا اور آپ کی یہ کرامت دیکھ کر اہل مصر آپ کو مسلسل اذیت پہنچانے پر بے حد نادم ہوئے اور انہوں نے اپنی غلطیوں سے توبہ کی۔

باب نمبر ⟸ 14

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ بہت بڑے اولیاء اور مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور ریاضت و عبادت کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کیا اور احادیث بیان کرنے میں آپ کو درک حاصل تھا۔ حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ حضرت بایزید کو اولیاء میں وہی اعزاز حاصل ہے جو حضرت جبرائیل کو ملائکہ میں اور مقام توحید میں تمام بزرگوں کی انتہا آپ کی ابتدا ہے کیونکہ ابتدائی مقام میں ہی لوگ سرگرداں ہو کر رہ جاتے ہیں جیسا کہ حضرت بایزید کا قول ہے کہ اگر لوگ دو سو سال تک بھی گلشن معرفت میں سرگشتہ رہیں جب کہیں جا کر ان کو ایک پھول مل سکتا ہے جو مجموعی طور پر ابتدا ہی میں مجھے مل گیا۔ شیخ ابو سعید کا قول ہے کہ میں پورے عالم کو آپ کے اوصاف سے پر دیکھتا ہوں لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے مراتب کو کوئی نہیں جانتا۔

آپ کے دادا آتش پرست تھے اور والد بزرگوار کا بسطام کے عظیم بزرگوں میں شمار ہوتا تھا اور آپ کی کرامات کا ظہور شکم مادر ہی میں ہونے لگا تھا کیونکہ آپ کی والدہ فرماتی تھیں کہ جس وقت بایزید میرے شکم میں تھا تو اگر کوئی مشتبہ غذا میرے شکم میں چلی جاتی تو اس قدر بیکلی اور بے چینی ہوتی کہ مجھے حلق میں انگلی ڈال کر نکالنا پڑتی حضرت بایزید کا قول ہے کہ راہ طریقت میں سب سے بڑی دولت وہ ہے جو مادر زاد ہو' اس کے بعد چشم بینا اور اس کے بعد گوش ہوش لیکن اگر یہ تینوں

چیزیں حاصل نہ ہوں تو پھر اچانک مرجانا بہتر ہے۔

جب آپ مکتب میں داخل ہوئے اور آپ نے سورہ لقمان کی یہ آیت پڑھی کہ ان اشکرلی ولوالدیک یعنی میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا اس وقت اپنی والدہ سے آکر فرمایا کہ مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا لہٰذا آپ مجھے خدا سے طلب کرلیں تاکہ میں آپ کا شکر ادا کرتا رہوں یا پھر خدا کے سپرد کردیں تاکہ اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤں' والدہ نے فرمایا کہ میں اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں چنانچہ اس کے بعد آپ شام کی جانب نکل گئے اور وہیں ذکر و شغل کو جزو حیات بنالیا اور مکمل تین سال شام کے میدانوں اور صحراؤں میں زندگی گذار دی اور اس عرصہ میں یاد الٰہی کی وجہ سے کھانا پینا سب ترک کردیا نہ صرف یہ کہ ایک سو سترہ مشائخ سے بھی نیاز حاصل کر کے ان کے فیوض سے سیراب ہوئے انہیں مشائخ میں حضرت امام جعفر صادق بھی شامل ہیں۔

حالات : ایک مرتبہ آپ حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اے بایزید فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھالاؤ آپ نے دریافت کیا کہ وہ طاق کس جگہ ہے امام جعفر نے فرمایا کہ اتنے عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا۔ آپ نے عرض کیا کہ طاق تو کجا میں نے تو آپ کے روبرو کبھی سر بھی نہیں اٹھایا اس وقت امام جعفر نے فرمایا کہ اب تم مکمل ہو چکے لہٰذا بسطام واپس چلے جاؤ۔

ایک مقام پر آپ کسی بزرگ سے نیاز حاصل کرنے پہنچے تو جس وقت آپ ان کے نزدیک ہو گئے تو دیکھا کہ انہوں نے قبلہ کی جانب تھوک دیا' یہ دیکھ کر آپ ملاقات کیے بغیر واپس آگئے اور فرمایا کہ اگر وہ بزرگ طریقت کے درجوں کو جانتا تو شریعت کے منافی کام نہ کرتا اور آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ مسجد جاتے وقت راستے میں بھی نہ تھوکتے' سفر حج میں چند قدموں کے بعد آپ نماز ادا کرتے ہوئے فرماتے کہ بیت اللہ دنیاوی بادشاہوں کا دربار نہیں جہاں انسان ایک دم پہنچ جائے اس طرح آپ پورے بارہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے لیکن حج کے بعد مدینہ منورہ تشریف نہیں لے گئے اور فرمایا کہ یہ کوئی معقول بات نہیں کہ حج کے طفیل میں مدینہ منورہ جاؤں' اس کی زیارت کے لیے انشاء اللہ پھر کسی دوسرے موقع پر حاضر ہوں گا' چنانچہ جب دوسرے سال مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو صدہا افراد آپ کے ہمراہ ہو گئے لیکن آپ نے ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک دن نماز فجر کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا کہ میں تو خدا ہوں اس کے باوجود بھی لوگ میری پرستش نہیں کرتے یہ سنتے ہی لوگ آپ کو پاگل سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے لیکن درحقیقت یہ الفاظ

آپ نے لسان غیب سے فرمائے تھے۔ ایک مرتبہ راہ میں آپ کو ایک ایسی کھوپڑی پڑی ہوئی مل گئی جس پر یہ تحریر تھا۔ صم بکم عم فھم لا یعقلون یعنی وہ گونگے بہرے اور اندھے ہیں اس لیے کہ وہ عقل نہیں رکھتے یہ پڑھتے ہی آپ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور ہوش آنے کے بعد اس کھوپڑی کو بوسہ دے کر فرمایا کہ یہ ایسے صوفی کی ہے کہ جو ذکر الٰہی میں اس درجہ سرگرداں ہو گیا کہ نہ تو کان رہے جس سے اللہ کی بات سنے نہ زبان جس سے اس کا ذکر کر سکے اور نہ آنکھ رہی جس سے اس کا جمال دیکھ سکے۔

حضرت ذوالنون مصری نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم رات کو سکون اور چین کے ساتھ نیند لے کر اہل قافلہ سے پیچھے رہ جاتے ہو آپ نے جواب دیا کہ پوری رات سکون کی نیند لینے کے بعد اہل قافلہ سے بچھڑ کر جو پہلے منزل پر پہنچ جائے وہی کامل ہوتا ہے یہ سن کر ذوالنون نے کہا کہ یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ انھیں مبارک فرمائے۔

مدینہ منورہ سے سفر میں آپ نے اپنے اونٹ پر بے حد بوجھ لاد لیا اور جب لوگوں نے کہا کہ جانور پر اس قدر بوجھ لادنا شان بزرگی کے خلاف ہے تو فرمایا کہ پہلے آپ لوگ غور سے دیکھ لیں کہ بوجھ اونٹ کے اوپر ہے بھی یا نہیں چنانچہ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ پورا بار اونٹ کی کمر سے اوپر تھا، یہ دیکھ کر جب لوگ حیرت زدہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنا حال پوشیدہ رکھتا ہوں تو دوسروں کو خبر نہیں ہوتی اور یہ ظاہر کر دیتا ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں ان حالات میں بھلا میں تمہارے ہمراہ کیسے رہ سکتا ہوں اور جب زیارت مدینہ سے فارغ ہوئے اور والدہ کی خدمت کا تصور آیا تو بسطام کے لیے روانہ ہو گئے اور جب اہل شہر کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو کافی فاصلہ پر آپ کے استقبال کے لیے پہنچ گئے لیکن اس وقت آپ کو یہ پریشانی ہو گئی کہ اگر لوگوں سے ملاقات کرتا رہوں تو یاد الٰہی میں غفلت ہو گی۔ لہٰذا آپ نے ان لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے یہ ترکیب کی کہ رمضان کے باوجود دوکان سے کھانا خرید کر کھانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی تمام عقیدت مند واپس ہو گئے اور آپ نے فرمایا میں نے اجازت شرعی پر عمل کیا لیکن لوگ مجھے برا سمجھ کر منحرف ہو گئے۔

جب سفر سے واپسی میں مکان کے دروازے پر پہنچے اور دروازے سے کان لگا کر سنا تو والدہ وضو کرتے ہوئے یہ کہہ رہی تھیں کہ یا اللہ میرے مسافر کو راحت سے رکھنا اور بزرگوں نے اس کو خوش رکھ کر اچھا بدلہ دینا یہ سن کر پہلے تو آپ روتے رہے پھر دروازے پر دستک دیدی تو والدہ نے پوچھا کون ہے عرض کیا کہ آپ کا مسافر چنانچہ انہوں نے دروازہ کھول کر ملاقات کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اس قدر طویل سفر اختیار کیا کہ روتے روتے میری بصارت ختم ہو گئی اور غم سے کمر جھک

گئی آپ نے فرمایا کہ جس علم کو میں نے بعد کے لیے چھوڑا تھا وہ پہلے ہی ہو گیا اور وہ میری والدہ کی خوشنودی تھی۔

والدہ کی برکت : آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جتنے بھی مراتب حاصل ہوئے سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا" لیکن اتفاق سے اس وقت گھر میں قطعاً" پانی نہیں تھا چنانچہ میں گھڑا لے کر نہر سے پانی لایا مگر میری آمد و رفت کی تاخیر کی وجہ سے والدہ کو پھر نیند آ گئی اور میں رات بھر پانی لئے کھڑا رہا حتی کہ شدید سردی کی وجہ سے وہ پانی پیالے میں منجمد ہو گیا اور جب والدہ کی بیداری کے بعد میں نے انہیں پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے پانی رکھ دیا ہوتا اتنی دیر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت تھی میں نے عرض کیا کہ محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ کہیں بیدار ہو کر پانی نہ پئیں اور آپ کو تکلیف پہنچے یہ سن کر انہوں نے مجھے دعائیں دیں اسی طرح ایک رات والدہ نے فرمایا کہ دروازے کا ایک پٹ کھول دو۔ لیکن میں رات بھر اسی پریشانی میں کھڑا رہا کہ نہ معلوم داہنا پٹ کھولوں یا بایاں کیونکہ اگر ان کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھل گیا تو حکم عدول میں شمار ہو گا انہیں خدمتوں کی برکت سے یہ مراتب مجھ کو حاصل ہوئے۔

ریاضت : آپ فرمایا کرتے کہ میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا جس کے بعد میرا آئینہ بن گیا پھر پانچ سال مختلف قسم کی عبادات سے اس پر قلعی چڑھاتا رہا پھر ایک سال تک جب میں نے خود اعتمادی کی نظر سے اس کا مشاہدہ کیا تو اس میں تکبر و خود پسندی کا مادہ موجود پایا چنانچہ پھر مسلسل پانچ سال تک سعی بسیار کے بعد اس کو مسلمان بنایا اور جب اس میں خلائق کا نظارہ کیا تو سب کو مردہ دیکھا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان سے اس طرح کنارہ کش ہو گیا جس طرح لوگ نماز جنازہ پڑھ کر قیامت کے لیے مردے سے جدا ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد مجھے خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔

آپ مسجد میں داخلے سے قبل دروازے پر کھڑے ہوئے گریہ زاری کرتے رہتے تھے اور جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ میں خود کو حائضہ عورت کی طرح نجس تصور کرتے ہوئے روتا ہوں کہ کہیں میرے داخلے سے مسجد نجس نہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ آپ سفر حج پر روانہ ہو کر چند منزل پہنچنے کے بعد پھر واپس آ گئے اور جب لوگوں نے ارادہ توڑنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ راستے میں مجھے ایک حبشی مل گیا اور اس نے مجھے اصرار کے ساتھ یہ کہا کہ خدا کو بسطام میں چھوڑ کر کیوں جاتا ہے چنانچہ میں واپس آ گیا۔

حج کے سفر میں کسی نے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے؟ فرمایا حج کا پھر اس نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کچھ رقم ہے؟ فرمایا دو سو دینار اس نے عرض کیا کہ میں مفلس ہوں اور عیالدار ہوں لہٰذا یہ رقم مجھ کو دے کر سات مرتبہ میرا طواف کر لیجئے تو اسی طرح آپ کا حج ہو جائے گا آپ نے اسی کے کہنے پر عمل کیا اور وہ رقم لے کر رخصت ہو گیا۔

جب آپ کے مراتب میں اضافہ ہونے لگا اور آپ کا کلام عوام کے ذہنوں سے بالاتر ہو گیا تو آپ کو سات مرتبہ بسطام سے نکالا گیا اور جب آپ نے نکالنے کی وجہ پوچھی تو کہا گیا کہ تم نہایت برے انسان ہو آپ نے فرمایا کہ جس شہر کا سب سے برا انسان بایزید ہو وہ شہر سب سے اچھا ہے۔

ایک شب آپ عبادت خانہ کی چھت پر پہنچے اور دیوار پکڑ کر پوری رات خاموش کھڑے رہے جس کی وجہ سے آپ کو پیشاب میں خون آ گیا اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس کی دو وجوہ ہیں اول یہ کہ آج میں خدا کی عبادت نہیں کر سکا دوم یہ کہ ایام طفولیت میں مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تھا چنانچہ ان دونوں چیزوں سے ایسا خوفزدہ تھا کہ میرا قلب خون ہو گیا اور وہ خون پیشاب کے راستے سے نکلا۔

عبادت کے اوقات میں آپ کو یہ خوف لاحق رہتا کہ کہیں کسی کی آواز سے میری عبادت میں خلل واقع نہ ہو جائے اس لیے مکان کے تمام سوراخ بند کر دیتے تھے۔ عیسٰی بسطامی کا قول ہے کہ میں تیس سال آپ کے ساتھ رہا لیکن کبھی آپ کو بات کرتے نہیں دیکھا اور آپ کی یہ عادت تھی کہ زانو میں سر دیے رہتے اور جب سر اٹھاتے تو پھر فوراً ہی سرد آہ کھینچ کر زانو پر رکھ لیتے اور حضرت سہلکی فرماتے ہیں کہ عیسٰی بسطامی نے جیسا بیان کیا وہ قبض کی کیفیت ہو گی۔ ویسے آپ حالت بسط میں لوگوں سے باتیں کرتے اور فیض بھی پہنچاتے تھے۔

کیفیت وجد : ایک مرتبہ حال وجد میں آپ نے یہ کہہ دیا کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی میں پاک ہوں اور میری شان بہت بڑی ہے اور جب اختتام وجد کے بعد ارادت مندوں نے سوال کیا کہ یہ جملہ آپ نے کیوں کہا؟ فرمایا کہ مجھے تو علم نہیں کہ میں نے ایسا کوئی جملہ کہا ہو۔ لیکن اگر آئندہ اس قسم کا کوئی جملہ میری زبان سے نکل جائے تو مجھے قتل کر ڈالنا، اس کے بعد دوبارہ حالت وجد میں پھر آپ نے یہی جملہ کہا۔ جس پر آپ کے مریدین قتل کر دینے پر آمادہ ہو گئے لیکن پورے مکان میں انھیں ہر سمت بایزید ہی بایزید نظر آئے اور جب انھوں نے چھریاں چلانی شروع کیں تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پانی پر چھریاں چل رہی ہوں اور آپ کے اوپر اس کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوا، پھر جب کچھ وقفہ کے بعد وہ صورت رفتہ رفتہ ختم ہوتی چلی گئی تو دیکھا کہ آپ محراب میں کھڑے ہیں

اور جب مریدین نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اصل بایزید تو میں ہوں اور جن کو تم نے دیکھا وہ بایزید نہیں تھے لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ انسانی جسم اس قدر طویل کیسے ہو سکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ حضرت آدم جس وقت دنیا میں تشریف لائے اور طوالت کی وجہ سے ان کا سر آسمان سے ٹکراتا تھا اور جب حکم الٰہی سے حضرت جبرائیل نے ان کے سر پر اپنا پر مارا اس وقت آپ کا قد چھوٹا ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ جب اس کو بڑے جسم کے چھوٹا کر دینے پر قدرت ہے تو چھوٹے جسم کو بھی بڑا کر دینا اس کی قدرت میں داخل ہے اسی طرح جب تک بچہ شکم مادر میں رہتا ہے تو اس کا وزن بہت ہلکا ہوتا ہے لیکن ولادت ہوتے ہی وزن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مگر ان چیزوں کو سمجھنے کے لیے مراتب کی واقفیت بہت ضروری ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک لال رنگ کا سیب ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ تو بہت ہی لطیف ہے چنانچہ اسی وقت غیب سے ندا آئی کہ ہمارا نام سیب کے لیے استعمال کرتے ہوئے حیا نہیں آتی' اور اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے چالیس دن کے لیے اپنی یاد آپ کے قلب سے نکال دی۔ لیکن اس کے بعد آپ نے قسم کھالی کہ اب کبھی بسطام کا پھل نہیں کھاؤں گا۔

غلط فہمی : ایک مرتبہ آپ کو یہ تصور ہو گیا کہ میں بہت بڑا بزرگ اور شیخ وقت ہو گیا ہوں۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ خیال بھی آیا' کہ میرا یہ جملہ فخر و تکبر کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ فوراً خراسان کا رخ کیا اور اچانک منزل پر پہنچ کر دعا کی کہ اے اللہ جب تک ایسے کامل بندے کو نہیں بھیجے گا جو مجھ کو میری حقیقت سے روشناس کرا سکے اس وقت تک یہیں پڑا رہوں گا اور جب تین شب و روز اسی طرح گذر گئے تو چوتھے دن ایک شخص اونٹ پر آیا جس کو آپ نے ٹھہرنے کا اشارہ کیا لیکن اس اشارے کے ساتھ اونٹ کے پاؤں زمین میں دھنستے چلے گئے اور جو اس پر سوار تھا اس نے غصے کے انداز میں کہا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی کھلی ہوئی آنکھ کو بند کر لوں اور بند آنکھ کھول دو' اور بایزید سمیت پورے بسطام کو غرق کر دوں یہ سن کر آپ کے ہوش اڑ گئے اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ جس وقت تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اس وقت میں یہاں سے تین ہزار میل دور تھا اور اس وقت میں سیدھا وہیں سے چلا آرہا ہوں۔ لٰہذا تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ اپنے قلب کی نگرانی کرتے رہو یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

آپ مسجد میں چالیس برس مقیم رہے لیکن اس درجہ محتاط تھے کہ مسجد کا اور مسجد سے باہر کا لباس جدا جدا ہوتا تھا اور اس عرصہ میں سوائے مسجد کی دیوار کی آپ نے کسی چیز سے ٹیک نہیں لگائی آپ فرمایا کرتے کہ میں نے چالیس برس تک عام انسانوں کی غذا چکھی تک نہیں کیونکہ میرا رزق

کہیں اور سے آتا تھا اور اس دوران اپنے قلب کی نگرانی میں مصروف رہا' اس کے بعد جب غور کیا تو ہر سمت بندگی اور خدائی نظر آئی' پھر تیس سال خدا کی جستجو میں گزارے اس کے بعد خدا کو طالب اور خود کو مطلوب پایا اور اب تیس سال سے یہ کیفیت ہے کہ جب خدا کا نام لینا چاہتا ہوں تو پہلے تین مرتبہ اپنی زبان کو دھو لیتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ نے جب آپ سے سوال کیا کہ خدا کی جستجو میں سب سے زیادہ دشوار مقام آپ کو کیا نظر آیا۔ فرمایا کہ خدا کی اعانت کے بغیر قلب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت دشوار ہے اور جب اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے تو پھر سعی کے بغیر بھی قلب اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مجھے اس وقت ایک خاص کشش سے محسوس ہونے لگتی ہے پھر رفتہ رفتہ اللہ نے وہ مراتب عطا کیے جو آپ پر بھی ظاہر ہیں اور ظاہر میں بھی اس کی علامتیں پائی جاتی ہیں اور جس وقت آپ کے اوپر خوف طاری ہوتا تو پیشاب میں خون آنے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ حاضر ہوئے تو آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ میں نے بہت کوشش کی کہ تمہیں دینے کے لیے کوئی چیز مل جائے لیکن نہیں مل سکی۔

حضرت بو تراب بخشی کا ایک ارادت مند اپنی ریاضت کے اعتبار سے بہت بلند تھا' اور آپ اس سے یہ فرمایا کرتے کہ حضرت بایزید کی صحبت تیرے لیے زیادہ سود مند ہو گی' لیکن وہ عرض کرتا کہ میں تو بایزید کے خدا کو دن میں سو مرتبہ دیکھتا ہوں ان سے بھلا مجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے' حضرت بو تراب نے فرمایا کہ ابھی تک تو نے اپنے پیمانے کے مطابق خدا کا دیدار کیا ہے لیکن ان کی توجہ کے بعد ایسا دیدار ہو گا جس طرح دیدار کا حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مختلف طریقوں سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ محشر میں ایک خاص تجلی تو حضرت صدیق اکبر پر ڈالے گا اور ایک تجلی پوری مخلوق پر۔ یہ سننے کے بعد اس مرید کے قلب میں حضرت بایزید کا اشتیاق دیدار پیدا ہوا۔ اور اپنے مرشد کے ہمراہ جس وقت آپ کے مکان پر پہنچا تو آپ کہیں سے پانی بھرنے گئے ہوئے تھے اور جب یہ دونوں ان کی تلاش میں چلے تو دیکھا کہ آپ ایک ہاتھ میں گھڑا اور ایک ہاتھ میں پوستین لٹکائے چلے آ رہے ہیں' لیکن اس مرید پر آپ کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کپکپی کی وجہ سے زمین پر گر پڑا اور وہیں دم نکل گیا' اور جب حضرت بو تراب نے کہا کہ آپ نے تو ایک ہی نظر میں کام ختم کر دیا آپ نے فرمایا کہ اس کے اندر کشف کا ایک خاص مقام باقی رہ گیا تھا جو اس وقت اس کو حاصل ہوا لیکن وہ برداشت نہ کرتے ہوئے جان بحق ہو گیا جس طرح مصر کی عورتیں حسن یوسف کی تاب نہ لا کر اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھی تھیں۔

حضرت یحیی بن معاذ نے جب آپ کو یہ تحریر کیا کہ آپ کی ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو ایک جام ازلی سے ایسا مست ہو گیا کہ اس کی مستی ابد تک ختم ہونے والی ہے آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ یہاں ایک ایسا فرد بھی موجود ہے جو ازل وابد کے بحر بیکراں کو پی کر بھی یہی کہتا ہے کہ کچھ اور مل جائے' پھر ایک مرتبہ یحیی بن معاذ نے تحریر کیا کہ میں آپ کو ایک راز بتانا چاہتا ہوں لیکن اس وقت بتاؤں گا جب ہم دونوں شجرے طوبیٰ کے نیچے کھڑے ہوں گے اور قاصد کو ایک ٹکیہ روٹی دیکر یہ ہدایت بھی کر دی کہ حضرت بایزید سے کہنا کہ اس کو کھالیں یہ آب زمزم سے گوندھی گئی ہے اس کے جواب میں حضرت بایزید نے لکھا کہ جس جگہ خدا کو یاد کیا جاتا ہے وہاں جنت اور طوبیٰ دونوں موجود ہوتے ہیں' اور ٹکیہ اس لیے واپس کر رہا ہوں کہ آب زمزم سے گوندھنے کی فضیلت اپنی جگہ مسلم لیکن یہ کسے معلوم کہ جو بیج بویا گیا تھا وہ کسب حلال کا تھا یا کسب حرام کا' اس لیے کہ اس کے اکل حلال ہونے میں مجھ کو شک ہے اس کے جواب کے بعد یحیی بن معاذ بعد نماز عشا بغرض ملاقات بسطام پہنچے لیکن یہ خیال کر کے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو اور کسی جگہ مقیم ہو گئے اور صبح کو جب آپ کے یہاں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ قبرستان میں ہیں چنانچہ جب حضرت یحیی قبرستان میں پہنچے تو دیکھا کہ آپ انگوٹھوں کے بل کھڑے ہوئے مصروف عبادت ہیں اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پوری رات اسی طرح کھڑے ہوئے گذری ہے پھر فراغ کے بعد جب اچھی طرح دن نکل آیا تو آپ نے یہ دعا پڑھی اعوذبک ان اسئلک من هذا المقام میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں اس بات کی کہ میں تجھ سے اس مقام کا حال دریافت کروں۔

اس کے بعد حضرت یحیی نے پیش قدمی کرتے ہوئے سلام کیا اور رات کے واقعات دریافت کیے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بیش مدارج عطا کرنے چاہے لیکن وہ سب حجاب کے تھے اس لیے میں نے قبول نہیں کیے' پھر حضرت یحیی نے پوچھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے معرفت کیوں نہیں طلب کی' یہ سنتے ہی آپ نے چیخ کر کہا کہ بس خاموش ہو جا' اس لیے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس شے سے واقف ہو جاؤں جس کے لیے میری تمنا یہ ہے کہ خدا کے سوا اس سے کوئی واقف نہ ہو اور یہ بات تم خود سوچ لو کہ جہاں معرفت خداوندی کا وجود ہو وہاں مجھ جیسے گنہگار کا گذر کہاں کیونکہ یہ خدا کی مرضی میں شامل ہے کہ معرفت کو اس کے علاوہ کوئی جان نہ سکے پھر حضرت یحیی نے عرض کیا کہ آج کی شب جو مراتب آپ کو عطا ہوئے ان کا کچھ فیض مجھے بھی پہنچا دیجئے حضرت بایزید نے فرمایا کہ اگر تجھ کو صفات آدم' قدس' جبرئیل' خلعت ابراہیم' شوق موسیٰ' پاکیزگی عیسیٰ اور جب محمد ﷺ سب ہی کچھ عطا کر دیے جائیں جب بھی خوش نہ ہونا کیونکہ یہ سب

حجابات ہیں بس صرف خدا ہی کو خدا سے طلب کرتے رہنا تاکہ سب کچھ حاصل ہو جائے۔

حضرت ذالنون نے آپ کی خدمت میں ایک جائے نماز ارسال کی تو آپ نے یہ کہہ کر واپس کردی کہ مجھے اس کی حاجت نہیں البتہ ایک مسند کی ضرورت ہے یعنی میں اب ایسا بے نیاز ہو چکا ہوں کہ مجھے نماز معاف ہو چکی ہے اور جب انہوں نے نفیس قسم کی مسند بھجوائی تو یہ کہہ کر واپس کردی کہ جس کے پاس الطاف خداوندی کی مسند موجود ہو اس کو دنیاوی مسند کی ضرورت نہیں' حالانکہ یہ وہ دور تھا جب کہ آپ نہایت ضعیف و پریشاں حال تھے اور اگر مسند قبول کرلیتے تو جائز تھا لیکن از روئے تقویٰ دونوں چیزیں واپس کردیں۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں سردیوں کی رات میں گدڑی اوڑھے ہوئے ایک جنگل میں سویا ہوا تھا کہ مجھے غسل کی حاجت پیش آگئی لیکن شدت سردی کی وجہ سے میرے نفس میں کاہلی پیدا ہو گئی مگر میں نے بھی گدڑی اوڑھے ہوئے یخ بستہ پانی سے غسل کر کے صبح تک وہی بھیگی ہوئی گدڑی اس نیت سے اوڑھے رکھی کہ جرم میں نفس کو اور بھی زیادہ سردی کا سامنا کرنا پڑے اور اس دن سے یہ معمول بنالیا کہ دن میں ستر مرتبہ غسل کرتا ہوں اور ہر مرتبہ بے ہوش ہو جاتا ہوں۔

ایک مرتبہ قبرستان میں تشریف لائے کہ ایک بسطامی نوجوان بربط بجا رہا تھا تو آپ نے اس کو دیکھ کر لاحول پڑھی اور اس نوجوان نے بربط کو اتنی زور سے آپ کے سر پر دے مارا کہ سر پھٹ گیا اور بربط ٹوٹ گیا لیکن آپ نے گھر واپس آکر اس نوجوان کو بربط کی قیمت اور کچھ حلوہ وغیرہ بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ اس رقم سے دوسرا بربط خرید لو اور حلوہ وغیرہ خوب کھاؤ تاکہ شکستہ بربط کا غم دور ہو جائے اس کے بعد اس نوجوان نے حاضر ہو کر معذرت طلب کی اور ہمیشہ کے لیے وہ اور اس کا ایک ساتھی دونوں تائب ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ ارادت مندوں کے ہمراہ ایک تنگ گلی سے گذر رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتا آگیا۔ چنانچہ آپ نے اور مریدین نے راستہ چھوڑ دیا اور وہ کتا نکل گیا۔ اسی وقت کسی مرید نے پوچھا کہ جب خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو پھر آپ نے کتے کے لیے راستہ کیوں چھوڑ دیا اس سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کتے کو ہم پر برتری حاصل ہے اور یہ بات خلاف عقل بھی ہے اور خلاف شرع بھی آپ نے جواب دیا کہ اس کتے نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ ازل میں مجھ کو کتا اور آپ کو سلطان العارفین کیوں بنایا گیا اور اس میں میرا کیا قصور تھا اور آپ کی کیا فضیلت تھی چنانچہ میں نے اس خیال سے کہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اس نے مجھے کتے پر فضیلت عطا کردی اس لیے میں نے راستہ چھوڑ دیا۔ پھر ایک اور مرتبہ راہ میں کتا ملا تو آپ نے دامن سمیٹ لیا۔ جس پر

اس کتے نے عرض کیا کہ آپ نے دامن کیوں بچایا اس لیے کہ اگر میں بھیگا ہوا نہیں ہوں تو مجھ سے نلپاکی کا خطرہ نہیں اور اگر بھیگا ہوا ہوتا تو آپ اپنے کپڑے پاک کر سکتے تھے لیکن یہ تکبر جس کا آپ نے مظاہرہ فرمایا یہ تو سات سمندروں کے پانی سے بھی پاک نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے اس لیے کہ تیرا تو ظاہر نجس ہے اور میرا باطن۔ لہٰذا ہم دونوں کو ایک ساتھ رہنا چاہیے تاکہ کچھ پاکیزگی میرے باطن کو بھی حاصل ہو جائے لیکن کتے نے کہا کہ ہم دونوں کا ساتھ رہنا ممکن نہیں کیونکہ میں مردود ہوں اور آپ مقبول بارگاہ' دوسرے یہ کہ میں دوسرے دن کے لیے ایک ہڈی بھی جمع نہیں کرتا اور آپ سال بھر کا غلہ جمع کر لیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ صد حیف جب میں کتے کے ہمراہ رہنے کے قابل بھی نہیں تو پھر خدا کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے اور پاک ہے وہ اللہ جو بدترین مخلوق کی باتوں سے بہترین مخلوق کو درس عبرت دیتا ہے۔

ایک شخص تیس سال تک آپ کی صحبت میں عبادت کرتا رہا اور ایک دن آپ سے عرض کیا کہ اتنا عرصہ گذر جانے کے باوجود بھی آپ کی تعلیم مجھ پر اثر انداز نہ ہو سکی' آپ نے فرمایا کہ ایک ہی شکل سے تیرے اوپر اثر ہو سکتا ہے لیکن وہ تیرے لیے قابل قبول نہ ہو گی اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا آپ نے فرمایا کہ داڑھی' مونچھ اور سر کے بال منڈا کر اور ایک کمبل اوڑھ کر ایک تھیلے میں اخروٹ بھر لے اور ایسی جگہ پر جا بیٹھ جہاں بہت لوگ تجھ سے واقف ہوں اور بچوں سے کہہ دے کہ جو بچہ مجھے ایک پتھر مارے گا اسی کو ایک اخروٹ دوں گا۔ بس یہی تیرا واحد علاج ہے اس لیے کہ ابھی تجھے اپنے نفس پر قابو حاصل نہیں ہو سکا اس نے جواب میں کہا کہ سبحان اللہ لا الہ الا اللہ آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات اگر کسی کافر کی زبان سے ادا ہوتے تو وہ مسلمان ہو جاتا' لیکن تو اس لیے مشرک ہو گیا کہ تو نے عظمت خداوندی کے بجائے اپنی عظمت کا اظہار کیا' یہ سن کر اس نے عرض کیا کہ آپ کی بتائی ہوئی ترکیب میرے لیے قابل قبول نہیں آپ نے کہا کہ یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تو میری بات پر عمل نہیں کرے گا۔

حضرت شقیق بلخی کا ایک ارادت مند سفر حج پر روانہ ہوتے ہوئے حضرت بایزید کے یہاں شرف نیاز کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کس سے بیعت ہو' اور جب اس نے اپنے مرشد کا نام بتا دیا تو فرمایا کہ تمہارے مرشد کے اقوال و اعمال کیا ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ان کا عمل تو یہ ہے کہ مخلوق سے بے نیاز ہو کر متوکل علی اللہ ہو گئے ہیں اور قول یہ ہے کہ اگر بارش نہ ہونے سے غلہ پیدا نہ ہو اور پوری مخلوق میری عیال مین داخل ہو جب بھی میں توکل ترک نہیں کر سکتا یہ سن کر حضرت بایزید نے فرمایا کہ وہ تو بہت بڑا کافر د مشرک ہے اور اگر میں پرندہ بن جاؤں جب بھی اس کی

شہر کا رخ نہ کروں لہٰذا اس کو میرا یہ پیغام پہنچادو کہ صرف دو روٹیوں کی خاطر تو خدا کو آزماتا ہے اور جب بھوک لگے تو کسی سے مانگ کر کھالینا توکل کو رسوانہ کرنا کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تیری وجہ سے تیرا شہر نہ تباہ ہو جائے یہ سن کر ان کا مرید حج کا قصد ترک کر کے حضرت بایزید کا پیغام لے کر حضرت شفیق کی خدمت میں پہنچا اور جب حضرت شفیق نے اس پیغام پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ وہ عیب واقعی ان کے اندر موجود ہے لیکن انہوں نے اپنے مرید سے پوچھا کہ تم نے حضرت بایزید سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ اگر مجھ میں یہ خامی ہے تو پھر آپ کا کیا مرتبہ ہے' چنانچہ اس مرید نے دوبارہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر یہی سوال دہرایا آپ نے فرمایا یہ اس کی دوسری بیوقوفی ہے لیکن میں جو کچھ جواب دوں گا وہ تیرے فہم سے بالاتر ہے لہٰذا کاغذ پر تحریر کر کے بسم اللہ الرحمن الرحیم با یزید کچھ بھی نہیں اور کاغذ لپیٹ کر اس کو دیدیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب بایزید کچھ نہیں ہے تو اس کے اوصاف کیا ہو سکتے ہیں' لہٰذا اس کا مرتبہ دریافت کرنا بے سود ہے اور توکل و اخلاص تو سب مخلوق کی باتیں ہیں ہماری شہرت تو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے ہونی چاہیے نہ کہ توکل سے' چنانچہ جب وہ مرید پیغام لے کر پہنچا تو حضرت شفیق بالکل لب مرگ تھے اور یہ کاغذ پر پڑھ کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت احمد خضرویہ اپنے ہزار مرشدین کے ہمراہ آپ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے مریدین میں ایک مرید بہت ہی صاحب فضل و کمال تھا اور اس کی یہ کیفیت تھی کہ ہوا میں اڑتا اور پانی پر چلتا تھا چنانچہ جس وقت یہ جماعت حضرت بایزید کے در دولت پر پہنچی تو حضرت احمد نے مریدین کو یہ حکم دیا کہ جس میں حضرت بایزید کے دیدار کے طاقت ہو بس وہی میرے ہمراہ آئے اور باقی سب لوگ ٹھہر جائیں' لیکن سب ہی نے آپ کے اشتیاق دید کا اظہار کیا اور جب حضرت بایزید کے گھر پہنچے تو جوتے اتارنے کی جگہ پر اپنے عصا رکھ دیئے اور جب آپ کے سامنے پہنچے تو آپ نے سوال کیا کہ تمہارا وہ مرید کہاں ہے جو سب میں افضل ترین ہے اور وہ باہر کیوں کھڑا رہ گیا ہے اس کو بھی اندر بلالو چنانچہ جب اس کو بھی اندر بلا لیا گیا تو آپ نے حضرت احمد سے پوچھا کہ آپ کب تک دنیا کی سیر و سیاحت میں مشغول رہیں گے' انہوں نے جواب دیا کہ پانی کے ایک جگہ ٹھہر جانے سے بدبو پیدا ہو کر رنگ بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ اپ نے پوچھا کہ پھر دریا کیوں نہیں بن جاتے' جس میں نہ کبھی بدبو پیدا ہو اور نہ کبھی رنگ تبدیل ہو اس کے بعد پھر معرفت کے متعلق کچھ دوسری گفتگو ہوتی رہی جس پر حضرت احمد نے عرض کیا کہ آپ کی باتیں میرے فہم سے بالاتر ہیں' انھیں ذرا وضاحت سے بیان فرمائیں تاکہ میں سمجھ سکوں۔ چنانچہ آپ نے اس انداز میں گفتگو فرمائی کہ ان کی

سمجھ میں اچھی طرح آگئیں اور جب آپ خاموش ہو گئے تو حضرت احمد نے سوال کیا کہ میں نے آپ کے مکان کے سامنے ابلیس کو پھانسی پر لٹکے دیکھا ہے وہ کیا چیز ہے؟ حضرت بایزید نے فرمایا کہ میں نے اس سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ کبھی بسطام میں داخل نہ ہو گا وہ وعدہ خلافی کرتے ہوئے ایک شخص کو فریب دینے بسطام میں آگیا اور اسی کی سزا میں میں نے اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔

کسی نے سوال کیا کہ آپ کے پاس عورتوں کا اجتماع کیوں رہتا ہے اور اس میں کیا راز ہے فرمایا کہ یہ ملا ئکہ ہیں جن کو میں علمی مسائل سمجھاتا ہوں، پھر فرمایا کہ ایک شب اول فلک کے ملا ئکہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے ہمراہ عبادت کرنا چاہتے ہیں میں نے کہا میری زبان میں وہ طاقت نہیں جس سے میں ذکر الٰہی کر سکوں لیکن اس کے باوجود رفتہ رفتہ ساتوں افلاک کے ملا ئکہ میرے پاس جمع ہو گئے اور سب نے وہی خواہش ظاہر کی جو فلک اول کے فرشتوں نے کی تھی، اور میں نے سب کو پہلا ہی جیسا جواب دیا اور جب انہوں نے پوچھا کہ ذکر الٰہی کی طاقت آپ میں کب تک پیدا ہو گی، تو میں نے کہا کہ قیامت کو جب سزا و جزا ختم ہو جائیں میں طواف عرش کرتا ہوا اللہ اللہ کہہ رہا ہوں گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شب اچانک میرا مکان منور ہو گیا اور میں نے آواز دے کر کہا کہ اگر یہ ابلیس کی حرکت ہے تو میں اپنی بزرگی اور بلند ہمتی کی وجہ سے اس کے قریب میں نہیں آسکتا اور مگر مقربین کی جانب سے یہ نور ہے تو مجھے خدمت کا موقع عطا کیجئے تا کہ میں بھی مرتبہ کرامت حاصل کر سکوں۔

ایک شب آپ کو عبادت میں لذت محسوس نہیں ہوئی تو خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا چیز موجود ہے چنانچہ انگور کا ایک خوشہ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کسی کو دیدو اور اس کے بعد آپ کے اوپر انوار کی بارش ہونے لگی اور ذکر و شغل میں لذت محسوس ہونے لگی۔

ایک یہودی جو آپ کا پڑوسی تھا وہ کہیں سفر میں چلا گیا اور افلاس کی وجہ سے اس کی بیوی چراغ تک روشن نہیں کر سکتی تھی اور تاریکی کی وجہ سے اس کا بچہ تمام رات روتا رہتا تھا چنانچہ آپ ہر رات اس کے یہاں چراغ رکھ آتے اور جس وقت وہ یہودی سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے تمام واقعہ سنایا جس کو سن کر اس نے کہا کہ یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ اتنا عظیم بزرگ ہمارا پڑوسی ہو اور ہم گمراہی میں زندگی گزاریں چنانچہ میاں بیوی دونوں آپ کے ہاتھ پر سے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ایک مرتبہ کسی آتش پرست سے مسلمان ہونے کی تبلیغ کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ اگر

شہر کا رخ نہ کروں لہٰذا اس کو میرا یہ پیغام پہنچادو کہ صرف دو روٹیوں کی خاطر تو خدا کو آزماتا ہے اور جب بھوک لگے تو کسی سے مانگ کر کھالینا توکل کو رسوا نہ کرنا کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تیری وجہ سے تیرا شہر نہ تباہ ہو جائے یہ سن کر ان کا مرید حج کا قصد ترک کر کے حضرت بایزید کا پیغام لے کر حضرت شفیق کی خدمت میں پہنچا اور جب حضرت شفیق نے اس پیغام پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ وہ عیب واقعی ان کے اندر موجود ہے لیکن انہوں نے اپنے مرید سے پوچھا کہ تم نے حضرت بایزید سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ اگر مجھ میں یہ خامی ہے تو پھر آپ کا کیا مرتبہ ہے' چنانچہ اس مرید نے دوبارہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر یہی سوال دہرایا آپ نے فرمایا یہ اس کی دوسری بیوقوفی ہے لیکن میں جو کچھ جواب دوں گا وہ تیرے فہم سے بالاتر ہے لہٰذا کاغذ پر تحریر کر کے بسم اللہ الرحمن الرحیم با یزید کچھ بھی نہیں اور کاغذ لپیٹ کر اس کو دیدیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب بایزید کچھ نہیں ہے تو اس کے اوصاف کیا ہو سکتے ہیں' لہٰذا اس کا مرتبہ دریافت کرنا بے سود ہے اور توکل و اخلاص تو سب مخلوق کی باتیں ہیں ہماری شہرت تو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے ہونی چاہیے نہ کہ توکل سے' چنانچہ جب وہ مرید پیغام لے کر پہنچا تو حضرت شفیق بالکل لب مرگ تھے اور یہ کاغذ پر پڑھ کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت احمد خضرویہ اپنے ہزار مرشدین کے ہمراہ آپ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے مریدین میں ایک مرید بہت ہی صاحب فضل و کمال تھا اور اس کی یہ کیفیت تھی کہ ہوا میں اڑتا اور پانی پر چلتا تھا چنانچہ جس وقت یہ جماعت حضرت بایزید کے در دولت پر پہنچی تو حضرت احمد نے مریدین کو یہ حکم دیا کہ جس میں حضرت بایزید کے دیدار کے طاقت ہو بس وہی میرے ہمراہ آئے اور باقی سب لوگ ٹھہر جائیں' لیکن سب ہی نے آپ کے اشتیاق دید کا اظہار کیا اور جب حضرت بایزید کے گھر پہنچے تو جوتے اتارنے کی جگہ پر اپنے عصا رکھ دیئے اور جب آپ کے سامنے پہنچے تو آپ نے سوال کیا کہ تمہارا وہ مرید کہاں ہے جو سب میں افضل ترین ہے اور وہ باہر کیوں کھڑا رہ گیا ہے اس کو بھی اندر بلالو چنانچہ جب اس کو بھی اندر بلالیا گیا تو آپ نے حضرت احمد سے پوچھا کہ آپ کب تک دنیا کی سیر و سیاحت میں مشغول رہیں گے' انہوں نے جواب دیا کہ پانی کے ایک جگہ ٹھہر جانے سے بدبو پیدا ہو کر رنگ بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ اپ نے پوچھا کہ پھر دریا کیوں نہیں بن جاتے' جس میں نہ کبھی بدبو پیدا ہو اور نہ کبھی رنگ تبدیل ہو اس کے بعد پھر معرفت کے متعلق کچھ دوسری گفتگو ہوتی رہی جس پر حضرت احمد نے عرض کیا کہ آپ کی باتیں میرے فہم سے بالاتر ہیں' انھیں ذرا وضاحت سے بیان فرمائیں تاکہ میں سمجھ سکوں۔ چنانچہ آپ نے اس انداز میں گفتگو فرمائی کہ ان کی

سمجھ میں اچھی طرح آگئیں اور جب آپ خاموش ہو گئے تو حضرت احمد نے سوال کیا کہ میں نے آپ کے مکان کے سامنے ابلیس کو پھانسی پر لٹکے دیکھا ہے وہ کیا چیز ہے؟ حضرت بایزید نے فرمایا کہ میں نے اس سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ کبھی بسطام میں داخل نہ ہو گا وہ وعدہ خلافی کرتے ہوئے ایک شخص کو فریب دینے بسطام میں آگیا اور اسی کی سزا میں میں نے اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔

کسی نے سوال کیا کہ آپ کے پاس عورتوں کا اجتماع کیوں رہتا ہے اور اس میں کیا راز ہے فرمایا کہ یہ ملائکہ ہیں جن کو میں علمی مسائل سمجھاتا ہوں' پھر فرمایا کہ ایک شب اول فلک کے ملائکہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے ہمراہ عبادت کرنا چاہتے ہیں میں نے کہا میری زبان میں وہ طاقت نہیں جس سے میں ذکر الٰہی کر سکوں لیکن اس کے باوجود رفتہ رفتہ ساتوں افلاک کے ملائکہ میرے پاس جمع ہو گئے اور سب نے وہی خواہش ظاہر کی جو فلک اول کے فرشتوں نے کی تھی' اور میں نے سب کو پہلا ہی جیسا جواب دیا اور جب انہوں نے پوچھا کہ ذکر الٰہی کی طاقت آپ میں کب تک پیدا ہو گی' تو میں نے کہا کہ قیامت کو جب سزا و جزا ختم ہو جائیں میں طواف عرش کرتا ہوا اللہ اللہ کہہ رہا ہوں گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شب اچانک میرا مکان منور ہو گیا اور میں نے آواز دے کر کہا کہ اگر یہ ابلیس کی حرکت ہے تو میں اپنی بزرگی اور بلند ہمتی کی وجہ سے اس کے قریب میں نہیں آسکتا اور مگر مقربین کی جانب سے یہ نور ہے تو مجھے خدمت کا موقع عطا کیجئے تاکہ میں بھی مرتبہ کرامت حاصل کر سکوں۔

ایک شب آپ کو عبادت میں لذت محسوس نہیں ہوئی تو خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا چیز موجود ہے چنانچہ انگور کا ایک خوشہ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کسی کو دیدو اور اس کے بعد آپ کے اوپر انوار کی بارش ہونے لگی اور ذکر و شغل میں لذت محسوس ہونے لگی۔

ایک یہودی جو آپ کا پڑوسی تھا وہ کہیں سفر میں چلا گیا اور افلاس کی وجہ سے اس کی بیوی چراغ تک روشن نہیں کر سکتی تھی اور تاریکی کی وجہ سے اس کا بچہ تمام رات روتا رہتا تھا چنانچہ آپ ہر رات اس کے یہاں چراغ رکھ آتے اور جس وقت وہ یہودی سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے تمام واقعہ سنایا جس کو سن کر اس نے کہا کہ یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ اتنا عظیم بزرگ ہمارا پڑوسی ہو اور ہم گمراہی میں زندگی گزاریں چنانچہ میاں بیوی دونوں آپ کے ہاتھ پر سے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ایک مرتبہ کسی آتش پرست سے مسلمان ہونے کی تبلیغ کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ اگر

اسلام اس کا نام ہے جو حضرت بایزید کو حاصل ہے تو اس کی مجھ میں طاقت نہیں اور جس طرح کے تم سب لوگ مسلمان ہو تو مجھے اس پر اعتماد نہیں ایک مرتبہ آپ اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے تو اچانک ایک مرید سے فرمایا کہ خدا کا ایک دوست آرہا ہے چل کر اس کا استقبال کرنا چاہیے اور جب سب لوگ باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم ہروی ہیں جو خچر پر سوار چلے آرہے ہیں اور حضرت بایزید نے ان سے کہا کہ مجھے آپ کے استقبال کا منجانب اللہ حکم ملا ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ اس کی بارگاہ میں آپ کو میں اپنا شفیع بنالوں یہ سن کر انہوں نے جواب دیا کہ اگر پہلی شفاعت تمہیں اور آخری شفاعت مجھے عطا کی جائے جب بھی حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کے مقابلہ میں اس کا مرتبہ ایک مشت خاک بھی نہیں ہے اس کے بعد دستر خوان بچھا۔ جس پر انواع و اقسام کے لذیذ اور اعلی کھانے چنے ہوئے تھے اور آپ نے حضرت ابراہیم کے ہمراہ کھانا کھایا لیکن حضرت ابراہیم کے قلب میں خیال گذرا کہ حضرت بایزید جیسے شیخ دوراں کو ایسے کھانوں سے احتراز کرنا چاہیے اور حضرت بایزید کو آپ کی نیت کا اندازہ ہو گیا تو آپ نے کھانے کے بعد ان کو اپنے ہمراہ ایک کونہ میں لے جا کر دیوار پر ہاتھ مارا تو ایک ایسا دروازہ نمودار ہوا جس کے سامنے بہت بڑا دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور حضرت بایزید نے ان سے کہا کہ چلیے ہم دونوں اس میں غسل کریں لیکن انھوں نے کہا کہ خدا نے یہ مرتبہ مجھے عطا نہیں فرمایا یہ جواب سن کر آپ نے ان سے کہا کہ جس جو کی روٹی تمہاری غذا ہے وہ تو وہ جو ہیں جن کو جانور کھاتے ہیں اور لید کر دیتے ہیں لیکن تم اس کے باوجود بھی یہ تصور کرتے ہو کہ عمدہ ولذیذ کھانے کھانے والا کبھی اہل تقویٰ نہیں ہو سکتا یہ سن کر حضرت ابراہیم ہردی بہت نادم ہوئے اور معافی طلب کی۔

ایک مرتبہ لوگوں نے قحط سے عاجز آکر آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے مراقبہ میں سے سر اٹھا کر فرمایا کہ جا کر پرنالوں کو درست کر لو۔ بارش ہونے والی ہے چنانچہ کچھ ہی دیر میں بارش شروع ہو گئی اور ایک دن رات مسلسل پانی برستا رہا۔

ایک دن آپ نے اپنے پاؤں پھیلائے تو ایک مرید نے بھی پھیلا لیے اور جب آپ نے سمیٹے تو اس نے بھی سمیٹنے کی کوشش کی مگر اس کے پاؤں شل ہو کر رہ گئے اور موت کے وقت تک یہی حالت رہی کیونکہ اس نے مرشد کے پاؤں پھیلانے کو ایک معمولی بات سمجھا تھا' ایک شخص جو آپ کی عظمت و کرامت سے منکر تھا اس نے عرض کیا کہ مجھے رموز خداوندی سے آگاہ فرمائیں آپ نے اس کی بدباطنی کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں پہاڑ پر میرا ایک دوست مقیم ہے اس سے جا کر اپنی خواہش کا اظہار کرو' چنانچہ یہ شخص جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا مہیب قسم کا اژدہا

وہاں بیٹھا ہوا ہے اور یہ اس کو دیکھتے ہی مارے خوف کے بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو حضرت بایزید کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عجیب بات ہے تم مخلوق سے اس قدر خائف ہو گئے اور خالق کی ہیبت نے تمہارے قلب میں قطعاً اثر نہیں کیا اس بنیاد پر مجھ سے رموز خداوندی معلوم کرنے آئے تھے اسی طرح ایک رنگریز بھی آپ کی کرامتوں کو دیکھ کر کہا کرتا تھا کہ ایسی کرامتیں تو میں بھی پیش کر سکتا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور جب ایک مرتبہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو چونکہ آپ اس کی بیہودہ باتوں سے واقف تھے اس لیے ایک ایسی آہ کھینچی کہ وہ غش کھا کر گر پڑا اور تین شب و روز اسی حالت میں گذر گئے حتی کہ حوائج ضروریہ بھی کپڑوں ہی میں پوری کرتا رہا اور اس کو مطلق خبر نہیں ہوئی پھر ہوش میں آنے کے بعد جب نہادھو کر آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ہاتھی کا بوجھ گدھے پر نہیں ڈالا جا سکتا۔

حضرت شیخ ابو سعید میخوارانی آپ کی خدمت میں بغرض امتحان حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی نیت بھانپ کر فرمایا کہ تم ابو سعید راعی کے پاس چلے جاؤ وہ میرا مرید بھی ہے۔ اور میں نے اپنی تمام ولایت اسی کے حوالے کر دی ہے۔ چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ مشغول عبادت ہیں لہٰذا یہ انتظار میں کھڑے رہے اور فراغت عبادت کے بعد جب انھوں نے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو، تو آپ نے عرض کیا کہ تازہ انگور۔ چنانچہ ابو سعید راعی نے ایک چھڑی کے دو ٹکڑے کر کے ایک اپنے اور ایک ان کے قریب زمین میں دفن کر دیئے اور تھوڑے ہی وقفہ میں دونوں مقامات سے انگور کے سر سبز درخت نموار ہونے شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان میں انگور بھی لگ گئے فرق صرف یہ رہا کہ ابو سعید میخوارانی کے قریب کے درخت میں سیاہ اور ابو سعید راعی کے قریب کے درخت میں نہایت نفیس سفید قسم کے انگور تھے، اور جب ابو سعید میخوارانی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مجھے تو صدق و یقین کا درجہ حاصل ہے اور تمہیں امتحان منظور تھا، اس لیے اللہ نے دونوں درختوں سے دونوں کی قلبی کیفیت ظاہر فرما دی اس کے بعد آپ نے ایک کمبل دے کر یہ ہدایت کر دی کہ اس کو بحفاظت رکھنا اور کہیں گم نہ کر دینا چنانچہ وہ کمبل لے کر حج کرنے چلے گئے لیکن کمبل انتہائی احتیاط کے باوجود بھی عرفات میں گم ہو گیا اور جب بسطام واپس آئے تو دیکھا کہ وہی کمبل ابو سعید راعی کے پاس موجود ہے۔

لوگوں نے جب آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ کا مرشد کون ہے؟ فرمایا کہ ایک بوڑھی عورت، اس لیے کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں تھا کہ ایک بڑھیا سر پر آٹا رکھے ہوئے ملی اور مجھ سے

کہنے لگی کہ یہ میرے مکان تک پہنچادو- اسی دوران مجھے ایک شیر نظر آگیا اور میں نے آٹا اس کی کمر پر رکھ کر بڑھیا سے کہا کہ جاؤ یہ تمہارے گھر پہنچادیگا' لیکن تم یہ بتاتی جاؤ کہ شہر میں جاکر لوگوں سے کیا کہو گی بڑھیا نے کہا کہ میں یہ کہوں گی- کہ آج جنگل میں میری ملاقات خود نما ظالم سے ہو گئی- آپ نے پوچھا کہ مجھے خود نما ظالم کا خطاب کیوں دیا- بڑھیا نے کہا کہ شریعت نے شیر کو مکلف نہیں بنایا اور تم ایک غیر مکلف کی پشت پر اپنا بوجھ لاد رہے ہو' اور یہ ظلم نہیں تو پھر کیا ہے اور دوسرا عیب تمہارے اندر یہ ہے کہ تم خود کو لوگوں پر صاحب کرامت ظاہر کرنا چاہتے ہو اور اسی کا نام خود نمائی ہے' چنانچہ میں نے بڑھیا کی بات سے ایسی نصیحت و عبرت حاصل کی کہ ہمیشہ کے لیے ایسی چیزوں کے اظہار سے توبہ کرلی بس اس وجہ سے اس بڑھیا کو اپنا مرشد تسلیم کرتا ہوں اور اب میری یہ حالت ہے کہ ہر کرامت پر میں اللہ تعالیٰ کی تصدیق کا طالب ہوں اور اس تصدیق کے لیے اس دن سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے جس پر سبز حروف میں یہ کلمات تحریر ہوتے ہیں- لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ نوح نجی اللہ' ابراہیم خلیل اللہ' موسیٰ کلیم اللہ' عیسیٰ روح اللہ' علیہم الصلوۃ والسلام جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ پانچ شہادتیں میری کرامت کی شاہد ہیں-

حضرت احمد خضرویہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں جمال خداوندی سے میں مشرف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب تو ہم سے اپنی ضروریات کی چیزیں طلب کرتے ہو' لیکن بایزید ہم سے ہمیں مانگتا ہے' ایک مرتبہ شفیق بلخی اور ابو تراب بخشی حضرت بایزید سے ملاقات کرنے پہنچے تو آپ نے دستر خوان پر کھانا رکھوایا اور سب لوگ شریک طعام ہو گئے لیکن ابو تراب نے فرمایا میں روزے سے ہوں یہ سن کر ان کے ایک مرید نے کہا کہ اگر دعوت کے لیے نفل روزہ توڑ دیا جائے تو روزہ دار کو روزہ اور دعوت دونوں کا اجر حاصل ہو جاتا ہے' لیکن اس کہنے کے بعد بھی انھوں نے انکار کردیا- پھر حضرت بایزید نے فرمایا کہ تم لوگوں کو شائد یہ نہیں معلوم کہ یہ شخص بارگاہ خداوندی سے بہت دور ہے چنانچہ چند ایام کے بعد ہی ابو تراب کے چوری کے جرم میں گرفتار کرکے ہاتھ کاٹ دیئے گئے- جامع مسجد کے ایک کونے میں حضرت بایزید نے اپنا عصا کھڑا کردیا لیکن وہ اتفاق سے گر پڑا اور ایک بوڑھے نے اٹھا کر پھر اسی کونے میں کھڑا کردیا اور جب آپ کو اس کا علم ہوا تو اس بوڑھے کے مکان پر پہنچ کر عصا اٹھا کر رکھنے کی تکلیف پر معافی چاہی-

کسی نے آپ سے حیا کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ایسے موثر انداز میں حیا کی تعریف بیان کی کہ وہ شخص پانی بن کر بہنا شروع ہو گیا یعنی آنسو جاری ہو گئے' آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں دجلہ پر پہنچا تو پانی جوش مارتا ہوا میرے استقبال کو بڑھا' لیکن میں نے کہا کہ مجھے تیرے

استقبال سے شمہ برابر بھی غرور نہیں ہو گا اور میں اپنی تیس سالہ ریاضت کو تکبر کر کے ہرگز ضائع نہیں کر سکتا' کیونکہ میں تو کریم کا طالب ہوں نہ کہ کرامت کا۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیویوں کے خرچ کی پریشانیوں سے بچائے رکھے' لیکن پھر یہ خیال آیا کہ یہ تو سنت نبوی کے خلاف ہے یہ سوچ کر میں نے دعا نہیں کی اور اس ذمہ داری کو اپنے ہی لیے قائم رہنے دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اتنی سہولت عطا کر دی کہ میرے نزدیک دیوار اور عورت میں کوئی فرق نہیں رہا۔

کسی امام کے پیچھے آپ نے نماز پڑھ لی اور فراغت نماز کے بعد جب امام نے پوچھا کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ پہلے میں اپنی نماز کی قضا کر لوں پھر تجھے جواب دوں گا اور جب اس نے کہا کہ نماز کی قضا کیوں کر رہے تو فرمایا کہ جو رزق پہنچانے والے ہی سے واقف نہ ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے ملاقات کرنے والوں میں بعض کو رحمت حاصل ہوتی ہے اور بعض کو لعنت' کیونکہ جو لوگ میری مدہوشی کے عالم میں ملاقات کرتے ہیں وہ تو میری حالت سے متاثر ہو کر غیبت کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور غیبت کی وجہ سے لعنت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور جو لوگ اس وقت آتے ہیں جب مجھ پر حق کا غلبہ ہوتا ہے تو ان کو رحمت حاصل ہوتی ہے' پھر فرمایا کہ کاش قیامت جلدی سے آجائے تاکہ میں جہنم کے قریب مقیم ہو جاؤں اور میرے قیام کی وجہ سے جہنم سرد پڑ جائے تاکہ اہل جہنم کو میری ذات سے آرام و سکون حاصل ہو سکے۔

بعض لوگوں نے آپ سے بیان کیا کہ حضرت حاتم عاصم یہ کہتے ہیں کہ جو قیامت میں اہل جہنم کی شفاعت نہ کرے وہ میرا مرید نہیں آپ نے فرمایا کہ جو محشر میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہو کر اور اہل جہنم کو جنت میں بھیجنے کے لیے خود کو جہنم میں نہ گرا دے گا وہ میرا مرید نہیں۔ پھر کچھ لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ کو صاحب فضل و کمال بنایا گیا ہے تو آپ مخلوق کو سیدھے راستہ پر کیوں نہیں کھینچتے فرمایا جو خود ہی مردود بارگاہ ہو اس کو میں کیسے مقبول بنا سکتا ہوں' ایک مرتبہ آپ متفکر و سرنگوں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بزرگ تشریف لے آئے اور جب آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو ان بزرگ نے پوچھا کہ آپ فکر مند کیوں ہیں' یہ سنتے ہی آپ کو ایسا جوش آیا کہ منبر سے ٹکرا کر بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو فرمایا کہ نہ جانے تیری اس میں کیا مصلحت ہے کہ مجھ جیسے گمان رکھنے والے سے اپنی معرفت کا دعویٰ کروا دیا۔

ایک مرتبہ خشیت الٰہی سے آپ لرزہ براندام تھے کہ کسی مرید نے سوال کر ڈالا کہ آپ کی

یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا کہ جو تیس سال ریاضت و نفس کشی کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ ابھی تیرے فہم سے بالاتر ہے۔ جس وقت جنگ روم میں اسلامی لشکر پسپا ہو گیا تو کسی لشکری کے منہ سے نکلا کہ بایزید اعانت فرمایئے چنانچہ اسی وقت ایک آگ نمودار ہوئی جس کے خوف سے کفار کا لشکر فرار ہو گیا' اور مسلمانوں کی فتح حاصل ہوئی۔

کسی بزرگ نے مراقبہ کے بعد سوال کیا کہ اس وقت آپ کہاں تھے؟ فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں اس وقت انھوں نے کہا کہ میں بھی تو وہیں تھا' لیکن میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک حجاب تھا اور میں ذات باری کے بالکل سامنے تھا اسی وجہ سے آپ مجھے نہ دیکھ سکے' پھر فرمایا کہ جو شخص اتباع سنت کے بغیر خود کو صاحب طریقت کہتا ہے وہ کاذب ہے کیونکہ اتباع شریعت کے بغیر طریقت کا حصول ممکن نہیں۔

کسی نے عرض کیا کہ کچھ دیر کے لیے اگر آپ خلوص قلب کے ساتھ میری جانب متوجہ ہو جائیں تو میں کچھ عرض کروں' فرمایا کہ میں تیس سال سے اللہ تعالیٰ سے خلوص قلب کا طالب ہوں لیکن آج تک حاصل نہ ہو سکا لہٰذا جب میرا قلب ہی اخلاص و صفا سے خالی ہے تو پھر میں تمہاری طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہوں' پھر فرمایا کہ لوگ یہ تصور نہ کریں کہ راہ حق مہر منور کی طرح روشن ہے اس لیے کہ یہ ایک ایسا راستہ ہے کہ میں برسوں سے سوئی کے ناکے کے برابر سوراخ تلاش کر رہا ہوں مگر نہیں ملتا اور جس وقت آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو فرماتے کہ اے اللہ روٹی عطا کر دی سالن بھی دیدے تا کہ اچھی طرح کھا سکوں یعنی تیری ہی عطا کردہ پریشانی ہے اور تو ہی صبر دینے والا ہے ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ نے سوال کیا کہ آپ کی راتیں کیسی گذرتی ہیں؟ فرمایا کہ یاد الٰہی میں مجھے سحر و شام کا پتہ ہی نہیں چلتا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے بذریعہ الہام اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبادت و خدمت تو بہت ہے لیکن اگر تو ہماری ملاقات کا متمنی ہے تو بارگاہ میں وہ شے شفاعت کے لیے بھیج جو ہمارے خزانے میں نہ ہو آپ نے سوال کیا کہ وہ کونسی شے ہے؟ فرمایا گیا عجز و انکساری اور ذلت و غم حاصل کر کیونکہ ہمارا خزانہ ان چیزوں سے خالی ہے اور ان کو حاصل کرنے والے ہمارا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ جنگل میں میرے اوپر محبت کی بارش ہوئی کہ پوری زمین برف کی طرح یخ ہو گئی اور میں اس میں گردن تک غرق ہو گیا پھر فرمایا کہ میں نے نماز کے ذریعہ استقامت اور روزے کے ذریعہ سوائے بھوکا رہنے کے اور کچھ حاصل نہیں کیا اور جو کچھ بھی ملا وہ سب فضل خداوندی سے حاصل ہوا اور اپنی سعی سے کچھ نہیں مل سکا۔ پھر فرمایا کہ دو عالم کی دولت

سے یہ بات بہتر ہے کہ انسان خدا کے فضل سے ہٹ کر اپنی ذاتی سعی سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا' پھر بھی انسان کو سعی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے سعی بہت ضروری ہے' لیکن سعی کے بعد جو کچھ حاصل ہوا اس کو محض خدا کا فضل تصور کرنا چاہیے۔

جس وقت آپ صفات خداوندی بیان فرماتے تو اپنی اصلی حالت میں رہتے' لیکن جب ذات خداوندی موضوع گفتگو ہوتی تو بے خودی کے عالم میں یہ کہتے رہتے کہ میں سر کے بل آرہا ہوں اللہ مجھ سے بہت نزدیک ہے ایک مرتبہ کسی مرید نے کہا کہ مجھے اس پر حیرت ہوتی ہے کہ جو خدا کو جانتے ہوئے بھی عبادت نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بندے پر حیرت ہوتی ہے جو خدا کو پہچاننے کے بعد عبادت کرتا ہے یعنی یہ حیرت ہے کہ خدا کو پہچان کر حیرت میں کیسے رہتا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حج کیا تو کعبہ کی زیارت کی اور دوسری مرتبہ کعبہ اور صاحب کعبہ دونوں کی زیارت سے مشرف ہوا اور تیسری مرتبہ کچھ بھی نظر نہیں آیا کیونکہ یاد الٰہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کسی نے دروازے پر آواز دی تو آپ نے پوچھا کس کی تلاش ہے جواب ملا کہ بایزید کی فرمایا کہ میں تو تیس سال سے اس کی تلاش میں ہوں لیکن آج تک نہیں ملا اور جس وقت یہ واقعہ حضرت ذوالنون کے سامنے بیان کیا گیا تو فرمایا کہ وہ خاصان خدا کی طرح خدا سے پیوستہ ہو گئے تھے۔

جب لوگوں نے اپ کے مجاہدات کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ اگر میں اعلیٰ مجاہدات کا ذکر کروں تو تمہارے فہم سے بالاتر ہے لیکن میرا معمولی مجاہدہ یہ ہے کہ ایک دن میں نے اپنے نفس کو عبادت کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو وہ منحرف ہو گیا لیکن میں نے بھی اس سزا میں پورے ایک سال تک اس کو پانی سے محروم رکھا اور کہا یا تو عبادت کے لیے تیار ہو جا ورنہ تجھے اسی طرح پیاس سے تڑپاتا رہوں گا۔ آپ اس درجہ مستغرق رہتے تھے کہ ایک ارادت مند جو تیس سال سے آپ کا خادم بنا ہوا تھا وہ جب بھی سامنے آتا آپ پوچھتے کہ تیرا کیا نام ہے ایک مرتبہ اس نے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں جب بھی سامنے آتا ہوں آپ نام پوچھتے ہیں فرمایا کہ میں مذاق نہیں کرتا' بلکہ میرے قلب روح میں اس طرح اللہ کا نام جاری و ساری ہے کہ اس کے نام کے سوا مجھے کسی کا نام یاد نہیں رہتا۔

جب لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اعلیٰ مراتب آپ کو کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ بچپن میں چاندنی رات تھی اور میں شہر سے باہر نکل گیا' وہاں مجھے ایک ایسا دربار نظر آیا کہ جس کے مقابلہ میں ساری دنیا ہیچ معلوم ہونے لگی اس وقت میں نے خدا سے عرض کیا کہ ایسا بے نظیر

دربار دنیا کی نگاہوں سے کیوں پوشیدہ ہے؟ ندا آئی کہ اس دربار میں وہی آسکتے ہیں جو اس کے قابل ہیں کیونکہ یہاں نااہل لوگوں کی رسائی ممکن نہیں اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ میں تمام عالم کی شفاعت طلب کروں تاکہ وہ بھی اس دربار کے قابل بن جائیں لیکن اس خیال سے خاموش ہو گیا کہ شفاعت تو حضور اکرم ہی کے لیے مخصوص ہے پھر ندا آئی کہ تو نے ہمارے حبیب ﷺ کا پاس ادب کیا اس کے معاوضے میں ہم تجھ کو وہ مرتبہ عطا کرتے ہیں تاکہ تاحشر تیرا نام سلطان العارفین بایزید تمام مخلوق کی زبان پر رہے اور جس وقت یہ واقعہ حضرت ابو نصر قشیری کے سامنے بیان کیا گیا تو فرمایا کہ درحقیقت وہ ایسے ہی ممتاز زمانہ ہیں اور جتنے مراتب ان کو عطا ہوئے وہ سب ان کی عالی ہمتی کی وجہ سے تھے۔

آپ عشاء کی چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے ہوئے فرماتے کہ یہ نماز قابل قبول نہیں' یہ کہہ کر پھر چار رکعت نماز ادا کرتے اور پھر یہی فرماتے کہ یہ بھی قابل قبول نہیں حتی کہ اسی طرح رات ختم ہو جاتی اور صبح کو اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ میں نے تیری بارگاہ کے لائق نماز کی بہت سعی کی لیکن محروم رہا۔ کیونکہ جیسا میں خود ہوں ویسی ہی میری نماز ہے لہٰذا مجھے اپنے بے نماز بندوں میں شمار کر لے۔

ایک شخص آپ کے صبح کے معمولات دیکھنے کے لیے ٹھہر گیا تو اس نے دیکھا کہ آپ نے اللہ کی ایک ضرب لگائی اور اتنی زور سے زمین پر گرے کہ سر میں شدید چوٹ آگئی اور لوگوں کے سوال پر بتایا کہ جب میں عرش خداوندی کے نزدیک پہنچا اور دریافت کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ جواب ملا کہ اس کو اہل زمین کے شکستہ قلوب میں تلاش کرو کیونکہ اہل آسمان بھی اس کو وہیں تلاش کیا کرتے ہیں اور جس وقت میں مقام قرب میں داخل ہو گیا تو سوال کیا گیا کہ کیا چاہتے ہو' میں نے عرض کیا کہ جو کچھ بھی ہو وہی دے دیجئے حکم ہوا کہ ہماری دائمی قربت کے لیے خود کو فنا کر دو اور میں نے اس کو منظور کر لیا پھر میں نے عرض کیا کہ فیض و برکت کے حصول کے بغیر میں یہاں سے نہیں ٹل سکتا۔ پھر سوال ہوا اور کیا چاہتے ہو؟ میں نے پوری مخلوق کی مغفرت طلب کی حکم ہوا کہ غور سے دیکھو اور جب میں نے غور سے دیکھا تو ہر مخلوق کے ہمراہ ایک شفیع موجود تھا لیکن اللہ کی سب سے زیادہ نظر کرم مجھ پر تھی پھر میں نے خاموش رہنے کے بعد عرض کیا کہ ابلیس پر بھی رحم فرما دے' جواب ملا کہ وہ آگ ہے اور آگ کے لیے آگ ہی مناسب ہے لیکن تم آگ سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اس کے بعد اللہ نے میرے سامنے دو مقام پیش کیے لیکن میں نے ان میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کیا۔ پھر سوال ہوا کہ اور کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ بلا طلب جو کچھ بھی مل جائے۔

صحیح اتباع : جو لوگ آپ سے دعا کے لیے عرض کرتے تو آپ خدا سے کہتے کہ مخلوق مجھے واسطہ بنا کر تجھ سے مانگ رہی ہے اور تو ان کی طلب سے بھی بخوبی واقف ہے اس طرح کہنے سے لوگوں کی مرادیں بر آتیں ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک ارادت مند آپ کے نقش پا پر قدم رکھ کر چلتے ہوئے کہنے لگا کہ مرشد کے نقش قدم پر چلنا اس کو کہتے ہیں۔ پھر اسی مرید نے استدعا کی کہ مجھے اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا عنایت فرمادیں تاکہ مجھے بھی برکت حاصل ہو سکے آپ نے فرمایا کہ اس وقت تک میری کھال بھی سود مند نہیں جب تک مجھ جیسا عمل نہ ہو۔

نظر کرم : آپ نے کسی دیوانے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ میری جانب نظر فرما' آپ نے پوچھا کہ تو نے ایسے کون سے اعمال نیک کیے ہیں جو اس کی نظر تیری طرف اٹھے' اس نے جواب دیا کہ جب اس کی نظر مجھ پر پڑ جائے گی تو اعمال خود بخود اچھے ہو جائیں گے آپ نے فرمایا تو سچا ہے' ایک مرتبہ معرفت و حقیقت کے موضوع پر آپ کچھ فرما رہے تھے تو اپنے ہونٹ چاٹتے جاتے اور کہتے جاتے کہ مجھ سے زائد خوش نصیب کوئی نہیں کہ میں خود ہی مے بھی ہوں اور مے خوار بھی۔

ارشادات : آپ فرمایا کرتے کہ ستر زنار کھولنے کے باوجود بھی ایک زنار میری کمر میں باقی رہ گیا اور جب کسی طرح نہ کھل سکا تو میں نے خدا سے عرض کیا کہ اس کو کس طرح کھولا جائے۔ ندا آئی کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں جب تک ہم نہ چاہیں آپ نے فرمایا کہ میری انتھک کوششوں کے باوجود بھی در حق نہ کھل سکا اور جب کھلا تو مصائب کے ذریعہ کھلا۔ اور ہر طرح سے میں نے اس کی راہ پر چلنے کی سعی کی لیکن سب بے سود ثابت ہوئیں اور جب قلبی لگاؤ کے ذریعہ چلا تو منزل تک پہنچ گیا فرمایا کہ میں نے مکمل تیس سال اللہ تعالیٰ سے اپنی س ضروریات کے مطابق طلب کیا لیکن اس کی راہ میں گامزن ہوتے ہی سب کچھ بھول گیا اور یہ تمنا کرنے لگا کہ یا اللہ تو میرا ہو جا اور جو تیری مرضی ہو ویسا کر فرمایا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تجھ تک رسائی کی کیا صورت ہو؟ فرمایا گیا اپنے نفس کو تین طلاقیں دیدے فرمایا کہ اگر محشر میں مجھے دیدار خداوندی سے محروم کر دیا گیا تو اس قدر گریہ کروں گا کہ اہل جنہم بھی اپنی تکالیف کو بھول جائیں فرمایا کہ اگر پوری دنیا کی سلطنت بھی مجھ کو دیدی جائے جب بھی میں اپنی اس آہ کو افضل تصور کروں گا جو میں نے گذشتہ شب کی ہے فرمایا کہ گذشتہ بزرگ معمولی سی چیزوں پر ہی خدا سے راضی ہو گئے لیکن میں نے راضی ہونے کے بجائے خود اس پر قربان کر دیا ہے اور مجھے وہ اوصاف حاصل ہوئے کہ اگر ان میں سے ایک دانہ کے برابر بھی سامنے آجائے تو نظام عالم برہم ہو جائے فرمایا کہ خدا نے اپنی خوشی سے اپنے دیدار سے

مشرف فرمایا اس لیے کہ میں بندہ ہونے کی حیثیت سے کس طرح اس کے دیدار کی تمنا کر سکتا ہوں فرمایا کہ چالیس سال میں نے مخلوق کو نصیحت کرنے میں گذارے لیکن سب بے سود ثابت ہوا اور جب رضائے خداوندی ہوئی تو میری نصیحت کے بغیر ہی لوگ سیدھے راستہ رپ آگئے فرمایا کہ بہت سے حجابات سے گذر کر جب میں نے غور کیا تو خود کو مقام حزاب البحر میں پایا' یعنی ذات باری میں گم ہو گیا جہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ممکن نہیں فرمایا کہ تیس سال تک تو اللہ تعالیٰ میرا آئینہ بنا رہا لیکن اب میں خود آئینہ بن گیا ہوں اس لیے کہ میں نے اسکی یاد میں خود کو بھی اس طرح فراموش کر دیا کہ اب اللہ تعالیٰ میری زبان بن چکا ہے یعنی میری زبان سے نکلنے والے کلمات گویا زبان خداوندی سے ادا ہوتے ہیں اور میرا وجود درمیان سے ختم ہو جاتا ہے فرمایا کہ مجھے خدا کی بارگاہ سے حیرت وہیبت کے علاوہ کچھ نہ مل سکا فرمایا کہ ایک رات صبح تک اپنے قلب کی جستجو کرتا رہا لیکن نہیں ملا اور صبح کو یہ ندائے غیبی آئی کہ تجھے دل سے کیا غرض تو ہمارے سوا کسی کو تلاش نہ کر فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو وہ مقام عطا کیا کہ کل کائنات کو اپنی انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں فرمایا کہ عارف کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ صفات خداوندی کا مظہر ہو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو جہنم میں جھونک دے اور میں صبر بھی کرلوں جب بھی اس کی محبت کا حق ادا نہیں ہوتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو پوری کائنات بخش دے جب بھی اس کی رحمت کے مقابلہ میں قلیل ہے فرمایا کہ عارف کامل وہی ہے جو آتش محبت میں جلتا رہے فرمایا کہ جب ترک دنیا کے بعد حب الٰہی اختیار کی تو اپنی ذات کو بھی دشمن تصور کرنے لگا اور جب میں نے ان حجابات کو اٹھا دیا جو میرے اور خدا کے مابین تھے تو اس نے مجھے اپنے کرم سے نواز دیا فرمایا کہ خدا کے بہت سے بندے ایسے بھی ہیں جو دیدار الٰہی کے مقابلے میں جنت کو بھی اچھا نہیں سمجھتے فرمایا کہ عارف صادق وہی ہے جو خواہشات کو ترک کر کے خدا کی پسندیدگی کو ملحوظ رکھے' بعض لوگوں نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی مرضی سے جنت میں داخل نہیں کرتا' فرمایا کہ یقیناً اپنی مرضی ہی سے داخل کرتا ہے لیکن جس کو اپنی مرضی سے اعلیٰ وارفع بنا دے اس کو جنت کی کیا خواہش فرمایا کہ ایک دانہ معرفت میں جو لذت ہے وہ جنت کی نعمتوں میں کہاں فرمایا کہ خدا کی یاد میں فنا ہو جانا زندہ جاوید ہو جانا ہے فرمایا کہ زاہد و صالح کو ایسی ہوا کی طرح تصور کرو جو تمہارے اوپر چل رہی ہے۔ فرمایا کہ زیبائش جنت گو خدا رس لوگوں ہی سے ہے لیکن وہ اس کو ایک بار تصور کرتے ہیں فرمایا کہ دنیا اہل دنیا کے لیے غرور ہی غرور' اور آخرت اہل آخرت کے لیے سرور ہی سرور' اور حب خداوندی عارفین کے لیے نور ہی نور ہے اور عارف کی ریاضت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کا نگراں رہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ جو خموشی کے ساتھ مخلوق سے کنارہ کش رہے۔ فرمایا کہ خدا کا طالب

آخرت کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوتا اور خدا سے محبت کرنے والا اپنی محبت کی بنا پر خدا ہی کی طرح یکتا ہو جاتا ہے فرمایا کہ محشر میں اہل جنت کے سامنے کچھ صورتیں پیش کی جائیں گی اور جو کسی صورت کو اپنا لے گا وہ دیدار الٰہی سے محروم ہو جائے گا۔ یہی مناسب ہے کہ بندہ خود کو ہیچ سمجھتے ہوئے کبھی اپنے علم و عمل کی زیادتی پر نازاں نہ ہو' کیونکہ جس وقت بندہ خود کو ہیچ تصور نہ کرے واصل باللہ نہیں ہو سکتا' کیونکہ خدا کی صفت کا اسی وقت مظاہرہ ہو سکتا ہے جب یہ مقام اس کو حاصل ہو جائے فرمایا کہ علم و خبر ایسے فرد سے سیکھو اور سنو جو علم سے معلوم تک اور خبر سے مخبر تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔ اور جو اعزاز و نیازی کے لیے علم حاصل کرے اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو۔ اس لیے کہ اس کا علم خود اس کے لیے سود مند نہیں فرمایا کہ خدا شناس خدا کو ضرور دوست رکھتا ہے کیونکہ محبت کے بغیر معرفت بے معنی ہے فرمایا کہ یہ ایک کلیہ ہے کہ جب تک ندی نالے بہتے رہتے ہیں اس وقت تک ان میں شور ہوتا ہے اور جب دریا سے مل جاتے ہیں تو تمام شور ختم ہو جاتا ہے پھر فرمایا کہ خدا کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی محجوب ہو جائیں تو پرستش ترک کر دیں' یعنی محجوب ہو جانے کی وجہ سے وہ قطعاً" نابود ہو جاتے ہیں اور نابود ہونے کے بعد عبادت نہیں کر سکتے فرمایا کہ خدا دوست لوگوں کی نظر میں جنت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی گو اہل محبت ہجر میں مبتلا رہتے ہیں' لیکن ان کی حالت ان بندوں کی طرح ہوتی ہے جو ہر حال میں مطلوب کے طالب رہتے ہیں جس طرح عاشق کو عشق کے اور طالب کو مطلوب کے سوا اور کچھ طلب کرنا مناسب نہیں فرمایا کہ خدا نے جن کے قلوب کو بار محبت اٹھانے کے قابل تصور نہیں کیا ان کو عبادت کی طرف لگا دیا کیونکہ معرفت الٰہی کا بار سوائے عارف کے اور کوئی برداشت نہیں کر سکتا اور اگر مخلوق اپنی ہستی کو پہچان لے تو خدا کی معرفت خود بخود حاصل ہو جاتی ہے' پھر فرمایا کہ بندے کو ایسا وقت ضرور نکالنا چاہیے جس میں اپنے مالک کے سوا کسی پر نظر نہ اٹھے' پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے اول دریا کی طرح سخاوت' دوم آفتاب کی طرح روشنی' سوم زمین کی عاجزی فرمایا کہ علوم میں ایک ایسا علم بھی ہے جس سے عالم واقف نہیں اور زہد میں ایک ایسا زہد ہے جس کو زاہد بھی نہیں جانتے' اور اللہ تعالیٰ جس کو مقبولیت عطا فرماتا ہے اس پر ایک ایسا فرعون مقرر کر دیتا ہے جو ہمہ وقت اذیت پہنچاتا رہے فرمایا کہ گفتگو اور آواز و حرکت سب پردے کے باہر کی چیزیں ہیں لیکن پردے میں سوائے ہیبت و رعب اور خموشی کے کچھ بھی نہیں اور بندے کو جس وقت تک قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا اسی وقت تک باتیں بناتا ہے لیکن جب حضوری حاصل ہوتی ہے تو سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ عارف وہ ہے جس کی نظر میں ہر برائی اچھائی میں

تبدیل ہو جائے اور خدا شناس جنہم کے لیے عذاب ہے اور نا خدا شناش کے لیے جنہم عذاب ہے لیکن خدا شناسی کی راہوں میں بہت سے وہ لوگ آتے ہیں جو رات کو ایمان سے خالی ہو کر پلٹ جاتے ہیں' فرمایا کہ نفسانی خواہشات چھوڑ دینا در حقیقت واصل الی اللہ ہو جانا ہے اور جو واصل الی اللہ ہو جاتا ہے مخلوق اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے فرمایا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ نے یہ محسوس کر لیا کہ امت محمدی میں ایسے خدا رسیدہ بھی ہیں جو تحت الثری سے لے کر اعلیٰ علیین تک چھائے ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی حضور اکرم ﷺ کی امت میں شمولیت کی دعا کی' لیکن اس قول سے مجھے اپنی برتری مقصود نہیں ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے سامنے پوری دنیا کی نعمتیں بھی پیش کر دی جائیں جب بھی مسرور نہ ہونا۔ اور اگر اذیتیں پہنچیں تو مایوس مت ہونا کیونکہ جس نے لفظ کن سے تمام عالم بنا دیا اس کے قبضہ قدرت سے کوئی شے خارج نہیں۔ فرمایا کہ جو شخص خود کو بہتر اور عبادت کو مقبول تصور کرتا ہے اور اپنے نفس کو بد ترین نفوس میں شمار نہیں کرتا اس کا شمار کسی بھی جماعت میں نہیں ہوتا۔

خود شناسی : فرمایا کہ خود کو اپنے مرتبہ کے مطابق ہی ظاہر کرنا چاہیے یا جس قدر خود کو ظاہر کرتا ہے وہ مرتبہ حاصل کرنا چاہیے' فرمایا کہ عشاق کے لیے شوق ایسی راجدھانی ہے جس میں تخت فراق بچھا ہوا ہے' شمشیر' ہجر رکھی ہوئی ہے اور وصل ہجر کے آغوش میں ہے اور شمشیر ہجر سے ہر وقت ہزاروں سر کاٹے جا رہے ہیں لیکن سات ہزار سال گذر جانے کے بعد بھی شاخ وصال کو کوئی بھی ہاتھ نہ لگا سکا۔

بھوک : فرمایا کہ بھوک ایک ایسا ابر ہے جس سے رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے فرمایا کہ جو ازروئے تکبر اشاروں کنایوں میں گفتگو کرتا ہے وہ خدا سے دور ہے اور جو مخلوق کی اذیت رسانی کو برداشت کرتا ہے اور مخلوق سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے وہ خدا سے بہت نزدیک ہے۔

ذکر الٰہی : فرمایا کہ خدا کی یاد کا مفہوم اپنے نفس کو فراموش کر دینا ہے اور جو شخص خدا کو خدا کے ذریعہ شناخت کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے لیکن جو اپنے نفس کے ذریعہ خدا کو پہچاننے کی سعی کرتا ہے وہ فانی ہے فرمایا کہ قلب عارف اس شمع کی طرح ہے جو فانوس کے اندر سے ہر سمت اپنا نور پھیلاتی رہتی ہے اور جس کو یہ مقام حاصل ہو گیا اس کو تاریکی کا خطرہ نہیں رہتا فرمایا کہ دو خصلتیں مخلوق کی تباہی کا باعث بنتی ہیں اول کسی بھی مخلوق کا احترام نہ کرنا' دوم خالق کے احسان کو ٹھکرا دینا۔

نصیحت : آپ کے ایک ارادت مند نے سفر میں جانے سے قبل نصیحت کرنے کی

درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کسی بری عادت سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو اچھی عادت میں تبدیل کرنے کی سعی کرنا اور جب تمہیں کوئی کچھ دینا چاہے تو پہلے خدا کا شکر ادا کرنا بعد میں دینے والے کا' کیونکہ اللہ ہی نے اس کو تم پر مہربان کیا ہے اور جب ابتلا میں پھنس جاؤ تو عجز سے کام لینا کیونکہ صبر کی تم میں طاقت نہیں ہے۔

سوالات و جوابات : جب آپ سے زہد کی تعریف پوچھی گئی تو فرمایا کہ زہد کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور میں نے صرف تین یوم زہد کے عالم میں گذارے ہیں' ایک دن ازل میں اور دوسرا آخرت میں اور تیسرا دن وہ ہے جو ان دنوں سے علیحدہ ہے۔ پھر ندا آئی کہ اے بایزید تیری قوت سے باہر ہے کہ تو ہمیں برداشت کر سکے میں نے عرض کیا کہ میری بھی یہی خواہش ہے' ندا آئی کہ تیری خواہش پوری ہو گئی فرمایا کہ میں اس طرح راضی برضا ہوں کہ اگر کسی کو اعلیٰ علیین میں اور مجھ کو اسفل السافلین میں ڈال دیا جائے جب بھی اپنی موجودہ حالت پر خوش رہوں گا۔

قرب الٰہی : پھر لوگوں نے سوال کیا کہ انسان کو مرتبہ کمال کس وقت حاصل ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب مخلوق سے کنارہ کش ہو کر اپنے عیوب پر نظر پڑنے لگے' اور اسی وقت قرب الٰہی بھی حاصل ہوتا ہے پھر سوال کیا گیا کہ ہمیں تو زہد و عبادت کی تلقین فرماتے ہیں لیکن خود اس جانب راغب نہیں آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے زہد و عبادت کو مجھ سے سلب کر لیا پھر کسی نے پوچھا کہ خدا تک رسائی کس طرح ممکن ہے فرمایا کہ نہ تو دنیا کی جانب نظر اٹھاؤ نہ اس کی باتیں سنو' اور اہل دنیا سے خود بھی بات کرنا چھوڑ دو۔ پھر لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کے کلام سے بہتر کسی بزرگ کا کلام نہیں دیکھا آپ نے فرمایا کہ دوسروں کے کلام میں التباس ہوتا ہے اور میں بغیر تلبیس کے گفتگو کرتا ہوں کیونکہ دوسرے لوگ تو ہم کہتے ہیں اور میں ہی تو کہتا ہوں۔

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی استدعا کی تو فرمایا کہ آسمان کی جانب دیکھو اور یہ بتاؤ کہ اس کا خالق کون ہے اس نے کہا کہ خدا نے تخلیق فرمایا ہے' آپ نے فرمایا کہ بس اس سے ڈرتے رہو' کیونکہ وہ تمہارے ہر حال سے باخبر ہے پھر کسی نے پوچھا کہ طالب بندے سفر و سیاحت سے کیوں خوش نہیں ہوتے؟ فرمایا کہ مقصود اپنی جگہ قائم ہے تو پھر اس کو سفر و سیاحت میں تلاش کرنا ممکن نہیں' پھر کسی نے سوال کیا کہ کیسے بندوں کی صحبت میں رہنا چاہیے فرمایا کہ جو تمہاری عیادت کرے جو تمہاری خطا معاف کرتا رہے اور حق بات تم سے کبھی نہ چھپائے۔ پوچھا گیا کہ آپ رات میں نماز کیوں نہیں پڑھتے' فرمایا کہ مجھے عالم ملکوت کے چکر لگانے ہی سے فرصت نہیں ملتی اس کے

علاوہ لوگوں کی اعانت کرتا رہتا ہوں' سوال ہوا کہ عارف کون ہے؟ فرمایا کہ جو دنیا میں رہ کر بھی تم سے دور بھاگتا رہے اور خواب میں نہ تو خدا کے سوا کسی کو دیکھے اور نہ کسی پر اپنا راز ظاہر کرے پوچھا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی وضاحت فرما دیجئے فرمایا کہ دنیا کو چھوڑ دو تا کہ ان دونوں چیزوں کا قصہ ہی باقی نہ رہے فرمایا کہ بحر معرفت میں غرق ہو کر امر بالمعروف کی شناخت ہوتی ہے اور بندہ نفس و مخلوق کی اعانت کے بغیر ہی قرب الٰہی حاصل کر لیتا ہے' کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے فرمایا کہ میں نے وسائل دنیاوی کو زنجیر قناعت میں جکڑ کر اور صدق کے صندوق میں بند کر کے مایوسیوں کے دریا میں غرق کر دیا' سوال کیا گیا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا کہ چار سال' اس لیے کہ میں صرف چار سال سے خدا کا مشاہدہ کر رہا ہوں اس سے قبل کے ستر سال محض قیل و قال میں گذر گئے جن کو عمر میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

عزت : حضرت احمد حضرویہ نے آپ سے کہا کہ ابھی تک مجھ کو مقام نہایت تک رسائی حاصل نہیں ہو سکی۔ آپ نے فرمایا کہ تم عزت کی انتہا حاصل کرنے کی فکر میں ہو اور وہ باری تعالیٰ کی صفت ہے جس کو مخلوق حاصل نہیں کر سکتی پھر لوگوں نے پوچھا کہ نماز کی صحیح تعریف کیا ہے' فرمایا کہ جس کے ذریعہ خدا سے ملاقات ہو سکے' لیکن اس سے ملاقات بہت دشوار ہے سوال کیا گیا کہ آپ بھوکے رہنے کی تعریف کیوں کرتے ہیں' فرمایا کہ اگر فرعون فاقہ کشی کرتا تو "میں تمہارا رب ہوں" کہہ کر خدائی کا دعویدار نہ ہوتا فرمایا کہ مغرور اس کو کہتے ہیں جو دوسروں کو کمتر تصور کرے اور مغرور کبھی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی' پھر کسی نے عرض کیا کہ آپ کا پانی کے اوپر چلنا بہت بڑی کرامت ہے فرمایا کہ اس میں کوئی کرامت نہیں کیونکہ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی پانی پر بہتے رہتے ہیں لوگوں نے کہا کہ آپ ہوا میں پرواز کر کے مکہ معظمہ صرف ایک شب میں پہنچ جاتے ہیں' فرمایا کہ یہ بھی کوئی کرامت نہیں کیونکہ معمولی پرندے بھی ہوا میں پرواز کرتے ہیں' اور جادوگر لوگ تو ایک شب میں تمام دنیا کی سیر کر لیتے ہیں لوگوں نے مجاہدے کے متعلق غور کیا تو فرمایا کہ میں نے سو سال کی گوشہ نشینی کے بعد بھی خود کو غار میں رہنے والی عورت کی طرح پایا اور جس وقت میں نے دنیا کو خیرباد کہہ دیا خدائے تعالیٰ سے مل گیا اور خدا سے کہا کہ میرا تیرے سوا کوئی نہیں اور جب تک تو میرا ہے سب کچھ میرا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے میرے صدق کا مشاہدہ کر لیا تو میرے نفس کے عیوب دور فرما دیئے فرمایا کہ مخلوق نے مجموعی طور پر جتنا خدا کو یاد کیا ہے میں نے تنہا یاد کیا جس کی وجہ سے خدا نے بھی مجھ کو یاد کیا اور اپنی معرفت سے مجھ کو حیات نو عطا کر دی۔ فرمایا کہ جس کو اطاعت خداوندی کی خلعت سے نوازا گیا وہ اس خلعت پر فریفتہ ہو کر رہ گیا لیکن میں نے خدا سے

سوائے خدا کے کچھ طلب نہیں کیا فرمایا کہ مجھے جب یہ خیال آیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں تو غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ میں اس کو دوست نہیں رکھتا بلکہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے فرمایا کہ دوسرے لوگوں نے تو مردوں سے علم حاصل کیا لیکن میں نے ایسی زندہ ہستی سے علم سیکھا کہ جس کو موت ہی نہیں ہے فرمایا کہ جب میں نے نفس کو اللہ کی جانب راغب کرنا چاہا اور وہ راغب نہ ہوا تو میں اس کو بھی چھوڑ کر خدا کی حضوری میں پہنچ گیا فرمایا کہ جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی اور عالم ملکوت میرے مشاہدے میں آگیا' تو مجھے وہاں سے رضا و محبت حاصل ہو گئے فرمایا کہ مجھے یہ مرتبہ اس لیے حاصل ہوا کہ جس عضو کو رجوع الی اللہ نہ پایا اس سے کنارہ کش ہو کر دوسرے عضو سے کام نکالا فرمایا کہ خدا شناسی کے بعد میں نے خدا کو اپنے لیے کافی سمجھ لیا فرمایا کہ بہت عرصہ سے نماز میں مجھے خیال آتا ہے کہ میرا قلب مشرک ہے اور اس کو زنار کی ضرورت ہے فرمایا کہ عورتیں مجھ سے اس لیے افضل ہیں کہ وہ ماہواری کے بعد غسل کر کے پاک و صاف ہو جاتی ہیں لیکن مجھے تمام عمر غسل کرتے بیت گئی مگر پاکی حاصل نہ ہو سکی فرمایا کہ اگر پوری زندگی میں مجھ سے ایک نیک کام بھی ہو جاتا تو میں خوفزدہ نہ رہتا فرمایا کہ اگر روز محشر میں یہ سوال کیا جائے کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا تو میں اس کو بہتر تصور کرتا ہوں کہ یہ پوچھا جائے کہ تو نے فلاں کام کیوں نہ کیا فرمایا کہ اللہ مخلوق کے بھیدوں سے خوب واقف ہے اور ہر بھید کی جانب نظر ڈال کر فرماتا ہے کہ میں اس کو اپنی محبت سے خالی پاتا ہوں لیکن بایزید کے بھید کو اپنی محبت میں غرق دیکھتا ہوں فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں خدا کی توحید سے زیادہ کا طلب گار ہوں۔ لیکن بیداری کے بعد میں نے عرض کیا کہ مجھے تیری توحید سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ کیا خواہش رکھتے ہو' میں نے عرض کیا کہ جو میرے لائق ہو فرمایا گیا کہ خود کو چھوڑ کر چلے آؤ' فرمایا کہ لوگ مجھے اپنا جیسا خیال کرتے ہیں حالانکہ عالم غیب میں میرے اوصاف کا مشاہدہ کرلیں تو مرجائیں کیونکہ میں ایک ایسے سمندر کی طرح ہوں جس کی گہرائی کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔

عرش کی حقیقت کے متعلق کسی نے آپ سے سوال کیا تو فرمایا کہ عرش تو میں خود ہوں پھر کرسی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ کرسی بھی میں خود ہوں' پھر قلم کے متعلق بھی یہی فرمایا۔ اس کے بعد سائل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے تو اور بھی بہت سے مقرب بندے ہیں مثلاً حضرت ابراہیمؑ اور حضور محمد ﷺ اس پر بھی آپ نے یہی فرمایا کہ وہ بھی میں ہی ہوں پھر سائل نے ملائکہ کے لیے پوچھا تو جب بھی یہی فرمایا کہ وہ بھی میں ہی ہوں' یہ جواب سن کر جب وہ خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ حق میں فنائیت کے بعد تمام چیزوں کو اپنی ہی ہستی میں ضم پاتا ہوں اس لیے کہ حق

میں سب چیزیں موجود ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے معراج کی کیفیت

آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت مجھے تمام موجودات سے بے نیاز کر کے خدا نے اپنے نور سے منور فرمایا اور تمام اسرار و رموز سے آگاہی عطا کی تو میں نے چشم یقین کے ساتھ خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ میرا نور اس کے نور کے سامنے تاریک ہے' اور میری عظمت اس کی برتری کے سامنے قطعاً بے حقیقت ہے کیونکہ وہ مصفا تھا اور میرے وجود میں کثافت تھی اور جب میں نے اپنے نور و عظمت کے اندر اس کے نور و عظمت کو محسوس کیا تو یہ اندازہ ہو گیا کہ میری تمام عبادت و ریاضت میں اسی کا حکم نافذ ہے اور جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا گیا کہ جب تک ہم کام کرنے کی قوت عطا نہیں کرتے اس وقت تک تو کچھ بھی نہیں کر سکتا کیونکہ فاعل حقیقی تو ہم ہیں اور ہمارے ہی ارادے سے تمام چیزیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اور جب خدا نے میری ہستی کو فنا کر کے بقا کا مقام عطا کیا تو اپنی خودی کا میں نے بے حجابانہ مشاہدہ کیا۔ گویا میں نے اللہ کو اللہ کے ذریعہ دیکھا اور اس کی حقیقت میں گم ہو کر گونگا بہرہ اور جاہل بن گیا اور نفس کی بربریت کو درمیان سے فنا کر کے ایک عرصہ وہاں قیام کیا' پھر خدا نے مجھ کو علوم ازلی سے آگاہ فرما کر زبان کو اپنے کرم سے گویائی اور آنکھوں کو اپنے نور سے نور عطا کیا جس کے ذریعہ میں نے ہر شے میں اسی کی ذات کو جلوہ گر پایا اور اس کی علم سے علم حاصل کیا۔ پھر فرمایا گیا کہ میرا وجود سب کے ساتھ بھی ہے اور سب سے جدا بھی اور تجھے بلا وسائل کے تمام وسائل حاصل ہیں میں نے عرض کیا کہ مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے تیرے وجود کے بغیر اپنا وجود بھی ناپسند ہے بلکہ تیرے وجود کا اپنے وجود کے بغیر بھی قیام چاہتا ہوں' فرمایا کہ شریعت کو چھوڑ کر حد اعتدال سے نکل جا تا کہ تیری کوشش ہمارے لیے پسندیدہ ہو' میں نے عرض کیا کہ میری تمنا تو یہی ہے اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ میری ذات نقص و عیب سے پاک ہے۔ فرمایا گیا کہ یہ بھید تجھے کیسے معلوم ہوا میں نے عرض کیا کہ میرے علم کا سبب تو بخوبی جانتا ہے کیونکہ تو ہی مجیب و مجاب ہے' پھر اس نے اپنی رضا سے مجھے مخاطب فرما کر شرف عطا کیا اور اپنی خوشنودی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اور قلب کی تاریکی اور نفس کی کثافت کو دور کر دیا اس وقت میں نے محسوس کیا کہ میری حیات کا تعلق ذات خداوندی سے ہے اور میں اس کے فضل و کرم سے ملبوس ہوں پوچھا گیا اور کیا چاہتا ہے میں نے عرض کیا کہ تو سب سے زائد علیم و کریم ہے اس لیے تجھ

کو ہی تجھ سے طلب کرتا ہوں صرف اپنا قرب عطا کر کے ماسوا سے نجات عطا کر دے' اسی طرح کے کلام کے بعد مجھے تاج و کرامت عطا کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تو نے حق کو دیکھ لیا اور پالیا میں نے عرض کیا کہ میں نے حق کو حق کے توسل سے پایا اور دیکھا پھر میری حمد و ثنا کے صلہ میں ایسے پر عطا کیے گئے جن کے ذریعہ میدان عزت میں پرواز کرتے ہوئے میں نے قدرت کے صنائع کا مشاہدہ کیا خدا نے اپنی قوت و زینت سے مجھے قوت و زینت بخشی اور تاج کرامت سر پر رکھ کر در توحید کھول دیا اور فرمایا کہ اب تیری رضا ہماری رضا ہو گی اور تیرا کلام کثافتوں سے پاک ہو گا اور تیرا ہمارے اوصاف سے وابستہ ہونے کا کسی کو علم بھی نہ ہو سکے گا اس کے بعد مجھے از سر نو زندگی عطا کی گئی اور مکمل آزمائش کے بعد دریافت کیا گیا کہ ملک کس کا ہے حکم کس کا ہے اور صاحب اختیار کون ہے؟ میں نے کہا کہ تیرے سوا کسی میں یہ اوصاف نہیں ہو سکتے' پھر جس وقت مجھے نظر قہر سے دیکھا گیا تو میری ہستی فنا ہو گئی اور میں نے صبر و سکون کا پیراہن پہن لیا جس کی بنا پر مجھے یہ مراتب تفویض کیے گئے کہ میرے قلب تاریک میں مسرتوں کا ایک ایسا دریچہ کھولا گیا اور لسان توحید عطا کر کے میرے قلب کو اپنے نور سے منور کر دیا اور اپنی صنعتوں سے آنکھوں کو خیرہ بنا دیا اور اس میں اسی کی اعانت سے بات کرتا اور چلتا پھرتا ہوں اور اسی کے کرم سے وہ حیات ملی جس میں موت کا وجود ہی نہیں پھر فرمایا گیا کہ مخلوق تیرے دیدار کی متمنی ہے میں نے کہا کہ میں تو تیرے سوا کسی کو بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا لیکن اگر تیری یہی خواہش ہے کہ مخلوق میرا نظارہ کرے تو پھر میں راضی برضا ہوں لیکن پہلے مجھے وحدانیت سے آراستہ فرما دے تاکہ مخلوق میرے اندر تیری وصف و حقیقت کا مشاہدہ کر سکے اور میرا وجود درمیان سے منقطع ہو جائے پھر خدا تعالیٰ نے میری خواہشات کی تکمیل کے بعد مجھے تمام عالم کے سامنے پیش کر دیا اور جیسے ہی میں نے اس کی بارگاہ سے باہر قدم رکھا تو لغزش سے گر پڑا۔ اور فوراً یہ ندا آئی کہ ہمارے دوست کو واپس لے آؤ کیونکہ وہ ہمارے بغیر نہ رہ سکتا ہے نہ چل پھر سکتا ہے۔ پھر حضرت بایزید نے فرمایا کہ میں تیس سال تک وحدانیت کی فضا میں پرواز کرتا رہا اور تیس سال فضائے الوہیت میں اڑتا رہا۔ اور تیس سال تک فضائے یکتائیت میں پرواز کی اور جب نوے سال مکمل ہو گئے اس وقت میں نے بایزید کو دیکھا اور محسوس کیا کہ جو عالم نظروں سے گزرا ہے وہ بایزید ہی نے دیکھا' پھر چار ہزار مراتب طے کرنے کے بعد کمال اولیاء کے درجہ تک پہنچا اور جب خود کو نبوت کے ابتدائی درجہ میں دیکھا تو یہ تصور کر لیا کہ شائد اتنا عظیم مرتبہ کسی کو حاصل نہیں ہوا' لیکن غور و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ میرا سر ایک نبی کے قدموں کے نیچے ہے اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہوا کرتی ہے لیکن نبوت کی کوئی انتہا نہیں' اس مقام سے جب

میری روح فردوس و جہنم اور ملائکہ کے مشاہدے کے لیے روانہ ہوئی تو وہاں انبیاء کرام سے شرف نیاز حاصل ہوا اور میں نے سلام کیا لیکن جس وقت میری روح حضور اکرم ﷺ کے روبرو پہنچی تو دیکھا کہ آگ کے دریا میں ایک راستہ ہے اور نور کے ہزاروں حجابات درمیان میں حائل ہیں جس کی وجہ سے میری روح دیدار سرکار دوعالم ﷺ سے محروم رہ گئی اور مجھ پر ہیبت کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی اور جب ہوش میں آیا تو میں نے دور ہی سے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا اسی طرح مجھے قرب خداوندی تو حاصل ہوا لیکن اس کے محبوب کے قرب تک رسائی حاصل نہ ہو سکی کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر بندے کے ہمراہ اور قریب ہے اور ہر بندہ اپنے معیار کے مطابق اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے، لیکن حضور ﷺ کی زیارت اسی وقت نصیب ہو سکتی ہے جب لا الہ الا اللہ کی منزل سے گذر جائے اور ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ اور اس کے محبوب کی راہیں گو ایک ہیں لیکن زیارت محبوب کے لیے تاب نظارہ کی ضرورت ہے جس طرح حضور بوتراب کے ایک ارادت مند نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا لیکن بایزید کا حوصلہ نہ ہو سکا، پھر حضرت بایزید نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے مشاہدہ کیا اس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ جب تک خودی کا ازالہ نہ ہو جائے خدا کا راستہ ملنا محال ہے اور جب میں نے سوال کیا کہ میں اپنی خودی کا ازالہ کس طرح کروں، تو جواب ملا کہ یہ مقام صرف اتباع نبوی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

حضرت مصنف کہتے ہیں کہ مجھے حیرت ہے کہ جو بزرگان دین وقار نبوی ﷺ سے اس درجہ باخبر ہوں کہ ان کے اقوال سے لوگ ایسا مفہوم کیوں اخذ کر لیتے ہیں جس میں حضور ﷺ اکرم کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو، جیسا کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا تمام مخلوق قیامت میں حضور اکرم ﷺ کے علم کے نیچے ہوگی، فرمایا کہ قسمیہ کہتا ہوں کہ میرے علم کے نیچے مخلوق کے علاوہ انبیاء کرام بھی ہوں گے لیکن لوگوں نے یہ مفہوم اخذک کر لیا کہ بایزید نے خود کو حضور اکرم ﷺ سے بھی زیادہ افضل تصور کر لیا لیکن یہ مفہوم سمجھنا ایک مہمل سی بات ہے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ تک اس حد تک رسائی حاصل کر لی تھی کہ آپ کی زبان خدا کی زبان بن چکی تھی اور آپ کا قول حقیقت میں اللہ کا قول تھا اور یہ بھی تسلیم کر لینا چاہیے کہ

لوائی اعظم من لوائی محمد یا سبحانی ما اعظم شانی جیسے کلمات آپ کی زبان سے نکلے لیکن درحقیقت خدا تعالیٰ نے آپ کی زبان سے گفتگو فرمائی۔

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات

آپ اپنی مناجات میں یہ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ میرے اور اپنے درمیان سے دوئی کا حجاب ختم فرمادے تاکہ میں تیری ذات میں فنا ہو جاؤں' اے اللہ جب تک میں خودی میں مبتلا رہا سب سے ادنیٰ رہا' لیکن جب تیری معیت نصیب ہوئی اس وقت میں سب سے اعلیٰ و برتر ہو گیا' اے اللہ فقر و فاقہ سے تیرا قرب حاصل ہوا اور تیرے الطاف کریمانہ نے مجھے تجھ سے روشناس کیا اور اس لیے میں تجھ پر ناز کرتا ہوں اے اللہ قلب کے لیے بہترین شے تیرا الہام اور غیب کی راہوں میں سب سے افضل تیرا نور ہے۔ اور سب سے عمدہ ہے وہ حالت جس کا انکشاف مخلوق کے لیے دشوار ہے اور بہترین ہے وہ زبان جو تیرا وصف بیان کرنے سے قاصر رہے کیونکہ اگر انسان تیرے اوصاف بیان کرنا چاہے تو پوری زندگی میں تیرے اوصاف کا معمولی سا حصہ بھی بیان نہیں کر سکتا۔ اے اللہ یہ بات تعجب خیز نہیں کہ میں تجھ کو اپنا دوست تصور کرتا ہوں بلکہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تو مجھ کو اپنا دوست سمجھتا ہے کیونکہ مختار کل اور صاحب قوت ہے اور میں ایک کمزور محتاج بندہ ہوں' اے اللہ میں تجھ سے خوفزدہ رہتا تھا لیکن تو نے اپنے کرم سے میرا خوف دور کر دیا جس کی وجہ سے میں ہمہ اوقات مسرور و شاداں رہتا ہوں۔ اور تو نے مجھے اپنی بارگاہ میں باریاب فرمایا جس کا میں کسی طرح بھی شکر ادا نہیں کر سکتا اے اللہ میں اپنی عبادت و ریاضت پر نازاں نہیں ہوں بلکہ یہ بات قابل فخر ہے کہ تو نے اپنے احکامات کی بجا آوری کے لیے قوت و طاقت عطا کر کے خلعت بزرگی سے سرفراز فرمایا اے اللہ میرا شمار تو ان آتش پرستوں میں کر لے جو ستر سال آتش پرستی میں مبتلا رہے اور آخری عمر میں صحرائے گمراہی سے نکل کر وادی ہدایت میں پہنچے اور اسلام میں داخل ہو کر ان میں تیرا نام لینے کا ذوق پیدا ہو گیا۔ اے اللہ نہ تجھے کسی سبب کی حاجت ہے اور نہ قبولیت کے لیے کسی عبادت کی اور نہ تیرے یہاں کی یہ رسم ہے کہ کثرت گناہ کی بنا پر گناہگاروں کو کسی طرح معاف ہی نہ کرے' بلکہ تجھے کلی اختیار ہے کہ جس کو چاہے معاف کر کے اپنے قرب سے نواز دے اے اللہ گو میں نے اپنے نزدیک بہت ہی نیک کام انجام دیئے لیکن وہ تیری بارگاہ میں قبولیت کے ہرگز قابل نہیں لہٰذا ان کو نظرانداز فرما کر صرف اپنے رحم و کرم سے میری مغفرت فرمادے۔

آپ ہمہ اوقات اللہ اللہ کا ورد جاری رکھتے اور عالم نزع میں بھی آپ کی زبان پر اللہ ہی کا نام تھا' اور موت سے قبل آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میں دنیا میں بربنائے غفلت تیری عبادت سے محروم رہا اور اب آخری وقت میں بھی تیری عبادت سے غافل ہوں اس کے باوجود بھی تیری رحمت کا متمنی ہوں۔ یہ کلمات زبان پر تھے کہ روح مبارک اعلیٰ علیین کی جانب پرواز کر گئی انا للہ وانا الیہ

راجعون۔

کسی نے خواب میں دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ تصوف کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا کہ راحتوں کو چھوڑ کر مشقتیں برداشت کرنے کا نام ہی تصوف ہے۔

جب شیخ ابو سعید ابوالخیر آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو کچھ دیر قیام کر کے چلتے وقت فرمایا کہ یہ وہ ٹھکانہ ہے جہاں کھوئی ہوئی چیز مل جاتی ہے۔

باب نمبر 15

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ علوم ظاہری و باطنی سے مرصع اور شریعت و طریقت سے آراستہ تھے' اور علما اور صوفیا دونوں ہی آپ کے مراتب کے پیش نظر بے حد تعظیم و احترام کرتے تھے اور عظیم تر مشائخیں آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اس کے علاوہ آپ کی تصنیف و کرامات کثرت سے ہیں' ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری اور حضرت فضیل بن عیاض نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا تو سفیان ثوری نے کہا کہ اے مرد مشرق تشریف لایئے اور حضرت فضیل نے کہا اے مرد مغرب اور جو مغرب و مشرق کے درمیان ہے تشریف لایئے حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ جس کی تعریف میں حضرت فضیل جیسے بزرگ رطب اللسان ہوں ان کے اوصاف بھلا میں کیا بیان کر سکتا ہوں۔

رجوع کی وجہ : ابتدائی دور میں آپ ایک کنیز کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور محبت کا عرصہ بہت طول پکڑ گیا چنانچہ سردیوں کی ایک رات میں آپ صبح تک اس کے مکان کے سامنے انتظار میں کھڑے رہے اور جب سحر نمودار ہوئی تو رات کے بیکار جانے کا بیحد ملال ہوا اور قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میں یہ رات عبادت میں گذارتا تو اس بیداری سے وہ لاکھ درجہ بہتر تھا بس اسی تصور سے آپ نے تائب ہو کر عبادت و ریاضت کو صدق دلی کے ساتھ اپنا مشغلہ بنا لیا اور بہت قلیل عرصہ میں اعلیٰ و ارفع مراتب پر فائز ہوئے۔

ایک مرتبہ۔ آپ کی والدہ آپ کی جستجو میں نکلیں تو دیکھا کہ ایک باغ میں گلاب کے پودے کے نیچے محو خواب ہیں اور ایک سانپ نرگس کی ٹہنی سے مکھیاں اڑا رہا ہے۔ آپ مرو کے باشندے

تھے اور سیر و سیاحت کے بیحد دل دادہ اور مدتوں بغداد میں مقیم رہ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں سے واپس ہو کر پھر اپنے وطن اصلی مرد میں سکونت پذیر ہو گئے اور اس دور میں مرد میں ایک جماعت فقہا کی اور دوسری محدثین کی تھی لیکن آپ کے بہترین طرز عمل کی وجہ سے دونوں جماعتیں آپ کو قابل احترام تصور کرتی تھیں' اور اسی کی مناسبت سے آپ کو راضی الفریقین کے خطاب سے یاد کیا جانے لگا اور جب بھی کوئی اختلاف ان دونوں جماعتوں میں رونما ہوتا تو آپ کو ثالث بنا کر آپ کے فیصلوں کی پابندی کرتیں' اس کے علاوہ آپ نے مرد میں دو سرائیں بھی تعمیر کرائیں ایک فقہاء کے قیام کے لیے اور دوسری محدثین کے لیے' اس کے بعد آپ مستقل طور پر مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ ایک سال حج کرتے اور دوسرے سال شریک جہاد رہتے اور تیسرے سال تجارت کر کے جو کچھ بھی نفع حاصل کرتے وہ سب مستحقین میں تقسیم فرما دیتے اور فقراء کو کھجوریں کھلاتے تو گٹھلیاں شمار کرتے جاتے اور جو شخص جس قدر کھجوریں کھاتا اسی حساب سے ہر شخص کو اتنے ہی درہم دیتے تھے۔

کچھ عرصہ ایک نہایت بد طینت شخص آپ کی صحبت میں رہا اور جب وہ رخصت ہو گیا تو آپ نے روتے ہوئے فرمایا کہ صد حیف وہ تو مجھ سے رخصت ہو گیا لیکن اس کی بری خصلتیں اس سے رخصت نہ ہو سکیں' ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں بعض لوگوں نے ایک نابینا سے کہا کہ عبداللہ بن مبارک تشریف لا رہے ہیں جو کچھ طلب کرنا چاہے طلب کر لے' چنانچہ اس نے آپ کو ٹھہرا کر یہ دعا کرنے کی درخواست کی کہ میری بصارت واپس آجائے اور جب آپ نے دعا فرمائی تو فوراً ہی اس کی بصارت واپس آگئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بغرض حج روانہ ہوا لیکن راستے میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ صرف چار یوم حج میں باقی رہ گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں حج سے محروم رہ جاؤں' لہٰذا کیا شکل اختیار کرنی چاہیے' اسی فراق میں ایک بڑھیا نے آکر مجھ سے کہا کہ میرے ہمراہ چل میں تجھے عرفات تک پہنچائے دیتی ہوں چنانچہ میں چل پڑا اور جب راہ میں کوئی دریا آجاتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں بند کر لو' اور جب میں اس پر عمل کرتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ میں صرف کمر کمر تک پانی میں چل رہا ہوں' اور جب دریا عبور کر لیتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں کھول دو' غرض یہ کہ اسی طرح اس نے مجھے عرفات تک پہنچا دیا اور فراغت حج کے بعد بڑھیا نے کہا کہ چلو میں اپنے بیٹے سے تمہاری ملاقات کرواؤں اور جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک بہت ہی کمزور سا نوجوان نورانی صورت کا بیٹھا ہوا ہے اور ماں کو دیکھتے

ہی قدموں میں گر کر کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے تم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے میری تجہیز و تکفین کے لیے بھیجا ہے کیونکہ میری موت کا وقت بہت ہی قریب ہے یہ کہتے ہی وہ فوت ہو گیا اور میں نے غسل دے کر اس کو قبر میں اتار دیا لیکن بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ اب تم رخصت ہو جاؤ کیونکہ میں اپنی زندگی بیٹے کی قبر پر گزارنا چاہتی ہوں۔ اور آئندہ سال جب تم آؤ گے تو میں تمہیں نہ مل سکوں گی۔ لیکن میرے لیے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہنا۔

مشہور واقعہ : ایک مرتبہ آپ فراغت حج کے بعد بیت اللہ میں سو گئے اور خواب دیکھا کہ دو فرشتے باہم باتیں کر رہے ہیں، اور ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے افراد کا حج قبول ہوا، دوسرے نے جواب دیا کہ چھ لاکھ لوگوں نے فریضہ حج ادا کیا لیکن ایک فرد کا بھی حج قبول نہیں ہوا۔ مگر دمشق کا ایک موچی جو حج میں تو شریک نہیں ہوا لیکن خدا نے اس کا حج قبول فرما کر اس کے طفیل میں سب کا حج قبول کر لیا، یہ خواب دیکھ کر بیداری کے بعد موچی سے ملاقات کرنے دمشق پہنچے اور ملاقات کے بعد جب اس کا نام و نسب دریافت کر کے حج کا واقعہ دریافت کیا تو اس نے اپنا نام اور پیشہ بیان کرنے کے بعد جب آپ کا نام پوچھا تو آپ نے بتا دیا کہ میں عبداللہ بن مبارک ہوں، یہ سنتے ہی وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا، اور ہوش میں آنے کے بعد اس طرح اپنا واقعہ بیان کیا کہ بہت عرصہ سے میرے قلب میں حج کی تمنا تھی اور میں نے اس نیت سے تین سو درہم بھی جمع کر لیے تھے لیکن ایک دن میرے پڑوسی کے یہاں سے کھانا پکنے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ اس کے یہاں سے تم بھی مانگ لاؤ تا کہ ہم بھی کھا لیں، چنانچہ میں نے اس سے جا کر کہا کہ آج آپ نے جو کچھ پکایا ہے ہمیں بھی عنایت کریں، لیکن اس نے کہا وہ کھانا آپ کے کھانے کا نہیں ہے کیونکہ سات یوم سے میں اور میرے اہل و عیال فاقہ کشی میں مبتلا تھے تو میں نے مردہ گدھے کا گوشت پکا لیا ہے، یہ سن کر میں نے خوف خداوندی سے لرز گیا اور اپنی تمام جمع شدہ رقم اس کے حوالے کر کے یہ تصور کر لیا کہ ایک مسلمان کی امداد میرے حج کے برابر ہے حضرت عبداللہ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ فرشتوں نے خواب میں واقعی سچی بات کہی تھی اور خدا تعالیٰ حقیقتہ" قضاو قدر کا مالک ہے۔

آپ کے پاس ایک ایسا غلام تھا جس سے آپ نے یہ شرط کر رکھی تھی کہ اگر تم محنت مزدوری کر کے اتنی رقم مجھے دیدو تو میں تم کو آزاد کر دوں گا، ایک دن کسی نے آپ سے کہہ دیا کہ آپ کا غلام تو سرقہ کرتے ہوئے کفن چرا کر فروخت کرنے کے بعد آپ کی رقم ادا کرتا ہے، یہ سن کر آپ کو بے حد ملال ہوا اور رات کو چھپ کر اس کے پیچھے پیچھے قبرستان پہنچ گئے۔ قبرستان میں جا کر

غلام نے ایک قبر کھولی اور نماز میں مشغول ہو گیا اور جب آپ نے قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ٹاٹ کے کپڑے پہنے اپنے گلے میں طوق پہنے ہوئے گریہ و زاری کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ رو پڑے اور پوری رات آپ نے باہر اور غلام نے قبر میں عبادت کرنے میں گذار دی' پھر صبح کو غلام نے قبر کو بند کیا اور فجر کی نماز مسجد میں جا کر ادا کی اور یہ دعا کرتا رہا کہ اے اللہ اب رات گذر چکی ہے اور میرا آقا اب رقم طلب کرے گا' لہٰذا اپنے کرم سے تو ہی کچھ انتظام فرما دے' اس دعا کے بعد ایک نور نمودار ہوا اور اس نے درم کی شکل اختیار کر لی' چنانچہ آپ یہ واقعہ دیکھ کر غلام کے قدموں میں گر پڑے اور فرمایا کہ کاش تو آقا اور میں غلام ہوتا' یہ جملہ سن کر غلام نے پھر دعا کی کہ اے اللہ اب میرا راز فاش ہو گیا اس لیے مجھے دنیا سے اٹھا لے اور آپ ہی کی آغوش میں دم توڑ دیا۔ پھر آپ نے غسل دے کر ٹاٹ ہی کے لباس میں دفن کر دیا' لیکن رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دو براقوں پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عبداللہ تو نے ہمارے دوست کو ٹاٹ کے لباس میں کیوں دفن کیا ہے؟

ایک مرتبہ آپ بہت وجاہت کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک نادار سید نے کہا کہ میں سید ہونے کے باوجود بھی آپ سے مرتبہ میں کم کیوں ہوں' فرمایا کہ میں تو تیرے جد امجد کا اطاعت گذار ہوں لیکن تو ان کے اقوال و اعمال پر بھی عمل پیرا نہیں ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ نے یہ جواب دیا کہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ تیرے جد اعلیٰ خاتم الانبیا تھے اور میرا باپ گمراہ مگر تیرے جد اعلیٰ نے جو ترکہ چھوڑا اس کو میں نے حاصل کر لیا جس کی وجہ سے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا گیا اور میرے باپ کی گمراہی تو نے حاصل کی اس لئے تو رسوا ہو گیا لیکن اسی شب آپ نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو غصہ کی حالت میں دیکھا اور جب وجہ دریافت کی تو حضور نے فرمایا کہ تو نے میری آل کے عیوب کی پردہ دری کیوں کی چنانچہ آپ بیدار ہونے کے بعد اسی سید کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور ادھر اس سید نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ اگر تیرے اعمال و افعال بہتر ہوتے تو عبداللہ تیری اہانت کیوں کرتا؟ چنانچہ وہ بھی بیداری کے بعد آپ کی تلاش میں چل دیا اور جب راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی تو دونوں اپنا اپنا خواب سنانے کے بعد تائب ہوئے۔

حضرت سہیل بیشتر آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے ایک مرتبہ چلتے ہوئے کہنے لگے کہ اب میں کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔ اس لیے کہ آج چھت پر سے آپ کی کنیزیں مجھے اے سہیل اے سہیل کہہ کر آوازیں دے رہی تھیں اور یہ بات میرے لیے بار خاطر ہو گئی یہ سن کر حضرت عبداللہ نے کہا کہ آؤ سہیل کی نماز جنازہ ادا کریں چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا اور تجہیز و

تکفین کے بعد جب لوگوں نے سوال کیا کہ موت سے پہلے ہی آپ کو ان کی موت کا علم ہو گیا تھا' فرمایا کہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ تیری چھت پر سے کنیزیں اے سہیل کہہ کر آوازیں دے رہی تھیں حالانکہ میرے یہاں کوئی لونڈی نہیں ہے اور وہ یقیناً حوریں تھیں اور آواز دے رہی تھیں اسی وجہ سے میں نے ان کی موت کا یقین کر لیا۔

ایک عیسائی راہب عبادات و مجاہدات کرتے کرتے بہت کمزور ہو گیا تھا اور جب حضرت عبداللہ نے دریافت کیا کہ خدا کا راستہ کیسا ہے اس نے جواب دیا کہ تم عارف ہونے کی وجہ سے یقیناً خدا اور اس کی راہوں سے ضرور واقف ہو گے' میں نے تو آج تک اللہ ہی کو نہیں پہچانا پھر بھلا اس کا راستہ کیسے بتا سکتا ہوں۔ میں تو پہچانے بغیر ہی اس کی عبادت کرتے کرتے اس قدر ضعیف ہو گیا ہوں لیکن نہ جانے تم کس قسم کے عارف ہو کر خدا کا خوف بھی نہیں کرتے یہ سن کر آپ کو ایسی عبرت ہوئی کہ ہر یوم آپ کے خوف خداوندی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ روم کے گردو نواح میں میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کو شکنجہ میں کس کر مار پیٹ رہے ہیں اور ایک شخص دور سے کھڑا کہہ رہا ہے کہ اس کو اچھی طرح مار دو ورنہ بڑا بت خفا ہو جائے گا' اور جب میں نے پٹنے والے سے پوچھا کہ یہ لوگ تجھے مار رہے ہیں اس نے کہا کہ ہمارا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ گناہوں سے پاک ہوئے' بغیر بڑے بت کا نام زبان سے نہیں نکال سکتے اور اس کے ڈر سے یہ گریہ وزاری بھی نہیں کر سکتا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خدا کا احسان عظیم ہے کہ اس نے مجھے وہ دین عطا کیا جس میں خدا کا نام لیتے ہی بندہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کی معرفت حاصل کرتا ہے تو سکوت اختیار کر لیتا ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے کہ خدا کو شناخت کرنے والوں کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ جہاد میں آپ ایک کافر سے بر سرپیکار تھے تو نماز کا وقت آگیا اور آپ نے اس کافر سے اجازت لے کر نماز ادا کر لی' اور جب اس کی عبادت کا وقت ہوا تو وہ بھی آپ سے اجازت لے کر اپنے بت کی جانب متوجہ ہوا لیکن آپ کے دل میں اس کو قتل کر دینے کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ اسی وقت ندائے غیبی آئی کہ ہماری اس آیت کے مطابق اوفوا بالعهد ان العهد كان مسؤل یعنی تم سے قیامت میں عہد شکنی کی باز پرس ہو گی لہٰذا اپنے قصد سے باز آجاؤ' یہ ندا سنتے ہی آپ رو پڑے اور جب اس کافر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے پورا واقعہ بیان کر دیا' یہ سن کر اس کافر کو خیال آیا کہ جو خدا اپنے دشمن کی وجہ سے اپنے دوست پر ناراض ہو اس کی اطاعت نہ کرنا بزدلی ہے اور اس خیال کے ساتھ ہی وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن لرز کر بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد جب میں نے اس کی کیفیت پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں آتش پرست ہوں اور بھیس تبدیل کر کے کعبۃ اللہ میں داخلہ کی نیت سے آیا تھا لیکن جیسے ہی میں نے داخلہ کا قصد کیا تو ندا آئی کہ تو دوست کا دشمن بن کر دوست کے مکان میں کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ اور یہ آواز سنتے ہی میں نے صدق دلی سے اسلام قبول کر لیا۔

موسم سرما میں نیشاپور کے بازار میں آپ نے ایک غلام کو دیکھا جو سردی میں سکڑا ہوا تھا آپ نے پوچھا کہ تم اپنے مالک سے پوستین کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے ہو' اس نے جواب دیا کہ اس کو نظر نہیں آتا جو میرے کہنے کی ضرورت پیش آئے اس جملہ سے آپ کو ایسی عبرت ہوئی کہ آپ نے فرمایا کہ طریقت تو اس غلام سے حاصل کرنی چاہیے۔

ایک پریشانی کے وقت کچھ لوگ آپ کے پاس بطور دلداری کے حاضر ہوئے اور ان میں ایک آتش پرست بھی تھا اور اس نے یہ کہا کہ دانش در وہی ہے جو اول دن ہی وہ کام انجام دے جس کو نادان تیسرے دن پورا کرتے ہیں یہ جملہ سن کر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس قول کو یاد رکھنا' بہت عظیم نصیحت ہے۔

جب لوگوں نے سوال کیا کہ کون سی عادتیں سود مند ہو سکتی ہیں؟ فرمایا کہ عقل کامل ہونا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر عقل کامل نہ ہو' فرمایا کہ حسن ادب ہو۔ لوگوں نے کہا کہ اگر یہ بھی نہ ہو' فرمایا کہ اتنا شفیق بھائی بن جائے کہ لوگ اس سے مشورہ کریں لوگوں نے کہا کہ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو سکے' فرمایا سکوت اختیار کرو' اور اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر مرگ ناگہاں بہت سود مند ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ جو ادب کی اہمیت سے واقف نہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے سنت میں خلل پڑنے کی وجہ سے فرائض سے بھی محرومی ہو جاتی ہے اور ایسا شخص خدا کی معرفت سے کبھی بہرور نہیں ہو سکتا۔

ارشادات : جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ خدا کے راستے میں چلنے والوں کی کیا کیفیت ہوئی؟ فرمایا کہ وہ ہمہ اوقات خدا کی طلب میں مشغول رہتے ہیں' فرمایا کہ ہمیں کثیر علم کے بجائے قلیل ادب کی زیادہ احتیاج ہے اور لوگ اس وقت ادب کی تلاش کرتے ہیں جب اہل ادب دنیا سے رخصت ہو چکے' گو مشائخ نے ادب کی بہت سی تعریفیں کی ہیں لیکن میرے نزدیک ادب نام ہے نفس شناسی کا فرمایا کہ ایک درم قرضہ حسنہ دینا ایک ہزار درم خیرات کر دینے سے زیادہ موجب ثواب ہے اور ناجائز مال کا حصہ لینے والا بھی توکل سے محروم رہتا ہے اور توکل وہ ہے جس کو تمہارا نفس نہیں بلکہ خدا تعالیٰ توکل خیال کرے اور توکل کسب کے لیے مانع نہیں ہے بلکہ کسب و توکل دونوں

ہی داخل عبادت ہیں اور اہل توکل کو اتنا پسماندہ کرلینا کہ جوان کے مرض و موت میں کام آسکے معیوب نہیں، فرمایا کہ اگر عیالدار شخص بچوں کی نگرانی اور پرورش کے ساتھ علم دین بھی سکھاتا ہے تو اس کا اجر جہاد سے بھی فزوں ہے فرمایا کہ جس کو دنیا والے عزت و وقعت کی نگاہون سے دیکھتے ہوں اس کو چاہیے کہ وہ خود کو بے وقعت تصور کرتے ہوئے خود فریبی میں مبتلا نہ ہو۔

جب لوگوں نے سوال کیا کہ قلب کا معالجہ کس طرح کیا جائے فرمایا کہ قرب الٰہی اور لوگوں سے کنارہ کشی کرنے سے فرمایا کہ تواضع کا مفہوم یہ ہے کہ انسان امراء سے غرور اور فقراء سے عجز کے ساتھ پیش آئے اور جو دنیاوی مراتب کے اعتبار سے تم سے برتر ہو اس کے ساتھ تکبر سے پیش آؤ اور جو تم سے کمتر ہو اس کے ساتھ عاجزی اختیار کرو فرمایا کہ جس کی رجا میں خوف کا عنصر نہ ہو وہ بہت جلد ختم ہو جائے گا فرمایا کہ ظاہری و باطنی مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ جو قلب سے خوف کو دور کر کے سکون عطا کر دے۔

جب لوگوں نے آپ کی مجلس میں غیبت پر بحث کی تو آپ نے فرمایا اگر انسان غیبت ہی کرنا چاہے تو پہلے اپنے والدین کی غیبت کرے کیونکہ ان کے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اولاد کی نیکیاں ان کے اعمالنامے میں درج کی جاتی ہیں۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں ایسے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں جس کو بوجہ ندامت آپ کے سامنے نہیں بتا سکتا لیکن اصرار کے بعد اس نے کہا کہ میں زنا کا ارتکاب کر بیٹھا ہوں آپ نے فرمایا کہ میں تو اس خیال میں تھا کہ شاید تو نے غیبت کا گناہ کیا ہے کیونکہ زنا کا تعلق تو خدا کے گناہ سے ہے جو توبہ کے بعد معاف بھی ہو سکتا ہے لیکن غیبت بندے کا گناہ ہے جس کو بندہ معاف نہیں کرتا۔

آپ کے یہاں کوئی مہمان آگیا اور اس وقت آپ کے یہاں کچھ بھی موجود نہ تھا لیکن اپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ مہمان خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے لہٰذا مہمان داری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا مگر اس نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی چنانچہ اس حکم شرعی کے مطابق کہ جو عورت شوہر کا حکم نہ مانے اس کو طلاق دے دینی چاہیے۔ آپ نے بھی مہر ادا کر کے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔

ایک دن آپ کی مجلس وعظ میں کوئی امیر زادی شریک ہوئی اور وعظ سے اس درجہ متاثر کہ اپنے والدین سے کہہ دیا کہ میرا نکاح عبداللہ بن مبارک سے کردو اور والدین نے بھی خوش ہو کر نکاح کر کے لڑکی آپ کے ہمراہ کردی اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار بھی لڑکی کو دیئے پھر نکاح کے بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو نے ہماری خوشنودی میں بیوی کو طلاق دیدی تھی لہٰذا ہم نے اس سے بہتر تجھ کو دوسری بیوی عطا کر دی تا کہ تو بخوبی اندازہ کر سکے کہ خدا کے خوش

کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے۔

موت سے قبل آپ نے اپنا تمام گھر کا سامان فقراء میں تقسیم کر دیا اور جب ایک ارادت مند نے سوال کیا کہ آپ کی تین صاجزادیاں ہیں ان کے لئے کیا چھوڑا؟ فرمایا کہ ان کے لیے خدا کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ جس کا کفیل خدا ہو اس کو عبداللہ کی کیا حاجت ہے موت سے پہلے آپ نے آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ عمل کرنے والوں کو ایسے ہی عمل کرنے چاہیں اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور کسی نے حضرت سفیان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کیسا معاملہ رہا؟ فرمایا کہ اس نے میری مغفرت فرمادی، پھر اس نے سوال کیا کہ عبداللہ بن مبارک کس حال میں ہیں۔ فرمایا کہ ان کا شمار تو اس جامعت میں ہے جو دن میں دو مرتبہ حضوری ﷺ کا شرف حاصل کرتی ہے۔

باب نمبر ⟵ 16

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ شریعت و طریقت میں کامل اور علوم رسالت کے وارث تھے جس کی وجہ سے عوام نے آپ کو امیر المومنین کا خطاب دیا تھا اور علوم ظاہری و باطنی پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی اور بہت سے مشائخین آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ایک مرتبہ حضرت ابراہیم نے آپ کو سماعت حدیث کی دعوت دی اور جب آپ وہاں پہنچ گئے تو فرمایا کہ مجھ کو تو صرف آپ کے اخلاق کا امتحان مقصود تھا ورنہ درحقیقت کسی کام کی غرض سے نہیں بلایا۔

آپ پیدائشی متقی تھے حتی کہ ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے ایام حمل میں ہمسایہ کی کوئی چیز بلا اجازت منہ پر رکھ لی تو آپ نے پیٹ میں تڑپنا شروع کر دیا اور جب تک انھوں نے ہمسایہ سے معذرت طلب نہ کی آپ کا اضطرار ختم نہ ہوا اور آپ کے تائب ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلی الٹا پاؤں مسجد میں رکھ دیا جس کے بعد ہی یہ ندا آئی کہ اے ثوری مسجد کے حق میں یہ گستاخی اچھی نہیں بس اسی دن سے آپ کا نام ثوری پڑ گیا بہرحال یہ ندا سن کر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ غش کھا کر گر پڑے اور ہوش آنے کے بعد اپنے منہ پر طمانچے لگاتے ہوئے کہنے لگے کہ بے ادبی کی ایسی سزا ملی کہ میرا نام ہی دفتر انسانیت سے خارج کر دیا گیا۔ لہٰذا اے نفس

اب ایسی بے ادبی کی جرات کبھی نہ کرنا۔

ایک مرتبہ کسی کے کھیت میں آپ کا قدم پڑ گیا تو فوراً ندا آئی کہ اے ثور دیکھ بھال کر قدم رکھ۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ جس پر خدا کا اتنا بڑا کرم ہو کہ صرف ایک قدم غلط پڑنے پر توبیخ فرمائی گئی تو اس کی باطنی کیفیت کیا ہو گی آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے جس قدر بھی اقوال سنے ان پر عمل پیرا رہا' اور آپ کا یہ مقولہ تھا کہ محدثین کو زکواۃ ادا کرنی چاہیے یعنی دو سو احادیث میں سے کم از کم پانچ احادیث پر عمل کرنا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ حالت نماز میں خلیفہ وقت نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر لیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسی نماز قطعی بے حقیقت ہے اور قیامت میں تیری نماز گیند کی طرح منہ پر مار دی جائے گی' خلیفہ نے جھڑک کر کہا کہ خاموش رہو' آپ نے فرمایا کہ حق گوئی میں خموشی کیسی یہ سنتے ہی خلیفہ نے غضبناک ہو کر حکم دیدیا کہ اس کو پھانسی دیدو' اور دوسرے دن ٹھیک پھانسی کے وقت آپ ایک بزرگ حضرت سفیان بن عیینہ کے زانو پر سر رکھے ہوئے پیر پھیلا کر آنکھیں بند کیے لیٹے ہوئے تھے اور لوگوں نے کہا کہ پھانسی کا وقت قریب ہے تو فرمایا کہ مجھے اس کا ذرہ برابر خوف نہیں۔ لیکن حق گوئی سے کبھی باز نہ آؤں گا پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ خلیفہ مجھے بے قصور سزا دینا چاہتا ہے اس لیے اس کو بدلہ ملنا چاہئے اس دعا کے ساتھ ہی ایک دھماکے کے ساتھ ہی زمین شق ہوئی اور خلیفہ وزراء سمیت اس میں دھنستا چلا گیا' اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ اتنی زود اثر دعا ہم نے کبھی نہیں دیکھی تو فرمایا' کہ میرے اظہار حق کی وجہ سے دعا زود اثر بن گئی' پھر جب دوسرا خلیفہ پہلے خلیفہ کا قائم مقام ہوا تو آپ کے عقیدت مندوں میں رہا چنانچہ جب آپ بیمار ہوئے تو بغرض علاج اس نے ایک طبیب حاذق کو معالجہ کے لیے بھیجا لیکن وہ آتش پرست تھا اور اس نے آپ کے قارورے کی جانچ کرنے کے بعد بتایا کہ ان کا جگر خوف الٰہی سے پاش پاش ہو چکا ہے اور اس کے ریزے پیشاب میں آرہے ہیں پھر اس نے کہا کہ جس مذہب میں ایسے ایسے افراد ہوں وہ مذہب کبھی باطل نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر خلوص نیت کے ساتھ وہ مسلمان ہو گیا اور جب یہ واقعہ خلیفہ نے سنا تو کہا کہ میں نے تو طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا لیکن اب محسوس ہوا کہ مریض طبیب کے پاس پہنچ گیا۔

آپ عہد شباب ہی میں کبڑے ہو گئے تھے اور لوگوں کو بے حد اصرار پر بتایا کہ مرتے دم میرے استاد نے فرمایا کہ میں نے ہدایت و عبادت میں پچاس سال صرف کیے لیکن مجھے یہ حکم ملا کہ تو ہماری بارگاہ کے قابل نہیں ہے اور بعض نے اسی واقعہ کو اس طرح تحریر کیا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ میرے تین اساتذہ جو بہت زیادہ عابد و زاہد تھے موت سے قبل تینوں یہودی' نصرانی اور آتش پرست

ہو گئے اور اس واقعہ سے متاثر ہو کر مجھ پر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ میری کمر جھک گئی اور ہمہ وقت خدا سے سلامتی ایمان کی دعا کرتا رہتا ہوں۔

استغناء : کسی نے اشرفیوں کی دو تھیلیاں ارسال کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ چونکہ آپ میرے والد کے دوست ہیں اور اب وہ فوت ہو چکے ہیں لیکن ان کی پاکیزہ کمائی میں سے یہ تھیلیاں ارسال خدمت ہیں آپ ان کو اپنے اخراجات کے لیے قبول فرمالیں' لیکن آپ نے وہ تھیلیاں واپس کرتے ہوئے پیغام بھیجا کہ تمہارے والد سے میرے تعلقات صرف دین کے لیے تھے نہ کہ دنیا کے لیے اور اس واقعہ کی اطلاع جب آپ کے صاحبزادے کو ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نادار اور عیالدار ہوں اگر تم یہ رقم مجھے دے دیتے تو میرے بہت کام نکل سکتے تھے آپ نے فرمایا کہ میں دینی تعلقات کو دنیاوی معاوضہ میں فروخت نہیں کر سکتا البتہ اگر وہ شخص خود تم کو دیدے تو تم خرچ کر سکتے ہو۔

آپ کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے اور ایک شخص نے جب آپ کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کیا تو آپ نے قبول نہیں فرمایا' اور جب اس شخص نے عرض کیا کہ آپ نے تو کبھی مجھ کو کوئی نصیحت تک نہیں کی جو یہ سمجھ لیا جائے کہ میں اس کا معاوضہ دے رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے دوسرے مسلمان بھائیوں کو تو راستہ دکھایا اور اسے اگر میں تمہارا تحفہ قبول کرلوں تو ہو سکتا ہے کہ میرے قلب میں تمہاری رغبت پیدا ہو جائے اور اسی کا نام دنیا ہے لہٰذا میں خدا کے سوا کسی اور کی جانب نہیں ہونا چاہتا۔

آپ ایک شخص کے ہمراہ کسی رئیس کے محل کے نزدیک سے گذرے تو آپکے ساتھ والے شخص نے محل کو غور سے دیکھا آپ نے اس کو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ دولت مند تعمیر مکان میں بہت فضول خرچی سے کام لیتے ہیں اس لیے اس کا دیکھنے والا بھی گنہگار ہو جاتا ہے۔

آپ اپنے ایک ہمسایہ کے جنازے میں شریک ہوئے تو اس وقت تمام لوگ مرحوم کی تعریفیں کررہے تھے لیکن آپ نے فرمایا کہ وہ تو منافق تھا اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو میں جنازے میں کبھی شریک نہ ہوتا اور اس کی منافقت کی دلیل یہ ہے کہ اہل دنیا اس کی تعریفیں کر رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اہل دنیا سے بہت گہرا تعلق تھا اور یہی چیز اس کی منافقت پر دلالت کرتی ہے' ایک مرتبہ آپ نے الٹا کرتہ پہن لیا اور جب لوگوں نے سیدھا کرنے کے لیے کہا تو فرمایا کہ میں نے تو خدا کے لیے پہنا ہے پھر مخلوق کے کہنے سے سیدھا کیوں کروں۔

ایک نوجوان نے حج سے محروم رہ جانے پر سرد آہ کھینچی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے چار حج

کیئے ہیں اور ان کا اجر میں اس شرط پر تجھے دینے کے لئے تیار ہوں کہ تو اپنی آہ کا اجر مجھے دیدے' چنانچہ جب اس نے شرط منظور کرلی تو آپ نے خندہ پیشانی سے اپنے تمام حجوں کا ثواب اس کو منتقل کر دیا' پھر آپ نے خواب دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ تم نے ایک آہ خرید کر وہ نفع حاصل کرلیا ہے کہ اگر اس نفع کو اہل عرفات پر تقسیم کیا جائے تو سب مالامال ہو جائیں۔

آپ ایک حمام میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک نو عمر حسین لڑکا وہاں موجود ہے آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کو فوراً یہاں سے نکال دو' کیونکہ عورت کے ہمراہ تو صرف ایک ہی شیطان رہتا ہے لیکن نوخیز و حسین لڑکے کے ہمراہ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں تاکہ دیکھنے والے کے سامنے لڑکے کو آراستہ کر کے پیش کریں۔

کھانے کے وقت ایک کتا آکھڑا ہوا اور آپ نے اس کو روٹی ڈال دی اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ بیوی بچوں کے ہمراہ کھانا کیوں نہیں کھاتے' فرمایا کہ وہ سب خدا کی عبادت میں حارج ہو جاتے ہیں لیکن یہ کتا میری حفاظت کرتا ہے جس کی وجہ سے میں پر سکون ہو کر یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ گریہ و زاری کرتے ہوئے حج کے سفر پر روانہ ہوئے اس وقت لوگوں نے سمجھا کہ شائد خوف معصیت سے یہ حالت ہے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ نہ جانے میرے ایمان میں کچھ صداقت بھی ہے یا نہیں اور گناہوں کی فکر تو اس لیے نہیں کہ رحمت خداوندی کے مقابلہ میں گناہ ایک بے حقیقت شے ہے۔

حقائق : آپ فرمایا کرتے تھے کہ عارفین کو معرفت' عابدین کو قربت اور حکماء کو حکمت اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے پھر فرمایا کہ گریہ وزاری کی بھی دس قسمیں ہیں جن میں نو حصے ریا سے بھرپور ہوتے ہیں اور ایک حصہ خشیت سے لبریز ہوتا ہے' پھر فرمایا کہ اگر خدا کے ڈر سے ایک آنسو بھی نکل پڑے تو وہ عمر بھر کے اس رونے" سے بہتر ہے جس میں خوف الٰہی شامل نہ ہو' پھر فرمایا کہ اعمال نیک کرنے والوں کے اعمال کو ملائکہ عمل نیک کے دفتر میں درج کر لیتے ہیں اور جب کوئی ان اعمال پر فخر کرنے لگتا ہے تو پھر انہیں اعمال کو ریا کے دفتر میں منتقل کر دیتے ہیں' پھر فرمایا کہ سلاطین و امراء سے منسلک رہنے والا عابد بھی ریاکار ہوتا ہے اور زاہد کی شناخت یہ ہے کہ نیک کام انجام دے کر نہ تو ان پر فخر کرے اور نہ اپنے زہد کا ڈھنڈورا پیٹے اور زہد کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ موٹا اناج اور بوسیدہ لباس استعمال کرتا رہے اور دنیا سے نہ تو دل لگائے اور نہ امیدوں میں اضافہ کرے۔ پھر فرمایا کہ گوشہ نشین کو آخرت میں نجات مل جاتی ہے پھر کسی نے سوال کیا کہ گوشہ نشینی کر کے گذر اوقات کیسے کرے

فرمایا کہ خدا سے خوفزدہ رہنے والوں کو گذر بسر کا غم نہیں رہتا' پھر فرمایا کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہنے والا اس لیے بہتر ہوتا ہے کہ اسلاف کا طریقہ یہی تھا کہ عظمت کے بجائے ذلت کو پسند کرتے تھے پھر فرمایا کہ اہل دنیا کا سونا بیداری سے اس لیے افضل ہے کہ وہ نیند کی حالت میں دنیا سے دور رہتے ہیں پھر فرمایا کہ زاہدوں کی صحبت اختیار کرنے والا بادشاہ اس زاہد سے بہتر ہے جس کو بادشاہ کا قرب حاصل ہو۔ پھر فرمایا کہ مخلوق میں پانچ قسم کے لوگ زیادہ ہردلعزیز ہوتے ہیں' اول زاہد علام' دوم فقیہہ صوفی' سوم متواضع تونگر' چہارم شاکر درویش' پنجم شریف سخی' پھر فرمایا کہ اہل یقین تکالیف کو بجا تسلیم کرتے ہوئے کبھی ناشکری نہیں کرتے پھر فرمایا کہ ہم انہیں کو محبوب تصور کرتے ہیں جو زخم پہنچاتے ہیں اور ہماری دولت پر قابض ہو جاتے ہیں' پھر فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی اچھا کہے تو اس کو ناگواہی کے ساتھ ٹھکرا دو۔

کسی نے یقین کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ قلبی آواز کا نام یقین ہے اور اہل یقین معرفت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور یقین کا یہ مقصود بھی ہے کہ ہر مصیبت کو منجانب اللہ تصور کیا جائے لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ زیادہ گوشت خوروں کو اللہ تعالیٰ دشمن تصور کرتا ہے آخر اس میں کیا بھید ہے آپ نے جواب دیا کہ یہاں گوشت سے مراد غیبت ہے کیونکہ مسلمان کی غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے مردار گوشت کھا لیا اور اہل غیبت کو اللہ تعالیٰ دشمن تصور کرتا ہے۔

آپ نے حضرت حاتم سے فرمایا کہ میں تمہیں ان چار چیزوں سے آگاہ کرتا ہوں جن کو عوام نے بربنائے غفلت فراموش کر دیا ہے اول یہ کہ لوگوں پر تہمت لگا کر ان کو برا بھلا کہنا احکام خداوندی سے غافل بنا دیتا ہے دوم کسی مومن کے عروج پر حسد کرنا ناشکری کا پیش خیمہ ہے سوم ناجائز دولت جمع کرنے سے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے چہارم خدا تعالیٰ کی وعید پر خوفزدہ نہ ہونے اور ان وعدوں پر اظہار مایوسی کرنے سے کفر عائد ہو جاتا ہے اور یہ سب چیزیں نہایت بری ہیں۔

جب آپ کا کوئی ارادت مند سفر کا قصد کرتا تو آپ فرماتے کہ اگر کہیں راہ میں موت نظر پڑے تو میرے لئے لیتے آنا' اور مرتے دم رو کر فرمایا کہ میں موت کا بہت خواہشمند رہتا تھا لیکن آج معلوم ہوا کہ موت لاٹھی ٹیک کر دنیا میں سفر کرنے سے کہیں زیادہ دشوار ہے۔ یعنی خدا کے روبرو پیش ہونا آسان کام نہیں اور موت کا ذکر سن کر خوف کے مارے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے کہ موت سے پہلے اس کا سامان مہیا کر لو۔ اور جب موت کے وقت لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کو جنت مبارک ہو تو فرمایا کہ اہل جنت تو دوسرے لوگ ہیں ہماری وہاں تک رسائی

کہاں ہو سکتی ہے۔

جس وقت بصرہ میں آپ بیمار پڑتے تو حاکم بصرہ نے آپ کو تلاش کرنے کا حکم دیا اور جب لوگ تلاش کرتے ہوئے پہنچے تو آپ کو مویشیوں کے باندھنے کی جگہ پایا' اور اس وقت آپ درو شکم اور پچش کی وجہ سے شدید اضطراب میں تھے لیکن ایسی حالت میں ذکر الٰہی سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے اور اسی شب لوگوں نے دیکھا کہ آپ رات بھر میں ساٹھ مرتبہ پاخانے گئے اور ہر مرتبہ وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جاتے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں آپ بار بار وضو نہ کریں تو فرمایا کہ میں اس لیے باوضو مرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے سامنے نجس حالت میں نہ پہنچوں۔

حضرت عبداللہ مہندی بیان کرتے ہیں کہ میں موت کے وقت آپ کے پاس ہی تھا اور آپ نے فرمایا کہ میرا چہرہ زمین پر رکھ دو' کیونکہ اب وقت بالکل قریب ہے چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کر کے لوگوں کو اطلاع دینے کی غرض سے باہر نکلا اور باہر نکل کر دیکھا کہ ایک جم غفیر ہے اور جب میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم کو آپ کی نازک حالت کا علم کیسے ہوا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں خواب میں یہ حکم دیا گیا کہ سفیان ثوری کی میت پر پہنچ جاؤ' چنانچہ جس وقت لوگ اندر داخل ہوئے تو آپ کی حالت بہت نازک ہو چکی تھی اور آپ نے تکیہ کے نیچے سے ایک ہزار تھیلی نکال کر فرمایا کہ اس کو فقراء میں تقسیم کر دو اس وقت لوگوں کے قلب میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ آپ دوسروں کو تو دولت جمع کرنے سے منع کرتے رہے اور خود ایک ہزار دینار جمع کر لیے لیکن آپ نے لوگوں کی نیت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان دیناروں سے میں نے ایمان کا تحفظ کیا ہے کیونکہ جب ابلیس مجھ سے یہ پوچھتا تھا کہ اب تم کہاں سے کھاؤ گے تو میں جواب دیتا کہ میرے پاس یہ دینار موجود ہیں اور جب وہ سوال کرتا کہ تمہیں کفن کہاں سے نصیب ہو گا اس وقت بھی میں یہی جواب دیتا حالانکہ مجھے ان دیناروں کی قطعی ضرورت نہ تھی مگر وسواس شیطانی کے لیے جمع کر لیے تھے یہ فرما کر کلمہ پڑھا اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بخارا میں ایک شخص فوت ہو گیا جس کا ورثہ شرعی اعتبار سے آپ کو پہنچتا تھا چنانچہ قاضی نے مال وراثت کو امانتہً جمع کر کے آپ کو اطلاع بھجوا دی اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی اور جب آپ بخارا پہنچے تو بستی کے قریب لوگوں نے استقبال کر کے امانت آپ کے سپرد کر دی اور وہی رقم آپ کے پاس جمع تھی جس کو مرتے وقت صدقہ کر دیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ جس رات آپ فوت ہوئے تو لوگوں نے غیب سے ندا سنی کہ آج تقویٰ مر گیا۔

کسی نے خواب میں دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ قبر کی دہشت و تنہائی میں آپ نے صبر کیسے کیا فرمایا کہ میرے مزار کو اللہ نے جنت کے باغوں میں منتقل کر دیا پھر کسی اور نے خواب دیکھا کہ آپ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت پر پرواز کر رہے ہیں اور جب اس نے پوچھا کہ یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا فرمایا کہ زہد و تقویٰ۔

آپ عوام سے بہت شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک پرندہ قفس میں مضطرب تھا تو آپ نے اس کو آزاد کر دیا۔ اور وہی پرندہ آپ کے یہاں پہنچ کر آپ کی عبادت کو دیکھتا رہتا تھا اور آپ کی وفات کے بعد جنازے پر کبھی روتا ہوا گذر جاتا اور کبھی جنازے پر لوٹتا اور تڑپتا تھا اور جب آپ دفن ہو چکے تو وہ پرندہ اکثر آپ کے مزار پر روتا رہتا حتیٰ کہ ایک دن قبر میں سے آواز آئی کہ مخلوق سے شفقت کی وجہ سے خدا نے ان کی مغفرت فرما دی۔

حضرت ابو علی شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کا اسم گرامی شفیق اور کنیت ابو علی ہے، آپ ممتاز زمانہ مشائخ و متقین میں سے ہوئے ہیں اور جید عالم و مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ پوری زندگی توکل میں گذاری دی، چنانچہ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں اور حضرت حاتم اصم جیسے بزرگ آپ کے تلامذہ میں سے ہوئے ہیں، لیکن آپ نے طریقت کی منزلیں حضرت ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں طے کیں اور کثیر مشائخین سے شرف نیاز حاصل رہا۔

حالات و حقائق : آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک ہزار سات سو اساتذہ سے شریعت و طریقت کے علوم سے استفادہ کیا لیکن نتیجہ میں یہ پتہ چلا کہ خدا کی رضا صرف چار چیزوں پر منحصر ہے، اول روزی کی جانب سے سکون حاصل رہنا دوم خلوص سے پیش آنا، سوم ابلیس کو دشمن تصور کرنا، چہارم توشہ آخرت جمع کرنا اور انھیں چار چیزوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

آپ ایک خاص واقعہ سے متاثر ہو کر تائب ہوئے اور وہ یہ کہ جب آپ بغرض تجارت ترکی پہنچے تو وہاں کا ایک مشہور بتکدہ دیکھنے پہنچ گئے اور وہاں ایک پجاری سے فرمایا کہ تجھے قادر و زندہ خدا کو نظر انداز کر کے ایک بے جان بت کی پوجا کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی اس نے جواب دیا

کہ آپ جو حصول رزق کے لیے دنیا بھر میں تجارت کرتے پھرتے ہیں اس سے ندامت نہیں ہوتی، اور کیا آپ کا خالق گھر بیٹھے رزق پہنچانے پر قادر نہیں ہے؟ یہ سن کر اسی وقت وطن لوٹے تو راستہ میں کسی نے پیشہ دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میں تجارت کرتا ہوں، اس نے طعنہ دیا کہ آپ کے مقدر کا جو کچھ ہے وہ تو گھر بیٹھے بھی میسر آسکتا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید آپ خدا پر شاکر نہیں ہیں، اس واقعہ سے آپ اور زیادہ متاثر ہوئے اور جب گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ شہر کے ایک سردار کا کتا گم ہو گیا ہے اور شبہ میں آپ کے ہمسایہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے چنانچہ آپ نے سردار کو یہ یقین دلا کر کہ تمہارا کتا تین یوم کے اندر مل جائے گا اپنے ہمسایہ کو رہا کروایا اور جس نے کتا چوری کیا تھا وہ تیسرے دن آپ کے پاس لیکر پہنچ گیا اور آپ نے سردار کے یہاں کتا بھجوا کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

ایک مرتبہ بلخ میں قحط سالی ہو گئی اور آپ نے بازار میں ایک غلام کو بہت خوش دیکھ کر پوچھا کہ لوگ تو قحط سے برباد ہو گئے اور تو اس قدر خوش نظر آتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے آقا کے یہاں بہت غلہ موجود ہے اور وہ مجھے کبھی بھوکا نہ رکھے گا" آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ کہ جب ایک غلام کو اپنے آقا پر اس قدر اعتماد ہے تو تیری ذات پر میں کیوں نہ اعتماد کروں جبکہ تو مالک الملک ہے۔ بس اس کے بعد آپ نے سختی کے ساتھ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی، حتی کہ آپ کا توکل معراج کمال تک پہنچا، اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا استاد تو ایک غلام ہے۔

حضرت حاتم اصم بیان کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ہمراہ شریک جہاد تھا اور جنگ پوری قوت سے جاری تھی لیکن آپ اپنی گدڑی اوڑھ کر دونوں فوجوں کے درمیان سو گئے مگر آپ کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا۔

آپ ایک مرتبہ اپنی ایک مجلس میں پھولوں کی خوشبو سے محظوظ ہو رہے تھے کہ یکایک شور بلند ہوا کہ کفار کی فوج آ پہنچی، لیکن آپ نے قوت باطنی کے ذریعہ انہیں شکست دے دی اس وقت کسی احمق نے یہ کہہ دیا کہ حیرت انگیز ہے یہ بات کہ کفار کی فوج اتنی قریب پہنچ گئی اور مسلمانوں کا امیر پھول سونگھتا رہا، آپ نے فرمایا کہ معترض نے پھول سونگھنا تو دیکھ لیا لیکن کفار کو جو شکست غیبی ہوئی وہ نظر نہیں آئی۔

ایک مرتبہ سمرقند میں دوران وعظ لوگوں سے خاص طور پر متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر تم مردہ ہو چکے ہو تو قبرستان پہنچ جاؤ اور اگر دیوانے ہو تو پاگل خانے چلے جاؤ، اور اگر کافر ہو تو دار الحرب میں قیام کرو اور اگر مومن ہو تو راہ راست اختیار کرو۔

کسی رئیس نے عرض کیا کہ محنت و مزدوری کرنے کی وجہ سے لوگ آپ کو کمتر تصور کرتے ہیں لہٰذا اپنے اخراجات کے کچھ رقم مجھ سے لے لیا کیجئے آپ نے فرمایا کہ اگر پانچ چیزوں کا خوف نہ ہوتا تو شائد میں تیری درخواست پر غور کرتا' اول یہ کہ مجھے دینے سے تیری دولت میں کمی واقع ہو گی۔ دوم میرے پاس سے رقم چوری ہو جانے کا بھی خطرہ ہے سوم یہ کہ ممکن ہے تجھے میرے اوپر رقم خرچ کرنے کا غم پیدا ہو جائے' چہارم یہ کہ ممکن ہے میرے اندر کوئی عیب پیدا ہو جانے کی وجہ سے تو اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگے' پنجم یہ کہ تیری موت کے بعد میں پھر بھکاری رہ جاؤں گا۔

اصلی زادراہ :کسی نے آپ سے اپنے عزم حج کا تذکرہ کیا تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ زاد سفر کے طور پر کیا چیز ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرے ہمراہ چار چیزیں ہیں' اول یہ کہ میں اپنی روزی کو دوسروں کی نسبت سے زیادہ قریب پاتا ہوں' دوم اس کا یقین رکھتا ہوں کہ میرے رزق میں کوئی حصہ دار نہیں بن سکتا' سوم یہ کہ خدا ہر جگہ موجود ہے چہارم یہ کہ اللہ میری نیک و بد حالت سے بخوبی واقف ہے' یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ بہتر اور کوئی زاد سفر نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ تیرا حج قبول فرمائے۔

نصائح :سفر حج کے دوران جب آپ بغداد پہنچے تو خلیفہ ہارون رشید آپ کو مدعو کر کے بہت احترام کے ساتھ پیش آیا اور آپ سے کچھ نصیحتیں کرنے کی استدعا کی آپ نے فرمایا کہ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم خلفائے راشدین کے نائب ہو۔ اور خدا تعالیٰ تم سے علم و حیا اور صدق و عدل کی باز پرس کرے گا اور خدا نے تمہیں شمشیر و تازیانہ اور دولت اس لیے عطا کیے ہیں کہ اہل حاجت میں دولت تقسیم کرو' اور تازیانے سے شریعت پر عمل پیرا نہ ہونے والوں کو سزا دو اور شمشیر سے خون کرنے والوں کا خون بہا اور اگر اس نے اس پر عمل نہ کیا تو روز محشر تمہیں اہل جہنم کا سردار بنا دیا جائے گا اور تمہاری مثال دریا جیسی ہے اور اعمال و حکام اس سے نکلنے والی نہریں۔ ہیں' لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ اس طرح عادلانہ حکومت کرو کہ اس کا پرتو عمال و حکام پر بھی پڑے کیونکہ نہریں دریا کے تابع ہوا کرتی ہیں پھر آپ نے سوال کیا کہ اگر تم ریگستان میں تم پیاس سے تڑپ رہے ہو اور کوئی شخص نصف حکومت کے معاوضہ میں تمہیں ایک گلاس پانی دینا چاہے تو کیا تم اس کو قبول کر لو گے' ہارون رشید نے جواب دیا کہ یقیناً قبول کر لوں گا پھر آپ نے پوچھا کہ اگر اس پانی کے استعمال سے تمہارا پیشاب بند ہو جائے اور شدت تکلیف میں کوئی طبیب علاج کے معاوضہ میں بقیہ نصف

سلطنت طلب کرے تب تم کیا کرو گے؟ ہارون رشید نے جواب دیا کہ نصف سلطنت اس کے حوالے کر دوں گا' یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ وہ سلطنت باعث افتخار نہیں ہو سکتی جو صرف ایک پانی کے گھونٹ پر فروخت ہو سکے اس جواب کے بعد ہارون رشید بہت دیر تک روتا رہا اور بصد احترام آپ کو رخصت کیا اور جب آپ مکہ معظمہ پہنچے تو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ خانہ خدا میں تلاش رزق مناسب نہیں اور جب وہاں حضرت ابراہیم بن ادھم سے ملاقات ہوئی تو ان سے سوال کیا کہ آپ نے حصول رزق کے لیے کیا ذریعہ اختیار کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اگر کچھ مل جاتا تو شکر کرتا ہوں اور نہیں ملتا تو صبر سے کام لیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ یہی حال تو کتوں کا بھی ہے اور جب حضرت ابراہیم بن ادہم نے آپ سے حصول معاش کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اگر کچھ مل جاتا ہے تو خیرات کر دیتا ہوں اور نہیں ملتا تو شکر سے کام لیتا ہوں' یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادہم نے کہا کہ واقعی آپ عظیم بزرگ ہیں پھر حج کے بعد بغداد واپس آ گئے اور وہیں وعظ گوئی کو مشغلہ بنا لیا ایک مرتبہ دوران وعظ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں نے سفر شروع کیا تو چار دانگ میرے پاس چاندی تھی اور آج تک اسی طرح میری جیب میں پڑی ہے اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ جس وقت آپ نے چاندی جیب میں رکھی تو کیا اس وقت خدا پر اعتماد نہیں تھا یا اس کا وجود نہیں تھا یہ سن کر آپ خموشی کے ساتھ منبر سے نیچے آ گئے۔

متوکلین : آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ متوکلین کے رزق و خوش خلقی میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اور وہ فراخ دل ہوتے ہیں اور عبادت کے وقت ان کے قلوب وسوسوں سے پاک رہتے ہیں پھر فرمایا کہ عبادت کی بنیاد بیم و رجا اور حب الٰہی پر قائم ہے اور خوف کی نشانی محرمات کو ترک کر دینا ہے اور امید کی نشانی عبادت پر مداومت اختیار کرنا ہے زور محبت کی نشانی شوق و توبہ اور رجوع الی اللہ ہو جانا ہے اور جس کے اندر خوف و اضطرار نہ ہو وہ جہنمی ہے' پھر فرمایا کہ تین چیزیں انسان کے لیے مہلک ہیں' اول توبہ کی امید پر معصیت کا ارتکاب' دوم زندگی کی امید پر توبہ نہ کرنا' سوم رحمت سے مایوس ہونا پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عابدین و اہل ریاضت کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے' اور معصیت کاروں کو زندگی ہی میں مردہ بنا دیتا ہے پھر فرمایا کہ فقر سے تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں جسمانی غم' مشغلہ قلب' اور دشواری حساب' پھر فرمایا کہ موت آ کر واپس نہیں ہوتی لہٰذا ہر لحہ اس کے لیے کمربستہ رہو' پھر فرمایا کہ میرے نزدیک مہمان ہر شے سے زیادہ عزیز ہے کیونکہ مہمان نوازی کا صلہ خدا ہی جانتا ہے' پھر فرمایا کہ جو شخص حصول نعمت کے لیے دشواری اختیار کر کے دشواری کو فراخی تصور نہ کرے ہمیشہ غم دو جہاں میں مبتلا رہتا ہے اور جس نے

اس کو فراخی سمجھ لیا وہ دونوں جہاں میں خوش رہتا ہے۔

رموز و اشارات : جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ خدا پر کامل اعتماد کرنے والا کون ہوتا ہے؟ فرمایا جو دنیاوی شے کے فوت ہو جانے کو غنیمت تصور کرے اور جو خدا کے وعدوں کو انسانوں کے وعدوں سے زیادہ اطمینان بخش سمجھے' پھر فرمایا کہ تین چیزیں تقویٰ کی پہچان ہیں' فرستادن' منع کردن' سخن گفتن' فرستادن کا مفہوم یہ ہے کہ تم خدا کے فرستادہ ہو لہٰذا اسی قسم کے امور انجام دو' اور منع کردن کا مفہوم یہ ہے کہ کسی سے کچھ طلب نہ کرو اور سخن گفتن سے مراد یہ ہے کہ ایسی بات کہو جو دین و دنیا میں سود مند ہو اور دوسرا مفہوم اس جملہ کا یہ ہے کہ تم نے جس قدر نیک کام انجام دیئے وہ دین کی بھلائی کے لیے ہوں اور جن کاموں سے کنارہ کشی اختیار کی وہ دنیاوی بھلائی کے لیے ہیں کیونکہ ایک انسان اپنی زبان سے دین و دنیا دونوں کی باتیں کر سکتا ہے' پھر فرمایا کہ میں نے متعدد علماء سے سوال کیا کہ دانشور دولتمند بخیل دانا درویش کا کیا مفہوم ہے؟ اور سب نے یہی جواب دیا کہ دانشور وہ ہے جو حب دنیا سے احتراز کرے دولتمند وہ ہے جو قضا و قدر پر مطمئن رہے دانا وہ ہے جو فریب دنیا میں مبتلا نہ ہو سکے درویش وہ ہے جو زیادہ طلب نہ کرے' اور بخیل وہ ہے جو دولت کو مخلوق سے زیادہ عزیز تصور کرتے ہوئے کسی کو ایک دانہ نہ دے۔

حضرت حاتم اصم نے آپ سے نفع بخش نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ عام وصیت تو یہ ہے کہ اپنے قول کا معقول جواب سوچے بغیر کوئی بات منہ سے نہ نکالی جائے اور خاص وصیت یہ ہے کہ جب تک تمہارے اندر بات نہ کہنے کی طاقت موجود ہے خاموشی اختیار کرو۔

باب نمبر ⟵ 18

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کا اسم گرامی نعمان' والد کا نام ثابت' اور آپ کی کنیت ابو حنیفہ ہے اور آپ علم و شریعت کے مہر و ماہ بن کر آسمان طریقت پر روشن ہوئے اور آپ نہ صرف رموز حقیقت سے آگاہ تھے بلکہ دقیق سے دقیق مسائل و علوم کے معانی و مطالب واضح کر دیتے ہیں مکمل درک رکھتے تھے اور آپ کی عظمت و جلالت کی یہ دلیل ہے کہ غیر مسلم بھی آپ کی تعریف و احترام کرتے تھے

اور آپ کی عبادت و ریاضت کا صحیح علم تو خدا ہی کو ہے آپ کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے شرف نیاز حاصل رہا اور حضرت فضیل، حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت بشر حافی وغیرہم ہستیاں آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

سبق آموز جواب : آپ کی کنیت کا عجیب و غریب واقع یہ ہے کہ ایک مرتبہ کچھ عورتوں نے سوال کیا کہ جب مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے تو پھر عورت کو کم از کم دو شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں؟ آپ نے کہا کہ اس کا جواب کسی اور وقت دوں گا، اور اس الجھن میں گھر کے اندر تشریف لے گئے اور جب آپ کی صاحبزادی حنفیہ نے الجھن کی وجہ دریافت کی تو آپ نے عورتون کا سوال پیش کر کے فرمایا کہ اس کا جواب دینے سے میں قاصر ہوں اور میری الجھن کا یہی سبب ہے یہ سن کر صاحبزادی نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنے نام کے ہمراہ میرے نام کو بھی شہرت دینے کا وعدہ کریں تو میں ان عورتوں کا جواب دے سکتی ہوں، اور جب آپ نے وعدہ کر لیا تو صاحبزادی نے عرض کیا کہ ان عورتوں کو میرے پاس بھجوا دیجئے، چنانچہ جب وہ عورتیں آگئیں تو صاحبزادی نے ایک پیالی ہر عورت کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ اپنی اپنی پیالی میں تم سب تھوڑا تھوڑا سا اپنا دودھ ڈال دو۔ اس کے بعد ایک بڑا پیالہ ان کو دے کر کہا کہ اب سب پیالوں کا دودھ اس میں ڈال دو اور جب عورتوں نے یہ عمل کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب تم سب اس میں سے اپنا اپنا دودھ نکال لو، لیکن عورتوں نے عرض کیا کہ یہ تو ناممکن ہے صاحبزادی نے عرض کیا کہ جب دو شوہروں کی شرکت میں تمہاری اولاد ہو گی تو تم یہ کیونکر بتا سکو گی کہ یہ اولاد کس شوہر کی ہے اس جواب سے وہ عورتیں ششدر رہ گئیں اور امام صاحب نے اسی دن سے ابو حنفیہ کی کنیت اختیار کر لی اور اللہ تعالیٰ نے بھی نام سے زیادہ کنیت کو شہرت عطا کی۔

جس وقت مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر یہ کہہ کر سلام پیش کیا کہ اسلام علیکم یا سید المرسلین تو جواب ملا وعلیک السلام یا امام المسلمین، بتائیے یہ شرف آپ جیسے خوش بختوں کے سوا کس کو نصیب ہو سکتا ہے۔

سچا خواب : جب آپ دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے تو ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کی ہڈیوں کو مزار مقدس سے نکال کر علیحدہ علیحدہ کر رہا ہوں اور جب دہشت زدہ ہو کر آپ خواب سے بیدار ہوئے تو امام ابن سیرین سے تعبیر خواب دریافت کی، انہوں نے کہا کہ بہت مبارک خواب ہے اور آپ کو سنت نبوی ﷺ کے پرکھنے میں وہ

مرتبہ عطا کیا جائے گا کہ احادیث صحیحہ کو موضوع حدیث سے جدا کرنے کی شناخت ہو جائے گی اس کے بعد جب دوبارہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو حنیفہ اللہ تعالیٰ نے تیری تخلیق میری سنت کے اظہار کے لیے فرمائی ہے لہٰذا دنیا سے کنارہ کش مت ہو۔

تقویٰ: آپ بہت ہی محتاط قسم کے لوگوں میں سے تھے' چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے تمام علماء سے ایک عہد نامہ تحریر کرا کر قاضی وقت امام شعبی کے پاس دستخط کے لیے بھجوایا اس لیے کہ آپ ضعیفی کی وجہ سے اجتماع علماء میں شریک نہیں تھے' چنانچہ آپ نے اپنی مہر ثبت کر کے دستخط فرما دیئے' لیکن جب یہ عہد نامہ حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ امیر المومنین بذات خود یہاں موجود نہیں ہیں لہٰذا یا تو وہ اپنی زبان سے حکم دیں یا میں خود وہاں چلوں جب ہی دستخط کر سکتا ہوں' جب خلیفہ کے پاس یہ پیغام پہنچا تو اس نے امام شعبی سے دریافت کروایا کہ کیا گواہی کے لیے دیدار بھی شرط ہے انہوں نے فرمایا کہ یقیناً دیدار شرط ہے' خلیفہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے بغیر مجھے دیکھے ہوئے دستخط کیسے کر دیئے انہوں نے کہا کہ چونکہ مجھے یقین کامل تھا کہ آپ ہی کا حکم ہے اس لیے دستخط کر دیئے' خلیفہ نے کہا کہ قضا کے عہدے پر فائز ہو کر آپ نے خلاف شرع کام کیا اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس عہدے پر کسی اور کا تقرر کر دوں چنانچہ خلیفہ کے مشیروں نے امام ابو حنیفہ حضرت سفیان' حضرت شریح اور حضرت مشعر کے نام قاضی کے عہدے کے لیے پیش کیے اور جب طلبی پر چاروں حضرات دربار کی طرف چلے تو حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں کسی بہانے سے یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا اور سفیان تم فرار ہو جاؤ' اور مشعر تم پاگل بن جاؤ اس طرح شریح کو اس کے عہدے کے لیے منتخب کر لیا جائے گا چنانچہ حضرت سفیان رضی اللہ تو راستہ ہی میں سے فرار ہو گئے اور جب یہ تینوں داخل دربار ہوئے تو خلیفہ نے امام ابو حنیفہ کو عہدہ قبول کرنے کا حکم دیا۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں عربی النسل نہیں ہوں اس لیے سرداران عرب میرے فتاویٰ کو غیر مستند تصور کریں گے لیکن اس وقت جعفر بھی دربار میں موجود تھے انہوں نے کہا کہ قاضی کے لیے نسب کی ضرورت نہیں بلکہ علم کی ضرورت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے لیکن میں اپنے اندر اس عہدے کی صلاحیت نہیں پاتا۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ جھوٹے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر ایک جھوٹے کو یہ عہدہ تفویض نہیں کیا جا سکتا اور اگر میرا قول سچا ہے تو جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت نہ ہو وہ خلیفہ کا نائب یا قاضی کیسے ہو سکتا ہے اس کے بعد خلیفہ نے حضرت مشعر کو عہدہ قبول کرنے کو کہا لیکن وہ پاگل بن گئے تھے دوڑ کر خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور بیوی بچوں کی خیریت

معلوم کرنے لگے، چنانچہ خلیفہ نے دیوانہ سمجھ کر ان کو بھی چھوڑ دیا، لیکن جب حضرت شریح سے اصرار کیا تو انہوں نے یہ عہدہ قبول کر لیا۔ لیکن امام ابو حنیفہ نے تمام عمر ان سے ملاقات نہیں کی۔

بصیرت : کچھ بچے گیند کھیل رہے تھے اور گیند اتفاق سے امام ابو حنیفہ کی مجلس میں آپ ہی کے سامنے آگری اور بچوں میں سے خوف کے مارے کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے سے گیند اٹھا لے لیکن ایک لڑکے نے بھاگ کر آپ کے سامنے سے جب گیند اٹھائی تو آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا حرامی ہے، کیونکہ اس میں حیا کا مادہ نہیں ہے اور جب معلومات کی گئیں تو پتہ چلا کہ واقعی وہ لڑکا حرامی ہے۔

ایک شخص آپ کا قرضدار تھا اور اسی کے علاقہ میں کسی کی موت واقع ہو گئی اور جب امام ابو حنیفہ نماز جنازہ کے لیے وہاں پہنچے تو ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور موسم بھی بہت گرم تھا لیکن آپ کے مقروض کی دیوار کے اس کچھ سایہ تھا چنانچہ جب لوگوں نے کہا کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو آپ نے فرمایا کہ صاحب خانہ میرا مقروض ہے اس لیے اس کے مکان کے سایہ سے استفادہ کرنا میرے لیے جائز نہیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ قرض کی وجہ سے جو نفع بھی حاصل ہو وہ سود ہے۔

کسی مجوسی نے آپ کو گرفتار کر لیا اور انہیں میں سے کسی جابر و ظالم مجوسی نے آپ سے کہا کہ میرا قلم بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز نہیں بنا سکتا، اور جب اس نے قلم نہ بنانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ محشر میں فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ظالموں کو ان کے معاونین کے ہمراہ اٹھاؤ، لہٰذا میں ایک ظالم کا معاون نہیں بن سکتا۔

عبادت : آپ تین سو نفل ہر شب میں پڑھا کرتے تھے ایک دن راستہ میں کسی عورت نے دوسری عورت کو اشارہ سے بتایا کہ یہ شخص رات میں پانچ سو نفل پڑھتا ہے اور آپ نے ان کی گفتگو سن لی پھر اسی رات سے پانچ سو نفل پڑھنا شروع کر دیئے پھر ایک دن راستہ میں کسی نے کہہ دیا کہ یہ ایک ہزار نفلیں رات میں پڑھتے ہیں چنانچہ اسی رات سے آپ نے ایک ہزار نفلوں کو معمول بنا لیا۔ پھر آپ کے کسی شاگرد نے عرض کیا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ رات بھر بیدار رہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ آج سے یقیناً پوری رات بیدار رہا کروں گا اور جب شاگرد نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد ہے "کہ بعض بندے اپنی اس تعریف کو پسند کرتے ہیں جو ان میں نہیں ہے اور میں ایسے گروہ میں شامل ہونا نہیں چاہتا اور اس دن سے آپ نے مکمل بیس سال تک عشاء کے ضوء سے صبح

کی نماز پڑھی اور طویل سجدوں کی وجہ سے آپ کے گھٹنوں میں اونٹ کے گھٹنوں جیسے گھٹے پڑ گئے تھے۔

حضرت داؤد طائی کہتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک کبھی آپ کو تنہائی یا مجمع میں ننگے سر اور ٹانگیں پھیلائے نہیں دیکھا اور جب میں نے عرض کیا کہ تنہائی میں کبھی تو ٹانگیں سیدھی کر لیا کیجئے تو فرمایا کہ مجمع میں تو بندوں کا احترام کروں اور تنہائی میں خدا کا احترام ختم کر دوں۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں۔

اشارات : ایک رائیس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قلبی عناد رکھتا تھا اور نعوذ باللہ ان کو یہودی کہا کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اس سے فرمایا کہ میں ایک یہودی کے ساتھ تیری لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہوں' اس نے غصہ سے کہا کہ آپ امیر المومنین ہو کر ایسی باتیں کرتے ہیں میں تو ایسی شادی کو قطعاً" حرام تصور کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرے حرام کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاجزادیاں ایک یہودی کے نکاح میں دیدیں وہ آپ کا اشارہ سمجھ گیا اور توبہ کر کے اپنے برے خیالات سے باز آگیا۔

ایک مرتبہ آپ حمام خانہ میں تشریف لے گئے تو وہاں ایک برہنہ شخص آگیا اور کچھ لوگوں نے تو اس کو فاسق اور کچھ نے ملحد تصور کیا اس کو دیکھتے ہی امام صاحب نے آنکھیں بند کر لیں اور جب اس شخص نے پوچھا کہ آپ کی آنکھوں کی روشنی کب سے سلب کر لی گئی' فرمایا کہ جب سے تیرا پردہ سلب کیا گیا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ جب کوئی قدریہ مسلک والے سے مباحثہ کرتا ہے تو دو باتیں ہوتی ہیں یا تو کافر ہو جاتا ہے یا مذہب سے منحرف' پھر فرمایا کہ میں بخیل کی شہادت اس لیے قبول نہیں کرتا کہ اس کا بخل ہمیشہ اپنے حق سے زیادہ کا طالب رہتا ہے۔

کچھ لوگ تعمیر مسجد کے سلسلہ میں برکت کے خیال سے امام صاحب سے بھی چندہ لینے پہنچ گئے۔ لیکن یہ بات آپ کو ناگوار سی ہوئی اور شدید اصرار پر آپ نے بادل ناخواستہ ایک درم دیدیا اور جب آپ کے شاگرد نے سوال کیا کہ آپ تو بہت زیادہ سخاوت سے کام لیتے ہیں' پھر یہ ایک درم آپ کے لیے کیوں بار ہو گیا' فرمایا کہ کسب حلال مٹی اور پانی میں نہیں ملتی' اس لیے ایک درم کی وجہ سے مجھے اپنے مال میں شک ہو گیا' لیکن کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے درم واپس کرتے ہوئے کہا کہ یہ کھوٹا ہے آپ درم لے کر بہت مسرور ہوئے۔

فتویٰ و تقویٰ : ایک مرتبہ بازار جا رہے تھے کہ گرد و غبار کے کچھ ذرات آپ کے کپڑوں پر

آگئے تو آپ نے دریا پر جاکر کپڑے کو خوب اچھی طرح دھو کر پاک کیا اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک تو اتنی نجاست جائز ہے پھر آپ نے کپڑا کیوں پاک کیا۔ فرمایا کہ وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ۔

منقول ہے کہ جب حضرت داؤد طائی کو لوگوں نے اپنا رہنما تسلیم کر لیا تو امام صاحب نے پوچھا کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیے انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے علم پر عمل پیرا رہو کیونکہ علم بلا عمل ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔

علم تعبیر : خلیفہ وقت نے ملک الموت کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اب میری زندگی کتنی رہ گئی ہے تو حضرت عزرائیل نے پانچوں انگلیاں اٹھادیں اور جب تمام لوگ اس کی تعبیر بتانے سے قاصر رہے تو خلیفہ نے امام صاحب سے تعبیر پوچھی آپ نے فرمایا کہ پانچ انگلیوں سے ان پانچ چیزوں کی جانب اشارہ ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، اول قیامت کب آئے گی، دوم بارش کب ہو گی سوم حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے، چہارم کل انسان کیا کرے گا، پنجم موت کب آئے گی۔

شیخ بو علی بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت بلال کی قبر کے نزدیک سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور حضور اکرم ﷺ باب بنی شیبہ سے ایک معمر شخص کو آغوش مبارک میں لیے ہوئے تشریف لائے اور مجھے حیرت زدہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ مسلمانوں کا امام اور تمہارے ملک کا باشندہ ابو حنیفہ ہے۔

آپ کا مقام : نوفل بن حبان بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب کے انتقال کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور لوگ حساب کتاب میں مشغول ہیں اور حوض کوثر پر حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے اطراف بہت سے بزرگ کھڑے ہیں اور امام ابو حنیفہ لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ حضور کی اجازت کے بغیر کسی کو پانی نہیں دے سکتا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پانی دیدو۔ چنانچہ امام صاحب نے مجھ کو ایک گلاس پانی دیدیا اور سیراب ہو کر پینے کے باوجود بھی پانی میں ذرا سی بھی کمی نہیں آئی، پھر میں نے امام صاحب سے تمام بزرگوں کے نام دریافت کیے تو آپ نے فرمایا کہ دائیں جانب حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور بائیں جانب حضرت ابو بکر صدیق ہیں اس طرح آپ نے سترہ افراد کے نام بتائے جن کو میں انگلیوں کے پوروں پر شمار کرتا رہا، اور بیداری کے بعد انگلیوں کے سترہ پورے بندھے ہوئے تھے۔

حضرت یحییٰ معاذ رازی نے حضور اکرم ﷺ سے خواب میں پوچھا کہ میں آپ کو کس جگہ

تلاش کروں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو حنیفہ کے پاس' چونکہ امام صاحب کے تفصیلی مناقب بیان کرنا بے حد مشکل ہے اس لیے یہاں اختصار سے کام لیا گیا۔

باب نمبر 19

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ بحر شریعت و طریقت کے تیراک اور رموز حقیقت کے شناسا تھے فراست و ذکاوت میں ممتاز اور تفقہ فی الدین میں یکتائے روزگار' اور پورا عالم آپ کے محاسن و اوصاف سے بخوبی واقف ہے لیکن آپ کی ریاضت و کرامات کا اس تصنیف میں احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

علمی مرتبہ : آپ نے تیرہ سال کی عمر میں ہی بیت اللہ میں فرمادیا تھا کہ جو کچھ پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھ لو' اور پندرہ سال کے سن میں فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا حضرت امام احمد بن حنبل آپ کا بہت احترام اور خدمت کیا کرتے تھے اور جب کسی نے یہ اعتراض کیا کہ آپ جیسے اہل علم کے لیے ایک کم عمر شخص کی مدارات کرنا مناسب نہیں آپ نے جواب دیا کہ میرے پاس جس قدر علم ہے اس کے معانی و مطالب سے وہ مجھ سے زیادہ باخبر ہے اور اسی کی خدمت سے مجھے احادیث کے حقائق معلوم ہوتے ہیں اور اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو ہم علم کے دروازے پر ہی کھڑے رہ جاتے اور فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند رہ جاتا اور اس دور میں وہ اسلام کا سب سے بڑا محسن ہے وہ فقہ' معانی اور علوم لغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور حضور اکرم ﷺ کے اس قول کے مطابق کہ ہر صدی کی ابتدا ایک ایسا شخص پیدا ہو گا کہ اہل علم اس سے علم دین حاصل کریں گے اور اس صدی کی ابتدا امام شافعی سے ہوئی ہے۔

حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ امام شافعی کے دور میں ان سے زیادہ دانشور اور کوئی نہیں اور حضرت بلال خواص کا قول ہے کہ میں نے حضرت خضر سے پوچھا کہ امام شافعی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ ان کا شمار اوتاد میں ہوتا ہے۔

ابتدائی دور میں آپ کسی کی شادی یا دعوت میں شریک نہ ہوتے اور مخلوق سے کنارہ کش ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور حضرت سلیم راعی کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض باطنی سے

فیضیاب ہوتے اور آہستہ آہستہ ایسے عروج کمال تک رسائی حاصل کرلی کہ اپنے دور کے تمام مشائخ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ گو میں شافعی مسلک سے متعلق نہیں لیکن امام صاحب کے بلند مراتب کی وجہ سے ان کے عقیدت مندوں میں ہوں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی کی امت کا ایک فرد ہوں' پھر حضور ﷺ نے اپنے نزدیک بلا کر اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا کہ جا اللہ تجھے برکت عطا کرے پھر اسی شب خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انگلی میں سے اپنے انگشتری نکال کر میری انگلی میں ڈال دی۔

حاضر دماغی : آپ کی والدہ بہت بزرگ تھیں اور اکثر لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھوا دیتے تھے' ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا ہوا ایک صندوق آپ کے پاس بطور امانت رکھوا دیا اس کے بعد ایک شخص آکر وہ صندوق لے گیا پھر کچھ عرصہ کے عبد دوسرے شخص نے آکر صندوق طلب کیا تو آپ نے کہا کہ میں تمہارے ساتھی کو وہ صندوق دے چکی ہوں اس نے کہا کہ جب ہم دونوں نے ساتھ رکھوایا تھا تو پھر آپ نے میری موجودگی کے بغیر اس کو کیسے دیدیا؟ اس جملہ سے آپ کی ولادہ کو بہت ندامت ہوئی لیکن اسی وقت امام شافعی بھی گھر میں آگئے اور والدہ سے کیفیت معلوم کر کے اس شخص سے کہا تمہارا صندوق موجود ہے لیکن تم تنہا کیسی آگئے اپنے ساتھی کو ہمراہ کیوں نہیں لائے ہو پہلے اپنے ساتھی کو لے آؤ' یہ جواب سن کر وہ شخص ششدر رہ گیا۔

جس وقت آپ امام مالک کے پاس پہنچے تو ان کی عمر سترہ سال تھی چنانچہ آپ ان کے دروازے پر اس نیت سے کھڑے رہتے کہ جو شخص امام مالک سے فتوے پر دستخط لے کر نکلتا تو آپ بغور اس کا مطالعہ کرتے اور اگر جواب صحیح ہوتا تو اس شخص کو رخصت کر دیتے اور اگر کوئی خامی نظر آتی تو واپس دوبارہ امام مالک کے پاس بھیج دیتے اور وہ غور کرنے کے بعد نہ صرف اس خامی کو دور کر دیتے بلکہ امام شافعی کے عمل سے بہت مسرور ہوتے۔

خلفیہ ہارون رشید اور اس کی بیوی میں کسی بات پر تکرار ہو گئی تو زبیدہ نے کہا کہ تم جہنمی ہو' اور ہارون رشید نے کہا کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تیرے اوپر طلاق ہے' یہ کہہ کر بیوی سے کنارہ کشی اختیار کرلی لیکن محبت کی زیادتی کی وجہ سے جب جدائی کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی۔ تو تمام علماء کو بلا کر پوچھا کہ میں جہنمی ہوں یا جنتی؟ لیکن کسی کے پاس اس کا جواب نہ تھا اور امام شافعی بھی کم سنی کے باوجود علماء کے ساتھ تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دوں اور

اجازت کے بعد خلیفہ سے پوچھا کہ آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھے آپ کی؟ خلیفہ نے کہا کہ مجھے آپ کی ضرورت ہے آپ نے فرمایا کہ تم تخت سے نیچے آجاؤ۔ کیونکہ علماء کا مرتبہ تم سے بلند ہے۔ چنانچہ اس نے نیچے اگر آپ کو تخت پر بٹھا دیا۔ پھر آپ سے سوال کیا کہ تمہیں کبھی ایسا موقع بھی ملا ہے۔ کہ گناہ پر قادر ہونے کے باوجود محض خوف الٰہی سے گناہ سے باز رہے ہو۔ اس نے قسمیہ عرض کیا کہ ہاں ایسے مواقع بھی آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم جنتی ہو اور جب علماء نے اس کی حجت طلب کی تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ کہ قصداً" گناہ کے بعد جو شخص خوف خدا سے گناہ سے رک گیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے' یہ جواب سن کر تمام علماء نے دواد دیتے ہیں اور کہا "کہ جا کا کم سنی میں یہ عالم ہے تو خدا جانے جوانی میں اس کے کیا مراتب ہونگے۔"

آداب و احترام : آپ سادات کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ دوران سبق سیدوں کے کم سن بچے کھیل کود رہے تھے اور جب وہ نزدیک آتے تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور دس بارہ مرتبہ یہی صورت پیش نہ آئی۔

انکسار : کسی رئیس نے کچھ رقم اہل تقویٰ لوگوں میں تقسیم کرنے کے لیے مکہ معظمہ ارسال کی اور اس میں سے کچھ رقم لوگوں نے پیش کی۔ لیکن آپ نے سوال کیا کہ یہ رقم کس کی ہے۔ اور کن لوگوں میں تقسیم کرنے کو بھیجی گئی ہے؟ جواب ملا کہ اہل تقویٰ درویشوں میں تقسیم ہونے کے لیے آئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اہل تقویٰ نہیں ہوں۔ اس لیے یہ مجھ پر حرام ہے۔

کرامت : حکام روم کچھ رقم سالانہ ہارون رشید کے پاس بھیجا کرتا تھا۔ لیکن ایک مرتبہ چند راہبوں کو بھیج کر یہ شرط لادی کہ اگر آپ کے دینی علماء مناظرے میں ان راہبوں سے جیت گئے جب تک تو میں اپنی رقم جاری رکھوں گا ورنہ بند کردوں گا۔ چنانچہ خلیفہ نے تمام علماء کو مجتمع کر کے حضرت امام شافعی کو مناظرہ پر آمادہ کیا اور آپ نے پانی کے اوپر مصلی بچھا کر فرمایا کہ یہاں آکر مناظرہ کرو۔ یہ صورت حال دیکھ کر سب ایمان لے آئے اور جب اس کی اطلاع حاکم روم کو پہنچی تو اس نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہوا۔ اس لئے کہ اگر وہ شخص آجاتا تو پورا روم مسلمان ہو جاتا۔

احتیاط : آپ بیت اللہ کے اندر چاند کی روشنی میں مصروف مطالعہ تھے تو لوگوں نے کہا کہ شمع کی روشنی میں مطالعہ کیجئے لیکن آپ نے جواب دیا کہ وہ روشنی بیت اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ اس میں مطالعہ کرنا میرے لیے جائز نہیں۔

حافظہ : آپ حافظ نہیں تھے اور کچھ لوگوں نے خلیفہ سے شکایت کردی کہ امام شافعی حافظ

نہیں ہیں۔ تو اس نے بطور آزمائش رمضان میں آپ کو امام بنا دیا۔ چنانچہ آپ دن بھر میں ایک پارہ حفظ کر کے رات کو تراویح میں سنا دیا کرتے تھے۔ اس طرح ایک ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔

نکات : آپ ایک حسینہ پر فریفتہ ہو گئے اور اس سے نکاح کرنے کے بعد صرف عورت دیکھ کر اور مہر ادا کر کے طلاق دیدی جب امام شافعی نے امام حنبل سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک عمداً" نماز ترک کر دینے والا کافر ہو جاتا ہے تو اس کے مسلمان ہونے کی کیا شکل ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نماز ادا کرے۔ امام شافعی نے جواب دیا کہ کافر کی تو نماز ہی درست نہیں یہ سن کر آپ ساکت رہ گئے۔

ایک شخص نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ دوسروں کے برابر دولت جمع کرنے کی سعی مت کرو۔ بلکہ عبادت میں برابر کی کوشش کرتے رہو۔ کیونکہ دولت تو دنیا میں رہ جاتی ہے۔ اور عبادت قبر کی ساتھی ہے اور کبھی کسی مردے سے حسد نہ کرو۔ کیونکہ دنیا میں سب مرنے کے لئے آئے ہیں۔ اسی لیے سب مردے ہیں۔ لہٰذا کسی سے بھی حسد نہ کرو۔

ایک مرتبہ آپ گذرے ہوئے وقت کی جستجو میں نکلے تو صوفیا کی ایک جماعت نے کہا کہ گذرا ہوا وقت تو ہاتھ نہیں آتا۔ لہٰذا موجودہ وقت ہی کو غنیمت جانو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو مراد حاصل ہو گئی۔ کیونکہ تمام دنیا کا علم مجھ کو حاصل نہیں ہوا۔ اور میرا علم صوفیا کے علم تک نہیں پہنچا۔ اور صوفیا کا علم انہیں کے ایک مرشد کے اس قول تک نہیں پہنچا کہ موجودہ وقت شمشیر قاطع ہے۔

عالم نزع میں آپ نے وصیت نامہ میں تحریر کر دیا تھا۔ اور زبانی بھی لوگوں سے کہہ دیا کہ فلاں شخص سے کہہ دینا کہ وہ مجھ کو غسل دے۔ لیکن وفات کے بہت عرصہ بعد وہ شخص مصر سے واپس آیا تو لوگوں نے وصیت نامہ اور زبانی وصیت تک پہنچا دی۔ چنانچہ وصیت نامہ میں تحریر تھا کہ میں ستر ہزار کا مقروض ہوں یہ پڑھ کر اس شخص نے قرض ادا کیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ غسل سے آپ کی یہی مراد تھی۔

ربیع بن سلیمان نے امام صاحب کے انتقال کے بعد خواب مین دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ کا آپ کے ساتھ کیسا معاملہ رہا؟ فرمایا کہ سونے کی کرسی پر بٹھا کر موتی نچھاور کیے گئے۔ اور اپنی رحمت بیکراں سے مجھے نواز دیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : ریاضت و تقوی میں آپ کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ذہین اور ذکی ہونے کیساتھ ساتھ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ اور معاندین نے آپ کے اوپر بہتان باندھے ہیں آپ کی ذات گرامی ان سے قطعاً" مبرا ہے۔

آپ کے صاجزادے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ اخمر طینتہ ادم بیدہ یعنی خدا نے حضرت آدم کا خمیر اپنے ہاتھ سے گوندھا۔ اور حدیث بیان کرتے ہوئے آپ نے اپنا ہاتھ دراز کر دیا۔ لیکن ام حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ید اللہ کا مفہوم بیان کیا کرو تو ہاتھ دراز کر کے نہ سمجھایا کرو۔ امام صاحب نے بہت سے مشہور و جلیل القدر بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا ہے اور بشر حافی کا قول تو یہ ہے کہ امام حنبل مجھ سے بدرجہا افضل ہیں۔ کیونکہ میں تو صرف اپنے ہی واسطے اکل حلال کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن وہ اپنے اہل و عیال کے لیے بھی حلال رزق حاصل کرتے ہیں اور حضرت سری سقطی کا قول ہے کہ معتزلہ نے آپ کے اوپر جتنی طعنہ زنی کی ہے موت کے وقت آپ ان تمام چیزوں سے پاک تھے، مثلاً بغداد کے معتزلہ نے ہنگامہ کھڑا کر کے یہ چاہا کہ آپ کسی طرح یہ تسلیم کر لیں کہ قرآن مخلوق ہے اور اس سلسلہ میں دربار خلافت سے بہت کڑی سزائیں بھی دی گئیں حتی کہ جس وقت آپ کو ایک ہزار کوڑے لگائے جا رہے تھے تو اتفاق سے آپ کا کمر بند کھل گیا۔ لیکن غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور کمر باندھ کر غائب ہو گئے۔ مگر اتنی شدید اذیتوں کے باوجود آپ نے قران کو مخلوق نہیں بتایا۔ اور جب آپ چھوٹ گئے تو لوگوں نے پوچھا کہ جن فتنہ پردازوں نے آپ کو اس قدر اذیتیں پہنچائی ہیں ان کے لیے آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ وہ مجھے اپنے خیال کے مطابق گمراہ تصور کرتے ہیں۔ اس لیے تمام تکلیفیں صرف خدا کے لیے دی گئیں ہیں۔ اس لیے میں ان سے کوئی مواخذہ نہیں کروں گا۔ منقول ہے کہ کسی نوجوان کی ماں کے ہاتھ پیر شل ہو گئے تھے اور جب اس نے بیٹے کو دعا کے لئے آپ کے پاس بھیجا تو آپ نے حال سن کر وضو کر کے نماز شروع کر دی اور جب وہ نوجوان گھر پہنچا تو صحت یاب ہو چکی تھی اور خود آ کر دروازہ کھولا۔

آپ دریا کے کنارے وضو فرما رہے تھے اور وہیں ایک شخص بلندی پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا۔ لیکن آپ کو دیکھ کر تعظیماً" نیچے آ گیا پھر اس کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ خدا تعالٰی نے محض اس تعظیم کی وجہ سے جو میں نے امام حنبل

رحمۃ اللہ علیہ کی وضو کرتے وقت کی تھی مغفرت فرمادی۔

واقعات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں جنگل میں راستہ بھول گیا اور جب ایک اعرابی سے راستہ معلوم کرنا چاہا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مجھے خیال ہوا کہ شائد یہ فاقہ سے ہے اور جب میں نے کھانا دینا چاہا تو وہ بہت ناراض ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے امام حنبل کیا تجھے خدا پر اعتماد نہیں جو خدا کی طرح مجھے کھانا دینا چاہتا ہے۔ جب کہ تو خود گم کردہ راہ ہے مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو کہاں کہاں پوشیدہ کر رکھا ہے۔ وہ میری نیت کو بھانپ کر بولا کہ خدا کے بندے تو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ تمام سرزمین کو سونا بن جانے کے لئے کہہ دیں تو پورا عالم سونے کا بن جائے اور میں نے جب نگاہ اٹھائی تو پورا صحرا سونے کا نظر آیا اور غیب سے یہ ندا آئی کہ یہ ہمارا محبوب بندہ ہے۔ اور اگر یہ کہہ دے تو ہم پورے عالم کو زیر و زبر کر دیں لہٰذا تجھے اس بات کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ تیری ملاقات ایسے بندے سے ہو گئی۔ لیکن آج کے بعد اس کو کبھی نہ دیکھ سکے گا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت صالح اصفہان کے قاضی تھے اور ایک مرتبہ امام حنبل کے خادم نے حضرت صالح کے مطبخ میں سے خمیر لے کر روٹی تیار کی اور جب روٹی امام صاحب کے سامنے پہنچی تو آپ نے پوچھا کہ یہ اس قدر گداز کیوں ہے خادم نے پوری کیفیت بتادی تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اصفہان کا قاضی رہا ہو۔ اس کے یہاں سے خمیر کیوں لیا۔ لہٰذا یہ روٹی میرے کھانے کے لائق نہیں رہی اور یہ کسی فقیر کے سامنے پیش کر کے پوچھ لینا کہ اس روٹی میں خمیر تو صالح کا ہے اور آٹا احمد بن حنبل کا اگر تمہاری طبیعت گوارا کرے تو لے لو لیکن چالیس یوم تک کوئی سائل ہی نہیں آیا اور جب روٹیوں میں بو پیدا ہو گئی تو خادم نے دریائے دجلہ میں پھینک دیں۔ لیکن امام صاحب کے تقوے کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ نے اس دن سے دریائے دجلہ کی مچھلی نہیں کھائی۔ اور آپ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جس کے پاس چاندی کی سرمہ دانی ہو۔ اس کے پاس بھی مت بیٹھو۔

ایک مرتبہ امام احمد حنبل سماعت حدیث کے لئے حضرت سفیان ثوری کی خدمت میں مکہ معظمہ پہنچ گئے اور روزانہ آپ کے یہاں حاضری دیتے ایک دن اتفاق سے جب آپ نہیں پہنچے تو حضرت سفیان نے خادم کو بھیج کر خیریت معلوم کی اور جب خادم پہنچا تو دیکھا کہ کپڑے دھوبی کو دے دیئے ہیں اور خود برہنہ ہیں لہٰذا جب خادم نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے کچھ رقم لے کر لباس تیار کرا لیں تو آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے ہاتھ کی ایک تحریر کردہ ایک کتاب ہے اس کو فروخت کر کے دس گز ٹاٹ لا دو تاکہ میں کرتہ اور تہبند تیار کر ڈالوں اور جب اس نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو

کتان خرید لوں آپ نے فرمایا کہ نہیں ٹاٹ کافی ہے۔

ایک مزدور جو آپ کے یہاں کام کرتا تھا۔ جب وہ شام کو جانے لگا تو آپ نے شاگرد سے فرمایا کہ اس کی مزدوری سے کچھ زیادہ رقم دے دو اور جب شاگرد نے عرض کیا کہ اس نے تو پہلے ہی انکار کر دیا ہے۔ اب شائد نہیں مانے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو اس کو زیادہ لالچ نہیں تھا۔ مگر ہو سکتا ہے۔ کہ اب کچھ زیادہ کی طمع پیدا ہو گئی ہو۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنا طباق بنئے کے یہاں رہن رکھوا دیا۔ اور جب چھڑانے پہنچے تو بنئے نے دو طباق آپ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ ان میں سے جو آپ کا ہو لے لیجئے کیونکہ میرے ذہن میں نہیں رہا کہ آپ کا طباق ان میں سے کونسا ہے۔ یہ سن کر آپ خاموشی سے بغیر طباق لئے واپس آگئے اور یہ صرف تقویٰ کی وجہ تھی کہ بنئے کو یہ کیوں یاد نہ رہا کہ ان میں سے کونسا طباق میرا ہے۔

آپ حضرت عبداللہ بن مبارک سے شرف نیاز حاصل کرنے کے بے حد متمنی رہتے تھے اور اتفاق سے ایک دن وہ آپ کے یہاں خود ہی تشریف لے آئے اور جب صاحبزادے نے ان کی آمد کی اطلاع دی تو امام صاحب خاموش ہو گئے اور ملاقات کے لئے باہر نہیں نکلے اور صاحبزادے نے پوچھا کہ آپ کو تو ملاقات کی بے حد تمنا تھی۔ پھر کیوں نہیں ملاقات کی۔ فرمایا کہ مجھے یہ تصور پیدا ہو گیا کہ ملاقات کے بعد آپ کی خواہش خلقی کی وجہ سے کہیں آپ کی جدائی میرے لیے شاق نہ ہو جائے اس لیے یہ طے کر لیا کہ آپ سے ایسی جگہ ملاقات کروں گا۔ جہاں سے جدائی کا امکان باقی نہ رہے۔

ارشادات : شرعی مسائل تو آپ خود بتا دیا کرتے تھے۔ لیکن مسائل طریقت کے سلسلہ میں لوگوں کو بشر حافی کی خدمت میں بھیج دیتے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خدا سے خوف طلب کیا تو اس نے اتنا خوف عطا کر دیا کہ مجھے زوال عقل کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ تجھے میرا قرب صرف قرآن حاصل ہو سکتا ہے پھر فرمایا کہ اعمال کی مشقتوں سے چھٹکارے کا نام اخلاص ہے اور خدا پر اعتماد توکل ہے اور تمام امور کو خدا کے سپرد کر دینے کا نام رضا ہے۔

زہد : جب لوگوں نے محبت کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ جب تک بشر حافی حیات ہیں۔ ان سے دریافت کرو۔ پھر سوال کیا گیا کہ زہد کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ عوام کا زہد تو حرام اشیاء کو ترک کر دینا ہے۔ اور خواص کا زہد حلال چیزوں میں زیادتی کی طمع کرنا ہے اور عارفین کے زہد کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر سوال کیا گیا کہ جو جاہل قسم کے صوفیاء مسجد میں متوکل بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے

متعلق کیا رائے ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو غنیمت سمجھو۔ کیونکہ علم کی وجہ سے انہوں نے توکل اختیار کیا ہے۔ اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو محض روٹیاں حاصل کرنے کا ایک بہانہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی جماعت بھی روٹیوں سے بے نیاز نہیں۔

وفات : انتقال کے وقت جب صاجزادے نے طبیعت پوچھی تو فرمایا کہ جواب کا وقت نہیں ہے۔ بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ فرمادے۔ کیونکہ ابلیس لعین مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تیرا ایمان سلامت لے جانا میرے لئے باعث ملال ہے۔ اس لیے دم نکلنے سے قبل مجھے سلامتی ایمان کے ساتھ مرنے کی توقع نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمادے یہ کہتے کہتے روح پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

محمد بن خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ انتقال کے بعد میں نے خواب میں امام صاحب کو دیکھا کہ وہ لنگڑا کر چل رہے ہیں اور جب میں نے دریافت کیا کہ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ دار السلام میں۔ اور جب میں نے یہ سوال کیا کہ خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا بظاہر میں نے دنیاوی زندگی میں بہت اذیتیں جھیلیں۔ لیکن قرآن کو مخلوق کبھی نہیں کہا۔ بس اسی کے صلہ میں میری مغفرت بھی ہو گئی اور مجھے بہت بڑے بڑے مراتب بھی عطا ہوئے' پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ جو دعا تم کو سفیان ثوری نے بتائی تھی۔

وہ سناؤ۔ چنانچہ میں نے یہ دعا سنادی یا رب کل شئی لقد ر تل و انت قاد ر علی کل شئی ولا تسلنی عن شیی یعنی اے اللہ ہر چیز تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور تو ہر شے پر قادر ہے اور وہ مجھ کو عطا فرمادے اور مجھ سے مت پوچھ کہ طلب کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے احمد یہ بہشت ہے۔ اس میں داخل ہو جا اور میں اس میں داخل ہو گیا۔

باب نمبر ⬅ 21

حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ علوم حقائق کے شناسا راہ طریقت کے عامل اور سالکین و عارفین کے پیشوا و مقتدا تھے اور امام ابو حنیفہ سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ حتی کہ مسلسل بیس برس امام صاحب سے علم

حاصل کرتے رہے یوں تو تمام علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ لیکن علم فقہ میں اپنا نمونہ آپ ہی تھے۔ آپ حضرت حبیب رائی کے ارادت مندوں میں داخل تھے۔ لیکن حضرت فضیلؒ و حضرت ابراہیم ادہم جیسی برگزید ہستیوں سے شرف نیاز حاصل رہا۔

واقعہ : آپ کے تائب ہونے کا واقعہ اس طرح منقول ہے کہ کسی کویئے نے آپ کے سامنے مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔

بای خدیک تبدی البلا — کونسا چہرہ خاک میں نہیں ملا

وبای عینک ما ذا سالا — اور کونسی آنکھ زمین پر نہیں بہی

یہ شعر سن کر عالم بے خودی میں حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنا پورا واقعہ بیان کر کے کہا کہ میری طبیعت دنیا سے اچاٹ ہو چکی ہے۔ اور ایک نامعلوم سی شے قلب کو مضطرب کیے ہوئے ہے۔ یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا کہ گوشہ نشینی اختیار کرلو چنانچہ اسی وقت سے آپ گوشہ نشین ہو گئے، پھر کچھ عرصہ بعد امام صاحب نے فرمایا کہ اب یہ بہتر ہے کہ لوگوں سے رابطہ قائم کر کے ان کی باتوں پر صبر و ضبط سے کام لو۔ چنانچہ ایک برس تک تعمیل حکم میں بزرگوں کی صحبت میں رہ کر ان کے اقوال سے بہرہ ور ہوئے لیکن خود ہمیشہ خاموش رہتے تھے اس کے بعد حضرت حبیب رائی سے بیعت ہو کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتے رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر عظیم مراتب سے ہمکنار ہوئے۔

قناعت : ورثہ میں آپ کو بیس دینار ملے تھے اور بیس سال سے اپنے اخراجات کی تکمیل کرتے رہے اور جب بعض بزرگوں نے کہا کہ دینار جمع کر کے رکھنا ایثار کے منافی ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہی دینار زندگی بھر کے لئے باعث طمانیت ہیں۔ لیکن قناعت کا یہ عالم ہے کہ روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے اور فرمایا کرتے کہ جتنا وقت لقمہ بنانے میں صرف ہوتا ہے۔ اتنی دیر میں پچاس آیتیں قرآن کی پڑھ سکتا ہوں ایک مرتبہ ابو بکر عیاش آپ کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لئے رو رہے ہیں اور حضرت عیاش نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھاؤں۔ لیکن یہ پتہ نہیں کہ رزق حلال بھی ہے یا نہیں ایک شخص نے آپ کے یہاں پانی کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہوا دیکھ کر عرض کیا کہ اس کو سایہ میں کیوں نہیں رکھا؟ فرمایا کہ جس وقت میں نے یہاں رکھا تھا۔ اس وقت سایہ تھا۔

لیکن آب دھوپ مین سے اٹھاتے ہوئے ندامت ہوتی ہے۔ کہ محض اپنی راحت

کیلئے تصنیع اوقات کرتے ہوئے ذکر الٰہی سے غافل رہوں۔

آپ کا مکان بہت وسیع تھا لیکن جب اس کا ایک حصہ منہدم ہو گیا تو آپ دوسرے حصہ میں منتقل ہو گئے اور جب وہ بھی منہدم ہو گیا تو دروازے میں منتقل ہو گئے لیکن اس کی چھت بھی بہت بوسیدہ تھی اور جب لوگوں نے چھت ٹھیک کرانے کے لیے کہا تو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر چکا ہوں کہ دنیا میں تعمیر کا کام نہیں کراؤں گا اور آپ کے انتقال کے بعد وہ چھت بھی منہدم ہو گئی۔

کنارہ کشی : جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ صحبت مخلوق سے کنارہ کش کیوں رہتے ہیں؟ فرمایا کہ اگر عمر کے لوگوں میں بیٹھوں تو وہ ادب کی وجہ سے دینی علم نہیں سکھائیں گے اور اگر معمر بزرگوں میں بیٹھوں تو وہ مجھے میرے عیوب سے آگاہ نہیں کریں گے پھر میرے لیے مخلوق کی صحبت کیا سود مند ہو سکتی ہے پھر کسی نے پوچھا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے فرمایا کہ نکاح کے بعد بیوی کے روٹی کپڑے کی کفالت لینی پڑتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی کسی کا کفیل نہیں ہوتا اس لیے میں کسی کو دھوکہ دینا نہیں چاہتا۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ داڑھی میں کنگھا کیوں نہیں کرتے فرمایا کہ ذکر الٰہی سے فرصت ہی نہیں ملتی آپ چونکہ مخلوق سے کنارہ کش رہ کر عبادت میں مصروف رہتے تھے اسی وجہ سے آپ کو عظیم مراتب عطا کیے گئے۔

بے خودی : ایک مرتبہ چاندنی سے لطف اندوز ہونے کے لیے چھت پر پہنچ گئے لیکن مناظر قدرت کی حیرت انگیزیوں سے متاثر ہو کر عالم بےخودی میں ہمسایہ کی چھت پر گر پڑے اور ہمسایہ یہ سمجھا کہ چھت پر چور آ گیا ہے چنانچہ وہ شمشیر برہنہ لیے ہوئے چھت پر چڑھا لیکن آپ کو دیکھ کر پوچھا کہ آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟ فرمایا کہ عالم بےخودی میں نہ جانے کس نے مجھ کو یہاں پھینک دیا۔

منقول ہے کہ آپ مداومت کے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور ایک مرتبہ موسم گرما کی دھوپ میں بیٹھے ہوئے مشغول عبادت تھے کہ آپ کی والدہ نے فرمایا یہاں سایہ میں آ جاؤں لیکن آپ نے کہا کہ مجھ کو اس چیز کی ندامت ہوتی ہے کہ خواہش نفس کے لیے کوئی اقدام کروں پھر فرمایا کہ جب بغداد میں لوگوں نے مجھ کو پریشان کرنا شروع کیا تو میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ میری چادر لے لے تا کہ باجماعت نماز سے نجات حاصل ہو جائے اور مخلوق سے کوئی

واسطہ نہ رہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے میری چادر لے لی اس وقت سے ذکر الٰہی اور گوشہ نشینی کے سوا مجھ کو کچھ اچھا نہیں لگتا۔

نکتہ : آپ سدا غمزدہ رہتے تھے اور فرمایا کرتے کہ جس کو ہر لمحہ مصائب کا سامنا ہو اس کو مسرت کیسے حاصل ہو سکتی ہے لیکن ایک مرتبہ کسی درویش نے آپ کو مسکراتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا کہ خدا نے مجھے شراب محبت پلادی ہے اس کے خمار سے مسرور ہوں اور جب کبھی آپ مجمع میں پہنچ جاتے تو یہ کہہ کر کہ لشکر آرہا ہے بھاگ پڑتے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ کس کا لشکر فرمایا کہ قبرستان کے مردوں کا لشکر ہے۔

نصیحت : جب حضرت ابو ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے وصیت و نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھو اور آخرت سے افطار کرو پھر کسی اور نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا کہ بدگوئی سے احتراز کرو مخلوق سے کنارہ کش رہو دین کو دنیا پر ترجیح دو، اور اگر ممکن ہو تو مخلوق کا خیال ہی دل سے نکال دو، پھر کسی اور نے نصیحت کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ مردے تمہارے انتظار میں ہیں یعنی تمہیں بھی مرنا ہے اس لیے وہاں کا سامان کر لو۔ پھر فرمایا کہ ترک دنیا سے بندہ خدا تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت فضیل نے دو مرتبہ آپ سے شرف نیاز حاصل کیا اور فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلی ملاقات میں تو میں نے آپ کو شکستہ چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے دیکھ کر عرض کیا کہ اس جگہ سے ہٹ جایئے کہیں ایسا نہ ہو کہ چھت گر پڑے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے آج تک چھت کی طرف نظر ہی نہیں ڈالی۔ اور دوسری ملاقات میں یہ نصیحت فرمائی کہ لوگوں سے تعلق منقطع کر لو۔

حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ کرخی سے روایت ہے کہ میں نے آپ سے زیادہ کوئی دنیا سے متنفر نہیں پایا اور نہ صرف فقراء کا احترام کرتے بلکہ ان سے عقیدت و محبت رکھتے تھے، حضرت جنید بغدادی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حجامت بنوانے کے بعد حجام کو ایک دینار دے دیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ تو اسراف بیجا ہے آپ نے فرمایا کہ دین کے لیے مروت ضروری ہے۔

جب امام ابو یوسف اور امام ابو محمد میں کوئی اختلاف رونما ہوتا تو وہ دونوں آپ کے فیصلے کو قبول کرتے لیکن آپ امام ابو یوسف سے زیادہ امام محمد کا احترام کرتے اور فرماتے کہ امام

محمد نے محض دین کے لیے علم حاصل کیا اور امام ابو یوسف نے منصب وجاہ کے لیے اور قضا کا وہ عہدہ جس کو امام ابو حنیفہ نے کوڑے کھا کر بھی قبول نہیں کیا اس کو امام ابو یوسف نے قبول کر کے اپنے استاد کی پیروی نہیں کی۔

بے نیازی : جب ہارون الرشید امام ابو یوسف کے ہمراہ آپ کے پاس بغرض ملاقات حاضر ہوا تو آپ نے ملاقات سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں دنیا دار ظالموں سے نہیں ملتا لیکن جب ہارون الرشید کی والدہ نے بے حد اصرار کیا تو آپ نے اجازت دیدی اور جب ہارون رشید رخصت ہونے لگا تو ایک اشرفی پیش کرنی چاہی مگر آپ نے واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنا مکان جائز دولت کے عوض فروخت کیا ہے اس لیے میرے پاس اخراجات کے لئے رقم موجود ہے اور میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ جب یہ رقم ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ مجھے دنیا سے اٹھالے ایک مرتبہ امام ابو یوسف نے آپ کے خادم سے دریافت کیا کہ اب اخراجات کے لئے کتنی رقم باقی رہ گئی ہے تو اس نے بتایا کہ دس درم چاندی باقی ہے چنانچہ امام ابو یوسف نے اخراجات کا حساب لگا کر یہ اندازہ کر لیا کہ بس اب آپ اتنے دن اور حیات رہیں گے۔

ترک لذت : کسی بزرگ نے آپ کو دھوپ میں قران خوانی کرتے ہوئے دیکھ کر سایہ میں آنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ مجھے اتباع نفس ناپسند ہے اور اسی رات آپ کا وصال ہو گیا۔

وصیت : آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی۔ کہ مجھے دیوار کے نیچے دفن کرنا، چنانچہ آپ کی وصیت پوری کر دی گئی، اس سلسلہ میں مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ آج تک آپ کی قبر محفوظ ہے۔

وفات : کسی نے آپ کو خواب کے اندر ہوا میں پرواز کرتے ہوئے یہ کہتے سنا کہ آج مجھے قید سے چھٹکارا مل گیا اور بیدار ہو کر جب وہ شخص تعبیر خواب دریافت کرنے آپ کے یہاں پہنچا تو آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی کہنے لگا کہ خواب کی تعبیر مل گئی اور روایت ہے کہ انتقال کیوقت آسمان سے یہ ندا آئی کہ داؤد طائی اپنی مراد کو پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے خوش ہے۔

باب نمبر 22

حضرت حارث محاسی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور اخلاق و مروت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آپ کی تصانیف بھی بہت سی موجود ہیں اور حضرت حسن بصری کے ہم عصر ہیں' بغداد میں وصال ہوا اور وہیں مزار مبارک ہے۔

شیخ ابو عبداللہ خفیف فرمایا کرتے تھے کہ مشائخین طریقت میں پانچ حضرات سب سے زیادہ پیروی کے لائق ہیں اول حضرت حارث محاسی' دوم حضرت جنید بغدادی' سوم حضرت رویم' چہارم حضرت ابن عطاء' پنجم حضرت عمرو بن عثمان مکی' لیکن مصنف فرماتے ہیں کہ نعوذ باللہ اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ دوسرے مشائخ اتباع کے قابل ہی نہیں بلکہ خود حضرت عبداللہ خفیف بھی مندرجہ بالا پانچ بزرگوں سے مراتب میں کسی طرح سے کم نہیں لیکن کسر نفسی کی وجہ سے اپنا نام نہیں لیا۔

جب بھی آپ کسی مشتبہ کھانے کی جانب ہاتھ بڑھاتے تو انگلیاں شل ہو جاتی تھیں جس کی وجہ سے آپ کو کھانے کے اشتباہ کا پتہ چل جاتا تھا۔ چنانچہ آپ ایک مرتبہ بھوک کی حالت میں جنید بغدادی کے یہاں پہنچ گئے اور وہاں اتفاق سے کسی شادی میں سے کھانا آیا ہوا تھا' لہٰذا جب وہ کھانا حارث محاسی کے سامنے پیش کیا گیا تو ہاتھ بڑھاتے ہی انگلیاں شل ہو گئیں لیکن بطور تواضع ایک لقمہ آپ نے منہ میں رکھ ہی لیا اور جب وہ حلق سے نیچے نہ اترا تو باہر جا کر اگل دیا اور وہیں سے رخصت ہو گئے' پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت جنید سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے گذشتہ واقعہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر یہ خدا کا کرم ہے کہ جب میرے سامنے مشتبہ کھانا آتا ہے تو ہاتھ بڑھاتے ہی انگلیاں شکل ہو جاتی ہیں چنانچہ اس روز بھی یہی ہوا لیکن دل شکنی ہونے کے سبب میں نے ایک لقمہ منہ میں رکھ لیا مگر وہ حلق سے نیچے نہ اتر سکا اور مجھ کو باہر جا کر اگل دینا پڑا۔ لہٰذا آپ بتایئے کہ وہ کھانا کہاں سے آیا تھا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پڑوسی کے یہاں سے شادی کی تقریب میں آیا تھا۔ پھر حضرت جنید نے اصرار فرمایا کہ آج میرے ہمراہ تشریف لے چلیے پھر آپ کو گھر لے جا کر جو کی خشک روٹی آپ کے سامنے رکھ دی اور آپ نے شکم سیر ہو کر فرمایا کہ فقراء کی تواضع اس طرح کی جاتی ہے۔

ارشادات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابتدا میں جب کسی کو نماز پڑھنے پر فخر کرتے دیکھتا تو یہ شبہ

ہوتا کہ نہ جانے اس کی نماز قبول بھی ہوئی یا نہیں لیکن اب یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ایسی شخص کی نماز ہرگز قبول نہیں ہوتی' آپ کو محاسبی کا خطاب اس لیے دیا گیا ہے کہ آپ حساب میں بہت ممتاز تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مراتب عالیہ کے حصول کے لیے چند خصلتوں کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہیں کبھی قسم نہ کھائے کبھی دروغ گوئی سے کام نہ لے وعدہ کر لینے کے بعد اس کو ایفا کرے کبھی ظالم پر بھی لعنت نہ بھیجے کسی سے بدلہ نہ لے کسی کے لیے بددعا نہ کرے کسی کے کفرو نفاق پر شاہد نہ بنے گناہ سے کنارہ کش ہو کر ظاہری و باطنی کسی طرح بھی قصد گناہ نہ کرے کسی کے لیے بار خاطر نہ بنے اور دوسروں کا بار ختم کرنے میں مدد کرے لالچ کو ختم کر کے لوگوں سے ناامید رہے سب کو اپنے سے زیادہ بہتر تصور کرتے ہوئے کسی جاہ و مرتبت کا خواہش نہ ہو اور اگر کوئی ان تمام چیزوں پر عمل پیرا ہو جائے تو انشاء اللہ اس کے لیے سود مند ثابت ہو گا' فرمایا کہ قرب الٰہی کی منزل میں قلب علم کا رقیب بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ احکام الٰہی کی بجا آوری کا نام صبر ہے مصائب پر شاکر رہنے اور ان کو منجانب اللہ تصور کرنے کا نام تسلیم ہے خدا کے دشمنوں سے انقطاع تعلق کا نام حیا ہے' ترک دنیا کا نام حب الٰہی ہے' محاسبہ کے ڈر سے گناہ نہ کرنے کا نام خوف ہے' مخلوق سے فرار کا نام انس خالق ہے اور جو مخلوق کے برا سمجھنے پر بھی اظہار مسرت کرے اس کو صادق کہا جاتا ہے' فرمایا کہ یا خدا کا بن جا یا خودی ترک کر دے' فرمایا کہ بذریعہ ریاضت نفس کو پاکیزہ بنانے سے راہ راست مل جاتی ہے اور جو شخص دنیا ہی میں جنتوں کی نعمت کا طلب گار ہو اس کو صالح اور قانع لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے فرمایا کہ عارفین خندق رضا میں اتر کر اور بحر صفا میں غوطہ زنی کر کے وفا کے موتی حاصل کر لیتے ہیں اور پھر حجاب خفا میں واصل باللہ ہو جاتے ہیں' فرمایا کہ شفقت و وفا کے حصول کے بعد اس سے فوائد حاصل کر لیتے ہیں۔ اور میں محروم ہوں۔

آپ کوئی کتاب لکھ رہے تھے کہ کسی درویش نے عرض کیا کہ معرفت الٰہی کا حق بندے پر ہے یا بندے کا حق اللہ پر؟ اگر معرفت الٰہی بندہ خود حاصل کرتا ہے تو اس طرح بندے کا حق خدا پر ثابت ہو گا اور بندے کا حق خدا پر ثابت کرنا حرام ہے اور اگر بندے کی معرفت پر اللہ کا حق ہے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ ایسی شکل میں بندے کو اللہ کے حق کا حق ادا کرنا چاہیے' اس منطقی تقریر کا مفہوم سمجھ کر آپ نے کتاب لکھنا بند کر دیا' اس کے علاوہ یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ جب معرفت اللہ ہی کا حق ہے تو پھر معرفت کے باب میں کوئی کتاب تصنیف کرنا لغو ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔ کہ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من تشاء یعنی اے نبی آپ اپنے کسی محبوب شخص کو ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے' پھر دوسرا خیال

آپ کو یہ بھی پیدا ہوا کہ اللہ کی معرفت کا حق بندے پر ہی ہے اس لیے کہ اسی نے بندے کو معرفت کی توفیق دی۔ لہٰذا بندے کو اس کا حق ادا کرنا چاہیے' اس خیال کے ساتھ ہی آپ نے پھر دوبارہ اپنی تصنیف شروع کر دی۔

وفات : انتقال کے وقت آپ کے پاس ایک درم تک نہیں تھا جب کہ بہت سی زمین اور جائداد آپ کو بطور ترکہ حاصل ہوئی تھی لیکن جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ شریعت کی پیروی کی وجہ سے تمام ترکہ بیت المال میں جمع کر کے خود ایک حبہ بھی نہیں لیا اور فقر و فاقہ کے عالم میں آپ دنیا سے رخصت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ○

باب نمبر ⟵ 23

حضرت ابو سلیمان دارائی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ شریعت و طریقت کے بحر بیکراں تھے اور مزاج میں لطف و کرم ہونے کی وجہ سے آپ ریحان القلوب اور اجتداء الجائعین جیسے خطابات عطا کیے گئے تھے اور آپ کی سکونت شام کے ایک نامی دار الملک کے تھی اس نسبت سے آپ کو دارائی کہا جاتا ہے۔

آپ کے ایک ارادت مند حضرت احمد حواری سے منقول ہے کہ ایک رات میں نے خلوت میں نماز ادا کی جس سے مجھے بہت سکون محسوس ہوا اور جب میں نے اپنا واقعہ اپنے پیرو مرشد حضرت ابو سلیمان سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم اتنے بوڑھے ہو گئے لیکن تمہیں خلوت و جلوت کی کیفیات کا اندازہ نہ ہو سکا حالانکہ خلوت ہو یا جلوت خدا تعالیٰ سے روک دینے والی کوئی شے نہیں ہے۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رات میں نماز پڑھنے کے بعد جب میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے چاہے تو سردی کی وجہ سے ایک ہاتھ بغل میں دبا لیا اور اسی شب خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا کہ اے سلیمان تجھے اس ہاتھ کا رتبہ عطا کر دیا گیا جو تو نے دعا کے لیے دراز کیا تھا اور اگر دوسرا ہاتھ بھی اٹھا لیتا تو ہم اس کا اجر بھی عطا کر دیتے' چنانچہ اسی دن سے آپ نے موسم سرما میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا معمول بنا لیا تھا' فرمایا کہ ایک رات مجھ پر ایسی غنودگی طاری ہوئی کہ

میرے وظائف کا وقت ختم ہونے لگا اور خواب میں دیکھا کہ ایک حور مجھ سے کہہ رہی ہے کہ مکمل پانچ سو سال سے مجھے تمہارے لیے ہی بنایا سنوارا جا رہا ہے اور تم خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہو' اس آواز کے ساتھ ہی میں نے بیدار ہو کر اپنا وظیفہ پورا کیا' فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں ایسی حور کا نظارہ کیا کہ اس کی پیشانی روشن و منور ہے اور جب میں نے سوال کیا کہ یہ نور و روشنی کیسی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ایک شب تم خوف الٰہی میں گریہ کر رہے تھے تو تمہارے اشکوں کو میرے چہرے پر بطور ابٹن کے مل دیا گیا تھا بس اسی دن سے یہ نور و روشنی میری پیشانی پر نمودار ہو گیا فرمایا کہ میں ہمیشہ روٹی پر نمک چھڑک کر کھا لیتا تھا اتفاق سے ایک دن نمک میں تل مل گیا اور میں نے بغیر دیکھے وہ تل بھی کھا لیا مگر اس کی یہ سزا ملی کہ ایک سال تک عبادت و ریاضت میں لذت ہی حاصل نہیں ہوئی' فرمایا کہ میں اپنی ضروریات زندگی کے لیے اپنے ایک دوست سے اعانت کے طور پر کچھ طلب کر لیا تھا' لیکن ایک دن جب میری طلب پر اس نے یہ کہدیا کہ تمہاری طلب آخر کب ختم ہو گی تو اسی دن سے میں نے مخلوق سے کچھ طلب نہیں کیا' فرمایا کہ میں خلیفہ' وقت کو برا سمجھتے ہوئے بھی کبھی لوگوں کے سامنے اس کی برائی اس ڈر سے نہیں کرتا تھا کہ کہیں لوگ مجھے مخلص و حق گو نہ سمجھ بیٹھیں اور میں عدم اخلاص کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں' فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص زمزم کے علاوہ دوسرا پانی نہیں پیتا تھا اور جب میں نے سوال کیا کہ اگر چاہ زمزم خشک ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نصیحت کا اجر عطا فرمائے کیونکہ میں تو برسوں سے پرستش کی حد تک زمزم سے عقیدت رکھتا تھا اور آج سے اس عقیدت کو ختم کرتا ہوں۔

کچھ لوگوں نے حضرت صالح بن عبدالکریم سے سوال کیا کہ بیم و رجا میں کون سی شے بہتر ہے' فرمایا کہ بہتر تو یہ ہے کہ دونوں ہی ہوں' لیکن رجا سے بیم کا پلہ بھاری ہے اور جب اس قول کو حضرت ابو سلیمان کے سامنے نقل کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تو تمام عبادت کا دار و مدار بیم پر ہے کیونکہ رجا عبادت سے بے نیاز کر دیتی ہے اور دین و دنیا ہی خوف پر قائم ہے اور جب خوف پر رجا کا غلبہ ہو جاتا ہے تو قلب کی شامت آ جاتی ہے اور خوف کی زیادتی سے عبادت" میں بھی زیادتی رونما ہو جاتی ہے۔ فرمایا لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی تھی کہ خدا سے اتنا ہی ڈرو کہ رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اور نہ اتنی امید وابستہ کرو۔ کہ عذاب سے بے خوفی ہو جائے۔

احتلام سے بچنے کا طریقہ: فرمایا کہ احتلام بھی ایک قہر ہے' جو شکم سیری کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور اس کے علاوہ شکم سیری چھ اور خرابیوں کو بھی جنم دیتی ہے اول عبادت میں دل نہ لگنا دوم

حکمت کی باتیں یاد نہ رہنا سوم شفقت کرنے سے محروم ہو جانا چہارم عبادت کا بار خاطر بن جانا پنجم خواہشات نفسانی میں اضافہ ہو جانا' ششم پاخانہ سے اتنی مہلت نہ ملنا جو مسجد میں جا کر عبادت کر سکتے۔

بھوک کے فوائد: یہ بھی ایک بدیہی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے علاوہ کسی کو بھی بھوک کی طاقت عطا نہیں کرتا کیونکہ بھوک آخرت کی شکم سیری دنیا کی کنجی ہے اور بھوکے شخص کی تمام دینی و دنیاوی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں اور نفس میں عاجزی اور قلب میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس پر علوم سماوی کا انکشاف ہونے لگتا ہے' فرمایا کہ پورے دن کی عبادت سے رات کو حلال روزی کا ایک لقمہ زیادہ افضل ہے۔ فرمایا کہ خواہشات دنیا پر وہی شخص غضبناک ہوتا ہے جس کا قلب منور ہو کیونکہ وہی نور دنیا سے جدا کر کے آخرت کی جانب متوجہ کر دیتا ہے' فرمایا کہ تمام دن کی عبادت سے رات کو رزق حلال کا ایک لقمہ زیادہ بہتر ہے' فرمایا کہ منزل سے پلٹ آنے والا مقصد اصلی سے محروم رہ جاتا ہے اور زندگی میں جس کو قلیل سا اخلاص بھی میسر آگیا وہ مسرور رہتا ہے اور اہل اخلاص وسوسوں سے احتراز کرتے رہتے ہیں' فرمایا کہ اہل صدق جب کیفیت قلبی کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو زبان ساتھ نہیں دیتی' فرمایا کہ بعض بندہ خدا ایسے بھی ہیں جو حالت رضا میں صبر کو بھی باعث ندامت تصور کرتے ہیں کیونکہ صبر کی صورت میں تو گویا بندہ صبر کا دعویدار ہو جاتا ہے' لیکن رضا کا تعلق صرف خدا کی مرضی سے ہے اس اعتبار سے صبر کا تعلق بندے کے ساتھ اور رضا کا تعلق اللہ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

رضا: رضا کا مفہوم یہ ہے کہ نہ رغبت بہشت رہے اور نہ خوف عذاب' فرمایا کہ رضا کی تو مجھے ایسی لت پڑ گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہر فرد کو جہنم میں بھیجنا چاہے تو وہ مجبوراً چلے جائیں گے' لیکن میں اس کو بخوشی قبول کرلوں گا۔

تواضع: فرمایا کہ ترک خود بینی کا نام تواضع ہے اور نفس شناس نہ ہونے والا کبھی متواضع نہیں ہو سکتا اسی طرح دنیا کو تحقیر سے دیکھنے والا کبھی برا نہیں ہو سکتا۔

زاہد: خدا سے دور کر دینے والی اشیاء کو پس پشت ڈال دینے والے کو زاہد کہا جاتا ہے۔ اور زاہد کی علامت یہ ہے کہ کم قیمتی اشیاء کے مقابلہ میں قیمتی اشیاء کی تمنا نہ کرے اور صرف زبانی زہد بھی مال و زر سے کہیں بہتر ہے فرمایا کہ حب دنیا ہی تمام مصیبتوں کو جنم دیتی ہے فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ بندہ مصائب کو من جانب اللہ تصور کرتے ہوئے خدا کے سوا سب کو چھوڑ دے فرمایا کہ بھوک

عبادت کے لیے ضروری ہے فرمایا کہ دنیاوی امور میں غور و فکر کرنا آخرت کے لیے حجاب بن جاتا ہے اور دنیاوی امور میں تفکر بہترین ثمرہ کا حامل ہوتا ہے فرمایا کہ علم میں اضافہ کے لیے عبرت حاصل کرنا ضروری ہے اور غور و فکر میں اضافہ کرتے ہیں فرمایا کہ آنکھ سے اشک ریزی اور قلب سے فکر عقبی کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ عمر رائیگاں گذرنے کا غم اتنا اہم ہے کہ اگر انسان اس پر تمام عمر بھی روتا رہے جب بھی کم ہے' فرمایا کہ مومن وہ ہے جو قلب کو غم دنیا سے تہی کر کے عبادت الٰہی میں روتا رہے' فرمایا کہ جب تک بندہ مشغول عبادت رہتا ہے اس وقت تک ملائکہ بہشت کے سبزہ زاروں میں ہر ہر عبادت کے مقابلے میں ایک ایک درخت لگاتے ہیں اور جب بندہ عبادت سے گریزاں ہوتا ہے تو وہ بھی اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں فرمایا کہ صدق دلی کے ساتھ نفسانی خواہشات کو ترک کر دینے والا اللہ تعالیٰ کے اجر کا مستحق ہو جاتا ہے فرمایا کہ جس عبادت میں دنیا ہی میں لذت حاصل نہ ہوئی ہو آخرت میں بھی اس کا اجر نہیں ملتا کیونکہ حصول لذت ہی قبولیت کی دلیل ہے' فرمایا کہ زاہدوں کا آخری درجہ متوکلین کے ابتدائی درجہ کے برابر ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عارفین کو خواب میں بھی وہ مدارج عطا فرماتا ہے جو غیر عارفین کو نماز میں بھی نصیب نہیں ہوتے' اور جب عارفین کی چشم باطن وا ہو جاتی ہے تو چشم ظاہری معطل کر دی جاتی ہے اور اس کو اللہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا اور قرب الٰہی کا حصول بھی اسی وقت ممکن ہے جب دین و دنیا دونوں کو خدا پر چھوڑ دے' فرمایا کہ معرفت خموشی سے قریب تر ہے' فرمایا کہ جس کا قلب ذکر الٰہی سے منور ہو جاتا ہے اس کو کسی شے کی احتیاج باقی نہیں رہتی اور جو عبادات میں اذیتیں اٹھاتا ہے وہی ذریعہ نجات بن جاتا ہے فرمایا کہ صبر سے افضل کوئی شے نہیں' لیکن صبر کی بھی دو قسمیں ہیں' اول اس چیز پر صبر کرنا جس کی طلب ہی نہ ہو' دوم اس شے پر صبر کرنا جس کی طلب بھی موجود ہو لیکن خدا نے اس کو منع فرمایا ہے' فرمایا کہ جس قدر میں نے خود کو شکستہ حال کیا اس سے زیادہ دنیا بھی خستہ و خراب نہ کر سکتی' فرمایا کہ جو نفس کشی کر کے قرب الٰہی حاصل کرتا ہے وہ جنت کا مستحق ہو جاتا ہے' فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ جو بندے مجھ سے اظہار ندامت کرتے ہیں میں ان کی پردہ داری کرتا ہوں۔

دوست سے درگذر کا فائدہ: آپ نے کسی سے فرمایا کہ اگر کوئی دوست بھی عالم غضب میں تمہاری خلاف مرضی بات کہے تو تم غصہ نہ کرو اور نہ اسے برا بھلا کہو کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اور زیادہ سخت گوئی سے کام لے۔ اس مرید نے بتایا کہ تجربہ کے بعد آپ کا قول بالکل صحیح ثابت ہوا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ بہت زیادہ محتاط رہتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو صوفیائے کرام سے کہا کے جس قدر اقوال بھی معلوم ہوتے ہیں میں ان پر اس وقت

تک عمل پیرا نہیں ہوتا جب تک قرآن و حدیث سے کم از کم اس کے متعلق دو شہادتیں نہیں مل جاتیں۔

آپ نے حضرت معاذ بن جبل سے بھی کچھ علم حاصل کیا تھا اور اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! جو تیرے احکام پر عمل پیرا نہ ہو، وہ تیری خدمت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔

وفات: انتقال کے وقت لوگوں نے عرض کیا کہ اب آپ اس خدا کے یہاں جا رہے ہیں جو غفور و رحیم ہے لہٰذا ہمیں کوئی بشارت دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اس خدا کے پاس جا رہا ہوں جو گناہ صغیرہ پر محاسبہ کرتا ہے اور گناہ کبیرہ پر سزا دیتا ہے یہ کہتے کہتے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

کسی نے خواب میں آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ رحمت و عنایت سے کام لیا لیکن شہرت مخلوق میرے لیے مضر ثابت ہوئی۔

باب نمبر ← 24

حضرت محمد سماک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ عابد و زاہد ہونے کے ساتھ بہت بڑے واعظ اور مقبول خاص و عام تھے، حضرت معروف کرخی کو آپ کے مواعظ حسنہ سے بہت انشراح صدر ہوتا تھا اس کے علاوہ خلیفہ ہارون رشید بھی آپ کا بے حد معترف تھا، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا اے ہارون شرف زہد سب سے عظیم شرف ہے۔

حقائق: آپ فرمایا کرتے تھے کہ تواضع کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ خود کو ہیچ تصور کرے، پھر فرمایا کہ عہد گذشتہ کے لوگوں کی مثال دوا کی طرح تھی جس سے لوگ شفا حاصل کرتے تھے اور موجودہ دور کے لوگوں کی مثال درد جیسی ہے جو صحت مندوں کو بھی مریض بنا دیتے ہیں، فرمایا کہ ایک وہ دور تھا جب واعظین وعظ گوئی کو اس قدر دشوار سمجھتے تھے جتنا اب علم پر عمل کو مشکل تصور کیا جاتا ہے اور جس طرح آج کے عہد میں علماء کی قلت ہے اسی طرح گذشتہ دور میں واعظین کی کمی تھی۔

حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ حواری سے روایت ہے کہ جب میں حالت مرض میں آپ کا قارورہ لے

کر طبیب کے یہاں پہنچا تو وہ اتفاق سے آتش پرست تھا اور جب وہاں سے واپس ہوا تو راستہ میں ایک بزرگ نے سوال کیا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ اور میں نے جب پورا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا انتہائی حیرت ہے کہ خدا کا محبوب خدا کے غنیم سے اعانت حاصل کرے' لہٰذا تم ان سے یہ کہہ دو کہ درد کے مقام پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھ لیں۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم و بالحق انزلناہ و بالحق نزل (ترجمہ۔ میں راندے ہوئے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اور ہم نے اسے سچ کے ساتھ اتارا ہے اور سچ کے ساتھ وہ نازل ہوا۔) چنانچہ واپسی میں جب میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے دعا پڑھ کر دم کر لیا اور فوراً ہی صحت حاصل ہو گئی۔ اور پھر مجھ سے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام تھے۔

حالت نزع میں آپ نے فرمایا کہ اے اللہ' میں ارتکاب معصیت کے وقت بھی تیرے محبوب بندوں کو محبوب رکھتا تھا لہٰذا اس کے صلہ میں میری مغفرت فرما دے۔

شادی: جس وقت آپ کی شادی کر لینے کے متعلق عرض کیا گیا تو فرمایا کہ دو ابلیسوں کی مجھ میں ہمت نہیں بعد از وفات لوگوں نے خواب میں جب آپ سے کیفیت دریافت کی تو فرمایا کہ مغفرت تو ہو گئی۔ لیکن جو مرتبہ بال بچوں کی اذیت برداشت کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہ نہ مل سکا۔

باب نمبر ⟵ 25

حضرت محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ عبادت و ریاضت میں ممتاز زمانہ تھے اور سختی کے ساتھ سنت پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر آپ کو لسان الرسول کا خطاب ملا۔

حالات: ایک دفعہ آپ علی بن موسیٰ کے ہمراہ اونٹ پر سوار اور اسحٰق بن زاہریہ اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے تھے' اور اس حال میں آپ نیشا پور پہنچے کہ جسم پر کمبل کا کرتہ' سر پر نمدے کی ٹوپی اور کاندھے پر کتابوں کا تھیلا تھا' لیکن آپ کے مواعظ اس قدر موثر ہوتے تھے کہ تقریباً پچاس ہزار افراد راہ راست پر آ گئے۔

محض اس جرم میں کہ آپ نے قران کو مخلوق نہیں کہا مکمل دو سال تک قید و بند کی مشقتیں

جھیلنی پڑیں اور قید خانہ میں آپ کا یہ معمول رہا کہ ہر جمعہ کو غسل کر کے باہر جیل کے دروازے تک پہنچ جاتے لیکن جب دروازے پر آپ کو روک دیا جاتا تو واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ میں نے تو اپنا فریضہ ادا کر دیا اب تو جو چاہے کر' اور جس وقت آپ کو رہا کیا گیا اس وقت عبداللہ بن طاہر حاکم نیشاپور وہیں مقیم تھا اور تمام لوگ سلامی کی غرض سے حاضر ہو رہے تھے اور جب اہل دربار سے اس نے پوچھا کہ اب کوئی نامی گرامی شخصیت تو ایسی باقی نہیں رہی جو سلامی کے لیے نہ آئی ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ دو ہستیاں احمد حرب اور محمد بن اسلم حاضر دربار نہیں ہوئے' کیونکہ یہ دونوں بہت بڑے عالم و عابد ہیں اور بادشاہ کے سلام کے لیے کبھی حاضر نہیں ہوتے' چنانچہ اس نے کہا کہ ہم خود ان کو سلام کرنے جائیں گے اور جب وہ پہلے احمد حرب کے پاس پہنچا تو انہوں نے استغراقی کیفیت سے سر اٹھا کر فرمایا کہ اے عبداللہ تم بہت ہی حسین ہو لیکن اس حسن و جوانی کو خدا کی نافرمانی پر قربان نہ کرنا پھر جب وہ محمد بن اسلم کی چوکھٹ پر پہنچا تو یوم جمعہ کی وجہ سے انہوں نے اندر نہیں بلایا۔ لیکن عبداللہ بن طاہر بھی نماز جمعہ کے وقت تک گھوڑے پر سوار آپ کا انتظار کرتا رہا اور جب آپ مکان سے برآمد ہوئے تو گھوڑے سے اتر کر اس نے قدم بوسی کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ میں چونکہ بہت برا ہوں اس لیے تیرا محبوب بھی مجھ سے دشمنی رکھتا ہے' لیکن وہ چونکہ تیرا محبوب ہے اس لیے میں بھی اس کو محبوب رکھتا ہوں اور اس کے طفیل میں میری مغفرت فرما دے۔

آپ طوس چھوڑ کر نیشاپور میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور جس مسجد میں عبادت کرتے تھے وہ مسجد تمام مساجد سے متبرک خیال کی جاتی تھی اور چونکہ آپ کا زیادہ وقت طوس ہی میں گذرا اسی نسبت سے آپ کو طوسی کہا جاتا ہے ویسے آپ عرب کے باشندے تھے۔

کسی بزرگ نے روم میں یہ خواب دیکھا کہ ابلیس فضا سے زمین پر گر پڑا اور زمین اس کے بوجھ دھنسنے کے قریب ہو گئی۔ ان بزرگ نے ابلیس سے سوال کیا کہ تیری یہ حالت کیوں ہوئی۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت محمد اسلم وضو کرتے ہوئے کھنکارے تے تو میں لرزہ براندام ہو کر گر پڑا۔

آپ کے مکان کے سامنے ہی نہر بہتی تھی۔ لیکن محض اس تصور سے اس کا پانی استعمال نہ فرماتے تھے کہ یہ نہر عوام کی ملکیت ہے اور جب وہ نہر خشک ہو گئی تو کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر آپ نے خود اس کو بھرا۔ لیکن صرف ایک کوزہ پانی آپ نے اس میں سے صرف کیا۔

کرامت: آپ قرض لے کر فقراء کو دیدیا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کسی یہودی نے اپنا قرض طلب کیا تو اس وقت آپ کے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ لیکن آپ نے اسی وقت اپنا قلم تراشا تھا۔ اسی کا ایک ٹکڑا زمین پر سے اٹھا کر یہودی کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ لے جاؤ۔ اور جب اس

نے دیکھا تو وہ سونا بن گیا تھا۔ چنانچہ یہودی کو خیال ہوا کہ جس مذہب میں ایسے ایسے خدا رسیدہ ہوں وہ مذہب کبھی باطل نہیں ہو سکتا۔ اس تصور سے وہ یہودی فوراً ایمان لے آیا۔

کسی نے ابو علی فارمدی سے دوران وعظ یہ سوال کیا کہ وہ علماء جو حقیقت میں وارث انبیاء ہوتے ہیں ان میں کون کون ہستیاں داخل ہیں۔ آپ نے حضرت محمد بن اسلم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسے افراد ہوتے ہیں۔

انتقال :جس وقت نیشاپور میں آپ بیمار ہوئے تو آپ کے پڑوسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ آج میں غم و اندوہ سے آزاد ہو گیا اور جب بیداری کے بعد وہ تعبیر معلوم کرنے آپ کے یہاں پہنچا تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ کے اوپر وہی کمبل ڈال دیا گیا تھا۔ جو آپ کے استعمال میں رہتا تھا اور اسی وقت راہ چلتی دو عورتیں کہہ رہی تھیں کہ افسوس آج محمد بن اسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ لیکن دنیا انہیں کبھی فریب نہ دے سکی اور اپنے ہمراہ فضائل و خصائل بھی لے کر چلے گئے۔

باب نمبر 26

حضرت احمد حرب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ بہت اہل تقویٰ بزرگ تھے۔ اور ایک بہت بڑی جماعت آپ نے اپنے ارادت مندوں کو چھوڑی اور حضرت یحییٰ بن معاذ نے یہ بات فرمائی تھی۔ کہ میری موت کے بعد میرا سر احمد حرب کے قدموں میں رکھ دینا۔

ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے پالتو مرغ پکا کر آپ سے کھانے کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا کہ اس مرغ نے ایک مرتبہ ہمسایہ کی چھت پر جا کر چند دانے کھا لیے تھے۔ اس لیے میں اس مرغ کا گوشت نہیں کھا سکتا۔

حالات :کسی دوست نے آپ کو مکتوب تحریر کیا تو آپ ذکر الٰہی کی مشغولیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکے اور کچھ دنوں کے بعد اپنے مرید سے یہ جواب لکھوا دیا کہ مجھے جواب دینے کی فرصت نہیں ملتی۔ اور تمہیں ذکر الٰہی سے کسی وقت غافل نہ رہنا چاہیے۔

ایک مرتبہ حجام آپ کا خط بنا رہا تھا۔ اور آپ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ چنانچہ اس نے عرض کیا کہ کچھ دیر کے لیے ذکر الٰہی سے ٹھہر جائیے آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو۔ میں اپنا کام کر رہا ہوں۔ اور اس حالت میں کئی جگہ سے آپ کا لب کٹ گیا۔ مگر آپ یاد الٰہی میں مصروف رہے۔

آپ نے اپنے صاحبزادے کو توکل کی اس طرح تعلیم دی کہ ایک دیوار میں سوراخ کر کے ان سے کہہ دیا تھا کہ جس شے کی خواہش ہوا کرے۔ اس سوراخ سے طلب کر لیا کرو۔ اور بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تم سوراخ کی دوسری جانب سے وہ چیز رکھ دیا کرو۔ چنانچہ مدتوں ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اتفاق سے ایک دن بیوی کہیں چلی گئیں اور صاحبزادے نے سوراخ میں جا کر کھانا طلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھانا مہیا فرما دیا۔ اور جب آپ مصروف طعام تھے تو والدہ آگئیں اور پوچھا کہ تمہیں کھانا کہاں سے ملا۔ انہوں نے کہا۔ جہاں سے روزانہ ملتا تھا۔ اس وقت احمد حرب نے بیوی سے فرمایا کہ ائندہ تم کوئی چیز سوراخ میں نہ رکھنا۔ کیونکہ اب مقصد حاصل ہو چکا ہے۔ اور اب اللہ تعالیٰ بلاواسطہ پہنچاتا رہے گا۔

ایک بزرگ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دفعہ آپ سے ایک قول سنا جس کے بعد سے آج چالیس سال گذر گئے اور میرے قلب میں روز بروز نور کا اضافہ ہی ہوتا رہا اور اس قول کی لذت آج بھی اسی طرح قائم ہے۔

نطفہ کا اثر :ایک مرتبہ کچھ سید حضرات بغرض ملاقات آپ کے پاس پہنچے تو آپ ان کے ساتھ بے حد احترام و تعظیم کے ساتھ پیش آئے۔ لیکن آپ کا ایک شریر بچہ گستاخانہ طور پر رباب بجاتا ہوا باہر نکلا اور اس کی یہ حرکت سادات کو بہت ناگوار ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو نظرانداز فرما دیں کیونکہ اس بچے کا نطفہ اس رات قائم ہوا تھا جب میرے ہمسایہ کے یہاں بادشاہ کے پاس سے کھانا آیا تھا۔ اور اس نے مجھ کو بھی کھلایا تھا اسی وجہ سے یہ بچہ گستاخ پیدا ہوا۔

واقعہ :آپ کا ہمسایہ آتش پرست تھا۔ اور دوران سفر اس کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا۔ چنانچہ آپ دل جوئی کی غرض سے اس کے یہاں تشریف لے گئے تھے۔ اور وہ بھی آپ کے ساتھ بہت احترام کے ساتھ پیش آئے۔ مگر وہ زمانہ قحط سالی کا تھا۔ اس لیے آتش پرست کو خیال ہوا۔ کہ شاید آپ کھانا کھانے آئے ہوں۔ چنانچہ اس نے جب کھانے کا انتظام کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ ہم کھانے کی غرض سے نہیں بلکہ دل جوئی کے لیے آئے ہیں۔ پھر اس نے عرض کیا کہ گو میرا مال لٹ گیا۔ لیکن تین چیزیں لائق شکر ہیں۔ اول یہ کہ دوسروں نے مال لوٹا۔ لیکن میں نے کبھی کسی کا مال

غضب نہیں کیا دوم یہ کہ اب بھی میرے پاس نصف دولت باقی ہے۔ سوم یہ کہ میرا مذہب محفوظ رہ گیا۔ یہ سن کر آپ نے پوچھا کہ تم آگ کیوں پوجتے ہو؟ اس نے کہا کہ روز محشر جنہم کی آگ سے بھی محفوظ رہوں اور خدا کا قرب بھی حاصل ہو جائے آپ نے فرمایا کہ آگ کی حقیقت تو اتنی سی ہے۔ کہ اگر ایک بچہ اس پر پانی ڈال دے تو بجھ جائے گی۔ اس کے علاوہ تم سترہ سال سے آگ کو پوجتے ہو۔ لیکن آج تک اس نے تمہارے ساتھ کیا حسن سلوک کیا جس کی بناء پر تم قیامت میں بہتری کی توقع رکھتے ہو آپ کے قول سے متاثر ہو کر اس نے عرض کیا کہ اگر آپ میرے چار سوالوں کا جواب دے دیں۔ تو ایمان لا سکتا ہوں۔ اول خدا نے مخلوق کو کیوں تخلیق کیا؟ دوم تخلیق کے بعد رزق کیوں دیا۔ سوم رزق دینے کے بعد موت کو کیوں دو چار کیا۔ چہارم مارنے کے بعد زندہ کرنیکی ضرورت کیوں ہوئی۔ آپ نے جواب دیا کہ تخلیق مخلوق کا مقصد یہ ہے کہ خالق کی شناخت ہو سکے۔ رزق عطا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی رزاقی کا اندازہ کیا جا سکے' اور موت کا مقصد اس کی جباری و قہاری کا اندازہ کرنا ہے۔ اور موت کے بعد زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اس کے قادر ہونے کو تسلیم کیا جا سکے۔ یہ کہہ کر آپ بہت دیر تک آگ میں ہاتھ ڈالے بیٹھے رہے۔ لیکن آپ کا ہاتھ آگ سے متاثر نہیں ہوا۔ یہ دیکھ کر وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ اور آپ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ اور ہوش میں آنے کے بعد جب وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا کہ میں نے یہ غیبی ندا سنی کہ بہرام تو ستر سال کے بعد مسلمان ہو گیا۔ لیکن تو جو ہمیشہ سے مسلمان ہے کیا لے کر آیا ہے۔

اقوال زریں : آپ عمر بھر شب بیدار رہے اور کبھی لوگ آرام کرنے کے لیے اصرار کرتے تو فرماتے کہ جس کے لئے جنہم دہکائی جا رہی ہو اور بہشت کو آراستہ کیا جا رہا ہو لیکن اس کو علم نہ ہو کہ ان دونوں میں اس کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ اس کو بھلا نیند کیسے آسکتی ہے۔ فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ علم ہو جائے کہ فلاں شخص میری غیبت کرتا ہے۔ تو میں اس کو سیم و زر سے مالا مال کر دیتا کیوں کہ جس کی غیبت کی جاتی ہے اس کو بے حد ثواب ملتا ہے فرمایا کہ خدا سے خائف رہتے ہوئے عبادت کرتے رہو۔ اور دنیا کے دام فریب سے بچتے رہو۔ کیونکہ اس میں پھنس کر مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

باب نمبر 27

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ حضرت شفیق بلخی کے مرید اور حضرت احمد خضرویہ کے مرشد ہونے کے ساتھ ساتھ زہد و عبادت میں یکتائے روزگار تھے اور سن بلوغ کے بعد سے زندگی بھر کبھی یاد الٰہی سے غافل نہیں رہے اور پوری زندگی صدق و اخلاص میں گزار دی۔

حضرت جنید بغدادی سے منقول ہے کہ حضرت اصم کا ہمارے دور کے صدیقین میں شمار ہوتا ہے اور آپ کے اقوال نفس شناسی اور فریب نفس سے بچنے کے لیے بہت سود مند ہیں آپ کا ایک قول یہ ہے کہ اگر اہل دنیا تم سے پوچھیں کہ تم نے حاتم اصم سے کیا حاصل کیا تو یہ کبھی نہ کہنا کہ ہم نے اس سے علم و حکمت حاصل کیے بلکہ یہ کہنا کہ ہم نے صرف دو باتیں سیکھی ہیں اول یہ کہ جو شے اپنے قبضہ میں ہو اس پر خوش رہو دوم اس چیز کی توقع کبھی نہ رکھو جو اپنے قبضہ میں نہ ہو۔

پردہ داری: ایک عورت آپ کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آئی تو اتفاق سے اس کی ریح خارج ہو گئی جس کی وجہ سے وہ بہت نادم ہوئی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ زور سے بات کہو کہ میں بہرہ ہوں پھر اس نے بلند آواز سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیدیا مگر در حقیقت آپ بہرے نہیں تھے بلکہ عورت کی شرمندگی رفع کرنے کے لیے جان بوجھ کر بہرے بن گئے تھے اور جب تک وہ عورت حیات رہی آپ مسلسل بہرے بنے رہے اسی مناسبت سے آپ کو اصم کہا جاتا ہے۔

بلخ میں آپ نے دوران وعظ فرمایا کہ اے خدا اس مجلس میں جو سب سے زیادہ عاصی ہو اس کی مغفرت فرمادے اتفاق سے وہاں ایک کفن چور بھی موجود تھا اور جب رات کو اس نے کفن چرانے کے لیے ایک قبر کو کھولا تو ندا آئی کہ آج ہی تو حاتم کے صدقہ میں تیری مغفرت ہوئی تھی اور آج ہی پھر تو ارتکاب معصیت کے لیے آپہنچا یہ ندا سن کر وہ ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا۔

حضرت محمد رازی سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو کبھی غضبناک ہوتے نہیں دیکھا البتہ ایک بار آپ بازار جا رہے تھے تو آپ کے کسی شاگرد سے دوکاندار اپنا قرض طلب کر رہا تھا اس وقت آپ نے غضبناک ہو کر اپنی چادر زمین پر پھینک دی اور پورے بازار میں سونا ہی سونا پھیل گیا پھر آپ نے غصہ میں دوکاندار سے فرمایا کہ اپنے قرض کے مطابق سونا اٹھا لے لیکن اگر ایک حبہ بھی

زیادہ اٹھایا تو تیرے ہاتھ شل ہو جائیں لیکن اس نے لالچ میں کچھ زیادہ سونا اٹھالیا چنانچہ اسی وقت دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔

تین شرائط کے ساتھ آپ نے ایک شخص کی دعوت قبول فرمائی اول یہ کہ میں جس جگہ چاہوں بیٹھوں گا دوم جو چاہوں گا کھاؤں گا۔ سوم میرے کہنے پر تجھے عمل کرنا ہو گا۔ چنانچہ اس کے یہاں پہنچ کر جوتوں میں بیٹھ گئے اور اپنے ہی پاس سے دو روٹیاں نکال کر کھالیں۔ پھر میزبان سے فرمایا کہ ایک توا گرم کر کے لے آؤ۔ اور جب توا آگیا تو آپ نے جلتے توے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں نے صرف دو روٹیاں کھائی ہیں۔ پھر توے پر سے اتر کر اہل مجلس سے کہا کہ اگر تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت میں ہر شے کا محاسبہ ہو گا۔ تو اس جلتے توے پر کھڑے ہو جاؤ۔ لیکن لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم اس عمل سے اس وقت کا حساب نہیں دے سکتے۔ تو آگ سے بنی ہوئی محشر کی زمین پر کھڑے ہو کر تمام عمر کا حساب کیسے دے سکو گے؟ پھر آپ نے اس آیت کی تشریح فرمائی ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم یعنی قیامت کے دن تم سے تمام نعمتوں کی باز پرس ہو گی اور آپ کی تشریح کا انداز بیان کچھ ایسا تھا۔ کہ جیسے میدان حشر نگاہوں کے سامنے ہے اور تمام اہل مجلس مضطرب ہو کر گریہ وزاری کرنے لگے۔

واقعہ: کسی تونگر نے آپ کو کچھ رقم دینے کی پیش کش کی تو آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس ڈر سے نہیں لیتا کہ تیری موت کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ زمین کا رازق تو مر گیا لہٰذا اب تو میری ضروریات کی تکمیل فرما' کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو رزق کہاں سے ملتا ہے۔ فرمایا کہ خدا کے خزانے سے اس نے کہا۔ کہ آپ لوگوں کو فریب دے کر رزق حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے سوال کیا کہ میں نے تجھ سے کوئی رقم لی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کاش تو مسلمان ہو جاتا۔ اس نے کہا کہ آپ تو ہمیشہ کج بحثی کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تو اس لیے حجت پیش کر رہا ہوں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بندوں سے حجت طلب کرے گا۔ اس نے کہا یہ تو سب کہنے کی باتیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان احکامات کو تو باتوں سے تعبیر کرتا ہے جن احکام کی وجہ سے تیری ماں تیرے باپ کے لیے حلال ہوئی۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا آپ کو آسمان سے رزق ملتا ہے؟ فرمایا کہ مجھے کیا تمام عالم کے لیے ہی آسمان سے رزق نازل ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ ایک جگہ پر جائیں۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو رزق کیسے ملتا ہے۔ یہ سن کر آپ پورے دو برس ایک غار میں پڑے رہے اور من جانب اللہ آپ کو رزق ملتا ہے۔ پھر اس شخص نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ کیا آپ نے کسی کو بغیر بیج ڈالے فصل کاٹتے دیکھا ہے۔ فرمایا کہ ہاں

تم خود بغیر بوئے ہوئے اپنے بال کاٹتے رہتے ہو- یہ سن کر وہ مکمل طور پر تائب ہو گیا اور آپ نے اس کو نصیحت فرمائی کہ مخلوق سے قطع تعلق کر کے اس طرح مشغول عبادت رہو- کہ اس کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو سکے اور ہمیشہ مخلوق کی خدمت کرتے رہو- تاکہ وہ تمہاری خدمت کرے-

رزق :آپ نے امام احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ آپ رزق کی جستجو کرتے ہیں یا نہیں؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ یقیناً تلاش کرتا رہتا ہوں- آپ نے پوچھا کہ قبل از وقت یا بعد از وقت یا بروقت تلاش کرتے ہو-

یہ سن کر امام صاحب سکتہ میں آگئے- اس لئے کہ اگر یہ کہیں کہ قبل از وقت تلاش کرتا ہوں- تو فرمائیں گے کہ تم تضیع اوقات کرتے ہو اور اگر بعد از وقت کہوں تو کہیں گے کہ گذشتہ شے کی جستجو لاحاصل ہے- اور اگر یہ کہوں کہ بروقت تلاش کرتا ہوں تو فرمائیں گے کہ موجودہ شے کی جستجو سے کیا فائدہ- لیکن ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ تلاش رزق نہ فرض ہے نہ سنت اس لیے اس کی جستجو ہی بے سود ہے کیونکہ رزق تو ہم کو خود تلاش کرتا پھرتا ہے- جیسا کہ حدیث میں ہے "رزق تو خود تمہارے پاس پہنچتا ہے تمہیں جستجو کی کیا ضرورت ہے-" ایک مرتبہ آپ نے جہاد کے قصد سے بیوی سے پوچھا کہ تمہیں چار ماہ کے اخراجات کے لئے کتنی رقم کی ضرورت ہے بیوی نے عرض کیا کہ جتنی میری زندگی ہو- اتنی رقم دے دو- آپ نے فرمایا کہ زندگی ہو اتنی رقم دے دو آپ نے فرمایا کہ زندگی تو میرے قبضہ قدرت سے باہر ہے- بیوی نے کہا کہ پھر میرا رزق آپ کے ہاتھ میں کیسے ہو سکتا ہے- اس کے بعد جب آپ شریک جہاد ہوئے تو ایک کافر نے قتل کرنے کے لئے تلوار سونتی تو کسی جانب سے ایسا تیر آکر لگا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا- آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھ کو قتل کیا یا میں نے-

نصیحت :کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ اگر دوست کی خواہش ہے تو خدا کافی ہے- اگر ساتھیوں کی تمنا ہے تو نکرین بہت ہیں اور اگر عبرت حاصل کرنا چاہو تو دنیا کافی ہے- اگر مونس کی تلاش ہے تو قرآن بہت کافی ہے- اگر مشغلہ چاہتے ہو تو عبادت بہت بڑا مشغلہ ہے- اور اگر میرے اقوال ناگزیر ہوں تو جہنم کافی ہے-

زندگی :بعض لوگوں نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص نے بہت دولت جمع کر لی ہے- آپ نے پوچھا کہ کیا زندگی کا بھی ذخیرہ کر لیا ہے؟ کیونکہ مردوں کا دولت جمع کرنا قطعاً" بے سود ہے- کسی نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ کو کسی شے کی ضرورت ہو تو فرما دیں- آپ نے فرمایا کہ میری

سب سے بڑی ضرورت توبہ ہے کہ نہ میں کبھی تجھ کو دیکھوں اور نہ تو مجھے دیکھے' پھر کسی نے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ فرمایا کہ پہلے ظاہری وضو کرتا ہوں۔ پھر باطنی یعنی توبہ کر کے داخل مسجد ہوتا ہوں پھر مسجد حرام اور مقام ابراہیم نظروں کے سامنے ہوتا ہے۔ اور دائیں بائیں فردوس و جہنم اور قدموں کے نیچے پلصراط ہوتی ہے۔ پھر خدا کو سامنے اور موت کو پیچھے تصور کرتے ہوئے قلب کو رجوع الی اللہ کر لیتا ہوں' پھر تعظیم کے ساتھ تکبیر کہہ کر احترام کیساتھ قیام اور ہیبت لیے ہوئے قرات قران کرتا ہوں اور عجز کے ساتھ رکوع و سجود کر کے حلم کے ساتھ قعدہ کرتا ہوں اور شکر ادا کرتے ہوئے سلام پھیر لیتا ہوں۔

ارشادات : آپ نے علماء کی جماعت کی جانب سے گذرتے ہوئے فرمایا کہ اگر روز گذشتہ پر تاسف اور موجودہ دن کو غنیمت تصور کرتے ہوئے آئندہ دن سے خوفزدہ ہو تب تو بہتر ہے۔ ورنہ جہنم تمہارے لیے تیار ہے' فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تین چیزوں کا باہمی ربط قائم فرمایا ہے۔ فراغت کا عبادت سے اخلاص کا مخلوق سے اور مایوسی نجات میں احکامات کے بجالانے سے فرمایا کہ پر بہار باغات پر تکبر نہ کرو۔ کیونکہ بہشت کے باغات سے زیادہ یہ پر بہار نہیں ہو سکتے اور عبادت پر نخوت سے اس لیے احتراز کرو۔ کہ ابلیس کثرت عبادت کے باوجود مردود بارگاہ ہوا' اور کرامات کی زیادتی پر اس لیے نازاں نہ ہو کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے دور میں بنو اسرائیل کا ایک فرد بلعم باعور بہت زیادہ عابد و زاہد تھا۔ مگر تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال کتے سے دی ہے۔ فرمایا کہ عابدین و علماء کی صحبت پر بھی فخر نہ کرو۔ کیونکہ ثعلبہ حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں رہ کر بھی کورا رہا۔ فرمایا کہ قلب کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔ اول قلب مردہ جو کفارہ کا ہے' دوم مریض قلب جو گنہگاروں کا ہے۔ سوم غافل قلب جو پیٹ کے گدھوں کا ہے' چہارم قلب وارژگوں جس کو قران قلوبنا غلف سے تعبیر کیا ہے۔ یہ یہودیوں کا ہے۔ اور صحیح قلب اہل دل حضرات کا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ شہوت کی بھی تین قسمیں ہیں اول کھانے کی شہوت' دوم بولنے کی اور سوم دیکھنے کی۔ لہٰذا کھانے میں۔ خدا پر اعتماد رکھو' بات ہمیشہ سچ بولو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور اعمال صالحہ کو ریا سے دور رکھو۔ گفتگو میں حرص کو خیرباد کہہ دو' سخاوت و احسان کر کے کبھی نہ جتاؤ۔ جو شے تمہارے پاس موجود ہے۔ اس میں بخل نہ کرو۔ فرمایا کہ جہاد کی بھی تین قسمیں ہیں۔ اول ابلیس سے ایسا جہاد جس سے وہ زچ ہو جائے۔' دوم اعلانیہ جہاد یعنی فرض کی ادائیگی کے لئے سوم کفار سے اس طرح جہاد کرو۔ یا خود ختم ہو جاؤ یا انہیں ختم کر دو۔ فرمایا کہ زہد کا پہلا درجہ توکل ہے' دوسرا درمیانی درجہ صبر ہے اور تیسرا آخری درجہ اخلاص ہے پھر یہ آیت فرمائی۔ ولا تخافوا ولا تحزنوا نہ خوفزدہ ہو اور نہ غمگین پھر

فرمایا کہ جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔ لیکن مہمان کے سامنے کھانا رکھنے، مردے کو کفنانے دفنانے، بالغ لڑکی کا نکاح کرنے اور توبہ کرنے میں عجلت سے کام لینا افضل ہے۔

استغناء :آپ کبھی کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ لینے میں میری رسوائی اور دینے والے کی عزت ہوتی ہے۔ اور نہ لینے میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک مرتبہ آپ نے کسی سے کوئی شے۔ لی تو لوگوں نے اظہار حیرت کیا' آپ نے فرمایا کہ میں اس کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دینا چاہتا ہوں۔

زاہد بغداد میں آپ نے خلیفہ سے ملاقات کے وقت فرمایا کہ السلام علیکم یا زاہد' خلیفہ نے کہا کہ میں تو زاہد نہیں ہوں۔ بلکہ آپ زاہد ہیں۔ آپ نے کہا کہ خدا کا یہ فرمان ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل یعنی اے نبی ﷺ فرما دیجئے کہ دنیا کی متاع بہت تھوڑی ہے۔ اور چونکہ تو قلیل شے پر قانع ہو گیا۔ اس لیے زاہد ہے۔ اور میں دنیا و آخرت پر بھی قانع نہ ہو سکا۔ تو پھر میں کیسے زاہد ہوں؟۔

باب نمبر ⟸ 28

حضرت سہل بن عبد اللہ سری رحمۃ اللہ علیہ

کے حالات و مناقب

تعارف :آپ کا مقام صوفیائے کرام میں بہت بلند ہے۔ اور اگر آپ کو مقتدائے صوفیہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا اس کے علاوہ آپ ہمیشہ فاقہ کشی کے عالم میں شب بیداری کرتے رہے اور یہ تمام چیزیں عہد طفولیت ہی سے آپ کے حصہ میں آئی تھیں' حتی کہ آپ کا یہ قول ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو مجھے اپنا جواب بلی اب بھی یاد ہے۔ یعنی کیوں نہیں۔

حالات :آپ تین سال کی عمر سے اپنے ماموں محمد بن سمار کے ہمراہ مشغول عبادت رہتے تھے اور ایک دن آپ نے ماموں صاحب سے عرض کیا کہ میں ازل سے لیکر آپ تک عرش کے سامنے سجدہ ریز ہوں۔ لیکن ماموں نے ہدایت کی کہ آئندہ یہ بات کسی سے نہ کہنا اور ہر شب میں ایک

مرتبہ یہ دعا پڑھالیا کرو اللہ معی اللہ ناظری اللہ شاھدی اور جب آپ نے اس کو اپنا معمول بنالیا تو آپ کے ماموں نے حکم دیا کہ اب اسی دعا کو یومیہ سات مرتبہ پڑھا کرو پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کی تعداد پندرہ کروادی اور تاحیات آپ اس پر عمل پیرا رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے تعلیم قرآن حاصل کی اور سات سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی مداومت اختیار کرلی اور ہمیشہ جو کی روٹی سے روزہ افطار کرتا تھا۔ پھر بارہ سال کی عمر میں جب مجھے ایک مسئلہ میں اشکال پیش آیا تو میں حضرت حبیب حمزہ جو اپنے دور کے بہت بڑے عابد و زاہد تھے کے پاس بصرہ پہنچا چنانچہ انہوں نے میرا اشکال دور فرمادیا اور کچھ دن میں ان کی خدمت سے فیضیاب ہو کر پھر واپس تستر لوٹ آیا۔ اور یہ معمول بنالیا کہ دن میں روزہ رکھتا اور رات کو ساڑھے چار تولہ چاندی کے وزن کی برابر جو کی دو ٹکیاں بنا کر کھالیتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد تین شبانہ روز کا روزہ شروع کیا پھر سات پھر پچیس یوم کے روزے کو اپنا معمول بنالیا۔ لیکن بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ستر شبانہ روز کے بعد افطار کیا اور کبھی چالیس شبانہ روز کے بعد صرف ایک بادام کھالیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں فاقہ کشی اور کھانے دونوں چیزوں کا تجربہ کر کے دیکھا تو ابتداء بھوک سے نقاہت اور کھانے سے قوت محسوس ہوتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ بالکل اسی کے برعکس محسوس ہونے لگا۔ اس کے علاو شعبان کے روزوں کی فضیلت کی وجہ سے آپ ماہ شعبان میں بکثرت روزہ رکھتے تھے۔ اور پورے رمضان میں صرف ایک مرتبہ کھاپی لیتے بقیہ ایام قیام و عبادت ہی میں گذار دیتے۔ اور جس وقت اہل تستر نے آپ کے اوپر کفر کا فتوی عائد کیا تو آپ تمام اثاثہ صدقہ کر کے اس عہد کے ساتھ مکہ معظمہ کا رخ کیا کہ اب کبھی کسی سے کچھ نہ مانگوں گا اور جب مسلسل فاقہ کشی کرتے ہوئے کوفہ پہنچے تو نفس نے تقاضا کیا کہ اگر آپ مجھے مچھلی اور روٹی کھلادیں تو میں مکہ معظمہ تک کچھ نہیں مانگوں گا' چنانچہ آپ نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک اونٹ چکی سے بندھا ہوا چکی چلا رہا ہے آپ نے چکی کے مالک سے پوچھا کہ دن بھر کی محنت کے بعد تم اونٹ والے کو کیا دیتے ہو اس نے کہا کہ دو دینار آپ نے فرمایا کہ اس کو کھول کر مجھے باندھ دو اور دن بھر کے بعد بجائے دو کے ایک دینار دیدینا' اور جب شام کو ایک دینار مل گیا تو آپ نے مچھلی روٹی کھا کر نفس سے کہا کہ جس وقت بھی تو مجھ سے بھوک کی شکایت کریگا تو اسی طرح محنت کرنا پڑے گی' پھر مکہ معظمہ پہنچ کر حج کیا اور حضرت ذوالنون سے بیعت ہو کر تستر واپس آگئے۔

نہ تو آپ کبھی دیوار سے ٹیک لگاتے نہ پاؤں پھیلاتے اور نہ کبھی کسی کے سوال کا جواب دیتے ایک مرتبہ مسلسل چار ماہ تک آپ کے پیر کی انگلیوں میں شدید درد رہا اور آپ نے انگلیوں کو

باندھے رکھا اور جب کسی نے وجہ پوچھی تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا' پھر جب اس شخص نے مصر پہنچ کر حضرت ذوالنون سے ملاقات کی تو ان کے پاؤں کی انگلیاں بندھی ہوئی تھیں' اور آپ نے فرمایا کہ چار ماہ سے درد میں مبتلا تھا پھر جب اس نے آپ سے حضرت سہل کا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سوائے سہل کے میرے درد سے باخبر ہو کر کوئی اس طرح پیروی کرے۔

استاد :اچانک آپ نے ایک مرتبہ دیوار سے پشت لگا کر پاؤں پھیلاتے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ آج جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو' اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ آج یہ کیا عجیب ماجرا ہے تو فرمایا کہ جب تک استاد حیات تھے ان کا ادب لازمی تھا' یہ سن کر لوگوں نے تاریخ و وقت نوٹ کر لیے اور معلومات کے بعد پتہ چلا کہ ٹھیک اسی وقت حضرت ذوالنون کا انتقال ہوا تھا۔

کرامت :عمرو لیث ایک مرتبہ ایسا علیل ہوا کہ اطباء نے جواب دیا۔ چنانچہ اس نے عالم یاس میں آپ کو بلا کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ دعا اسی کے حق میں اثر انداز ہوتی ہے جو تائب ہو چکا ہو' لہٰذا پہلے تم توبہ کر کے قیدیوں کو رہا کر دو' اور جب اس نے حکم کی تعمیل کر دی تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ جس طرح تو نے اپنی نافرمانی کی ذلت اس کو عطا کی اس طرح میری عبادت کی عظمت بھی اس کو دکھا دے یہ کہتے ہی وہ تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا اور بہت سی دولت بطور نذرانہ پیش کرنی چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا' پھر کسی مرید نے راستہ میں عرض کیا کہ اگر آپ نذرانہ قبول کر لیتے تو میں قرض سے سبکدوش ہو جاتا آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے زر دیکھنا ہے تو سامنے دیکھ اور جب اس نے نظر اٹھائی تو ہر سمت سونا ہی سونا نظر آیا اور آپ نے فرمایا کہ خدا نے جس کو یہ مرتبہ عطا کیا ہو اس کو دولت کی تمنا کیسے ہو سکتی ہے۔

جب سطح آب پر چلتے تو قدم کبھی تر نہیں ہوتے تھے اور جب لوگوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ کشتی کے بغیر پانی کے اوپر چلتے ہیں؟ فرمایا کہ مسجد کے مؤذن سے پوچھ لو یہ جھوٹ نہیں بولتا' اور جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ ایک مرتبہ آپ نہاتے ہوئے حوض پر پھسل کر گرنے کے قریب ہوئے تو میں نے تھام لیا لیکن شیخ ابو علی دقاق کہتے ہیں کہ آپ بہت صاحب کرامت ہونے کے باوجود خود کو زمانہ کی نظروں سے چھپائے رکھتے تھے۔

نماز جمعہ سے قبل کوئی بزرگ ملاقات کے لیے آئے تو دیکھا کہ آپ کے نزدیک ایک سانپ کنڈلی مارے ہوئے بیٹھا ہے اور جب وہ بزرگ اجازت لے کر قریب پہنچے تو فرمایا کہ جو حقیقت آسمان سے ناواقف ہوتا ہے وہی زمین کی چیزوں سے خوف کھاتا ہے پھر آپ نے ان بزرگ سے پوچھا کہ

نماز جمعہ کے لئے کیا خیال ہے انہوں نے کہا کہ مسجد جامع تو یہاں سے ۲۴ گھنٹوں کی مسافت کے فاصلے پر ہے۔ یہ سن کر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور چشم زدن میں مسجد کے اندر داخل ہو گئے اور نماز کے بعد لوگوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ مخلص صاحب ایمان تو بہت قلیل ہیں البتہ کلمہ گو بہت زیادہ ہیں۔

ایک مرتبہ بیابان میں آپ کو ایک بہت ہی بدحال بڑھیا ملی چنانچہ جب آپ نے اس کی اعانت کرنی چاہی تو اس نے ہاتھ اٹھا کر مٹھی بند کر لی' اور جب مٹھی کھولی تو اس میں سونا تھا پھر اس نے آپ سے کہا کہ تم تو جیب سے رقم نکالتے ہو لیکن مجھے غیب سے ملتی ہے اور یہ کہہ کر اچانک غائب ہو گئی اور جب آپ نے بیت اللہ پہنچ کر طواف شروع کیا تو دوران طواف دیکھا کہ کعبہ خود اس بڑھیا کا طواف کر رہا ہے اور جب آپ اس کے نزدیک ہوئے تو اس نے کہا کہ جو اختیاری طور پر یہاں پہنچتا ہے اس کے لیے طواف کعبہ ضروری ہے لیکن جو اضطراری عالم میں آتے ہیں کعبہ خود ان کا طواف کرتا ہے۔

واقعات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک ایسے خدا رسیدہ سے شرف تیار حاصل ہوا ہے جو شب و روز دریا کے اندر مقیم رہتے ہیں اور صرف پانچ وقت کی نمازوں کے لئے باہر نکلتے ہیں لیکن ان کے اوپر پانی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا تھا' پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور ایک پرندہ پکڑ پکڑ کر لوگوں کو بہشت میں لے جاتا ہے اور جب مجھے حیرت ہوئی تو ندا آئی کہ یہ پرندہ دنیاوی تقوی ہے اور آج اہل تقوی اس کے طفیل میں داخل جنت ہو رہے ہیں۔

فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں بہشت میں ہوں اور وہاں تین بزرگوں سے ملاقات کر کے یہ سوال کر رہا ہوں کہ دنیا میں سب سے زیادہ ڈراؤنی شے آپ کو کیا پیش آئی انہوں نے جواب دیا کہ خاتمہ کا ڈر سب سے زیادہ تھا۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواب میں ابلیس سے کہا کہ تیرے نزدیک سب سے زیادہ پریشان کن کونسی شے ہے اس نے کہا کہ بندے کا خدا کے ہمراہ راز دنیا۔ ایک مرتبہ میں نے ابلیس سے پکڑ کر پوچھا کہ جب تک تو خدا کی وحدانیت کے متعلق نہیں بتائے گا میں نہیں چھوڑوں گا چنانچہ اس نے اس قدر تشریح کے ساتھ معارف وحدانیت بیان کیے کہ اس انداز میں کوئی عارف بھی بیان نہیں کر سکتا۔

ارشادات :پیٹ بھر کر کھانے سے خواہشات نفسانی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہیں اور نفس اپنی مرادیں طلب کرنے لگتا ہے' فرمایا کہ حلال رزق سے محرومی خلوت نشینی کے لیے سود مند نہیں ہو

سکتی اور حلال رزق اسی کو ملتا ہے جس کو خدا چاہے' فرمایا کہ بدوں فاقہ کشی عبادت قبولیت سے محروم رہتی ہے اور جو بھوک وو ذلت اور قناعت کو اپنا لیتا ہے اسی کو لذت عبادت بھی حاصل ہوتی ہے اور فاقہ کش کو ابلیس بھی فریب نہیں دے سکتے اور رزق حلال سے مکمل اعضاء رجوع عبادت رہتے ہیں اور حرام رزق سے رغبت اور معصیت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے فرمایا کہ صدیقین اور شہدا کے سواء کسی کو فراخ دلی حاصل نہیں ہوتی' فرمایا کہ اہل اخلاص کو مصائب کا شکار بنا کر اللہ تعالیٰ آزماتا ہے اور اگر وہ ثابت قدم رہتے ہیں تو قرب عطا کرتا ہے ورنہ آتش فراق میں ڈال دیتا ہے فرمایا کہ خدا کے علاوہ کسی شے سے بھی طمانیت کا حصول حرام ہے اور جو اوامر ونواہی کی پابندی نہیں کرتا وہ معرفت الٰہی سے محروم رہتا ہے۔

وجد و حال :فرمایا کہ جس وجد و حال کے لیے قرآن و حدیث میں استدلال نہ ہو وہ لغو و باطل ہے' فرمایا کہ دوسروں کی نسبت عالم کا درجہ بلند ہے لیکن عالم کی شناخت یہ ہے کہ ازل سے جو مقدرات قائم ہو چکے ہیں ان پر خوش رہے۔

علماء :علماء کو بھی تین قسمیں ہیں اول وہ عالم جو اپنے علوم ظاہری کو لوگوں کے سامنے پیش کر دے دوم وہ عالم جو علوم باطنی کو اہل باطن کے روبرو بیان کر دے' سوم وہ عالم جس کے علم کو اس کے اور خدا کے سوا کوئی نہ جانتا ہو اور سب سے بڑی معصیت جہالت ہے' پھر فرمایا کہ اسلام کے تین زریں اصول ہیں' اول اخلاص و اعمال میں حضور اکرم ﷺ کی اتباع' دوم رزق حلال استعمال کرنا' سوم افعال میں اخلاص پیدا کرنا' فرمایا کہ ابتداء تو یہ ضروری ہے کہ لیکن خموشی اختیار کیے بغیر توبہ کا حصول ممکن نہیں اور ادائیگی حقوق کے بغیر رزق حلال کا حصول ناممکن ہے اور جب تک اپنے تمام اعضا کی نگہداشت نہ کرے حقوق خداوندی ادا نہیں ہو سکتے اور ہماری تمام بیان کردہ باتیں توفیق الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں' فرمایا کہ افضل انسان وہی ہے جو بد خصلتی کو ترک کر کے نیک خصلت اختیار کرے۔ فرمایا کہ فقراء کو نظر تحقیر سے مت دیکھو کیونکہ ان میں اکثر نائب اور وارث انبیاء ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ عبودیت کا ابتدائی مقام اپنے اختیار و قوت سے خالی اور بیزار ہو جانا ہے' فرمایا کہ جس کے ظاہر و باطن میں یگانگت نہ ہو اس کو صدق کی ہوا تک نہیں لگ سکتی' فرمایا کہ اہل بدعت سے تعلق قائم کرنے والے سے اللہ تعالیٰ اتباع سنت سلب کر لیتا ہے اور جو بدعتی کے افعال پر اظہار مسرت کرتا ہے اس سے نور ایمانی سلب کر لیا جاتا ہے' اور دنیا میں سنت ایک ایسی شے ہے جیسے آخرت میں جنت اور جس کو جنت حاصل ہو گئی اس سے غم و اندوہ کا خاتمہ ہو گیا اور جو تمبع سنت

ہو گیا اس سے بدعت دور ہو گی' فرمایا کہ خدا کی یہ سب سے بڑی دین یہ ہے کہ جس قلب کو اپنے ذکر سے سرفراز فرمادے' اور سب سے عظیم معصیت خدا کو فراموش کر دینا ہے' فرمایا کہ حرام شے سے کنارہ کش رہنے والا مامون ہو جاتا ہے' فرمایا کہ زیادہ متبرک قلب عارف ہے کیونکہ معرفت جیسی با برکت شے قلب عارف میں مقیم ہو جاتی ہے اور اگر قلب سے زیادہ کوئی دوسری شے متبرک ہوتی تو اسی کو معرفت عطا کی جاتی اور عارف کی پہچان یہ ہے کہ اس کے قلب میں ذکر الٰہی کا اضافہ ہوتا رہے' فرمایا کہ خدا سے بڑا کوئی معین و معاون نہیں اور حضور اکرم ﷺ سے زاہد بڑا ہادی و رہنما نہیں۔ اور تقویٰ سے افضل کوئی زاد راہ نہیں اور صبر کا کوئی نعم البدل نہیں' فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پکار پکار کر فرماتا ہے کہ اے بندو میں تمہیں یاد کرتا ہوں لیکن تم مجھے یاد نہیں کرتے' میں تمہیں اپنی جانب بلاتا ہوں اور تم مخالف سمت اختیار کرتے ہو' میں تم سے مصائب کو دور کرتا ہوں اور تم ارتکاب معصیت سے ان کو دعوت دیتے ہو' بھلا اس سے زیادہ ناانصافی اور کیا ہو سکتی ہے اور محشر میں تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہو گا' فرمایا کہ جس نے نفس پر قبضہ کر لیا وہ پورے عالم پر قابض ہو گیا۔ فرمایا کہ موافقت نفس صدیقین کا پہلا گناہ ہے۔ کیونکہ مخالفت نفس سے بہتر کوئی عبادت نہیں اور جس نے نفس کو شناخت کر لیا اس نے خدا کو پہچان لیا اور جس نے خدا کو پہچان لیا اس نے ہر شے حاصل کر لی' فرمایا کہ صدیقین پر خدا ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کو اوقات نماز سے مطلع کرتا رہتا ہے اور اگر وہ سو جاتا ہے تو بیدار کر دیتا ہے فرمایا کہ صوفیا وہ ہیں جو کدورت سے پاک غور و فکر کے عادی خالق سے نزدیک اور مخلوق سے دور ہوتے ہیں' اور خاک و سونے میں ان کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوتا اور کم کھانا مخلوق سے فرار اختیار کرنا خالق کی عبادت کرنا عین تصوف ہے۔

توکل :فرمایا کہ توکل انبیاء کرام کی پسندیدہ شے ہے' اسی لیے متبعین کے لیے اتباع سنت ضروری ہے اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے سامنے اس طرح رہے جیسی غسال کے سامنے میت پڑی رہتی ہے اور متوکل کی شناخت یہ ہے کہ نہ تو کسی سے طلب کرے اور نہ بغیر طلب کسی سے کچھ لے' بلکہ اگر کوئی کچھ دے بھی دے تو اس کو صدقہ کر دے' اور مواعید خداوندی پر صدق دلی سے ایمان رکھے' اور خواہ کچھ پاس ہو یا نہ ہو' ہر حال میں مسرور رہے' لیکن توکل بھی اسی کو نصیب ہوتا ہے جو دنیا کو چھوڑ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جائے' اور توکل ہی ایک ایسی شے ہے جس میں سوائے اچھائی کے برائی کا کوئی پہلو ہی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ دوستی کا مفہوم یہ ہے کہ فرمانبرداری پر آمادہ رہتے ہوئے مخالف چیزوں سے فرار اختیار کرے اور تمام راحتیں بھی اسی کا مقدر ہیں جو خدا کو دوست رکھتا ہے' فرمایا کہ حیا کا پہلو خوف سے بلند ہے کیونکہ حیا صرف اہل اللہ کے لیے

مخصوص ہے اور خوف تمام عالم کے لیے ہے اور دین و دنیا سے خائف نہ ہونے کا نام مراقبہ ہے اور ایمان صرف بیم و رجا کے مابین ہی ملتا ہے اور متکبر کو بیم و رجا حاصل ہی نہیں ہوتے' فرمایا کہ نواہی سے احتراز کرنے کا نام خوف اور اوامر کے بجالانے کو رجا کہا جاتا ہے اور حصول علم کا دارومدار بھی خوف ہی پر ہے اور سب سے بڑا خائف وہی ہے جس کو یہ خوف رہے کہ نہ جانے نوشتہ تقدیر کیا ہے۔

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں بہت بڑا خائف ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تو نے انقطاع باطن کی وجہ سے خدا کو شناخت نہیں کیا' پھر بھلا خوف سے تجھ کو کیا نسبت ہو سکتی ہے' فرمایا کہ زہد کے تین مدارج ہیں پہلا درجہ تو یہ ہے کہ لباس و طعام میں زہد اختیار کرے کیونکہ طعام کا انجام غلاظت اور لباس کا انجام پھٹنا ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ میل ملاپ کا انجام فراق ہے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ دنیا کو فانی تصور کرتا رہے' فرمایا کہ نفس کو پس پشت ڈال دینے کا نام پرہیز گاری ہے اور اتباع نفس کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی خدا کے دشمن کو دوست رکھے' پھر فرمایا کہ تجلی کی بھی تین قسمیں ہیں' اول تجلی ذات جس کو مکاشفہ اور اسرار خداوندی سے تعبیر کیا جاتا ہے دوم تجلی صفات جو مرکز نور ہوتی ہے' فرمایا کہ پرہیز گاری کا ابتدائی درجہ زہد ہے اور زہد کا پہلا درجہ توکل ہے اور توکل کا ابتدائی درجہ معرفت اور معرفت کا پہلا مقام قناعت اور قناعت کا ابتدائی درجہ ترک خواہشات ہے اور ترک خواہشات کا پہلا درجہ رضائے الٰہی اور رضائے الٰہی کا پہلا درجہ موافقت ہے۔

فرمایا کہ نفس کے لیے سب سے دشوار مرحلہ اخلاص ہے اور اخلاص کا یہ مفہوم ہے کہ بلا کسی تصرف و تغلب کے دین کو اسی طرح واپس کرنا ہے جس طرح حاصل کیا تھا' پھر فرمایا کہ پورے دن غلط راستے سے بچنا پوری شب کی نمازوں سے بہتر ہے' پھر کسی نے عرض کیا کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ میں بغیر حکم کے رزق تلاش نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ بات صدیق زندیق کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا' فرمایا کہ شب و روز میں صرف ایک مرتبہ کھانا صدیقین کا شیوہ ہے اور دو مرتبہ کھانا مومنین کی عادت ہے اور تین مرتبہ کھانا چرنے والوں کا کام ہے۔ فرمایا کہ اخلاق حسنہ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ لوگوں کے قصور معاف کرتے ہوئے برائی کا بدلہ نہ لے' فرمایا کہ مرض و بلا اور بھوک پر قابو پانے اور الا ماشاء اللہ کہنے سے بندہ خدا کے کرم کا مستحق ہو جاتا ہے' فرمایا کہ نجات خموشی تنہائی اور کم کھانے میں ہے کسی نے عرض کیا کہ میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں آپ نے پوچھا کہ میرے بعد کس کی صحبت اختیار کرو گے اس نے کہا کہ خدا کی صحبت آپ نے فرمایا کہ ابھی سے اس کی صحبت اختیار

کر لو۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا شیر آپ کے نزدیک آجاتا ہے فرمایا کہ جب میں اس کو کتا کہہ کر آواز دیتا ہوں تو آجاتا ہے' پھر فرمایا کہ عارفین کی صحبت تمام امور سے افضل ہے۔

آپ اس طرح مناجات کرتے تھے کہ اے اللہ! میں کسی لائق بھی نہیں پھر بھی تو مجھے یاد کرتا ہے اور میرے لیے یہی خوشی بہت ہے اور وفات کے قریب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے مرنے کے بعد خلیفہ کون ہو گا اور بر سر منبر وعظ کون کہے گا فرمایا کہ شاد و دلگیر آتش پرست میرا خلیفہ ہو گا' چنانچہ آپ نے اس کو بلوا کر فرمایا کہ میری موت سے تین یوم بعد نماز ظہر کے وقت سے وعظ کہنا اور جب تیسرے دن تمام لوگ جمع ہوئے اور وہ اپنے مذہبی لباس میں منبر پر پہنچا تو لوگوں سے کہا کہ تمہارے سردار نے مجھے راہنما بنایا ہے اور مجھ سے یہ بھی فرما دیا ہے کہ تیری آتش پرستی ترک کر دینے کا وقت آپہنچا ہے۔ یہ کہتے ہی اس نے اپنا لبادہ اتار کر کلمہ پڑھا اور اسلام میں داخل ہو گیا اس کے بعد لوگوں کو نصیحت کی کہ میں تو ظاہری لبادہ اتار کر مسلمان ہو گیا لیکن اگر تم روز محشر اپنے مرشد سے ملنا چاہتے ہو تو باطنی زنار کاٹ کر پھینک دو۔ اس جملہ سے اہل مجلس اس درجہ متاثر ہوئے کہ مضطربانہ طور پر رونے لگے۔

آپ کے جنازے میں کثیر مجمع کے ساتھ آتش پرست بھی شامل تھا اور اس نے لوگوں کو بتایا کہ ملائکہ کے گروہ در گروہ آپ کا جنازہ اٹھا رہے ہیں۔

حضرت ابو طلحہ مالک سے روایت ہے کہ آپ حالت صوم میں دنیا کے اندر تشریف لائے اور روزے ہی کی حالت میں رخصت ہو گئے' ایک شخص آپ کے سامنے سے گذرا تو فرمایا کہ یہ اہل باطن ہے اور آپ کی وفات کے بعد اسی شخص کو آپ کے مزار پر دیکھ کر کسی نے کہا کہ حضرت سہل تو آپ کو اہل باطن کہا کرتے تھے لہٰذا کوئی کرامت ہمیں بھی دکھا دیجئے چنانچہ اس نے قبر سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے سہل کچھ تو فرمائیے اور اندر سے آواز آئی کہ خدا کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے' پھر اس شخص نے کہا کہ سہل یہ کہنے والے کی قبر منور ہو جاتی ہے آواز آئی کہ میری قبر بھی خدا نے منور کر دی۔

باب نمبر 29

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ طریقت و حقیقت کے مقتدا و پیشوا تھے' لیکن آپ کے والد نصرانی تھے اور جب آپ کو داخل مکتب کیا گیا تو معلم نے یہ درس دینا چاہا کہ ثالث ثلاثہ یعنی خدا تین ہیں آپ نے کہا کہ ھو اللہ احد وہ خدا تو ایک ہے

اور زرد کوب کرنے کے باوجود بھی آپ نے خدا کو تین نہیں کہا اور وہاں سے فرار ہو کر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور انہیں سے بیعت حاصل کی لیکن فرار ہونے کے بعد والدین کو خیال آیا کہ وہ کسی مذہب پر بھی رہتا لیکن کاش ہمارے پاس رہتا' پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ گھر لوٹے تو آپ کے احوال سے متاثر ہو کر والدین بھی مسلمان ہو گئے اور بہت عرصہ حضرت داؤد طائی کی خدمت میں رہ کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتے رہے۔

حضرت محمد بن طوسی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نشان دیکھ کر پوچھا کہ کل تک تو یہ نشان آپ کو نہیں تھا پھر آج کیسے ہو گیا' فرمایا کہ رات کو حالت نماز میں مجھے مکہ معظمہ پہنچنے کا تصور آگیا اور وہاں پہنچ کر طواف کعبہ کے بعد جب چاہ زمزم پر پہنچا تو میرا پاؤں پھسل گیا اور یہ اسی کا نشان ہے۔

حالات :ایک مرتبہ قرآن و مصلی مسجد میں چھوڑ کر آپ دریا پر پاکیزگی کی نیت سے تشریف لے گئے' دریں اثنا ایک بڑھیا آپ کا قرآن و مصلی مسجد سے اٹھا کر چلتی بنی اور جب راستہ میں آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے گردن جھکائے ہوئے بڑھیا سے فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے' اور بڑھیا نے جب نفی میں جواب دیا تو فرمایا کہ میرا قرآن تو واپس کر دو' البتہ مصلی میں نے تمہیں ہبہ کر دیا چنانچہ وہ بڑھیا آپ کے حلم سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ دونوں چیزیں آپ کو واپس کر دیں۔

آپ کچھ لوگوں کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک مجمع رقص و سرود مے نوشی میں مصروف مل گیا اور جب آپ کے ہمراہیں نے ان کے حق میں بددعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ اے اللہ جس طرح آج تو نے ان کو بہتر عیش دے رکھا ہے آئندہ اس سے بھی بہتر عیش ان کو عطا

کرتا رہ۔ اس دعا کے ساتھ ہی وہ مجمع شراب و رباب پھینک کر آپ کے سامنے آیا اور بیعت حاصل کر کے برے افعال سے تائب ہو گیا اس کے بعد آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو شیرنی سے مر سکتا ہو اس کو زہر دینے سے کیا حاصل۔

حضرت سری سقطی سے روایت ہے کہ عید کے دن بھی میں نے آپ کو کھجوریں چنتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ سامنے والا یتیم بچہ اس لیے اداس ہے کہ تمام بچے نئے لباس میں ملبوس ہیں اور میرے پاس کپڑے تک نہیں اسی لئے میں کھجوریں چن کر فروخت کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس کے لیے کپڑے فراہم کر سکوں، لیکن میں نے عرض کیا کہ یہ کام تو میں بھی انجام دے سکتا ہوں آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں چنانچہ میں بچے کو ہمراہ لے کر آیا اور اس کو نیا لباس پہنا دیا اور اس کے صلہ میں جو نور عطا گیا اس سے میری حالت بدل گئی۔

قبلہ کا صحیح رخ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے آپ کے ایک مہمان نے غلط سمت کی جانب منہ کر کے نماز ادا کر لی اور نماز کے بعد جب اس کو صحیح سمت معلوم ہوئی تو اس نے آپ سے عرض کیا کہ جب میں نے نیت باندی تھی اس وقت آپ نے آگاہ کیوں نہیں کیا، فرمایا کہ فقراء کو دوسروں کے امور میں اس وقت مداخلت کی حاجت ہوتی ہے جب انہیں اپنے امور سے مہلت مل جائے۔

آپ کے ماموں کوتوال شہر تھے انہوں نے آپ کو جنگل میں اس حالت سے دیکھا کہ ایک کتا آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور ایک لقمہ خود کھاتے ہیں اور ایک اس کو کھلاتے ہیں، یہ کیفیت دیکھ کر ماموں نے کہا کہ تم کو حیا نہیں آتی کہ کتے کو کھانا کھلا رہے ہو؟ آپ نے کہا کہ حیا کی وجہ سے ہی تو میں اس کو کھلا رہا ہوں اور یہ کہہ کر جب آپ نے آسمان کی جانب دیکھا تو ایک پرندہ اپنی آنکھ اور چہرے کو پروں سے ڈھانپے ہوئے آپ کے دست مبارک پر آ بیٹھا اور آپ نے ماموں سے فرمایا کہ خدا سے حیا کرنے والی ہر شے حیا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ عالم وجد میں ستون کے ساتھ اتنی زور سے چمٹ گئے کہ وہ ستون ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو گیا پھر فرمایا کہ تین چیزیں شجاعت کا مظہر ہیں، اول وعدہ وفا کرنا، دوم ایسی ستائش جس میں جو دو سخا کا تصور تک نہ ہو سوم بلا طلب کے عطا کر دینا۔

اشارات: فرمایا کہ نفس کا اتباع خدا کی گرفت ہے اور جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ اس کا محبوب ہے اور وہ جس کو محبوب بنا لے اس پر خیر کے دروازے کھول کر شر کے دروازے بند کر دیتا ہے فرمایا کہ لغو باتیں گمراہی کی دلیل ہیں اور غافل نہ ہونا حقیقت وفا کی نشانی ہے فرمایا کہ اعمال صالحہ کے بغیر جنت کی طلب اور اتباع سنت کے بغیر شفاعت کی امید اور نافرمانی کے بعد رحمت کی تمنا حماقت ہے

اور حقائق کو معتبر تصور کرتے ہوئے دقیق مسائل بیان کرنا اور مخلوق سے امید وابستہ نہ کرنا خالص تصوف ہے لہٰذا مخلوق سے آس توڑ کر خدا سے طلب کرنا چاہیے' فرمایا کہ شر کو نظر انداز کر کے کسی کی برائی یا بھلائی نہ کرو' فرمایا کہ حب دنیا سے کنارہ کش رہنے والا حب الٰہی کے ذائقہ سے لذت حاصل کرتا ہے لیکن یہ محبت بھی اس کے کرم سے نصیب ہوتی ہے' فرمایا کہ عارفین خود سراپا دولت ہیں انہیں کسی دولت کی حاجت نہیں۔

آپ ایک مرتبہ بڑی خوش دلی کے ساتھ کوئی چیز تناول فرما رہے تھے تو لوگوں نے پوچھا کہ ایسی کیا شے ہے جو آپ اس قدر مسرت کے ساتھ کھا رہے ہیں فرمایا کہ میری مسرت کی یہ وجہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا مہمان ہوں' اور جو وہ عطا کرتا ہے کھالیتا ہوں اور اکثر آپ نفس سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو چھوڑ دے تاکہ تجھے بھی چھٹکارا مل جائے فرمایا کہ خدا پر توکل کرنے والا مخلوق کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے فرمایا کہ اس چیز سے ڈرتے رہو کہ خدا کی نظریں تم پر ہیں۔

حضرت سری سقطی سے روایت ہے کہ آپ نے مجھے یہ ہدایت فرمائی کہ جب تمہیں کچھ طلب کرنا ہو تو اس طرح طلب کیا کرو کہ اے خدا بحق معروف کرخی مجھ کو فلاں شے عطا کر دے تو وہ شے یقیناً تم کو مل جائے گی' پھر سری سقطی نے فرمایا کہ دم مرگ آپ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو بالکل برہنہ دفن کرنا کیونکہ دنیا میں بالکل ہی برہنہ آیا تھا اس کے بعد آپ انتقال کر گئے اور آپ کا مزار مبارک آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے اور لوگوں کی تمام مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

واقعہ جنازہ: وفات کے بعد ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مسلک کے مطابق آپ کی میت اٹھانے پر آمادہ پیکار تھے یہ دیکھ کر آپ کے ایک خادم نے بتایا کہ آپ کی یہ وصیت تھی کہ جس مذہب کے لوگ زمین سے میرا جنازہ اٹھالیں وہی دفن بھی کریں چنانچہ مسلمانوں کے علاوہ کسی سے بھی آپ کا جنازہ نہ اٹھ سکا' اور اسلامی احکام کے مطابق آپ کی تجہیز و تکفین کی گئی۔

ایک مرتبہ آپ بازار سے گذرے تو دیکھا کہ ایک بہشتی یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ جو میرا پانی پی لے اس کی مغفرت فرما دے چنانچہ نفلی روزے کے باوجود آپ نے پانی پی لیا۔ اور جب لوگوں نے کہا کہ آپ کا تو روزہ تھا تو فرمایا کہ میں نے تو بہشتی کی دعا پر پانی پی لیا' پھر انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا کہ بہشتی کی دعا سے مغفرت فرما دی۔

حضرت محمد حسین نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا' فرمایا کہ میری مغفرت فرما دی' پھر انہوں نے سوال کیا کہ کیا عبادت و زہد کی وجہ سے مغفرت ہوئی تو فرمایا کہ نہیں

بلکہ میں نے ابن سماک کی اس نصیحت پر عمل کیا تھا کہ جو دنیا سے انقطاع کر کے رجوع الی اللہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسکی جانب رجوع ہوتا ہے۔

حضرت سری سقطی سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو خواب میں تحت العرش اس طرح دیکھا کہ آپ پر غشی طاری ہے اور پوچھا جا رہے کہ یہ کون ہے؟ اس سوال پر فرشتے کہہ رہے ہیں کہ تو ہم سے زیادہ جانتا ہے پھر آواز آئی کہ یہ معروف کرخی ہے جس کو ہماری محبوبیت نے بے خود بنا دیا ہے اور اب ہمارے دیدار کی بغیر اس کو ہوش نہیں آسکتا۔

باب نمبر ⟵ 30

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ اہل کمال میں پہلے فرد ہیں جنہوں نے بغداد میں حقائق و توحید کی بنیاد ڈالی۔ آپ معروف کرخی سے بیعت اور حضرت جنید بغدادی کے ماموں تھے اس کے علاوہ حبیب راعی سے بھی شرف نیاز حاصل رہا۔

حالات: ابتدائی دور میں آپ ایک دوکان میں سکونت پذیر رہے اور اسی میں ایک پردہ ڈال کر ایک ہزار نوافل روزانہ پڑھا کرتے تھے اسی دوران ایک شخص کوہ لگام سے حاضر ہوا اور پردہ اٹھا کر سلام کے بعد عرض کیا کہ کوہ لگام کے فلاں بزرگ نے آپ کو سلام کہا ہے آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ مخلوق سے منقطع ہو کر عبادت کرنا مردوں کا کام ہے' اور زندہ وہ ہیں جو مخلوق سے وابستہ رہ کر یاد الٰہی کرتے ہیں۔

آپ تجارت میں دس دینار پر صرف نصف دینار نفع لیا کرتے تھے' ایک مرتبہ کسی سے ساٹھ دینار کے بادام خریدے لیکن اس کے بعد قیمتیں بڑھ گئیں اور دلال نے نوے دینار لگا دیئے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اپنے عہد کے خلاف فروخت نہیں کر سکتا ابتدا میں آپ سقط فروشی کرتے تھے اور سقط فروش اسے کہتے ہیں جو گرے پڑے پھل فروخت کرتا ہے اسی دوران بغداد کے بازار میں آگ لگی لیکن آپ کی دوکان محفوظ رہ گئی اور آپ نے بطور شکرانے کے دوکان کا تمام مال صدقہ کر دیا' ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے۔ فرمایا کہ ایک

مرتبہ حبیب راعی میری دوکان پر تشریف لائے اور ایک یتیم بچہ بھی ان کے ہمراہ تھا' انہوں نے فرمایا کہ اس بچے کو کپڑے دلوا دو۔ اور جب میں نے تعمیل کر دی تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ مراتب عطا کرے کہ تم دنیا کو اپنا غنیم تصور کرنے لگو' چنانچہ اس دن سے خدا نے مجھے عظیم مراتب سے نوازا۔

ارشادات : آپ فرمایا کرتے کہ چالیس سال سے میرے نفس کو شہد کی خواہش ہے لیکن آج تک میں نے اس کی خواہش پوری نہیں کی پھر فرمایا میں ہر یوم اس لیے آئینہ دیکھتا ہوں کہ شائد معصیت کی وجہ سے میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔ فرمایا کہ کاش پورے عالم کے آلام مجھے مل جاتے تاکہ تمام لوگوں کو غموں سے رہائی حاصل ہو جاتی' فرمایا کہ جب کسی مسلمان کے سامنے میں داڑھی میں خلال کرتا ہوں تو یہ ڈرتا ہوں کہ کہیں منافقین میں میرا شمار نہ ہو جائے۔

ظاہر پرستی : آپ بہت منہ بنا کر سلام کا جواب دیا کرتے تھے اور جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کسی کو سلام کرتا ہے اس پر خدا کی طرف سے سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں جس میں نوے رحمتیں اس کو ملتی ہیں جو دونوں میں سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے' لہٰذا میں منہ بنا کر اس لیے جواب دیتا ہوں کہ مجھ سے زائد رحمتیں سلام کرنے والے کو حاصل ہو جائیں۔

آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے خواب میں پوچھا کہ جب آپ خدا سے محبت کرتے تھے تو حضرت یوسفؑ کی محبت کیوں تھی۔ اسی وقت ندائے غیبی آئی کہ اے سری پاس ادب ملحوظ رہے' پھر اس کے بعد جب آپ کو خواب میں حسن یوسف سے دوچار کیا گیا تو چیخ مار کر تیرہ یوم غشی کی حالت میں پڑے رہے اور ہوش آنے کے بعد یہ ندا سنی کہ جو ہمارے محبوبوں سے گستاخی کرتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔

کسی خدا رسیدہ سے آپ نے ان کا نام پوچھا تو فرمایا کہ ھو' پھر سوال کیا کہ کھاتے پیتے کیا ہیں انہوں نے پھر جواب میں ھو کہا غرض کہ جب ہر سوال کے جواب میں وہ یہی کہتے رہے تو آپ نے پوچھا کہ ھو سے مراد کیا اللہ ہے۔ یہ سنتے ہی وہ بزرگ چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت جنید بغدادی سے روایت ہے کہ جب حضرت سری سقطی نے مجھ سے محبت کا مفہوم دریافت کیا تو میں نے کہا کہ بعض حضرات موافقت کو اور بعض اشارات کو محبت سے تعبیر کرتے ہیں یہ سن کر آپ نے اپنے ہاتھ کی کھال کھینچ کر اوپر اٹھانا چاہا تو وہ جگہ چمٹی رہی اس وقت آپ نے فرمایا کہ اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ صرف محبت ہی کی وجہ سے میری کھال خشک ہو گئی تو میں

اپنے دعوی میں حق بجانب ہوں گا اور یہ فرماتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ لیکن آپ کا روئے مبارک مہر درخشاں کی طرح دمک رہا تھا' ایک مرتبہ فرمایا کہ محبت بندے کو ایسا کر دیتی ہے۔ کہ شمشیر و سناں کی اذیت بھی اس کو محسوس نہیں ہوتی اور اس سے پہلے میں بھی محبت کی حقیقت سے ناآشنا تھا لیکن خدا نے جب ہ فرمادیا تب مجھے محبت کا صحیح مفہوم معلوم ہوا۔

جب آپ کو یہ علم ہو جاتا کہ لوگ میرے پاس حصول تعلیم کی غرض سے آ رہے ہیں تو آپ دعا کرتے کہ اے اللہ ان کو وہ تعلیم عطا کر دے جس میں میری احتیاج ہی باقی نہ رہے اور مجھے یہ لوگ تیری عبادت سے غافل نہ کر سکیں' ایک شخص مکمل تیس سال سے عبادات و مجاہدات میں سرگرم عمل تھا اور لوگوں نے جب اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ درجہ کیسے ملا۔ تو جواب دیا کہ میں نے ایک روز حضرت سری سقطی کے دروازے پر جا کر جب انہیں آواز دی تو پوچھا کہ کون ہے میں نے عرض کیا کہ آپ کا ایک شناسا یہ سن کر آپ نے یہ دعا دی کہ اے اللہ اس کو ایسا بنا دے کہ تیرے سوا کسی سے شناسائی نہ رہے چنانچہ اسی دن سے مجھے مراتب حاصل ہونے شروع ہو گئے اور آج اس درجہ تک پہنچ گیا۔

ایک مرتبہ دوران وعظ مصاحب کا نائب احمد بن یزید بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مجلس وعظ میں آ پہنچا اور اس وقت آپ کے وعظ کا یہ موضوع تھا کہ مخلوقات میں کوئی مخلوق بھی انسان سے کمزور نہیں' لیکن اس کے باوجود بھی انسان بڑے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے اس تقریر کا احمد بن یزید پر ایسا اثر ہوا کہ گھر پہنچ کر بلا کھائے پیئے پوری رات عبادت میں مشغول رہا اور صبح کو مضطربانہ طور پر فقیرانہ لباس میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ آپ کے بیان سے کل جو میرے اوپر تاثر قائم ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے اور جب دنیا سے نجات حاصل کر کے گوشہ نشینی کا رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ راہ طریقت کی تعلیم سے آراستہ فرمادیں' آپ نے فرمایا کہ عام تعلیم تو یہ ہے کہ پنجگانہ نماز ادا کرتے ہوئے احکام شرعیہ کی پابندی کرو اور سلوک کی خاص تعلیم یہ باد کہہ کر اس طرح مصروف عبادت ہو جاؤ کہ خدا کے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کرو اور اگر کوئی شے دینا بھی چاہے جب بھی مت لو' یہ سن کر احمد بن یزید نحیف و نزار نامعلوم سمت کی طرف روانہ ہو گئے اور کچھ عرصہ کے بعد ان کی والدہ روتی پیٹتی آپ کے پاس پہنچیں اور عرض کیا کہ میرا تو ایک ہی بچہ تھا اور وہ بھی آپ کی صحبت میں دیوانہ ہو کر نہ جانے کہاں چلا گیا آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ آجائے گا تو میں تمہیں مطلع کر دوں گا۔

ایک دن احمد بن یزید نحیف و نزار حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

کہ آپ نے خواب غفلت سے بیدار کر کے جو کرم مجھ پر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ دریں اثنا احمد بن یزید کی والدہ اور بیوی بچے بھی آ گئے اور ان کی زبوں حالی دیکھ کر لپٹ کر رونے لگے اور ان کے ساتھ ساتھ اہل مجلس پر بھی گریہ طاری ہو گیا پھر والدہ اور بیوی نے جب گھر چلنے پر اصرار کیا تو انکار کر دیا جس پر بیوی نے کہا کہ اپنے بچے کو بھی ہمراہ رکھو' چنانچہ آپ نے اس کا لباس اتار کر کمبل اوڑھایا اور ہاتھ میں زنبیل دے کر ساتھ لے کر چلنے لگے تو ماں سے بچے کا یہ حال نہیں دیکھا گیا اور اس کو ساتھ نہیں جانے دیا' پھر برسوں کے بعد حضرت سری سے کسی نے آ کر عرض کیا کہ مجھ کو احمد بن یزید نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ میری موت قریب ہے اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو بہتر ہو گا اور جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبرستان میں مٹی کے ڈھیر پر پڑے آہستہ آہستہ یہ کہہ رہے ہیں لمثل ھذا فیعمل العاملون چنانچہ جس وقت ان کا سر آپ نے اپنی آغوش میں رکھا تو انہوں نے آنکھ کھول کر کہا کہ آپ بالکل خاتمہ کے وقت پہنچے ہیں یہ کہہ کر آپ کی آغوش ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے اور جب آپ ان کی تجہیز و تکفین کے سامان کی خاطر شہر کی جانب روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک جم غفیر ملا اور لوگوں نے کہا کہ ہم نے یہ ندائے آسمانی سنی ہے کہ ہمارے مخصوص ولی کی نماز ادا کرنا چاہیے وہ شونیزیہ کے قبرستان میں پہنچ جائے چنانچہ ہم سب وہیں جا رہے ہیں۔

ارشادات :اپنی جوانی کے دور میں فرمایا کرتے تھے کہ عبادت تو عہد شباب ہی میں کرنی چاہیے پھر فرمایا کہ مالدار ہمسایہ بازاری' قاری اور امیر علماء سے دور ہی رہنا چاہیے' پھر فرمایا کہ سلامتی دین اور سکون جسم و جان صرف گوشہ نشینی ہی میں ہے فرمایا کہ پانچ چیزیں چھوڑ کر تمام عالم بے سود ہے اول کھانا' لیکن بقائے زندگی کی حد تک' دوم پانی صرف رفع تشنگی کے لئے' سوم لباس صرف ستر پوشی کی حد تک' چہارم مکان صرف سکونت کے لیے' پنجم علم عمل کی حد تک' فرمایا کہ خواہشات کی حد تک گناہ قابل معافی ہے لیکن کبر و نخوت کی بنیاد پر ہر گناہ ناقابل معافی ہے' کیونکہ حضرت آدم کی لغزش خواہش کی بنیاد پر تھی اور ابلیس کی خواہش کبر و نخوت کی وجہ سے تھی' فرمایا کہ جو خود اپنے نفس کو آراستہ نہ کر سکے وہ دوسرے نفس کو کیسے سنوار سکتا ہے فرمایا کہ ایسے افراد بہت قلیل ہیں جن کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو اور جو قدر نعمت نہیں کرتا نعمت اس سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔

فرمایا کہ جو خدا کا اطاعت گذار ہوتا ہے پورا عالم اس کے زیر نگیں رہتا ہے فرمایا کہ زبان و رخ سے قلبی کیفیات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن قلب کی بھی تین قسمیں ہیں اول وہ قلب جو کوہ

گراں کی طرح اپنی جگہ اٹل رہے' دوم وہ قلب جو مستحکم درخت کی طرح ہو باد تند کے جھونکے بھی اس کو ہلا بھی دیتے ہوں سوم وہ قلب جو پرندوں کی مانند ہواہیں پرواز کرتے ہیں' فرمایا کہ انس وحیا قلب کے دروازے پر پہنچتے ہیں لیکن اگر قلب میں زہد وورع کا وجود ہوتا ہے تو مقیم ہو جاتے ہیں ورنہ وہیں سے لوٹ آتے ہیں' فرمایا کہ جس قلب میں کوئی اور شے مقیم ہوتی ہے وہاں یہ پانچ چیزیں داخل نہیں ہوتی' خوف' رجا' حیا' انس' محبت اور ہر مقرب بارگاہ کو اس کے قرب کے مطابق ہی فہم عطا کی جاتی ہے' فرمایا کہ رموز قرآنی کی تفہیم کے لیے غور وفکر کرنے والا ہی سب سے زیادہ دانشمند ہے فرمایا کہ محشر میں امتوں کو انبیاء کرام کی جانب سے ندا دی جائے گی لیکن اولیائے کرام کو خدا کی جانب سے پکارا جائے گا' فرمایا کہ عارفین کا بلند مقام شوق ہے اور عارف وہ ہے جو کم کھائے' کم سوئے اور کم آرام کرے اور عارف مہرتاباں کی مانند سب کو منور کر دیتا ہے اور زمین کی طرح ہر شے کا بار سنبھالے رکھتا ہے آگ کی طرح سب کو راستہ دکھاتا ہے اور پانی کی طرح قلوب کو حیات تازہ دے کر سیراب کرتا رہتا ہے' فرمایا کہ مخلوق سے کچھ نہ طلب کرتے ہوئے دنیا سے متنفر رہنے کا نام زہد ہے' فرمایا کہ خود کو فنا کر دینے کے بعد عارف کو سکون ملتا ہے' فرمایا کہ میں نے زہد کے تمام وسائل اختیار کیے لیکن حقیقی زہد سے محروم رہا' فرمایا کہ ریاکاری سے ملنا خدا سے دور کر دیتا ہے' اور کثرت سے میل ملاپ رکھنے والے کو صدق حاصل نہیں ہو سکتا' فرمایا کہ اخلاق یہ ہے کہ لوگوں کو اذیت دینے کے بجائے ان کی اذیت رسانی پر صبر سے کام لے اور غصہ پر قابو پانا بھی داخل اخلاق ہے' فرمایا کہ گناہ سے احتراز کرنا صرف تین وجوہ سے ہوتا ہے اول خواہش بہشت' دوم خوف جہنم سے' سوم خدا کی شرم سے' فرمایا کہ عبادات کو خواہشات پر ترجیح دینے سے بندہ عروج کمال تک پہنچ جاتا ہے' ایک مرتبہ صبر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کئی مرتبہ بچھو نے کاٹا لیکن آپ نے اف تک نہ کی' اپنی مناجات میں آپ یہ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ تیری عظمت نے مناجات سے روکا اور تیری معرفت نے انس عطا کیا اور اگر زبان سے ذکر کرنے کو منع فرما دیتا تو میں زبان سے کبھی تجھے یاد نہ کرتا کیونکہ زبان میں تیری صفات بیان کرنے کی قدرت ہی نہیں ہے۔

حضرت جنید بغدادی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں بغداد میں مرنے کو اس لیے ناپسندیدہ سمجھتا ہوں کہ یہاں کی زمین مجھ کو قبول نہیں کرے گی۔ اور مجھ سے حسن ظن رکھنے والے بدظنی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ حضرت جنید کہتے ہیں کہ جب میں عیادت کیلئے حاضر ہوا تو گرمی کی وجہ سے میں نے آپ کو پنکھا جھلنا شروع کر دیا مگر آپ نے روکتے ہوئے فرمایا کہ آگ اور بھڑکنے لگتی ہے اور میری مزاج پرسی پر فرمایا کہ بندہ تو مملوک ہے اور اس کو کسی شے پر قدرت

حاصل نہیں پھر جب میں نے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ مخلوق میں رہتے ہوئے خالق سے غافل نہ ہونا' یہ کہہ کر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

باب نمبر ⟵ 31

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ کا شمار مشائخ کرام میں ہوتا ہے اور آپ کو ذکر الٰہی سے محبت اور مخلوق سے نفرت تھی' منقول ہے کہ کسی نے ایک بزرگ سے کہا کہ فتح موصلی جاہل ہیں انہوں نے جواب دیا کہ جو دنیا کو خیرباد کہدے اس سے زیادہ بڑا عالم کون ہو سکتا ہے۔

حالات :ایک مرتبہ رات گئے حضرت سری سقطی آپ سے ملاقات کے لیے چلے تو راستہ میں سپاہیوں نے چور سمجھ کر گرفتار کر لیا اور صبح کو جب تمام قیدیوں کے قتل کا حکم دیا گیا تو آپ کے نمبر پر جلاد نے ہاتھ روک لیا اور جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ ایک بوڑھے خدا رسیدہ میرے سامنے کھڑے منع کر رہے ہیں اور وہ بزرگ حضرت فتح موصلی ہیں چنانچہ آپ کو رہا کر دیا گیا اور آپ فتح موصلی کے ہمراہ چلے گئے۔

ایک مرتبہ آپ نے لوہار کی بھٹی میں ہاتھ ڈال کر لوہے کا ایک گرم ٹکڑا ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اس کا نام صدق ہے آپ نے حضرت علی سے خواب میں نصیحت کرنے کی استدعا کی تو انہوں نے فرمایا کہ بہ نیت ثواب امراء کے لیے فقراء کی تواضع احسن ہے لیکن اس سے زیادہ احسن یہ ہے کہ فقراء امراء سے نفرت کریں۔

ایک شکستہ حال نوجوان سے مسجد میں آپ کی ملاقات ہوئی تو اس نے عرض کیا کہ میں ایک مسافر ہوں اور چونکہ مقیم لوگوں پر مسافر کا حق ہوتا ہے اس لیے میں یہ کہنے حاضر ہوا ہوں کہ کل فلاں مقام پر میری موت واقع ہو گی لہٰذا آپ غسل دے کر انہیں بوسیدہ کپڑوں میں مجھے دفن کر دیں۔ چنانچہ جب اگلے دن آپ وہاں تشریف لے گئے تو اس نوجوان کا انتقال ہو چکا تھا' اور آپ جب اس کی وصیت کے مطابق عمل کر کے قبرستان سے واپس ہونے لگے تو قبر میں سے آواز آئی کہ اے فتح موصلی اگر مجھے قرب خداوندی حاصل ہو گیا تو میں آپ کو اس کا صلہ دوں گا پھر کہا کہ دنیا میں یوں

زندگی بسر کرو کہ حیات ابدی حاصل ہو جائے۔

ایک مرتبہ گریہ وزاری کرتے کرتے آپ کی آنکھوں سے اشکوں کے بجائے لہو جاری ہو گیا۔ اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس قدر کیوں روتے رہتے ہیں تو فرمایا کہ خوف معصیت سے۔

کسی نے بطور نذرانہ پچاس درہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ حدیث میں یہ آیا کہ جس کو بغیر طلب کچھ حاصل ہو اگر وہ قبول نہ کرے تو اس کو نعمت خداوندی کا منکر کہا جائے گا' یہ سن کر آپ نے صرف اس میں ایک درم اٹھالیا تاکہ کفران نعمت نہ ہو۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال ابدالین سے نیاز حاصل کیا اور سب ہی نے یہ نصیحت کی کہ مخلوق سے کنارہ کشی کرو اور کم کھاؤ جس طرح مریض پر بلاوجہ کھانا پانی بند کرنے سے موت واقع ہو جاتی ہے اس طرح علم و حکمت اور مشائخ کی نصیحت کے بغیر قلب مردہ ہو جاتا ہے فرمایا کہ میں نے ایک عیسائی راہب سے پوچھا کہ خدا کا راستہ کونسا ہے اس نے جواب دیا کہ جس طرف تلاش کرو وہی وہ ہے فرمایا کہ عارف کی ہر بات اور ہر عمل من جانب اللہ ہوا کرتے ہیں اور وہ خدا کے سوا کسی کا طلب گار نہیں رہتا اور جو بندہ نفس کی مخالفت کرتا ہے وہی خدا کا خلیل ہے اور خدا کا طالب دنیا کا طالب کبھی نہیں ہو سکتا' بعد از وفات کسی نے خواب میں دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ اس نے میری مغفرت کر کے فرمایا کہ چونکہ خوف معصیت سے گریہ کناں رہتا تھا اس لیے ہم نے فرشتوں کو حکم دیدیا کہ تیری کوئی معصیت درج نہیں کریں۔

باب نمبر ← 32

حضرت احمد حواری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ بحر شریعت و طریقت کے شناور تھے اور بہت سی دوسری صفات بھی آپ میں موجود تھیں اور مصنف کے قول کے مطابق آپ کو شام کا ریحان کہا جاتا تھا۔

حالات :آپ حضرت سلیمان دارائی کے ارادت مندوں میں سے تھے اور سفیان بن عیینہ

سے بھی فیض صحبت حاصل کیا تھا اس کے علاوہ آپ کے کلام میں بہت زیادہ اثر تھا۔ حصول علم کے بعد اکثر مصروف مطالعہ رہتے لیکن آخر میں تمام کتابیں دریا میں پھینک دیں اور فرمایا کہ حصول مقصد کے بعد حجت و رہنما کی حاجت نہیں رہتی۔ لیکن بعض حضرات آپ کے اس عمل کو عالم وجد کی پیداوار بتاتے ہیں' اپنے مرشد حضرت سلیمان دارائی سے آپ کا یہ معاہدہ تھا کہ ہم دونوں کسی بات میں بھی ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کریں گے چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت سلیمان عالم وجد میں تھے کہ آپ نے عرض کیا تنور گرم ہے جیسا حکم ہو کیا جائے انہوں نے اسی وجدانی کیفیت میں کہہ دیا کہ تم خود تنور میں جا کر بیٹھ جاؤ اور یہ معاہدہ کے مطابق فوراً تنور میں جا بیٹھے۔ اور پھر کچھ دیر کے بعد جب حضرت سلیمان کو یاد آیا کہ میں نے تو حالت وجد میں ان سے کہدیا تھا چنانچہ تلاش کرنے پر دیکھا کہ آپ تنور میں بیٹھے ہیں اور جب حضرت سلیمان کے کہنے پر باہر نکلے تو آگ نے آپ کے اوپر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔

ارشادات :فرمایا کرتے تھے کہ جب تک بندہ صدق دل سے اظہار ندامت نہ کرے زبانی توبہ بے سود ہے اور جب تک عبادت و ریاضت میں جدوجہد شامل نہ ہو تو اس وقت تک گناہ سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا اور اس عمل کے بعد ہی انس اور دیدار الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کی زیادتی عقل کی زیادتی پر موقوف ہے اور خائف رہنے والوں کا سہارا رجا ہے' فرمایا کہ تضیع اوقات پر رونا مفید ہے اور جب دنیا فقر کی دشمن ہے اور جو نفس شناس نہ ہو وہ مغرور ہے اور غفلت و سنگدلی سے زیادہ بڑا کوئی عذاب نہیں' فرمایا کہ انبیاء کرام نے موت کو اس لیے برا تصور کیا کہ وہ یاد الٰہی سے منقطع کر دیتی ہے فرمایا کہ عبادت کو مرغوب سمجھنے والا خدا کا محبوب ہوتا ہے اور جو خدا کو اس لیے محبوب سمجھتا ہے کہ اس سے حصول نعمت کرے تو وہ مشرک ہے بلکہ خدا کو بلا کسی طمع کے محبوب تصور کرنے والا ہی ان کا محبوب ہوتا ہے۔

باب نمبر ⟵ 33

حضرت احمد حضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ خراسان کے عظیم اہل اللہ میں سے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف و

نصائح اور آپ کے مریدین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ کے تمام حلقہ بگوش صاحب کمال بزرگوں سے ہوئے ہیں۔

حالات :آپ کو حضرت حاتم اصم سے شرف بیعت حاصل تھا لیکن عرصہ دراز تک حضرت ابو تراب سے بھی فیوض حاصل کرتے رہے اور جب لوگوں نے حضرت ابو حفص سے پوچھا کہ عہد حاضر کے تمام صوفیا میں آپ کے نزدیک کس کا مقام بلند ہے' تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت احمد حضرویہ سے زیادہ باحوصلہ اور صادق الاحوال کسی کو نہیں پایا' بلکہ ابو حفص تو یہاں تک فرماتے تھے کہ اگر آپ کا وجود نہ ہوتا تو مروت و فتوحات کا ظہور ہی نہ ہوتا۔

آپ ہمیشہ فوجی لباس میں رہتے اور آپ کی زوجہ فاطمہ بہت ہی عبادت گذار اور سردار بلخ کی دختر تھیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے خود خواہش نکاح کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو اپنے والدین سے پیغام نکاح دینے کے لیے کہا لیکن آپ نے انکار کر دیا' مگر جب دوبارہ انہوں نے کہا آپ رہنما ہو کر راہ مار رہے ہیں اس وقت آپ نے ان کے اصرار پر نکاح کا پیغام بھیج دیا اور جب نکاح کے بعد آپ کے یہاں آئیں تو آپ کے ہمراہ صدق دلی سے مشغول عبادت ہو گئیں اور جب آپ اپنی بیوی کے ہمراہ حضرت بایزید سے ملاقات کے لیے پہنچے تو آپ کی بیوی نے ان سے نہایت بے باکانہ طور پر گفتگو کی اور ان کا طریقہ گفتگو آپ کو ناگوار ہوا۔ اور آپ نے تنبیہہ کی کہ غیر مردوں سے اس طرح بے باکانہ بے حجابانہ گفتگو زیبا نہیں' لیکن بیوی نے جواب دیا کہ خواہش نفس کی تکمیل میں جس طرح آپ میرے راز دار ہیں اسی طرح حضرت بایزید خواہش طریقت میں میرے ہمراز ہیں اور انہیں کی وجہ سے مجھے دیدار الٰہی نصیب ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ تو میری صحبت کے متمنی رہتے ہیں اور وہ اس سے بے نیاز ہیں' ایک مرتبہ حضرت بایزید نے ان کے ہاتھ میں مہندی لگی دیکھ کر پوچھا کہ یہ مہندی کیوں لگائی ہے' انہوں نے عرض کیا کہ آج تک آپ نے میرے ہاتھ اور مہندی پر نظر نہیں ڈالی تھی اس لیے میں آپ کے نزدیک بیٹھ جاتی تھی لیکن آج سے آپ کی صحبت میرے لیے ناجائز ہے اس کے بعد حضرت احمد بیوی سمیت نیشاپور میں مقیم ہو گئے اور جس وقت یحییٰ بن معاذ نیشاپور پہنچے تو آپ نے ان کی دعوت کے لیے جب بیوی سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اتنی مقدار میں گائیں اتنی بکریاں' اتنا عطر' اور بیس گدھے' کیونکہ ایک کریم کی دعوت کے لیے ضروری ہے کہ کتے بھی محروم نہ رہیں' لہٰذا بیس گدھوں کا گوشت کتوں کو کھلایا جائے گا' اسی وجہ سے آپ اپنی بیوی کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مرد کو دیکھنا چاہیے وہ فاطمہ کو دیکھ لے۔

آپ اپنے نفس پر بے حد جبر سے کام لیتے تھے' چنانچہ ایک مرتبہ عوام جہاد پر روانہ ہوئے تو آپ کے نفس نے بھی جہاد کا تقاضا کیا' لیکن آپ کو یہ خیال ہو گیا کہ نفس کا کام چونکہ ترغیب عبادت نہیں ہے اس لیے مجھے کسی مکر میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اور شائد اس کی ترغیب کا یہ مقصد ہو کہ دوران سفر روزے نہیں رکھنے پڑیں گے رات کو عبادت سے چھٹی مل جائے گی اور لوگوں سے ربط و ضبط کا موقع مل جائے گا' مگر نفس نے ان سب چیزوں سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ان میں سے کوئی بات نہیں ہے پھر جب آپ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ مجھ کو فریب نفس سے محفوظ رکھ تو اللہ تعالیٰ نے نفس کا فریب ظاہر فرما دیا کہ نفس کا یہ فریب تھا کہ چونکہ آج تک میری کوئی خواہش پوری نہیں ہوئی لہٰذا میں جہاد میں شریک ہو کر شہید ہو جاؤں اور تمام جھنجھٹوں سے چھٹکارا مل جائے یہ سن کر آپ نے اس دن سے نفس کشی میں اور بھی اضافہ کر دیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سفر حج کے دوران میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا اور میں نے اس تصور سے نہیں نکالا کہ اس سے توکل متاثر ہو جائے گا۔ چنانچہ مواد پڑنے سے میرا پاؤں متورم ہو گیا جس کی وجہ سے میں لنگڑاتے ہوئے داخل مکہ ہوا اور اسی حالت میں حج کر کے واپس ہو گیا لیکن راہ میں لوگوں نے اصرار کر کے وہ کانٹا نکال دیا اور جب میں حضرت بایزید کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مسکرا کر پوچھا کہ جو اذیت تم کو دی گئی تھی وہ کہاں گئی میں نے جواب دیا کہ میں نے تو اپنی اختیار کو اس کے تابع کر دیا تھا اس پر حضرت بایزید نے فرمایا کہ خود کو صاحب اختیار تصور کرنا کیا شرک میں داخل نہیں۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ عظمت فقر کا اظہار کسی طرح بھی مناسب نہیں فرمایا کہ ایک درویش نے ماہ صیام میں ایک دولت مند کو دعوت دی اور جو کی خشک روٹی اس کے سامنے رکھ دی' پھر کھانے کے بعد اس کے گھر پہنچ کر ایک تورا اشرفی کا درویش کی خدمت میں بھیجا لیکن درویش نے کہا کہ میں اپنے فقر کو دونوں جہان کے عوض بھی فروخت کرنے کے لیے تیار نہیں۔

رات میں آپ کے یہاں چور آ گیا لیکن جب خالی ہاتھ جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ رات بھر عبادت کرو اور اس کا جو کچھ صلہ مجھ کو ملے گا وہ میں تمہیں عطا کر دوں گا' چنانچہ وہ رات بھر آپ کے ہمراہ مشغول عبادت رہا اور صبح کو جب کسی دولت مند نے بطور نذرانہ سو دینار بھیجے تو آپ نے اس چور کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو صرف ایک شب کی عبادت کا معاوضہ ہے یہ سن کر چور نے کہا کہ صد حیف میں نے آج تک اس خدا کو فراموش کیے رکھا۔ جس کی ایک رات عبادت کرنے کا یہ صلہ ملتا ہے پھر توبہ کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا اور بہت بلند

مراتب حاصل کیے۔

کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ سم و زر کی زنجیریں پڑی ہوئی ایک رتھ پر سوار ہیں اور ملائکہ اس رتھ کو کھینچ رہے ہیں اور جب اس نے سوال کیا کہ آپ اس قدر جاہ و مرتبت کے ساتھ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں تو فرمایا کہ اپنے دوست سے ملاقات کرنے پھر اس نے عرض کیا کہ اتنے بلند مراتب کے باوجود آپ کو دوست سے ملاقات کی خواہش ہے فرمایا کہ اگر میں نہیں پہنچا تو وہ خود آ جائے گا اور زیارت کا جو مرتبہ ملتا ہے وہ اس کو حاصل ہو جائے گا۔

کرامات: ایک دفعہ آپ کسی بزرگ کی خانقاہ میں بوسیدہ لباس پہنے ہوئے پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو حقارت سے دیکھا لیکن آپ خاموش رہے' پھر ایک مرتبہ کنوئیں میں ڈول گر گیا تو آپ نے انہیں بزرگ کے یہاں جا کر کہا کہ دعا فرما دیجئے کہ ڈول کنوئیں سے باہر آ جائے یہ سن کر وہ بزرگ حیرت زدہ رہ گئے لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں خود دعا کر دوں' چنانچہ اجازت کے بعد جب آپ نے دعا فرمائی تو ڈول خود بخود کنوئیں سے باہر نکل آیا' یہ دیکھ کہ جب ان تمام لوگوں نے آپ کی تعظیم کی تو فرمایا کہ اپنے مریدین کو ہدایت فرما دیجئے کہ مسافر کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا کریں۔

عجیب واقعہ: کسی نے آپ سے اپنے افلاس کا رونا رویا تو فرمایا کہ جتنے بھی پیشے ہو سکتے ہیں ان کا نام علیحدہ علیحدہ پرچیوں پر لکھ ایک لوٹے میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ اور جب وہ تعمیل حکم کر چکا تو آپ نے لوٹے میں ہاتھ ڈال کر جب ایک پرچی نکالی تو اس پر چوری کا پیشہ درج تھا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ تمہیں یہی پیشہ اختیار کرنا چاہیے یہ سن کر پہلے تو وہ پریشان ہوا' لیکن شیخ کے حکم کی وجہ سے چوروں کے گروہ میں شامل ہو گیا لیکن ان چوروں نے اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ جس طرح ہم کہیں گے تمہیں کرنا ہو گا' چنانچہ ایک دن اس گروہ نے کسی قافلہ کو لوٹ کر ایک دولت مند کو قیدی بنا لیا اور جب اس نئے چور سے اس دولت مند کو قتل کرنے کے لیے کہا تو اس چور کو یہ خیال آیا کہ اس طرح تو یہ لوگ صدہا انسانوں کو قتل کر چکے ہوں گے لہٰذا بہتر صورت یہ ہے کہ ان کے سردار ہی کو ختم کر دیا جائے اور اس خیال کے ساتھ ہی اس نے سردار کا خاتمہ کر دیا یہ کیفیت دیکھ کر تمام چور ڈر کے مارے فرار ہو گئے اور جس دولت مند کو قید کیا گیا تھا نئے چور نے اس کو رہا کر دیا' جس کے صلہ میں اس دولت مند نے اس کو اتنی دولت دیدی کہ یہ خود امیر کبیر بن گیا اور تمام عمر عبادت میں گذار دی۔

ایک مرتبہ کوئی بزرگ آپ کے یہاں تشریف لائے تو آپ نے ازراہ مہمان نوازی اس دن سات شمعیں روشن کیں یہ دیکھ کر ان بزرگ نے اعتراض کیا کہ یہ تکلف تو تصوف کے منافی ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہ تمام شمعیں صرف خدا کے واسطے روشن کی ہیں اور اگر آپ غلط سمجھیں تو پھر ان میں سے جو شمع خدا کے لیے روشن نہ ہو اس کو بجھا دیں' یہ سن کر وہ بزرگ تمام شمعوں کو بجھانے میں مشغول رہے لیکن ایک بھی نہ بجھ سکی' پھر صبح کو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو میں تمہیں قدرت کے عجائبات کا نظارہ کرانا چاہتا ہوں چنانچہ جب ایک گرجا کے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک کافر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے آپ کو دیکھتے ہی بہت تعظیم کے ساتھ دستر خوان بچھوایا اور کھانا چن کر عرض کیا کہ آیئے ہم دونوں کھانا کھائیں' آپ نے فرمایا کہ خدا کے دوست خدا کے غنیم کے ساتھ کیسے کھا سکتے ہیں۔ یہ سن کر وہ ایمان لے آیا اور اس کے ہمراہ مزید ۶۹ افراد مسلمان ہو گئے اور اسی شب آپ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے دیکھا کہ اے احمد تو نے ہمارے لیے سات شمعیں روشن کیں اور اس کے صلہ میں ہم نے تیرے ہی وسیلے سے ستر قلوب کو نور ایمانی سے منور کر دیا۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے انسانوں کو جانوروں کی مانند چارہ کھاتے دیکھا ہے' یہ سن کر لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ انسانوں میں شامل نہیں تھے' فرمایا کہ شامل تو میں بھی تھا لیکن فرق یہ تھا کہ وہ کھاتے ہوئے خوش ہو کر اچھل کود رہے تھے اور میں کھاتے ہوئے رو رہا تھا' فرمایا کہ فقر تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اول سخاوت دوم تواضع سوم ادب پھر فرمایا کہ شاکی لوگ صابر نہیں ہو سکتے لیکن مضطرب لوگوں کا زاد راہ صبر ہے' فرمایا معرفت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کو قلب سے محبوب رکھتے ہوئے زبان سے بھی یاد کرتا رہے اور خدا کے علاوہ ہر شے کو ترک کر دے۔ فرمایا کہ اہل اخلاق خدا کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں اور خدا کی محبت یہ ہے کہ تمام اسباب و وسائل کو خیرباد کہہ کر صدق دلی کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہے' فرمایا کہ جب قلب نور سے پر ہو جاتا ہے تو اس کا نور اعضا سے بھی ظاہر ہونے لگتا ہے اور اگر باطل سے لبریز ہوتا ہے تو اس کی تاریکی بھی اعضا سے ظاہر ہوتی ہے' فرمایا کہ خواب غفلت سے خراب کوئی خواب نہیں اور شہوت سے زیادہ قوی کوئی دوسری شے نہیں لیکن غفلت کے بغیر شہوت کا غلبہ کبھی نہیں ہو سکتا' فرمایا کہ زندگی میں ایسی میانہ روی ہونی چاہیے جو دین و دنیا دونوں سے مطابقت رکھتی ہو' فرمایا کہ خدا کے سوا ہر شے سے کنارہ کشی سب سے بڑی عبادت ہے۔

کسی نے آپ کے روبرو جب یہ آیت پڑھی کہ ففروا الی اللہ تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت

تو اس کے سامنے قرات کرو جو اس کا نہ بن چکا ہو' پھر نصیحت فرمائی کہ نفس کو مار ڈالو تا کہ تمہیں حیات مل جائے۔

کرامت :وفات سے پہلے آپ ستر ہزار دینار کے مقروض تھے اور یہ تمام قرضہ صرف خیرات و صدقات کرنے کی وجہ سے ہوا تھا' چنانچہ آخری وقت جب قرض خواہوں نے تقاضا کیا تو آپ نے دعا کی کہ یا اللہ میں تو اسی وقت تیرے پاس حاضر ہو سکتا ہوں جب ان کے قرض سے سبکدوش ہو جاؤں کیونکہ میری حیات تو ان کے پاس گروی ہے ابھی یہ دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ دروازے پر سے آواز آئی کہ تمام لوگ اپنا قرض لے لیے اور جب سب لے چکے تو آپ کا انتقال ہو گیا۔

باب نمبر ⟵ 34

حضرت ابو تراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

واقعات :آپ خراسان کے عظیم المرتبت بزرگوں میں سے ہوئے ہیں نہ صرف یہ بلکہ چالیس حج کرنے کے ساتھ ساتھ عرصہ دراز تک کبھی آرام نہیں کیا' لیکن ایک مرتبہ سجدے کی حالت میں بیت اللہ کے اندر ہی نیند آگئی اور خواب میں دیکھا کہ بہت سی حوریں آپ کی جانب متوجہ ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے تو ذکر الٰہی سے ہی فرصت نہیں میں تمہاری طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہوں۔ لیکن حوروں نے کہا کہ جب آپ کی عدم توجہ کا علم دوسری حوروں کو ہو گا تو وہ ہمارا مذاق اڑائیں گی یہ سن کر داروغہ جنت نے جواب دیا کہ یہ اس وقت قطعی متوجہ نہیں ہوں گے ان سے تو بس روز محشر جنت میں ہی ملاقات ہو سکے گی۔ ابن جلا' کا قول ہے کہ میں نے بیشمار بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا ہے لیکن میری نظر میں چار بزرگوں سے زیادہ عظیم المرتبت کوئی بزرگ نہیں گذرے اور ان میں پہلا درجہ حضرت ابو تراب کا ہے۔ پھر جس وقت آپ مکہ معظمہ پہنچے تو بہت ہی خوش و خرم تھے اور جب میں نے پوچھا کہ کھانے کا کیا انتظام ہے؟ فرمایا کبھی بصرہ' کبھی بغداد اور کبھی یہیں کھا لیتا ہوں۔

حالات :آپ اپنے دوستوں میں کوئی عیب دیکھتے تو خود توبہ کرتے ہوئے مجاہدات میں اضافہ کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ میری ہی نحوست کی وجہ سے اس میں یہ عیب پیدا ہوا۔ اور مریدین سے فرمایا

کرتے کہ ریا کا کوئی کام نہ کرنا' ایک مرتبہ آپ کے کسی مرید پر ایک ماہ کا فاقہ گذر گیا اور اس نے اضطراری حالت میں خربوزے کے چھلکے کی طرف ہاتھ بڑھادیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں تجھے تصوف حاصل نہیں ہو سکتا' کیونکہ میں نے تو خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ میرا ہاتھ حرام شے کی جانب نہ بڑھے گا۔ فرمایا کہ تمام عمر میں ایک مرتبہ جنگل میں مجھے انڈا روٹی کھانے کی خواہش ہوئی اور میں راستہ بھول کر ایک ایسی جگہ جا پہنچا جہاں کچھ اہل قافلہ شور و غل مچا رہے تھے اور مجھے دیکھتے ہی لپٹ کر کہنے لگے کہ اسی نے ہمارا سامان چرایا ہے اور یہ کہہ کر میرے اوپر مسلسل چھریوں سے وار کرتے رہے' لیکن ایک بوڑھے نے مجھے شناخت کر کے لوگوں سے کہا کہ یہ چوری نہیں کر سکتے یہ تو بہت بڑے بزرگ ہیں یہ سن کر سب معافی کے خواستگار ہوئے تو میں نے کہا کہ مجھے تکلیف کا شکوہ اس لیے نہیں کہ آج میرے نفس کو خوب ذلت کا سامنا ہوا۔ پھر اس بوڑھے نے اپنے گھر لیجا کر میرے سامنے انڈا روٹی پیش کیا اور مجھے کھانے میں کچھ تامل ہوا تو ندائے غیبی آئی کہ تجھے خواہش کی سزا مل گئی اب کھانا کھالے لیکن تیرے نفس کی خواہش سزا پائے بغیر کبھی پوری نہیں ہوگی۔

ایک مرتبہ آپ ارادت مندوں کے ہمراہ جنگل میں سفر کر رہے تھے کہ سب کو پینے اور وضو کے لیے پانی کی ضرورت پیش آئی اور سب نے آپ سے عرض کیا' چنانچہ آپ نے زمین پر ایک لکیر کھینچ دی جہاں سے اسی وقت ایک نہر جاری ہو گئی۔

حضرت بو العباس سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ صحرا میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ کے ایک مرید نے پیاس کی شکایت کی چنانچہ جیسے ہی آپ نے زمین پر پاؤں مارا ایک چشمہ نمودار ہو گیا۔ پھر دوسرے مرید نے عرض کیا کہ میں تو آبخورے میں پانی پینے کا خواہش مند ہوں اور آپ نے اس کی فرمائش پر جب زمین پر ہاتھ مارا تو بہت خوبصورت سفید رنگ کا پیالہ نکل آیا اور بیت اللہ تک وہ پیالہ ہمارے ساتھ رہا۔

آپ نے حضرت ابو العباس سے پوچھا کہ مریدین کی کشف و کرامات کے متعلق کیا رائے ہے انہوں نے کہا کہ بہت کم افراد اس پر یقین رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ان چیزوں کو صحیح نہ سمجھنے والا کافر ہے۔

ارشادات :: آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے تاریک رات کے اندر ایک بہت ہی خوفناک قد آور حبشی کو دیکھ کر پوچھا کہ تم جن ہو یا انسان؟ اس نے الٹا مجھ سے یہ سوال کیا کہ تم کافر ہو یا مسلمان؟ اور جب میں نے کہا کہ مسلمان ہوں تو اس نے کہا کہ مسلمان تو خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس وقت یقین ہو گیا کہ یہ غیبی تنبیہہ ہے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو بلا

سواری اور زاد راہ کے جنگل میں سفر کرتے دیکھ کر خیال کیا کہ اس سے زیادہ خدا پر کسی کو اعتماد نہیں ہو سکتا اور جب میں نے اس کی بے سرو سامانی کے متعلق سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ خدا کو ساتھ رکھنے والے کے لیے کسی شے کی ضرورت نہیں ہوئی فرمایا کہ میں نے تیس سال تک نہ کسی سے کچھ لیا اور نہ دیا' لوگوں نے عرض کیا کہ اس کی وضاحت فرمادیجئے تو آپ نے کہا کہ ایک شخص نے مجھے دعوت دی لیکن میں نے قبول نہیں کیا اور اس جرم میں مسلسل چودہ یوم تک فاقہ کشی کرتا رہا' فرمایا کہ بندہ صادق وہی ہے جو عمل سے قبل ہی لذت عمل کو محسوس کرے اور اخلاص ایک ایسا عمل ہے جس میں لذت عبادت مضمر ہے۔ فرمایا کہ تین چیزوں سے انس مضرت رساں ہے اول نفس سے دوم زندگی سے اور سوم دولت سے' فرمایا کہ سکون و راحت تو صرف جنت ہی میں مل سکتے ہیں۔ فرمایا کہ واصل باللہ ہونے کے سترہ مدارج ہیں اور ان میں سب سے اعلیٰ درجہ توکل ہے اور ادنیٰ درجہ اجابت اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے دین پر شکر ادا کرے اور نہ دینے پر صبر کرے لیکن ہمہ وقت اس کی یاد میں گم رہے فرمایا کہ خدا نے علماء کو صرف ہدایت کے لیے تخلیق کیا ہے' فرمایا کہ غنا کا مفہوم ہر شے سے مستغنی ہوتا ہے اور فقر کا مفہوم ضرورت مند ہونا ہے۔

استغنا : کسی نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ کی کوئی حاجت ہو تو فرمادیجئے آپ نے جواب دیا کہ مجھے تو خدا سے بھی حاجت نہیں اس لیے کہ میں تو اس کی رضا پر خوش ہوں وہ جس حال میں چاہے رکھے۔ فرمایا کہ درویش کو جو مل جائے وہی اس کا کھانا ہے اور جس سے جسم ڈھانپا جاسکے وہی لباس ہے اور جس جگہ مقیم ہو وہی مکان ہے۔

وفات : آپ کا انتقال بصرہ کے صحرا میں ہوا اور انتقال کے برسوں بعد جب وہاں سے کوئی قافلہ گذرا تو دیکھا کہ آپ ہاتھ میں عصا لیے قبلہ رو کھڑے ہیں اور ہونٹ خشک ہیں مگر اس کے باوجود کوئی درندہ آپ کے پاس نہ پھٹکتا تھا۔

باب نمبر ← 35

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کو حقائق و دقائق پر مکمل دسترس حاصل تھی' اور تاثر آمیز مواعظ کی وجہ سے

آپ کو واعظ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، بعض عظیم بزرگوں کا مقولہ ہے کہ دنیا میں دو یحیٰی ہوئے ہیں اول حضرت یحیٰی زکریا علیہ الصلوۃ والسلام اور دوسرے یحیٰی بن معاذ، حضرت یحیٰی کو تو منازل خوف طے کرنے کا شرف حاصل ہوا اور یحیٰی بن معاذ نے رجا کی جادہ پیمائی میں مقام حاصل کیا۔ اور آپ عہد طفولیت ہی سے معارف و حقائق سے اس طرح آشنا رہے کہ کبھی گناہ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوئے اور آپ اپنی عبادت و ریاضت کی بنا پر ممتاز زمانہ رہے۔

حالات: جس وقت مریدین نے آپ سے بیم و رجا کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں ارکان ایمان میں داخل ہیں اور ان کو نظرانداز کر دینے سے ایمان مستحکم نہیں ہوتا کیونکہ خوف کرنے والا تو فراق کے خطرے کی وجہ سے عبادت کرتا ہے اور اہل رجا وصل کی امید میں مصروف عبادت رہتا ہے لیکن عبادت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک بیم و رجا دونوں شامل نہ ہوں اور اسی طرح عبادت کے بغیر بیم و رجا بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

خلفائے راشدین کے بعد آپ ہی کو برسر منبر وعظ گوئی کی اولیت حاصل ہوئی آپ کے ایک بھائی بحیثیت مجاور مکہ معظمہ میں بھی مقیم تھے اور انہوں نے وہاں سے آپ کو تحریر کیا کہ مجھے تین چیزوں کی تمنا تھی اول یہ کہ کسی متبرک مقام پر سکونت کا موقع مل جائے دوم یہ کہ میری خدمت کے لیے ایک خادم بھی ہو لہٰذا یہ دونوں خواہشیں پوری ہو گئیں اب تیسری خواہش صرف یہ ہے کہ مرنے سے قبل ایک مرتبہ آپ سے ملاقات ہو جائے خدا سے دعا کیجئے کہ یہ تمنا بھی پوری کر دے آپ نے جواب میں لکھا کہ انسان کو تو بذات خود متبرک ہونا چاہیے تاکہ اس کی برکت سے قیام بھی متبرک ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ آپ کو تو خادم بننا چاہیے تھا نہ کہ مخدوم سوم یہ کہ اگر آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے تو میں آپ کو ہرگز یاد نہ آتا لہٰذا یاد الٰہی میں بہن بھائی بیوی بچے سب کو فراموش کر دینا چاہیے کیونکہ وصال خداوندی کے بعد بندہ خود بخود سب کو بھول جاتا ہے اور اگر آپ خدا ہی کو نہ پا سکے تو پھر مجھ سے ملاقات بھی بے سود ہے۔

آپ نے کسی دوست کو تحریر کیا کہ دنیا و آخرت کی مثال خواب و بیداری جیسی ہے اگر انسان خواب میں روتا ہے تو بیداری میں ہنستا ہے لہٰذا تم خوف الٰہی میں رونے کو اپنا مسلک بنا لو تاکہ قیامت میں ہنسنے کا موقع مل سکے۔ منقول ہے کہ اپنے بھائی کے ہمراہ ایک دیہات میں پہنچے تو بھائی نے کہا کہ یہ جگہ بہت ہی اچھی ہے آپ نے فرمایا کہ اس سے اچھا وہ قلب ہے جو یاد الٰہی میں رہ کر اس دیہات کی خوبصورتی پر نظر نہ ڈالے۔

خوف: ایک مرتبہ گھر میں چراغ بجھ گیا تو آپ محض اس خوف سے روتے رہے کہ کہیں توحید

و ایمان کی شمع بھی غفلت کے جھونکوں سے نہ بجھ جائے۔

ارشادات :کسی نے عرض کیا کہ موت کے مقابلہ میں دنیا کی ایک حبہ سے زائد قدر نہیں' آپ نے فرمایا کہ اگر موت کا وجود نہ ہوتا تو اور بھی زیادہ بے قدر ہوتی' فرمایا کہ موت کی مثال پل جیسی ہے جو ایک حبیب کو دوسرے حبیب سے ملا دیتی ہے' کسی نے آپ کے سامنے یہ پڑھا۔ امنا رب العالمین آپ نے فرمایا کہ جب ایک لمحہ کا ایمان دو سو سال کی معصیتوں کو ختم کر دیتا ہے تو پھر ستر سال کا ایمان ستر سال کی معصیتوں کو کس طرح ختم نہ کر دے گا' فرمایا کہ روز محشر جب اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا کہ تیری کیا تمنا ہے؟ تو عرض کروں گا کہ مجھے جہنم میں بھیج کر دوسروں کے لیے جہنم سرد کر دے جیسا کہ باری تعالیٰ کا یہ قول کہ "مومن کا نور آگ کے شعلوں کو سرد کر دیتا ہے" شاید ہے فرمایا کہ اگر جہنم میری ملکیت میں دیدی جائے تو میں کسی عاشق کو بھی اس میں نہ جلنے دوں کیونکہ عاشق تو روزانہ خود کو سو مرتبہ جلاتا ہے' لوگوں نے پوچھا کہ اگر کسی عاشق کے گناہ کثرت سے ہوں پھر کیا کریں گے فرمایا کہ جب بھی نہیں جلنے دوں گا کیونکہ اس کے گناہ اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہوتے ہیں فرمایا کہ خدا سے خوش رہنے والے سے ہر شے خوش رہتی ہے اور جس کی آنکھیں جمال خداوندی سے منور ہو جاتی ہیں اس کے نور سے تمام دنیا کی آنکھیں منور رہتی ہیں' فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روز محشر عارفین کو اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا' فرمایا کہ جس قدر بندہ خدا کو محبوب رکھتا ہے اسی قدر وہ محبوب خلائق ہو جاتا ہے اور جتنا خدا سے خائف رہا ہے اتنا ہی مخلوق بھی اس سے خوفزدہ رہتی ہے اور جس قدر رجوع الی اللہ ہوتا ہے اسی قدر مخلوق بھی اس کی جانب رجوع ہو جاتی ہے فرمایا کہ سب سے زیادہ خسارے میں ہے وہ جو افعال بد میں زندگی گزارتا ہے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے احتراز کرو اول غافل علما سے دوم کاہل قاریوں سے سوم جاہل صوفیوں سے فرمایا کہ اولیاء کرام کو تین باتوں سے پہچانو' اول وہ خالق پر بھروسہ رکھتے ہوں دوم مخلوق سے بے نیاز ہوں سوم خدا کو یاد کرتے ہوں' فرمایا کہ اگر موت فروخت کی جانے والی شے ہوتی تو اہل آخرت موت کے سوا کچھ نہ خریدتے' فرمایا کہ دانشمندی کی تین علامتیں ہیں اول یہ کہ امراء کو حسد کے بجائے بنظر نصیحت دیکھے۔ دوم شہوت کے بجائے عورت پر نگاہ شفقت ڈالے سوم درویش کو غرور تکبر کے بجائے تواضع کی نظر سے دیکھے' فرمایا کہ چھپ کر گناہ کرنے والے کو خدا ظاہر میں ذلت عطا کرتا ہے فرمایا کہ عبادت زیادہ کرو اور لوگوں سے کم ملو پھر فرمایا کہ اگر عارفین ادب الٰہی سے محروم ہو جائیں تو ان کے لیے ہلاکت ہے فرمایا کہ جو غم خدا سے دور کر دے اس سے وہ گناہ بہتر ہے جو خدا کا محتاج بنا دے فرمایا کہ خدا دوست ریا و نفاق سے دور رہتا ہے اور مخلوق سے بھی اس کی دوستی بہت کم ہوتی

ہے لیکن خدا سے زیادہ بندے کا دوست اور کوئی نہیں فرمایا کہ مسلمان پر مسلمان کے تین حقوق ہیں اول یہ کہ اگر کسی کو نفع نہ پہنچا سکے و مضرت بھی نہ پہنچائے' دوم یہ کہ اگر کسی کو اچھا نہ کہے تو برا بھی نہ کہے۔ سوم یہ کہ اگر کسی کو خوش نہ کر سکے تو غمزدہ بھی نہ کرے فرمایا کہ احمق ہیں وہ لوگ جو افعال جہنم کے بعد جنت طلب کرتے ہیں فرمایا کہ توبہ کے بعد ایک گناہ بھی ان ستر گناہوں سے بدتر ہے جن کے بعد توبہ کی گئی ہو۔ پھر فرمایا کہ مومن بیم و رجا کے مابین رہ کر گناہ کرتا ہے فرمایا کہ حیرت ہے ان لوگوں پر جو بیماری کے خوف سے کھانا کو ترک کر دیتے ہیں لیکن خوف آخرت سے معصیت نہیں چھوڑتے' پھر فرمایا کہ تین قسم کے لوگ دانشمند ہوتے ہیں اول تارک الدنیا دوم طالب عقبی سوم خدا کے عاشق' فرمایا کہ امراء کو مرتے دم دو پریشانیاں لاحق رہتی ہیں اول یہ کہ ان کے بعد دولت پر دوسرے لوگ قابض ہوں گے دوسرے یہ کہ لوگ اس کی دولت کا حساب و دریافت کریں گے فرمایا کہ توکل اور زہد پر طعنہ زنی کرنا ایمان پر طعنہ زنی کرنا ہے فرمایا کہ فاقہ کشی مریدوں کے لیے' ریاضت توبہ کرنے والوں کے لیے تجربہ زاہدوں کے لیے سیاست' اور عارفین کے لیے مغفرت ہے فرمایا کہ اہل تقویٰ عمل کی جانب' ابدالین آیات کی جانب' طالبین حق احسان کی جانب اور عارفین ذکر کی جانب راغب کراتے ہیں فرمایا کہ نزول بلیات کے وقت صبر کی حقیقت اور مکاشفہ کے وقت حقیقت رضا ظاہر ہوتی ہے فرمایا کہ صدق دلی سے قلیل عبادت بھی اس ستر سال کی عبادت سے بدرجہا بہتر ہے جو بے دلی کے ساتھ کی گئی ہو' فرمایا کہ طالب کی اعلیٰ منزل خوف اور واصل کی حیا یا رجا ہے فرمایا کہ عمل کو عیوب سے محفوظ رکھنا ہی اخلاص ہے' فرمایا کہ خواہشات سے کنارہ کشی شوق الٰہی ہے فرمایا کہ زہد میں ذ" ہ" د تین حرف ہیں ز سے مراد زینت کو ترک کر دینا ہے ہ سے مراد ہوا یعنی خواہشات کو خیرباد کہہ دینا اور د سے مراد دنیا کو چھوڑ دینا فرمایا کہ زاہد وہ ہے جو طلب دنیا سے زیادہ ترک دنیا کی خواہش رکھتا ہو فرمایا کہ اطاعت خدا خزانہ ہے اور دعا اس کی کنجی ہے فرمایا کہ توحید نور ہے اور شرک نار اور توحید کا نور گناہوں کو اور شرک کی نار کو جلا دیتے ہیں فرمایا کہ ذکر الٰہی گناہوں کو محو کر دیتا ہے اور اس کی رضا آرزوؤں کو فنا کر دیتی ہے اور بندہ اس کی محبت میں سرگرداں رہتا ہے فرمایا کہ اگر تم خدا سے راضی ہو تو وہ بھی تم سے راضی ہے کسی نے سوال کیا کہ کیا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا سے راضی نہیں اور اس کی معرفت کے دعویدار بھی ہیں فرمایا کہ جب نفس ایسی عبادت کا دعویدار بن جائے کہ اگر تین دن رات نہ کھائے تو نفس میں نقاہت پیدا نہ ہو فرمایا کہ خدا پر اعتماد کر کے مخلوق سے بے نیاز ہونے کا نام درویشی ہے اور قیامت میں صرف درویشی ہی کی قدر ہو گی اور تونگری کی ناقدری' فرمایا کہ جفائے محبوب پر صبر اور وفا پر شکر کا نام محبت ہے کسی نے کہا کہ بعض

لوگ آپ کی غیبت کرتے ہیں تو فرمایا کہ اگر میرے اندر عیوب ہیں تو میں واقعی اس کا سزاوار ہوں اور اگر اچھائیاں ہیں تو غیبت سے مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچتا سوال کیا گیا کہ آپ اپنے مواعظ میں ہمیشہ خوف و رجاہی کا ذکر کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا چونکہ اللہ تعالیٰ قوی ہے اور بندہ کمزور اس لیے بندے کو اس سے خوف وامید ہی رکھنا مناسب ہے۔

طریقہ دعا :آپ اپنی مناجات اس طرح شروع کرتے کہ اے اللہ گو میں بہت ہی معصیت کار ہوں پھر بھی تجھ سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں کیونکہ میں سرتاپا معصیت اور تو مجسم عفو ہے' اے اللہ تو نے فرعون کو خدائی دعویٰ پر بھی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو نرمی کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا جب تو انا ربکم الاعلی کہنے والے پر کرم فرما سکتا ہے تو جو بندے سبحان ربی الاعلی کہتے ہیں ان پر تیرے لطف و کرم کا کون اندازہ کر سکتا ہے اے اللہ میری ملکیت میں ایک کمبل کے سوا کچھ نہیں لیکن اگر یہ بھی کوئی طلب کرے تو میں دینے پر تیار ہوں' اے اللہ تیرا ارشاد ہے کہ نیکی کرنے والوں کو ان کی نیکی کی وجہ سے بہتر صلہ دیا جاتا ہے۔ اور میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں جس سے افضل دنیا میں کوئی نیکی نہیں ہے لہٰذا اس کے صلہ میں اپنے دیدار سے نواز دے' اے اللہ جس طرح تو کسی سے مشابہ نہیں اسی طرح تیرے امور بھی دوسروں سے غیر مشابہ ہیں اور جب یہ دستور ہے کہ طالب اپنے مطلوب کو راحتیں پہنچاتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تو اپنے بندوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس لیے کہ تجھ سے زیادہ محبوب رکھنے والا اور کون ہو سکتا ہے اے اللہ میرا دنیاوی حصہ کفار کو دیدے اور اخروی حصہ اہل ایمان کو عطا کردے کیونکہ میرے لیے تو دنیا میں تیری یاد اور آخرت میں تیرا دیدار بہت کافی ہے اے اللہ چونکہ تو گناہ بخشنے والا ہے اور میں گناہگار ہوں اسی لیے تجھ سے طالب مغفرت ہوں اے اللہ تیری غفاری اور اپنی کمزوری کی بنا پر ارتکاب معصیت کرتا ہوں اس لیے اپنی غفاری یا میری کمزوری کے پیش نظر مجھے بخش دے اے اللہ روز محشر جب مجھ سے پوچھا جائے گا کہ دنیا سے کیا لایا' تو میرے پاس کوئی بھی جواب نہ ہو گا۔

حالات :آپ ایک لاکھ کے محض اس لیے مقروض ہو گئے کہ نمازیوں' حاجیوں' فقراء صوفیا اور علماء کو قرض لے لے کر دیدیا کرتے تھے چنانچہ جب قرضہ دینے والوں نے تقاضا شروع کیا تو آپ نے جمعہ کی شب میں حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ اپ فرما رہے ہیں کہ اے یحییٰ رنجیدہ نہ ہو کیونکہ تیرا غم مجھ کو غمگین کر دیتا ہے اب تیرے لیے یہ حکم ہے کہ ہر ہر شہر میں جا کر وعظ کہہ اور میں ایک شخص کو حکم دیدوں گا کہ وہ تجھے تین لاکھ درہم دیدے چنانچہ سب سے پہلے نیشاپور پہنچ کر

آپ نے وعظ میں فرمایا کہ اے لوگو! میں خدا کے نبی ﷺ کے حکم پر شہر در شہر وعظ گوئی کے لیے نکلا ہوں کیونکہ میں ایک لاکھ درہم کا مقروض ہو چکا ہوں اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص تیرا قرض ادا کر دے گا یہ سن کر ایک شخص نے پچاس ہزار درہم اور دوسرے نے چالیس ہزار درہم اور تیسرے نے دس ہزار درہم کی پیش کش کی لیکن آپ نے فرمایا کہ مختلف لوگوں سے لے کر مجھے قرض کی ادائیگی منظور نہیں کیونکہ مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ صرف ایک شخص قرض ادا کر دے گا' اس کے بعد آپ نے ایسے متاثر انداز میں وعظ فرمایا کہ اسی مجلس میں سات افراد کا انتقال ہو گیا پھر وہاں سے بلخ پہنچے اور تونگری کے فضائل کچھ اس انداز میں بیان فرمائے کہ ایک شخص نے ایک لاکھ درہم کا نذرانہ پیش کر دیا۔ لیکن ایک بزرگ نے فرمایا کہ درویشی کے مقابلہ میں تونگری کی فضیلت بیان کرنا آپ کی شان کے منافی ہے چنانچہ بلخ سے روانگی کے بعد راستہ میں ڈاکوؤں نے آپکی ساری رقم لوٹ لی اس وقت آپ کو خیال آیا ہو حادثہ انہیں بزرگ کے قول کی وجہ سے پیش آیا' پھر جب آخر میں آپ ملک ہری میں پہنچے تو وہاں اپنا خواب بیان کیا چنانچہ دوران وعظ حاکم ہری کی لڑکی نے بیان کیا کہ اسی دن مجھے بھی حضور اکرم ﷺ نے آپ کے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا تھا اور جب میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو خود وہاں جا کر ان کا قرض ادا کر دوں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ خود یہاں آئے گا لہٰذا میری آپ سے اتنی استدعا ہے کہ صرف چار یوم تک یہاں وعظ فرما دیں۔ چنانچہ آپ کے مواعظ کا ایسا اثر ہوا کہ چار یوم کے اندر ۴۵ افراد آپ کی مجلس وعظ میں انتقال کر گئے اور جب آپ وہاں سے رخصت ہونے لگے تو اس امیر کی لڑکی نے ساٹھ اونٹ دینار و درہم سے بھر کر آپ کے ہمراہ کیے اور جب آپ وطن پہنچے تو صاحبزادے کو ہدایت کی کہ تمام قرض کی ادائیگی کے بعد جو رقم بچ جائے اس کو فقراء میں تقسیم کر دو' کیونکہ میرے لیے خدا کی ذات بہت کافی ہے' اس کے بعد آپ زمین پر سر رکھے ہوئے مشغول مناجات تھے کہ کسی نے ایسا پتھر مارا کہ آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کی نعش کو نیشاپور لے جا کر قبرستان معمر میں دفن کیا گیا۔

باب نمبر ⟵ 36

حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود بہت ہی عظیم المرتبت بزرگ ہوئے ہیں اور آپ کی تصانیف میں مراۃ الحکماء بہت مشہور تصنیف ہے اس کے علاوہ آپ کو بیشمار بزرگوں سے شرف نیاز حاصل رہا جن میں حضرت ابو تراب بخشی اور یحییٰ بن معاذ جیسی بزرگ ہستیاں بھی شامل ہیں اور جب آپ نیشاپور پہنچے تو حضرت ابو حفص نے اپنی عظمت و برتری کے باوجود آپ کا احترام کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کو عبا میں تلاش کرتا تھا اس کو قبا میں پایا۔

حالات :آپ مکمل چالیس سال تک نہیں سوئے اور جب آنکھیں نیند سے بھاری ہونے لگتیں تو نمک بھر لیتے لیکن چالیس سال کے بعد جب آپ ایک مرتبہ سوئے تو اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ اے اللہ میں نے تجھے بیداری میں تلاش کیا لیکن خواب میں پایا' ندا آئی کہ یہ اس بیداری کا معاوضہ ہے اس کے بعد سے آپ نے سونے کو اس لیے اپنا معمول بنا لیا کہ شاید پھر جلوہ خداوندی نظر آجائے اور اپنے اس خواب پر آپ اس قدر نازاں تھے کہ یہ فرمایا کرتے اگر اس خواب کے معاوضہ میں مجھے دونوں عالم بھی عطا کیے جائیں جب بھی قبول نہیں کروں گا۔

جب آپ کے یہاں لڑکا تولد ہوا تو اس کے سینہ پر سبز حروف میں اللہ جل شانہ ' تحریر تھا' لیکن جب شعوری عمر کو پہنچا تو لہو و لعب میں مشغول رہ کر بربط پر گانا گایا کرتا تھا۔ چنانچہ رات کے وقت جب ایک محلّہ میں سے گاتا ہوا گذرا تو ایک نئی دلہن جو اپنے شوہر کے پاس سوئی ہوئی تھی مضطربانہ طور پر اٹھ کر باہر جھانکنے لگی' دریں اثنا جب شوہر کی آنکھ کھلی تو بیوی کو اپنے پاس نہ پاکر اٹھا اور بیوی کے پاس پہنچ کر اس لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا کہ شاید ابھی تیری توبہ کا وقت نہیں آیا یہ سن کر لڑکے نے تاثر آمیز انداز میں کہا کہ یقیناً وقت آچکا ہے اور یہ کہہ کر بربط توڑ دیا اور اسی دن سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو گیا اور اس درجہ کمال تک پہنچا کہ اس کے والد فرمایا کرتے تھے کہ جو مقام مجھے چالیس سال میں حاصل نہ ہوا وہ صاحبزادے کو چالیس یوم میں مل گیا۔

شاہ کرمان نے آپ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تو آپ نے تین یوم کی مہلت طلب کی اور تین دنوں میں مسجد کے اطراف اس نیت سے چکر کاٹتے رہے کہ کوئی درویش

کامل مل جائے تو میں اس سے نکاح کردوں چنانچہ تیسرے دن ایک بزرگ خلوص قلب کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرتے ہوئے مل گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم نکاح کے خواہش مند ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں تو بہت مفلوک الحال ہوں، مجھ سے کون اپنی لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے، لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں چنانچہ باہمی رضامندی سے نکاح ہو گیا اور جب صاحبزادی اپنے شوہر کے پہنچیں تو دیکھا کہ ایک کوزے میں پانی اور ایک ٹکڑا سوکھی ہوئی روٹی کا رکھا ہوا ہے اور جب شوہر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ آدھا پانی اور آدھی روٹی کل کھالی تھی اور آدھی آج کے لیے بچا رکھی تھی یہ سن کر جب بیوی نے اپنے والدین کے یہاں جانے کی خواہش کی تو شوہر نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سے جانتا تھا کہ شاہی خاندان کی لڑکی فقیر کے ساتھ گذارا نہیں کر سکتی لیکن بیوی نے جواب دیا کہ یہ بات نہیں بلکہ میں تو اپنے والد سے یہ شکایت کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیرا نکاح کسی متقی سے کر رہا ہوں مگر اب مجھے معلوم ہوا کہ میرا نکاح تو ایسے شخص سے کر دیا گیا ہے جو خدا پر قانع نہیں ہے اور دوسرے دن کے لیے کھانا بچا کر رکھتا ہے جو توکل کے قطعاً منافی ہے لہٰذا اس گھر میں یا تو میں رہوں گی یا یہ روٹی رہے گی۔

حضرت ابو حفص نے آپ کو تحریر کیا کہ جب میں نے اپنے عمل و نفس اور معصیتوں پر نگاہ ڈالی تو مایوسیوں کے سوا کچھ نہ ملا، آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ میں نے اپنے مکتوب کو اپنے قلب کے لیے آئینہ بنا لیا ہے کیونکہ اگر نفس سے مخلصانہ مایوسی ہو گی تو خدا تعالیٰ سے آس ہو گی اور جب خدا سے آس ہو گی تو خوف پیدا ہو گا اور جب خوف پیدا ہو گا تو نفس کی جانب سے مایوسی ہو گی اور جب نفس سے مایوسی ہو جائے گی تو خدا کی یاد بھی ہو سکے گی اور جب خدا کی یاد مکمل ہو گی تو استغنا پیدا ہو گا اور مستغنی ہونے کے بعد ہی خدا کا وصل ہو سکتا ہے۔

حضرت یحیٰی بن معاذ آپ کے گہرے دوستوں میں تھے چنانچہ جب دونوں ایک ہی شہر میں جمع ہوئے تو حضرت یحیٰی نے اپنی مجلس وعظ میں آپ کو بھی دعوت دی لیکن آپ نہیں گئے۔ اور جب ایک دن حضرت یحیٰی کے پاس پہنچے تو ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے اس وقت حضرت یحیٰی وعظ گوئی میں مشغول تھے لیکن اچانک زبان بند ہو گئی تو آپ نے کہا کہ اس مجلس میں شائد مجھ سے بھی بہتر کوئی واعظ موجود ہے جس کے تصرف نے میری زبان بند کر دی ہے یہ سن کر آپ سامنے آئے اور فرمایا کہ میں اسی وجہ سے آپ کی مجلس وعظ میں شریک ہونا نہیں چاہتا تھا۔

ارشادات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ اہل فضل کا فضل اور اہل ولایت کی ولایت اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک وہ اپنے فضل و ولایت کو فضل و ولایت تصور نہیں کرتے۔ فرمایا کہ فقر

[illegible]

باب نمبر 37

حضرت یوسف بن حسین ؒ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ بہت باکمال اور عظیم بزرگوں میں سے ہیں اور بڑے بڑے مشائخ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے آپ کا تعلق حضرت ذوالنون مصری کے ارادت مندوں میں سے تھا اس کے علاوہ آپ بہت خوبصورت اور خوش پوش بھی تھے اور طویل عمر پانے کے باوجود کثرت سے عبادت کیا کرتے تھے۔

حالات: عہد جوانی میں کسی قبیلے کے سردار کی لڑکی آپ کے عشق میں مبتلا ہو گئی اور ایک روز

تنہائی میں آپ سے وصل کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن آپ کے اوپر خوف الہی کا اس درجہ غلبہ ہوا کہ وہاں سے بھاگ پڑے اور رات کو خواب میں حضرت یوسف کو ایک تخت پر اس طرح جلوہ فرما دیکھا کہ ملائکہ صف بستہ آپ کے سامنے کھڑے ہیں اور آپ کو دیکھتے ہی حضرت یوسف بہر استقبال کھڑے ہو گئے اور اپنے پہلو میں بٹھا کر فرمایا کہ جس وقت تمہارے اوپر لڑکی کی خواہش وصل پر خوف الہی کا غلبہ ہوا تھا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے یوسف تم نے زلیخا کے شر سے بچنے کی دعا کی تھی لیکن یہ وہ یوسف ہے جس نے ہمارے خوف سے سردار کی بیٹی کو ٹھکرا دیا' اور آج اسی وجہ سے تم سے ملاقات کے لیے مجھے حکم دیا گیا ہے پھر حضرت یوسف نے فرمایا کہ میں تم کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ آئندہ چل کر تمہارا شمار عظیم بزرگوں میں ہو گا' لہٰذا تم اسم اعظم کی تعمیل کے لیے خدمت کرتے رہو۔ لیکن پاس ادب کی وجہ سے اظہار مدعا نہ کر سکے پھر جب خود ہی حضرت ذوالنون نے آمد کا مقصد دریافت کیا تو عرض کیا کہ صرف حصول نیاز اور خدمت گذاری کے لیے حاضر ہوا ہوں اور یہ کہہ کر پھر مزید ایک سال تک وہیں پڑے رہے پھر دو سال گذرنے کے بعد جب دوبارہ حضرت ذوالنون نے آمد کا مقصد پوچھا تو عرض کیا اسم اعظم سیکھنا چاہتا ہوں یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے اور مزید ایک سال تک کوئی جواب نہیں دیا پھر تین سال گذر جانے کے بعد آپ کے ہاتھ میں سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک پیالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ پیالہ دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر فلاں شخص کو دے آؤ اور وہی شخص تم کو اسم اعظم بھی بتا دے گا۔ چنانچہ بے یقینی کی کیفیت میں جب راستہ میں اس پیالہ کو کھول کر دیکھا تو اس میں سے ایک چوہا کود کر بھاگ گیا یہ دیکھ کر آپ بے حد نادم ہوئے اور خالی پیالہ اس شخص کے ہاتھ میں جا کر دیدیا اس نے کہا کہ جب تم ایک چوہے کی حفاظت نہ کر سکے تو پھر اسم اعظم کو کیسے محفوظ رکھ سکو گے' یہ جواب سن کر آپ مایوسی کے عالم میں حضرت ذوالنون کی خدمت میں واپس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے سات مرتبہ خدا سے تمہیں اس اسم اعظم بتانے کی اجازت چاہی لیکن ہر مرتبہ یہی جواب ملا کہ ابھی اور آزماؤ چنانچہ بطور آزمائش کے میں نے تمہیں چوہا بند کر کے دیدیا تھا لیکن یہ اندازہ ہوا کہ تم ابھی تک اسم اعظم کی حفاظت کے اہل نہیں ہوئے ہو۔ لہٰذا اپنے وطن واپس جا کر وقت کا انتظار کرو چنانچہ روانگی سے قبل جب آپ نے حضرت ذوالنون سے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ لکھا پڑھا ہے اس کو یکسر فراموش کر دو تاکہ درمیان سے حجاب اٹھ جائے اور مجھ کو بھی اس طرح بھلا دو کہ کسی کے سامنے مجھے اپنا مرشد مت کہو لیکن آپ نے عرض کیا کہ یہ دونوں شرطیں میرے لیے ناقابل قبول ہیں البتہ تیسری شرط کہ مخلوق کو خدا کی جانب مدعو کرو اس پر انشاء اللہ ضرور عمل

پیرا رہوں گا چنانچہ وطن واپس آنے کے بعد آپ نے تبلیغ و وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا، لیکن علمائے آپ کی اس درجہ مخالفت کی کہ عوام آپ سے بد ظن ہو گئے اور ایک دن جب آپ وعظ کہنے پہنچے تو وہاں ایک فرد بھی موجود نہیں تھا لہٰذا آپ نے وعظ گوئی ترک کر دینے کا قصد ہی کیا تھا کہ ایک بڑھیا نے کہا کہ آپ نے ذوالنون سے مخلوق کو پند و نصائح کرتے رہنے کا وعدہ کیا تھا پھر یہ عہد شکنی کیسی؟ اس کے بعد سے آپ نے یہ پرواہ کئے بغیر کہ کتنے افراد وعظ میں حاضر ہوتے ہیں مسلسل پچاس برس تک اپنا سلسلہ وعظ جاری رکھا اور آپ کے فیض صحبت سے حضرت ابراہیم خواص پر یہ اثر ہوا کہ بغیر سواری اور زاد راہ کے صحراؤں میں سفر کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم خواص سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ علام رویا میں یہ ندا سنی کہ یوسف بن حسین سے کہدو کہ تم راندہ درگاہ ہو چکے ہو لیکن بیداری کے بعد یہ خواب بیان کرتے ہوئے ان سے مجھے ندامت ہوئی لیکن دوسری شب پھر یہی خواب دیکھا اور تیسری شب مجھے تنبیہہ کی گئی کہ اگر تم نے یہ خواب ان سے بیان نہ کیا تو تمہیں زندگی بھر کے لیے سزا میں مبتلا کر دیا جائے گا چنانچہ جب خواب بیان کرنے کی نیت سے آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے حکم دیا کہ کوئی عمدہ سا شعر سناؤ اور جب میں نے ایک شعر سنایا تو آپ اس قدر روئے کہ آنکھوں سے لہو جاری ہو گیا پھر فرمایا کہ شائد اسی لیے مجھے زندیق کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میں مردود بارگاہ ہوں قطعاً" درست ہے حضرت ابراہیم کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر حیرت زدہ رہ گیا اور اسی ادھیڑبن میں جنگل کی طرف نکل گیا اور وہاں جب حضرت خضر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ یوسف بن حسین عشق الٰہی کی شمشیر کے گھائل ہیں اور ان کا مقام اعلیٰ علیین میں ہے اور خدا کی راہ میں ایسا ہی مقام حاصل بھی کرنا چاہیے کہ تنزل کے بعد بھی علیین میں رہیں اور واصل باللہ ہونے کے بعد اگر بادشاہی نہیں تو وزارت تو مل ہی جاتی ہے۔

عہد شباب میں حضرت عبد الواحد زید نہایت ہی شوخ و نڈر تھے اور اکثر والدین سے لڑ جھگڑ کر بھاگ جاتے تھے وہ اتفاق سے ایک دن آپ کی مجلس وعظ میں جا پہنچے اور آپ اپنے وعظ میں یہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس طرح اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے جس طرح کوئی محتاج ہو کر کسی کے سامنے جاتا ہے یہ سنتے ہی عبد الواحد زید پر ایسا اثر ہوا کہ چیخ ماری اور کپڑے پھاڑ کر قبرستان کی جانب چل دیئے اور تین شب و روز عالم بے خودی میں وہیں پڑے رہے لیکن جس دن ان کے اوپر یہ کیفیت طاری ہو رہی تھی اسی دن یوسف بن حسین نے خواب میں یہ ندا سنی کہ تائب ہونے والے نوجوان کو تلاش کرو چنانچہ جس وقت تلاش کرتے ہوئے قبرستان پہنچے تو تین ہی یوم میں حضرت

عبدالواحد نے وہ مدارج طے کیے تھے کہ آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ آپ کو تو تین یوم قبل حکم دیا گیا تھا لیکن آپ آج پہنچے ہیں۔

نیشاپور کے ایک تاجر کسی پر قرض تھا اور وہ شخص کہیں باہر چلا گیا تھا اور اسی دوران میں اس تاجر نے ایک حسین کنیز خریدی تھی لہٰذا قرض وصول کیے جانے سے قبل وہ اس فکر میں سرگرداں تھا کہ کنیز کو کس کے حوالے کرے جائے آخر کار حضرت عثمان خیری سے درخوست کی کہ اگر آپ کی بیوی کنیز کو اپنے پاس رکھ لیں تو میں فلاں جگہ جاکر اپنا قرض وصول کرلاؤں اور جب وہ کنیز کو چھوڑ کر چلا گیا تو ایک دن حضرت عثمان خیری کی اس پر نظر پڑگئی اور شہوانی جذبات بیدار ہو گئے لیکن آپ فوراً اپنے مرشد حضرت ابو حفص حداد کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے حکم کہ حضرت حسین بن یوسف کے پاس فوراً لے چلے جاؤ چنانچہ رے پہنچ کر جب لوگوں سے ان کا پتہ پوچھا کہ وہ کہاں ہیں تو لوگوں نے کہا کہ وہ تو زندیق ہے اور تم بھی اس کے پاس جاکر برباد ہو جاؤ گے جب کہ تم خود صاحب کمال معلوم ہوتے ہو یہ سن کر عثمان حیری پھر نیشاپور واپس آگئے اور اپنے مرشد سے پورا واقعہ بیان کر دیا لیکن انہوں نے پھر یہی حکم دیا کہ تم واپس رے جاکر کسی طرح بھی ان سے ملاقات کرو اور جب وہ دوبارہ رے جاکر ان سے ملے تو دیکھا کہ ایک کمسن لڑکا ان کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور جام و صراحی سامنے رکھے ہوئے ہیں انہوں نے سلام کیا تو حضرت یوسف بن حسین نے جواب دینے کے بعد ایسے مؤثر انداز میں گفتگو کی کہ یہ دنگ رہ گئے پھر عثمان حیری نے ان سے سوال کیا کہ کیا صاحب معرفت ہونے کے باوجود بھی آپ نے ظاہری حالت ایسی کیوں بنا رکھی ہے کہ لوگ آپ سے متنفر ہو گئے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بچہ ہے تو صراحی میں پانی ہے لیکن ظاہری حالت میں نے اس لیے خراب کر رکھی ہے کہ کہیں کوئی غیر شخص مجھ کو دیندار سمجھ کر ترکی کنیز میرے حوالے نہ کردے۔ یہ سن کر عثمان حیری تاڑ گئے کہ خدا کا دوست کبھی مخلوق سے دوستی نہیں رکھ سکتا۔

آپ عشاء کے بعد سے صبح تک حالت قیام میں گذار دیتے تھے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کس قسم کی عبادت ہے تو فرمایا کہ عشاء کے بعد رکوع و سجود کی طاقت باقی نہیں رہتی اس لیے قیام کیے رہتا ہوں۔

اقوال زریں :حضرت جنید بغدادی کو آپ نے تحریر کیا کہ اگر خدا نے تمہیں نفس کی شدت سے آشنا کر دیا تو کوئی مرتبہ بھی حاصل نہ کر سکو گے اور اللہ نے ہر امت میں کچھ امین مقرر کیے ہیں لیکن امت محمدی ﷺ کے امین اولیاء کرام ہیں اور عورتوں اور لڑکوں کی صحبت صوفیاء کے لیے تباہ کن ہوتی ہے اور جو قلبی لگاؤ سے خدا کو یاد کرتا ہے اس کے قلب سے خود بخود ماسوا اللہ کی یاد نکل

جاتی ہے اور صادق وہی ہے جو گوشہ تنہائی میں خدا کو یاد کرتا ہے اور موحد وہ ہے جو خدا کی بارگاہ میں رہ کر اوامر و نواہی کی پابندی کرتا رہے' اور بحر توحید میں غرق ہونے والے کی تشنگی کبھی رفع نہیں ہوتی اور زاہد وہی ہے جو خود کو کھو کر خدا کو تلاش کرتا رہے اور بندے کو بندہ ہی کی طرح رہنا سزاوار ہے اور جو غور و فکر کے بعد خدا کو پہچان لیتا ہے وہ عبادت بھی بہت زیادہ کرتا ہے۔

وفات :انتقال کے وقت آپ نے عرض کیا کہ اے اللہ میں قول سے مخلوق کو اور فعل سے نفس کو نصیحت کرتا رہتا ہوں۔ لہٰذا مخلوق کی نصیحت کے معاوضہ میں میرے نفس کی خیانت کو معاف کر دے۔

وفات کے بعد کسی بزرگ نے آپ کو اعلیٰ مراتب پر فائز دیکھ کر سوال کیا کہ یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا میں نے دنیا میں برائی کو بھلائی کے ساتھ کبھی مخلوط نہیں ہونے دیا۔

باب نمبر 38

حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ کا شمار قطاب عالم میں ہوتا ہے اور آپ کو کسی واسطے کے بغیر کشف و مراتب حاصل ہونے اس کے علاوہ حضرت عثمان حیری جیسے بزرگ آپ کے ارادت مندوں میں داخل ہوئے اور شاہ شجاع کرمانی نے آپ کے ہمراہ بغداد جا کر بہت عظیم المرتبت بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا۔

حالات :عہد شباب میں آپ کو ایک کنیز سے عشق ہو گیا اور اس کو حاصل کرنے کے لیے نیشا پور جا کر آپ نے ایک جادوگر سے ملاقات کی لیکن اس نے یہ شرط لگا دی کہ چالیس یوم عبادت کو ترک کر کے میرے پاس آنا چنانچہ اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے بعد جب اس کے پاس پہنچے تو اس نے طرح طرح کے جادو کرنا شروع کیے مگر ایک بھی کارگر نہ ہو سکا اور جب اس نے کہا کہ اس چالیس یوم میں تم نے ضرور کوئی نیک عمل کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا البتہ اتنا ضرور ہوا کہ راستہ میں پڑے ہوئے پتھر وغیرہ اٹھا کر اس نیت سے پھینک دیتا تھا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے یہ سن کر جادوگر نے کہا کہ کس قدر افسوسناک ہے یہ بات کہ آپ ایسے خدا کی عبادت

سے گریزاں ہیں جس نے معمولی سی نیکی کو وہ قبولیت عطا کی کہ میرے تمام جادو ناکام ہو کر رہ گئے' آپ نے اسی وقت توبہ کر کے خدا کی عبادت شروع کر دی اور آپ کو حدادِ اس لیے کہا جاتا کہ آپ لوہار تھے۔

آپ ایک دینار روزانہ کما کر رات کو فقراء میں تقسیم کر دیتے اور بیوہ عورتوں کے گھروں میں چپکے سے پھینک دیتے تھے تاکہ کسی کو علم نہ ہو سکے اور خود عشاء کے وقت بھیک مانگ کر یا گرا پڑا ساگ پات لا کر پکا لیا کرتے تھے اور برسوں اسی طرح زندگی گزارتے رہے ایک مرتبہ کوئی نابینا آپ کی دوکان کے سامنے سے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے گذرا و بدا لهم من الله ما لم یکونوا یحتسبون یعنی من جانب اللہ ان پر وہ بات ظاہر ہو گئی جس کا کسی کو علم نہ تھا یہ آیت سن کر ایسی بے خودی طاری ہوئی کہ بھٹی میں سے گرم لوہا نکال کر ہاتھ پر رکھ لیا اور شاگردوں کو حکم دیا کہ اس کو ہتھوڑے سے کوٹ دو یہ سن کر شاگرد حیرت زدہ رہ گئے اور جب آپ کو ہوش آیا تو تمام دوکان کا مال لٹا کر گوشہ نشین ہو گئے اور فرمایا کہ میں نے اپنا بھید چھپانا چاہا لیکن خدا کی مرضی معلوم نہیں ہوتی۔

منقول ہے کہ ایک محلّہ میں کوئی محدث حدیث بیان کیا کرتے تھے اور جب اہل محلّہ نے حدیث سننے چلنے کے لیے کہا تو فرمایا کہ تیس برس قبل ایک حدیث سنی تھی اور آج تک اس پر مکمل عمل نہ کر سکا پھر مزید حدیث سن کر کیا کروں گا اور جب لوگوں نے وہ حدیث پوچھی تو آپ نے سنا دی "کہ بہترین مرد مسلمان وہی ہے جو ایسی چیزوں کو چھوڑ دے جن میں کوئی اسلامی مفاد مضمر نہ ہو۔"

ایک مرتبہ چند ساتھیوں کے ہمراہ جنگل میں جا کر ذکر الٰہی سے مستغرق ہو گئے تو وہاں ایک ہرن آکر آپ کی آغوش میں لیٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ رونے لگے اور وہ ہرن بھاگ گیا پھر جب ساتھیوں نے ہرن کے آغوش میں لوٹنے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ مجھے یہ خیال آگیا تھا کہ اگر اس وقت کہیں سے بکری مل جاتی تو میں ساتھیوں کی دعوت کرتا لہٰذا بکری کی بجائے وہ ہرن میری آغوش میں آگیا پھر لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ہرن کی آمد مجھے خدا کی بارگاہ سے دور کرنے کے لیے تھی کیونکہ اگر خدا تعالیٰ فرعون کی بھلائی چاہتا تو خود اس کی خواہش پر دریائے نیل جاری نہ کرتا۔

عالم غضب میں بھی آپ خوش خلقی سے پیش آتے تھے اور جب غصہ ختم ہو جاتا اس وقت دوسری باتیں کرتے تھے حضرت ابو عثمان حیری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کے سامنے منقیٰ کے دانے رکھے ہوئے تھے چنانچہ میں نے اس سے ایک اٹھا کر رکھ لیا۔ لیکن آپ نے میرا رخسار دباتے ہوئے پوچھا' تم نے بلا اجازت منقیٰ کیوں کھایا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی فراغ دلی کا علم ہے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے آپ فقراء میں تقسیم کر دیتے ہیں اس لیے میں

نے منقیٰ کھالیا آپ نے فرمایا کہ جب مجھے خود اپنے دل کا حال معلوم نہیں تو پھر مجھ کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو عثمان حیری کہا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ میں وعظ گوئی کا ارادہ رکھتا ہوں کیونکہ مجھے مخلوق سے اس قدر محبت ہے کہ میں ان کے بدلے میں جہنم میں جانا پسند کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرلو پھر مخلوق کو نصیحت کرنا اور جب تمہارے وعظ میں عظیم اجتماع ہونے لگے تو غرور ہرگز نہ کرنا کیونکہ مخلوق ظاہر کو اور اللہ تعالیٰ باطن کو دیکھتا ہے چنانچہ جس وقت آپ نے بر سر منبر وعظ کہنا شروع کیا تو آپ بھی چھپ کر ایک کونے میں بیٹھ گئے اور وعظ کے اختتام پر جب ایک شخص نے لباس کا سوال کیا تو میں نے اپنا لباس اتار کر دیدیا اس وقت آپ نے سامنے آکر فرمایا کہ اے جھوٹے منبر پر سے اتر جا کیونکہ تو تو مخلوق کی محبت کا دعویدار ہے اور سائل کے سوال پر سب سے پہلے تو نے اپنا لباس اتار کر دیدیا حالانکہ محبت کا تقاضا یہ تھا کہ دوسروں کو سبقت کا موقع دیتا تاکہ وہ تجھ سے زیادہ ثواب حاصل کر سکتے۔

آپ سر بازار ایک یہودی کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئے اور ہوش آنے کے بعد جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے ایک شخص کو عدل کے لباس میں اور خود کو فضل کے لباس میں دیکھ کر یہ خدشہ ہو گیا کہ کہیں اس کا لباس مجھ کو اور میرا لباس اس کو نہ عطا کر دیا جائے جب سفر حج کے دوران بغداد پہنچے تو ایسی فصاحت کے ساتھ عربی زبان میں گفتگو کی اہل زبان بھی دنگ رہ گئے۔ حالانکہ آپ فارس کے باشندے تھے اور عربی زبان سے قطعاً" ناواقف تھے' ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی سے آپ نے فتوت کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ اچھے کام کو نہ تو کسی پر ظاہر کرو اور نہ اپنی جانب اس کو منسوب کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ایک تو فتوت کا مفہوم یہ ہے کہ خود انصاف کرکے دوسرے سے انصاف کے طالب نہ ہو' یہ سن کر حضرت جنید نے اہل مجلس سے فرمایا کہ آج سے اسی پر عمل کرو' آپ نے فرمایا کہ تم خود بھی اس پر عمل کرو حضرت جنید نے فرمایا کہ واقعی شجاعت اسی کا نام ہے۔

کوئی رعب کی وجہ سے بات نہیں کر سکتا اور اس وقت مؤدبانہ ہاتھ باندھے کھڑے رہتے جب تک آپ بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے۔ ایک مرتبہ حضرت جنید نے کہا کہ آپ تو مریدین کو آداب شاہی سے روشناس کراتے ہیں آپ نے جواب دیا تاکہ سرنامہ دیکھ کر ہی خط کا مضمون ظاہر ہو جائے پھر آپ نے حضرت جنید سے کہا کہ زیربا اور حلوہ تیار کرواؤ (زیربا ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے)۔ چنانچہ جب دونوں اشیاء تیار ہو گئیں تو حکم دیا کہ ایک مزدور کو سر پر رکھ کر ہدایت کردو کہ جب تک تھک

نہ جائے چلتا رہے اور جب آگے چلنے کی ہمت نہ رہے تو قریبی مکان کے دروازے پر آواز دے کر وہاں یہ دونوں چیزیں دے آئے' چنانچہ آپ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ایک مرید کو مزدور کے ہمراہ کر دیا اور جب مزدور قطعی تھک گیا تو ایک دروازے پر دستک دی اندر سے آواز آئی کہ اگر زیربا اور حلوہ دونوں چیزیں ہوں تو میں باہر آؤں۔ اور پھر اندر سے ایک ضعیف سے آدمی باہر آئے اور دونوں چیزیں لے لیں اور جو مرید مزدور کے ہمراہ تھے اس نے حیرت زدہ ہو کر ان بزرگ سے واقعہ کی نوعیت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ کافی دنوں سے میرے بچے ان دونوں کھانوں کی فرمائش کر رہے تھے لیکن میں نے اللہ تعالیٰ سے اس لیے طلب نہیں کیا کہ وہ خود ہی بھیج دے گا۔

آپ کا ایک ارادت مند بہت ہی مؤدب اور تہذیب تھا اور جب حضرت جنید نے پوچھا کہ یہ کتنے عرصہ سے آپ کے پاس ہے تو فرمایا کہ دس سال سے اور میرے پاس رہ کر اس نے اپنے ذاتی ستر ہزار دینار اور ستر ہزار دینار قرض لے کر خرچ کیے ہیں جن کی ابھی تک ادائیگی نہیں ہو سکی' لیکن اس میں اتنی جرات نہیں ہے کہ میری رائے معلوم کر سکے۔

بغداد سے سفر کرنے کے دوران جب آپ کو ایک جنگل میں پانی کہیں دستیاب نہ ہو سکا تو آپ ایک شہر کے کنارے خاموش بیٹھ گئے دریں اثنا ابو تراب بخشی نے وہاں پہنچ کر پریشانی کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ آج سولہ یوم کے بعد پانی میسر آیا ہے اور اس علم و یقین میں مناظرہ ہو رہا ہے اگر علم کو غلبہ حاصل ہو گیا تو پانی پی لوں گا اور اگر یقین غالب آگیا تو پانی پئے بغیر آگے روانہ ہو جاؤں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مراتب تو آپ ہی جیسے لوگوں کے ہو سکتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں فقراء کو زبوں حالی میں دیکھ کر آپ کو ان کی اعانت کا خیال آیا لیکن پاس ایک کوڑی نہیں تھی چنانچہ آپ نے ایک پتھر اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اگر آج تو نے مجھے کچھ عنایت نہ کیا تو کعبہ کی تمام قندیلیں اس پتھر سے توڑ دوں گا اسی وقت کسی نے روپوں سے بھری ہوئی تھیلی پیش کی اور تمام رقم آپ نے فقراء میں تقسیم کر دی اور فراغت حج کے بعد جب بغداد پہنچے تو حضرت جنید بغدادی نے سوال کیا کہ ہمارے لیے تحفہ لائے ہو؟ فرمایا کہ یہ تحفہ لایا ہوں کہ اگر کوئی شخص تمہارا قصور وار ہو تو اس کو اپنا ہی قصور تصور کرو اور اگر نفس اس پر مطمئن نہ ہو تو اس کو متنبہ کر دو کہ اگر تو اپنے بھائی کا قصور معاف نہ کرے تو میں تجھے چھوڑ دوں گا۔ اور بالجبر نفس سے اس کے قصور کو معاف کرواؤ انہوں نے فرمایا کہ یہ مراتب تو خدا نے آپ ہی کو عطا کیے ہیں۔

حضرت شبلی کے یہاں آپ چار ماہ مہمان رہے اور ہر یوم مختلف طریقوں سے آپ کی ضیافت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ لیکن رخصت ہوتے وقت آپ نے ان سے کہا کہ جب کبھی آپ نیشاپور

آئیں گے اس وقت میں آپ کو آداب میزبانی سے آگاہ کرونگا کیونکہ مہمان کے لئے **تکلف** بہتر نہیں بلکہ ایسا سلوک کیا جانا چاہئے کہ مہمان کی آمد سے غم اور جانے سے مسرت نہ ہو' چنانچہ جس وقت حضرت شبلی نیشاپور پہنچے تو انتالیس افراد آپ کے ساتھ تھے۔ اس دن حضرت ابو حفص حداد نے اپنے یہاں چالیس اکتالیس شمعیں جلائیں اور جب حضرت شبلی نے کہا کہ **تکلف** بے جا کیوں کر رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ اگر تمہارے نزدیک یہ تکلفات میں داخل ہے تو تمام شمعوں کو بجھا دو' چنانچہ سعی بسیار کے باوجود ایک کے علاوہ کوئی شمع بھی نہ بجھ سکی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ چونکہ مہمان خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے خدا کی رضا کے لئے ہر مہمان کے نام پر ایک شمع روشن کی اور ایک شمع اپنے نام پر جلالی چنانچہ میرے نام کی شمع تو اس لئے بجھ گئی کہ وہ خدا کی رضا کے لئے نہیں تھی۔ باقی چالیس شمعیں جو اس نام پر روشن کی گئی تھیں وہ نہیں بجھ سکیں اور بغداد میں جو کچھ تکلفات تم نے کئے وہ صرف میرے لئے تھے۔ اس لیے اس کو **تکلف** کا نام دیا جائے گا اور میں نے جو کچھ کیا وہ صرف رضائے الٰہی کے لیے کیا اس لیے اس کو **تکلف** نہیں کیا جا سکتا۔

ارشادات :حضرت ابو علی ثقفی سے روایت ہے کہ آپ کا یہ قول تھا۔ کہ اتباع سنت اور خود کو برا تصور نہ کرنے والا مرد نہیں ہوتا۔ کسی نے سوال کیا کہ ولی کا خاموش رہنا بہتر ہے۔ یا گفتگو کرنا؟ فرمایا کہ گفتگو کرنا باعث تباہی اور خموشی کے لئے عمر نوح درکار ہے۔ فرمایا کہ درویش وہ ہے جو کثرت عبادت کے باوجود بھی عجز کا اظہار کرتا رہے' فرمایا کہ بہترین ہیں۔ وہ لوگ جو لوگوں پر نوازش کرتے رہیں اور خود خدا کے کرم کے طلب گار رہیں اور اتباع سنت کے بعد حلال رزق کی جستجو کریں فرمایا کہ وہ ایک لمحہ بہت بہتر ہے جو خدا تک پہنچا دے فرمایا کہ وہ شخص اندھا ہے۔ جو صنعت کو دیکھ کر مصنوع کو پہچانتا ہے اور مصنوع سے صنعت کو نہیں پہچانتا۔ فرمایا کہ خدا کا در پکڑنے والوں پر تمام در کھل جاتے ہیں اور سردار انبیاء حضور اکرم کی اتباع سے تمام سردار فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔

عادت :حضرت ممشی بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمیں نے ۲۲ سال آپ کے ہمراہ رہ کر یہ اندازہ کیا۔ کہ آپ کبھی غفلت و مسرت کیساتھ خدا کو یاد نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت احترام و عظمت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اور خوف الٰہی سے ایسے بدل جاتے تھے جیسے نزع کی کیفیت طاری ہو گئی ہو۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ خدا کی جانب کیوں متوجہ ہوتے ہیں فرمایا جس لئے محتاج دولت مند کی جانب رجوع کرتا ہے۔ عبداللہ سلمی نے لوگوں سے یہ ہدایت کی تھی۔ کہ میرا سر ابو حفص حداد کے قدموں میں رکھ دینا۔

باب نمبر 39

حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ فقیہ و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ باکمال اصحاب طریقت میں سے ہوئے ہیں اور تصوف میں بہت اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت ابو تراب بخشی تھے۔ اور خود حضرت سفیان ثوری اور حضرت عبد اللہ بن مبارک جیسے بزرگوں کے مرشد تھے۔ اور آپ کے معتقدین کو قصاری کہا جاتا ہے آپ کے تقوی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ رات کیوقت کسی دوست کی نزعی حالت میں اس کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ اور اس کی موت کے بعد اب یہ اس کے ورثا کی ملکیت ہے۔ اس لیے ان کی مرضی کے بغیر جلانا درست نہیں۔

حالات :نیشاپور میں آپ کی ایک نوجوان صالح سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے سوال کیا کہ شجاعت و جوانمردی کا کیا تقاضا ہے اس نے عرض کیا کہ میری شجاعت کا تقاضا تو یہ ہے کہ صوفیا کا لباس پہن کر ان کے مسلک پر گامزن ہو جاؤں اور آپ کی شجاعت یہ ہے کہ صوفیا کا لبادہ اتار پھینکیں اور اس طرح ذکر الہی سے اپنے مراتب میں اضافہ کریں کہ دنیا آپ کے اوپر فریفتہ نہ ہو۔

ارشادات :شہرت نامہ کے بعد جب عوام نے آپ سے وعظ گوئی کی فرمائش کی تو فرمایا کہ میرا وعظ مخلوق کے لیے اس وجہ سے مفید نہیں ہو سکتا کہ میں دنیا سے محبت رکھتا ہوں اور وعظ گوئی کا حق صرف اسی کو ہے۔ جس کے وعظ میں اتنا اثر ہو کہ ہدایت پا سکیں اور وعظ اسی کو کہا جا سکتا ہے۔ جس کے بیان میں تسلسل ہو اور امداد غیبی اس کے شامل حال رہے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ گذشتہ اسلاف کا اندازہ بیان موثر کیوں ہوتا تھا؟ فرمایا کہ وہ اسلام کی برتری اور نفس سے نجات پانے کی بات کہا کرتے تھے فرمایا کہ مخلوق کی چاہت سے خالق کی چاہت بہت بہتر ہے۔ اور چھپانے والی بات کو کسی پر ظاہر نہ کرو۔ اور ہمیشہ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھو جاہل کی صحبت سے کنارہ کش رہ کر عالم کی صحبت اختیار کرو۔ فرمایا کہ زیادتی کی طلب باعث کلفت ہوا کرتی ہے اور نفس کو اچھا سمجھنا اس لئے تکبر پیدا کر دیتا ہے۔ کہ اتباع نفس بندے کو اندھا کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ خود کو سب سے بدتر تصور کرتے ہوئے کبھی کسی بدمست کی جانب اس خوف سے نظر نہ ڈالو کہ کہیں تم خود بھی بدمستی کا شکار

نہ ہو جاؤ اور ہمیشہ بیم و رجا کو اپنا مسلک بنائیے رکھو۔ فرمایا کہ تواضع سے فقر حاصل ہوتا ہے اور تواضع کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو اپنے سے زیادہ ذلیل تصور نہ کرے فرمایا کہ زیادہ کھانا امراض کی جڑ اور دین کے لیے آفت ہے فرمایا کہ خود کو اس لیے کمتر۔ تصور کرو کہ دنیا تمہاری عزت کرے۔

اقوال زریں: حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ آپ کی میرے لیے یہ نصیحت تھی کہ کبھی دنیا کے واسطے کسی پر غضبناک مت ہونا۔ کسی نے سوال کیا کہ بندے کی کیا تعریف ہے فرمایا کہ جو خدا اور اس کی عبادت کو محبوب تصور کرے اور زہد کا مفہوم یہ ہے کہ عطا کردہ شے پر قانع رہ کر کبھی زیادہ کا طلب گار نہ ہو۔ اور توکل کی تعریف یہ ہے کہ مقروض ہونے کی صورت میں بجائے بندے کے خدا سے اس کی ادائیگی کی امید رکھو اور اپنے امور خدا کی سپرد کرنے سے قبل ضروری ہے کہ حیلہ و تدبیر بھی اختیار کی جائے فرمایا کہ تین چیزیں ابلیس کے لئے وجہ انبساط ہیں۔ اول کسی دیندار کا قتل، دوم کسی شخص کا حالت کفر پر مرنا، سوم درویشی سے فرار۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ حالت مرض میں جب میں نے آپ سے عرض کیا کہ اپنے بچوں کو کوئی نصیحت فرمادیجئے تو فرمایا کہ میں ان کی امارت سے زیادہ ان کی درویشی کے ضیاع سے خائف ہوں۔

آپ نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے دم مرگ یہ وصیت فرمائی کہ مرنے کے بعد مجھ کو عورتوں میں دفن کرنا اور یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

باب نمبر ⟵ 40

حضرت منصور عمار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ عراق کے باشندے تھے اور اپنے دور کے عدیم المثال صاحب کشف بزرگ اور بے نظیر واعظ ہوئے ہیں۔ صوفیائے کرام نے آپ کے اوصاف بیان کئے ہیں۔

حالات: آپ کے عظیم المرتبت ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ راستہ میں کاغذ کا ایک پرزہ جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر تھا پڑا ہوا ملا اور آپ نے عظمت کے تصور سے اس کی گولی بنا کر نگل لی اور اسی رات خواب دیکھا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے تیرے لیے

حکمت و دانائی کی راہیں آج سے اس لئے کشادہ کردیں کہ تو نے ہمارے نام کی تعظیم کی چنانچہ اس کے بعد آپ عرصہ دراز تک وعظ و تبلیغ میں مشغول رہے۔

کسی دولت مند نے اپنے غلام کو بازار سے کچھ خریدنے کے لئے بھیجا تو وہ غلام راستے میں آپ کا وعظ سننے لگا وہیں ایک نادار درویش بھی کھڑا تھا۔ جس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس کو چار درہم دے کر مجھ سے چار دعائیں لے یہ سن کر اس غلام نے جو چار درہم کا سامان خریدنے آیا تھا۔ اس درویش کو چاروں درہم عطا کردیئے اور جب آپنے غلام سے پوچھا کہ اپنے حق میں کیا دعائیں چاہتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اول میں آزاد ہو جاؤں دوم اللہ تعالیٰ میرے مالک کو توبہ کی توفیق دے سوم ان چار درہم کے معاوضہ میں مجھے چار درہم مزید مل جائیں چہارم اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تمام حاضرین مجلس پر رحمتوں کا نزول فرمائے چنانچہ آپ نے اسی کے مطابق دعائیں فرما دیں۔ اور وہ غلام جب اپنے آقا کے پاس پہنچا۔ تو اس نے خفگی کے ساتھ تاخیر کا سبب دریافت کیا اور جب غلام نے پورا واقعہ بیان کردیا تو ان کو آزاد کر کے مزید چار سو درہم آقا نے اس کو اور عطا کئے اور خود تائب ہو گیا۔ اور اس شب خواب میں دیکھا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تیری بد خصلتی کے باوجود تجھ پر اور تیرے غلام پر نیز منصور عمار اور اہل مجلس پر رحمتوں کا نزول کردیا۔

دوران وعظ کسی نے ایک کاغذ پر اس مفہوم کا شعر لکھ کر آپ کو پیش کیا کہ جو خود اہل تقویٰ میں سے نہ ہوا اور وہ دوسروں کو تقویٰ کی ہدایت کرے اس کی مثال اس طبیب جیسی ہے جو خود مریض ہو کر دوسروں کا علاج کرتا ہو۔

ایک شب آپ گھوم پھر رہے تھے۔ کہ کسی مکان سے اس قسم کی مناجات کی آواز آئی کہ اے اللہ میں نے نافرمان بن کر گناہ نہیں کیا۔ بلکہ ابلیس اور نفس کے فریب میں آکر گناہ کیا اللہ اپنی رحمت سے مجھے معاف فرمادے۔ یہ سن کر آپ نے اضطراری کیفیت میں یہ آیت تلاوت کی کہ اے ایمان والوں خود کو اور اپنے اہل و نفس کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا اندھن آدمی اور پتھر ہیں پھر جب صبح کے وقت اپ اس مکان کے قریب سے گذر رہے تھے۔ تو اندر سے رونے کی آواز آئی۔ اور آپ نے جب وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ رات کو کسی شخص نے دروازے پر ایک آیت تلاوت کی جس کو سن کر ایک لڑکا خوف الٰہی سے جان بحق ہو گیا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس کا قاتل میں ہی ہوں۔

ارشادات :خلیفہ ہارون رشید نے آپ سے پوچھا کہ مخلوق میں سب سے زیادہ عالم کون ہے۔ اور سب سے زیادہ جاہل کون ہے۔ فرمایا کہ سب سے زیادہ عالم تو وہ ہے جو فرمانبردار ہو۔ اور

خوف رکھنے والا ہو اور سب سے زیادہ جاہل وہ ہے جو نڈر اور گناہگار۔ فرمایا کہ عارفین کا قلب ذکر الٰہی کا مرکز ہوتا ہے اور دنیا والوں کا حرص و طمع کا مخزن پھر عارف کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو خود بخود مجاہدات و ریاضت کی جانب راغب ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ صرف رضائے الٰہی کے لئے واصل الی اللہ ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حکمت قلب عارفین میں لسان تصدیق سے قلب زہاد میں لسان تفصیل سے قلب مریدین میں لسان تفکر سے اور قلب علماء میں لسان ذکر سے بات کرتی ہے۔ اور افضل ترین ہے وہ بندہ جس کا پیشہ عبادت جس کی خواہش و تمنا درویشی و گوشہ نشینی جس کے سامنے آخرت و موت ہو اور توبہ کا ہمہ وقت اس کو تصور رہے۔ فرمایا کہ قلب انسانی مجسم نور ہوتا ہے۔ اور جب اس میں دنیا آباد ہو جاتی ہے۔ تو نور سلب ہو جاتا ہے۔ اور تاریکیاں مسلط ہو جاتی ہیں۔ فرمایا کہ اطاعت نفس انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ اور مصیبتوں پر صابر نہ رہنے والے آخرت کی مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ تارک الدنیا کو کسی قسم کا غم باقی نہیں رہتا اور سکوت اختیار کرنے والا معذرت خواہی سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جس مصیبت سے بچ سکتا ہو اور نہ بچے وہ بہت بڑا معصیت کار ہے۔

وفات: انتقال کے بعد جب ابوالحسن شعرانے خواب میں آپ سے پوچھا کہ خدا تعالٰی نے کیسا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ بخشش کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جس نوعیت سے اہل دنیا کے سامنے تو ہماری حمد و ثنا کرتا تھا۔ اسی طرح اب ملائکہ کے سامنے بھی حمد و ثنا کر۔

باب نمبر ⟵ 41

حضرت احمد بن انطاکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ کا شمار متقدین مشائخ میں سے ہوتا ہے۔ اور بہت زیادہ معمر ہونے کی وجہ سے اکثر و بیشتر تبع و تابعین سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ بہت سے بزرگان دین کا دور بھی دیکھا آپ کی دانائی اور قیافہ شناسی کا یہ عالم تھا۔ کہ حضرت سلیمان دارائی جیسے عظیم المرتبت بزرگ آپ کو جاسوس القلب کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے اقوال و ارشادات بھی لاتعداد ہیں۔

ارشادات : کسی نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ کو خدا کا اشتیاق ہے؟ فرمایا کہ اشتیاق تو غائب کا ہوا کرتا ہے اور خدا تو ہر لمحہ حاضر ہے۔ پھر فرمایا کہ معرفت کے تین مدارج ہیں اول وحدانیت کو ثابت کرنا دوم خدا کے علاوہ ہر شے کو چھوڑ دینا یہ تصور قائم رکھنا کہ کسی سے بھی خدا کی عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس کو باری تعالیٰ نور معرفت عطا نہیں کرتا وہ نور ہی سے محروم رہتا ہے۔ فرمایا کہ خدا کی محبت کی یہ علامت ہے کہ انسان عبادت کو کم کرے۔ لیکن غور و فکر زیادہ اور گوشہ نشین ہو کر سکونت اختیار کرلے مسرت سے خوش نہ ہوا اور غم سے دل برداشتہ نہ ہو فرمایا کہ جب حضرت یونس کو یہ خیال ہو گیا کہ خدا تعالیٰ میرے اوپر غضبناک نہ ہو گا۔ تو کیسی مصیبت میں گرفتار کیا گیا فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت عقیدت مندی سے اختیار کرو۔ فرمایا کہ زہد کی چار قسمیں ہیں اول توکل علی اللہ دوم مخلوق سے بیزاری سوم اخلاص کا اظہار کرنا چہارم خدا کی راہ میں مصائب برداشت کرنا پھر فرمایا کہ مقدور معرفت کے مطابق ہی بندہ خوف و حیا کرتا ہے۔ فرمایا کہ قلب کی پاکیزگی سکوت ہے۔

فرمایا کہ دانش مند وہ ہے جو نعمتوں پر شکر ادا کرے۔ فرمایا کہ یقین خدا کا ایسا عطا کردہ نور ہے جس سے بندہ اس طرح امور آخرت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کہ درمیان سے تمام حجابات رفع ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خدا کو حاضر و ناظر تصور کر کے عبادت کرو۔ فرمایا کہ صفائی قلب کے لئے یہ پانچ چیزیں ضروری ہیں اول اہل خیر کی صحبت دوم تلاوت قرآن' سوم فاقہ کشی چہارم رات کی نماز پنجم سحر کے وقت گریہ و زاری فرمایا کہ عدل استقامت کا نام ہے۔ لیکن ایک عدل وہ ہے جو مخلوق کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ دوسرا وہ عدل جو خدا کے ساتھ کیا جائے یعنی اس کے احکامات کو استقامت کے ساتھ ادا کرنا۔ مترجم' فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں حالانکہ ہم مال و اولاد سے زیادہ خود فتنہ ہیں۔"

کرامت : مریدین کے لیے آپ کا طریقہ تعلیم یہ تھا۔ کہ ایک شب اچانک آپ کے انتیس مریدین آگئے۔ آپ نے دستر خوان بچھوا کر روٹی کی قلت کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سب کے سامنے رکھ کر چراغ اٹھالیا اور کچھ دیر کے بعد آپ چراغ لائے تو تمام ٹکڑے اسی طرح ہر شخص کے سامنے موجود تھے۔ اور کسی نے بھی بغرض ایثار ایک ٹکڑا بھی نہیں کھایا۔

باب نمبر 42

حضرت عبداللہ بن خبیق رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ کا وطن اصلی کوفہ تھا۔ لیکن انطاکیہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور اپنے دور کے انتہائی متقی و مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور آپ کے اقوال و ارشادات کثرت سے ہیں۔

ارشادات :شیخ فتح موصلی سے روایت ہے کہ جس وقت میں نے آپ سے شرف نیاز کیا تو آپ نے فرمایا کہ انسان کو چار نعمتیں عطا کی گئی ہیں۔ اول آنکھ دوم زبان' سوم قلب چہارم ہوا' آنکھ کا اظہار شکر تو یہ ہے کہ جس شے کے دیکھنے کو خدا نے منع کیا ہے اس پر کبھی نظر نہ ڈالے اور زبان کا اظہار شکر یہ ہے کہ کبھی کوئی چیز طلب نہ کرے اور جو شخص ان چیزوں کو ملحوظ نہیں رکھتا بدنصیبی کا شکار ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ قلب کی تخلیق صرف عبادت کے لیے ہوتی ہے فرمایا کہ خوفزدہ رہنے والا خواہشات نفس کی تکمیل نہیں کرتا۔ فرمایا کہ دنیا میں حرص و ہوس کو چھوڑ کر دل شکستہ رہنا آخرت کے لیے افضل ہے۔ فرمایا کہ جو شے آخرت کے لیے سود مند نہ ہو اس کا حصول عبث ہے اور منفعت بخش آرزو وہ ہے جس سے مشکل حل ہو جائے۔ فرمایا کہ افراد کو امید رہتی ہے۔ جو برائی سے تائب ہوتے ہیں یا جو توبہ بھی کرتے ہیں اور برائی بھی کرتے ہیں لیکن یہ خوف رہتا ہے کہ نامعلوم مغفرت ہو سکے گی۔ یا نہیں۔ لیکن وہ رجا جھوٹی ہے۔ جس میں مسلسل گناہ کے ساتھ مغفرت کی طلب بھی ہو اور بدی کرنے والوں کو خوف زیادہ اور رجا کم ہوتی ہے۔ فرمایا کہ صدق تمام احوال سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اور صادق وہ ہے جو ہر شے کی ماہیت سے واقف ہو جائے فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش یہ ہے کہ تم سے زیادہ کسی کو افضیلت حاصل نہ ہو تو ہر شے کو چھوڑ کر خدا کو پکڑ لو تا کہ سب تمہارے محتاج نظر آئیں۔

باب نمبر 43

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ حضرت سقطی کے بھانجے اور مرید ہیں اور حضرت محاسبی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے آپ بحر شریعت و طریقت کے شناور، انوار الٰہی کا مخزن و منبع اور مکمل علوم پر دسترس رکھتے تھے اسی وجہ سے اہل زمانہ نے آپ کو شیخ الشیوخ زاہد کامل اور علم و عمل کا سرچشمہ تسلیم کر لیا تھا۔ اور آپ کو سید الطائفہ، لسان القوم، طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے خطابات سے نوازا تھا۔ اور اکثر صوفیائے کرام نے آپ کا راستہ اختیار کیا۔ لیکن ان تمام اوصاف کے باوجود بغض و عناد رکھنے والوں نے آپ کو زندیق و کافر تک بھی کہہ ڈالا۔

حالات : کسی شخص نے حضرت سری سقطی سے سوال کیا کہ کیا کبھی مرید کا درجہ مرشد سے بھی بلند ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ بیشک جس طرح جنید میرا مرید ہے لیکن مراتب میں مجھ سے زیادہ ہے۔

حضرت سہیل تستری سے روایت ہے کہ گو حضرت جنید کا مرتبہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ لیکن آپ صرف حضرت آدم کی طرح عبادت تو کرتے تھے۔ مگر راہ طریقت کی مشقت برداشت نہ کر سکتے تھے۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں حضرت سہل کا یہ قول ایک ایسا راز ہے جو ہماری فہم سے بالاتر ہے اور ادب کا یہ تقاضا ہے۔ کہ ہم دونوں بزرگوں میں سے کسی کی شان میں گستاخی کے مرتکب نہ ہوں۔

بچپن ہی سے آپ کو بلند مدارج حاصل ہوتے رہے ایک مرتبہ مکتب سے واپسی پر دیکھا کہ آپ کے والد بر سر راہ رو رہے ہیں آپ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے ماموں کو مال زکوٰۃ میں سے کچھ درہم بھیجے تھے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور آج مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنی زندگی ایسے مال کے حصول میں صرف کر دی جس کو خدا کے دوست بھی پسند نہیں کرتے، چنانچہ حضرت جنیدؒ نے اپنے والد سے وہ درہم لے کر اپنے ماموں کے یہاں پہنچ کر آواز دی اور جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے تو آپ نے عرض کیا کہ جنید آپ کے لیے زکوٰۃ کی رقم لے کر آیا ہے۔ لیکن انہوں نے پھر انکار کر دیا۔ جس پر حضرت جنید نے کہا

کہ قسم ہے۔ اس ذات کی جس نے آپ کے اوپر فضل اور میرے والد کے ساتھ عدل کیا۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ کہ یہ رقم لیں نہ لیں کیونکہ میرے والد کے لیے جو حکم تھا کہ حق دار کو زکوۃ پیش کرو۔ انہوں نے پورا کر دیا۔ یہ بات سن کر حضرت سری نے دروازہ کھول کر فرمایا کہ رقم سے پہلے میں تجھے قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ اسی دن سے آپ ان کی خدمت میں رہنے لگے اور سات سال کی عمر میں انہیں کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے وہاں چار صوفیائے کرام میں شکر کے مسئلہ پر بحث چھڑی ہوئی تھی۔ اور جب سب شکر کی تعریف بیان کر چکے تو آپ کے ماموں نے آپ کو شکر کی تعریف بیان کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے کچھ دیر سر جھکائے رکھنے کے بعد فرمایا کہ شکر کی تعریف یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نعمت عطا کرے تو اس نعمت کی وجہ سے منعم کی نافرمانی کبھی نہ کرے یہ سن کر سب لوگوں نے کہا کہ واقعی شکر اس کا نام ہے پھر آپ نے بغداد واپس آکر آئینہ سازی کی دوکان قائم کر لی اور ایک پردہ ڈال کر چار سو رکعت نماز یومیہ اسی دوکان میں ادا کرتے رہے اور کچھ عرصہ کے بعد دوکان کو خیرباد کہہ کر حضرت سری سقطی کے مکان کے ایک حجرے میں گوشہ نشین ہو گئے اور تیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

چالیس سال کے بعد یہ خیال ہو گیا کہ اب میں معراج کمال تک پہنچ گیا ہوں۔ چنانچہ غیب سے ندا آئی کہ اے جنید اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ تیرے گلے میں زنار ڈال دی جائے۔ آپ نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا ہے؟ جواب ملا کہ تیرا وجود ابھی تک باقی ہے۔ یہ سن کر آپ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا کہ جو بندہ وصال کا اہل ثابت نہ ہو سکا اس کی تمام نیکیاں داخل معصیت ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ کو فتنہ پردازوں نے سخت سست بھی کہا۔ اور خلیفہ سے بھی آپ کی شکائتیں کیں۔ لیکن خلیفہ نے کہا کہ جب تک ان کے خلاف یہ جرم ثابت نہ ہو جائے۔ کہ انکی وجہ سے لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوتے ہیں۔ سزا دینا قرین قیاس نہیں پھر ایک مرتبہ خلیفہ نے بغرض امتحان ایک حسین و جمیل کنیز کو لباس و زیورات سے مرصع کر کے یہ ہدایت کر دی کہ ان کے سامنے پہنچ کر نقاب الٹ کر یہ کہنا کہ میں ایک امیرزادی ہوں۔ اگر آپ میرے ساتھ ہم بستر ہو جائیں تو میں آپ کو دولت نواز دوں گی۔ اور واقعہ کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے اس کنیز کے ہمراہ ایک غلام کو بھی بھیج دیا اور جب اس کنیز نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق آپ کے سامنے اظہار مدعا کیا تو آپ نے سر جھکا کر ایک ایسی سرد آہ کھینچی کہ اس کنیز نے وہیں دم توڑ دیا اور جب غلام نے واپس آکر خلیفہ سے واقعہ کی نوعیت بیان کی تو خلیفہ کو بہت صدمہ ہوا۔ کیونکہ وہ خود اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ اور اس نے کہا کہ جو فعل میں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ وہ نہ کرنا چاہیے تھا۔ جس

کی وجہ سے مجھے یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔ پھر آپ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ یہ بات آپ نے کیسے گوارا کی کہ ایسی محبوب ہستی کو دنیا سے رخصت کردیا۔ آپ نے جواب دیا کہ امیرالمومنین کی حیثیت سے تمہارا فرض تو مومنین کے ساتھ مہربانی کرنا ہے۔ لیکن مہربانی کے بجائے تم نے میری چالیس سالہ عبادت کو ملیامیٹ کرنا کیسے گوارا کرلیا۔

منقول ہے کہ جب آپ کے مراتب میں اضافہ ہوتا گیا تو آپ نے وعظ و تبلیغ کو اپنا شیوہ بنالیا اور ایک مجمع میں فرمایا کہ وعظ گوئی میں نے اپنے اختیار سے شروع نہیں کی۔ بلکہ تمیں ابدالین کے اصرار بے حد پر یہ سلسلہ شروع کیا اور میں نے تقریباً دو سو بزرگوں کے جوتے سیدھے کئے ہیں۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تمام مدارج صرف فاقہ کشی ترک دنیا اور شب بیداری سے حاصل ہوئے۔ فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو خدا اور رسول کی اس طرح اطاعت کرے کہ ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے میں حدیث فرمایا کہ میرے مرشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متبعین میں سے تھے۔ اور جب ان کی صفات کا تذکرہ کرتے تو لوگوں میں سماعت کی سکت باقی نہ رہتی' فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی معرفت عطا کی اور وہ خدا ایسا یکتا ہے کہ نہ کوئی اس کے مشابہ ہو سکتا ہے۔ نہ اس کا تعلق کسی جنس سے ہے اور نہ اس کو مخلوقات پر قیاس کیا جاسکتا ہے وہ دور رہتے ہوئے بھی نزدیک ہے اور نزدیک ہوتے ہوئے بھی دور' اور وہ ایسا برتر ہے کہ اس سے بلند شے کوئی نہیں اور وہ کسی شے پر قائم نہیں اس کی ذات ایسی ہے کہ کسی میں اس جیسے اوصاف نہیں ہیں اور اس کے کلام کی تشریح یا تاویل کرتا ہے وہ ملحد ہے اور سب سے زیادہ نیم وہ ہے جو اس کی ذات کو سمجھ لے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دس ہزار سچے مریدین کے ہمراہ مجھ کو بحر معرفت میں غرق کیا اور دوبارہ ابھار کر فلک ارادت کا مہر درخشاں بنایا اور اگر مجھے ایک ہزار سال کی عمر بھی عطا کردی جائے جب بھی اس کی عبادت میں لمحہ بھر کے لیے ذرہ برابر بھی کمی نہ کروں گا ارشاد فرمایا کہ مخلوق کی معصیت کاری میرے لیے یوں وجہ اذیت ہے کہ میں مخلوق کو اپنا عصا تصور کرتا ہوں کیونکہ مومنین ذات واحد کی طرح ہیں اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی اذیت مجھے ہوئی اتنی کسی نبی کو نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ میں عرصہ دراز تک ان معصیت کاروں کی حالت پر نوحہ خواں رہا لیکن اب مجھے نہ اپنی خبر ہے نہ ارض سما کی' فرمایا کہ دس سال تک قلب نے میرا تحفظ کیا اور دس سال تک میں نے اس کی حفاظت کی لیکن اب یہ کیفیت ہے کہ نہ مجھے دل کا حال معلوم ہے نہ دل کو میرا' فرمایا کہ مخلوق اس بات سے بے خبر ہے کہ بیس سال سے اللہ تعالیٰ میری زبان سے کلام کرتا ہے اور میرا وجود درمیان سے ختم ہو چکا ہے' فرمایا کہ بیس سال سے صرف ظاہری تصوف بیان

کرتا ہوں کیونکہ اس کے نکات بیان کرنے کی مجھے اجازت نہیں، فرمایا کہ اگر محشر میں خدا تعالیٰ مجھے دیدار کا حکم دیگا تو میں عرض کروں گا چونکہ آنکھ غیر ہے اور میں غیر کے ذریعہ دوست کا مشاہدہ نہیں کرنا چاہتا، فرمایا کہ جب میں اس حقیقت سے آگاہ ہوا کہ "کلام وہ ہے جو قلب سے ہو" تو میں نے تیس سال کی نمازوں کا اعادہ کیا اس کے بعد تیس سال تک یہ التزام کیا کہ جس وقت بھی نماز کے اندر دنیا کا خیال آجاتا تو دوبارہ نماز ادا کرتا۔ اور اگر آخرت کا تصور آجاتا تو سجدہ سہو کرتا، فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ارادت مندوں سے کہا کہ اگر فرض نماز کے سوا نوافل بھی تمہیں نصیحت کرنے سے بہتر ہیں تو میں ہرگز تمہیں نصیحت نہ کرتا۔

آپ صائم الدہر تھے لیکن مہمان کی آمد پر روزہ نہ رکھتے اور فرماتے کہ مسلمان بھائیوں کی موافقت بھی روزہ سے کم نہیں آپ کے اور حضرت ابوبکر کسائی کے مابین تصوف کے ایک ہزار مسائل پر مراسلت ہوئی اور ابوبکر کسائی کے انتقال کی وقت یہ وصیت فرمائی کہ ان مسائل کو میرے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے لیکن آپ نے فرمایا کہ دوسروں کے ہاتھوں میں پہنچنے سے بہتر یہی ہے کہ یہ مسائل ہم دونوں کے قلوب ہی میں رہ جائیں۔

بلندی مراتب کے بعد سری سقطی نے آپ کو وعظ گوئی کا مشورہ دیا تو آپ نے عرض کیا کہ آپ کی حیات میں وعظ گوئی مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی، لیکن اسی شب حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ بھی وعظ گوئی کا حکم دے رہے ہیں اور جس وقت حضرت سری سے خواب بیان کرنے کا قصد کیا تو آپ نے خواب سننے سے قبل ہی فرمایا کہ کیا اب بھی تمہارا خیال یہ ہے کہ دوسرے لوگ تم سے وعظ گوئی کے لیے کہیں آخر حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے بعد تمہیں کیا عذر باقی رہ جاتا ہے پھر آپ نے حضرت سری سے سوال کیا کہ یہ آپ کو کیسے علم ہو گیا کہ رات کو حضور اکرم ﷺ نے مجھے وعظ گوئی کا حکم دیا ہے جواب دیا کہ آج شب کو میں نے باری تعالیٰ کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ ہم نے محمد ﷺ کو بھیجا ہے آپ جنید رحمۃ اللہ علیہ کو وعظ گوئی کی تاکید کر دیں پھر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اس شرط پر وعظ کہہ سکتا ہوں کہ چالیس ہزار افراد سے زیادہ کا مجمع نہ ہو۔

ایک مرتبہ دوران وعظ چالیس افراد میں سے بائیس پر غشی طاری ہو گئی اور اٹھارہ انتقال کر گئے ایک مرتبہ وعظ گوئی کے دوران ایک آتش پرست مسلمانوں کے بھیس میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے عرض کیا کہ حضور اکرم کا یہ فرمان ہے کہ مسلمان کی فراست سے بچتے رہو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے یہ قول سن کر آپ نے فرمایا کہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ تجھے مسلمان ہونا چاہیے اس

کرامت سے گرویدہ ہو کر وہ مسلمان ہو گیا' پھر کچھ عرصہ کے لیے آپ نے یہ کہہ کر وعظ گوئی ترک کردی کہ میں خود کو ہلاکت میں ڈالنا پسند نہیں کرتا' لیکن کچھ دنوں کے بعد پھر سلسلہ وعظ شروع کر دیا اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے ایک حدیث میں یہ دیکھا کہ مخلوق میں سے بدترین فرد مخلوق کا کفیل بن کر وعظ گوئی کے ذریعہ ہدایت کا راستہ دکھائے گا' چنانچہ میں نے خود کو بدترین مخلوق تصور کیا اس لیے پھر وعظ گوئی شروع کر دی پھر کسی نے سوال کیا کہ آپ کو یہ بلند مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا میں ایک ٹانگ سے چالیس سال تک اپنے مرشد کے در پر کھڑا رہا ہوں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میرا قلب کہیں کھو گیا اور جب میں نے مل جانے کی دعا کی تو حکم ہوا کہ ہم نے تمہارا قلب اس لیے لیا ہے کہ تم ہماری معیت میں رہو اور تم قلب کی واپسی دوسرے کی جانب راغب ہونے کے لیے چاہتے ہو۔

ایک مرتبہ حسین منصور حلاج غلبہ حال کی کیفیت میں حضرت عمرو بن عثمان سے دل برداشتہ ہو کر حضرت جنید کی خدمت میں پہنچے اور ان سے عرض کیا میری دل برداشتگی کا سبب یہ ہے کہ بندہ اپنی ہوشیاری و مستی کی وجہ سے ہمہ وقت صفات الٰہی میں فنا نہیں رہ سکتا' آپ نے فرمایا کہ تم نے ہوشیاری و مستی کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

کسی نے آپ کے سامنے حضرت شبلی کا یہ قول نقل کیا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو فردوس و جہنم کا اختیار دیدے تو میں جہنم کو اس لیے اختیار کروں کہ جنت تو میری پسندیدہ شے ہے اور جہنم خدا کی' لہٰذا دوست کی پسندیدہ شے کو نہ پسند کرنے والا دوست نہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تو بندہ ہونے کی حیثیت سے صاحب اختیار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اس لیے وہ مجھے جہاں بھی بھیج دیگا شکر بجالاؤں گا۔

حضرت رویم کو جنگل میں ایک بڑھیا نے یہ پیغام دیا کہ بغداد پہنچ کر جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کہنا کہ تمہیں عوام کے سامنے ذکر الٰہی کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوئی یہ پیغام سن کر آپ نے فرمایا کہ میں عوام کے سامنے اس لیے اس کا ذکر کرتا ہوں کہ کسی سے بھی اس کا حق ذکر ادا نہیں ہو سکتا۔

کسی نے حضور اکرم کے ہمراہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خواب میں دیکھا اور ایک شخص نے کوئی فتویٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر دیا' اس نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما ہیں تو دوسرے کی کیا ضرورت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو اپنی امت پر فخر ہے لیکن مجھے اپنی امت میں جنید رحمۃ اللہ علیہ پر اس سے بھی زیادہ فخر ہے۔

حضرت جعفر بن نصر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک درم دے کر انجیر و روغن زیتون خرید لانے کا حکم دیا اور افطار کے وقت انجیر منہ میں رکھ کر فوراً نکال کر پھینک دیا اور جب میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے یہ ندا آئی کہ اے بے حیا جس شے کو تو نے ہماری یاد میں چھوڑ دیا تھا پھر اسی کی جانب متوجہ ہو گیا۔

کسی درویش کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو وہ مصروف گریہ تھا آپ نے سوال کیا کہ کس کی عطا کردہ اذیت پر گریہ کناں ہے اور کس سے اس کی شکایت کرنا چاہتا ہے درویش یہ سن کر ساکت ہو گیا تو آپ نے پھر پوچھا کہ خیر کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہ رونے کی اجازت ہے نہ صبر کی قوت۔

حالت درد میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر اپنے پاؤں پر دم کر لی تو ندا آئی کہ تجھے نادم ہونا چاہیے کہ اپنے نفس کی خاطر ہمارے کلام کو استعمال کرتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے تو ایک آتش پرست طبیب نے آنکھوں پر پانی نہ لگنے کی ہدایت کی، لیکن آپ نے فرمایا کہ وضو کرنا تو میرے لیے ضروری ہے اور طبیب کے جانے کے بعد وضو کر کے نماز عشا ادا فرما کر سو گئے اور صبح کو بیدار ہوئے تو درد چشم ختم ہو چکا تھا اور یہ ندا آئی کہ چونکہ تم نے ہماری عبادت کی وجہ سے آنکھوں کی پرواہ نہیں کی اس لیے ہم نے تمہاری تکلیف ختم کر دی اور طبیب نے جب سوال کیا کہ ایک ہی شب میں آپ کی آنکھیں کس طرح اچھی ہو گئیں تو فرمایا کہ وضو کرنے سے یہ سن کر اس نے کہا کہ در حقیقت میں مریض تھا اور آپ طبیب، یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا۔

کسی بزرگ نے ابلیس کو فرار ہوتے دیکھا اور وہ بزرگ جب آپ کے پاس پہنچے تو آپ کو بہت غضبناک حالت میں پایا، چنانچہ ان بزرگ نے کہا کہ غصہ تھوک دیجئے کیونکہ غصہ کی حالت میں شیطان غالب آجاتا ہے اس کے بعد جب راستہ کا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابلیس میرے غصہ سے بھاگتا ہے کیونکہ دوسرے لوگ تو اپنے نفس کی خاطر غصہ کرتے ہیں پھر فرمایا کہ اگر خدا نے ابلیس سے پناہ مانگنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں کبھی اس سے پناہ طلب نہ کرتا۔

آپ کی ملاقات مسجد کے دروازے پر ایک معمر شخص کی صورت میں ابلیس سے ہو گئی تو آپ نے سوال کیا کہ آدم کو سجدہ کرنے کی کیا وجہ تھی؟ اس نے جواب دیا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کب روا ہے اس جواب سے آپ حیرت زدہ ہوئے تو غیبی آواز آئی کہ اس سے کہہ دو کہ تو کاذب ہے کیونکہ بندے کو مالک کے حکم سے انحراف کی اجازت نہیں چنانچہ ابلیس آپ کے غیبی الہام کو بھانپ

کر فوراً رفو چکر ہو گیا۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ موجودہ دور میں دینی بھائیوں کی قلت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارے خیال میں دینی بھائی صرف وہ ہیں جو تمہاری مشکلات کو حل کر سکیں تب تو یقیناً وہ نایاب ہیں اور اگر تم حقیقی دینی بھائیوں کا فقدان تصور کرتے ہو تو تم کاذب ہو اس لیے کہ برادر دینی کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ جن کی دشواریاں کا حل تمہارے پاس ہو اور ان کے تمام امور میں تمہاری اعانت شامل ہو اور ایسے برادر دینی کا فقدان نہیں ہے۔

جب لوگوں نے آپ سے گریہ و زاری کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ تاحیات میں مصیبت و بلا کی جستجو میں رہا کر اگر وہ اژدہا بن کر سامنے آجائے تو میں سب سے پہلے اس کا لقمہ بن جاؤں لیکن آج تک یہی حکم ملتا رہا کہ ابھی تیری ریاضت بلا کے مقابلہ میں نہیں جم سکتی' کسی نے عرض کیا کہ ابو سعید خزار کے انتقال کے وقت ذق و شوق میں بہت اضافہ ہو گیا تھا' آپ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں ان کی موت باعث تعجب ہے کیونکہ جب بندے کو ذوق و شوق کا یہ انتہائی مقام حاصل ہو جاتا ہے تو وہ سب کچھ فراموش کر دیتا ہے۔ اور ایسے ہی اہل مراتب کو خدا اپنا دوست رکھتا ہے اور ایسے ہی بندے خدا پر فخر کرتے ہیں اور اسی کی دوستی میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ ان سے ایسے اقوال صادر ہونے لگتے ہیں جو عوام کے ذہن و فکر سے بعید ہوتے ہیں اور عوام ان اقوال کو معیوب تصور کرنے لگتے ہیں۔

ابن شریح سے لوگوں نے سوال کیا کہ کیا جنید بغدادی کا کلام ان کے علم کے مطابق ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو میں نہیں جانتا البتہ ان کی گفتگو ایسی ضرور ہوتی ہے جیسے خدا تعالیٰ ان کی زبان سے کلام کر رہا ہو اور میرے قول کی یہ دلیل ہے کہ جب جنید توحید کو بیان کرتے ہیں تو ایسا جدید مضمون ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

ایک مرتبہ دوران وعظ کسی نے عرض کیا کہ آپ کا وعظ میری فہم سے بالاتر ہے آپ نے فرمایا کہ ستر سال کی عبادت قدموں کے نیچے رکھ کر سرنگوں ہو جا اس کے بعد اگر تیری سمجھ میں نہ آئے تو یقیناً میرا قصور ہو گا ایک مرتبہ کسی نے دوران وعظ آپ کی تعریف کر دی تو فرمایا کہ حقیقت میں یہ خدا کی تعریف کر رہا ہے کسی نے سوال کیا کہ قلب کو مسرت کس وقت حاصل ہوتی ہے؟ فرمایا کہ جب اللہ قلب میں ہوتا ہے۔

کسی نے پانچ سو دینار آپ کی خدمت میں پیش کیے تو پوچھا کہ تمہارے پاس اور رقم بھی ہے اس نے جب اثبات میں جواب دیا تو پوچھا کہ مزید مال کی بھی حاجت ہے اس نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا اپنے پانچ سو دینار واپس لے جا کیونکہ تو اس کے لیے مجھ سے زیادہ حاجت مند ہے کہ میرے پاس کچھ بھی

نہیں ہے لیکن مجھے حاجت نہیں اور تیرے پاس مزید رقم موجود ہے پھر تو محتاج ہے۔

کسی سائل نے آپ سے سوال کیا تو آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جب یہ شخص مزدوری کر سکتا ہے تو اس کو سوال کرنا جائز نہیں لیکن اسی شب خواب دیکھا کہ سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک برتن آپ کے سامنے رکھا ہوا ہے اور حکم دیا جا رہا ہے کہ اس کو کھالو چنانچہ جس وقت آپ نے کھول کر دیکھا تو وہی سائل مردہ پڑا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ میں تو مردار خوار نہیں ہوں حکم ہوا کہ پھر دن میں اس کو کیوں کھلایا تھا آپ کو خیال آگیا کہ میں نے غیبت کی تھی اور یہ اسی جرم کی سزا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص کی تعلیم میں نے حجام سے حاصل کی ہے اور واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران ایک حجام کسی دولت مند کی حجامت بنا رہا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنا دے اس نے فوراً اس دولت مند کی حجامت چھوڑ کر میرے بال کاٹنے شروع کر دیئے اور حجامت بنانے کے بعد ایک کاغذ کی پڑیا میرے ہاتھ میں دیدی جس میں کچھ ریزگاری لپٹی ہوئی تھی اور مجھ سے کہا کہ آپ اس کو اپنے خرچ میں لائیں وہ پڑیا لے کر میں نے یہ نیت کر لی کہ اب پہلے مجھے جو کچھ بھی دستیاب ہوگا وہ بھی حجام کی نذر کروں گا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص نے بصرہ میں اشرفیوں سے لبریز تھیلی مجھ کو پیش کی وہ لے کر جب میں حجام کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ میں نے تو تمہاری خدمت صرف خدا کے لیے کی تھی اور تم بے حیا بن کر مجھے تھیلی پیش کرنے آئے ہو کیا تمہیں اس کا علم نہیں کہ خدا کے واسطے کام کرنے والا کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا۔

ایک رات آپ کا عبادت سے دل اچاٹ ہو گیا چنانچہ آپ باہر نکلے تو دیکھا کہ دروازے پر ایک آدمی کمبل لپیٹے بیٹھا ہوا ہے آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ عبادت سے دل اچاٹ ہونے کی وجہ شاید تمہارا انتظار کرنا ہے اس نے عرض کیا کہ نفس کا کیا علاج ہے آپ نے فرمایا نفس کی مخالفت اس کا واحد علاج ہے یہ سن کر وہ جدھر سے آیا تھا چلا گیا لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کون تھا اس کے بعد جب آپ نے عبادت شروع کی تو دل جمعی پیدا ہو چکی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت سہل نے آپ کو تحریر کیا کہ خواب غفلت سے بچو کیونکہ سونے والا اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا جیسا کہ باری تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی آگاہ فرمایا کہ جو ہماری محبت کا دعویدار ہو کر رات میں سوتا ہے وہ کاذب ہے آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ خدا کی راہ میں بیدار رہنا ہمارا ذاتی فعل ہے لیکن ہمارے سونے کا تعلق خدا کے فعل سے ہے جو ہمارے فعل سے بدرجہا بہتر ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ النوم موهبته من الله على المحبين یعنی نیند

ایک بخشش ہے خدا کی جانب سے اپنے دوستوں پر۔

کسی عورت نے اپنے گم شدہ لڑکے کے مل جانے کی دعا کے لیے آپ سے عرض کیا تو فرمایا کہ صبر سے کام لو' یہ سن کر وہ چلی گئی اور کچھ روز صبر کرنے کے بعد پھر خدمت میں حاضر ہوئی' لیکن پھر آپ نے صبر کی تلقین فرمائی وہ عورت پھر واپس ہو گئی اور جب طاقت صبر بالکل نہ رہی تو پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب تاب صبر بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا قول صحیح ہے تو جا تیرا بیٹا تجھے مل گیا چنانچہ جب وہ گھر پہنچی تو بیٹا موجود تھا۔

ایک مرتبہ چور نے آپ کا کرتہ چرا لیا اور دوسرے دن جب بازار میں آپ نے اس کو فروخت کرتے دیکھا تو خریدنے والا چور سے یہ کہہ رہا تھا کہ اگر کوئی یہ گواہی دیدے کہ یہ مال تیرا ہی ہے تو میں خرید سکتا ہوں آپ نے فرمایا کہ میں واقف ہوں یہ سن کر خریدار نے کرتہ خرید لیا۔ کسی نے آپ سے ننگا بھوکا رہنے کی شکایت کی تو فرمایا کہ خدا تجھے ہمیشہ ننگا بھوکا رکھے کیونکہ یہ نعمت تو وہ اپنے مخصوص بندوں ہی کو عطا کرتا ہے اور وہ کبھی اس کے شاکی نہیں ہوتے۔

ایک مرتبہ کوئی مالدار آپ کی مجلس میں سے کسی درویش کو اپنے ہمراہ لے گیا اور کچھ وقفہ کے بعد اس کے سر پر خوان رکھوائے ہوئے حاضر ہوا آپ نے درویش کو حکم دیا کہ یہ خوان اسی مالدار کے منہ پر مار دے جس کو درویش کے علاوہ کوئی نہیں ملا' کیونکہ درویش صاحب نعمت نہ ہونے کے باوجود بھی اہل ہمت ہوتے ہیں اور اگر دنیاوی دولت سے وہ محتاج ہوں تو اجر آخرت ان کا حصہ ہے۔

کسی ارادت مند نے اپنا تمام اثاثہ راہ خدا میں خرچ کر دیا اور صرف ایک مکان باقی رہ گیا آپ نے حکم دیا کہ مکان فروخت کر کے تمام رقم دریا میں پھینک دو' اس نے تعمیل حکم کر کے آپ کے ساتھ رہنا شروع کر دیا اور باوجود آپ کے دھتکارنے کے بھی ایک لمحہ کے لیے آپ سے جدا نہ ہوتا۔ آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر بلند مرتبہ پر پہنچا۔

ایک نوجوان پر آپ کی مجلس وعظ میں ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس نے توبہ کر کے گھر پہنچ کر تمام سامان خیرات کر دیا اور ایک ہزار دینار آپ کو نذر کرنے کے لیے روانہ ہوا تو راستہ میں لوگوں نے کہا کہ تم ایک دیندار کو دنیا میں کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہو یہ سن کر اس نوجوان نے تمام دینار دریائے دجلہ میں پھینک دیئے اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم میری صحبت کے اس لیے اہل نہیں ہو کہ تم نے ایک ایک کر کے جو ایک ہزار مرتبہ دینار دریا میں پھینکے وہ کام تو ایک مرتبہ میں بھی ہو سکتا تھا۔

کسی مرید کے قلب میں یہ وسوسہ شیطانی پیدا ہو گیا کہ اب میں کامل بزرگ ہو گیا ہوں اور مجھے صحبت مرشد کی حاجت نہیں اور اس خیال کے تحت جب وہ گوشہ نشین ہو گیا تو رات کو خوابوں میں دیکھا کرتا کہ ملائکہ اونٹ پر سواری لرکے جنت میں سیر کرانے لے جاتے ہیں اور جب یہ بات شہرت کو پہنچ گئی تو ایک دن آپ بھی اس کے پاس پہنچ گئی اور فرمایا کہ آج رات کو جب تم جنت میں پہنچو تو لاحول پڑھنا' چنانچہ اس نے جب آپ کے حکم کی تعمیل کی تو دیکھا کہ شیاطین تو فرار ہو گئے اور ان کی جگہ مردوں کی ہڈیاں پڑی ہیں یہ دیکھ کر وہ تائب ہو گیا اور آپ کی صحبت اختیار کر کے یہ طے کر لیا کہ مرید کے لیے گوشہ نشینی سم قاتل ہے۔

ایک مرید بصرے میں گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے تھا اور اسی دوران اس کو اپنے کسی گناہ کا خیال آگیا جس کی وجہ سے تین یوم تک اس کا چہرہ سیاہ رہا اور تین یوم کے بعد جب وہ سیاہی دور ہو گئی تو حضرت جنید کا مکتوب پہنچا کہ بارگاہ الٰہی میں مؤدبانہ قدم رکھنا چاہیے کیونکہ تیرے چہرے کی سیاہی دھونے میں مجھے تین یوم تک دھوبی کا کام کرنا پڑا ہے۔

جنگل میں شدت کی گرمی کی وجہ سے کسی مرید کی نکسیر پھوٹ گئی تو اس نے آپ سے گرمی کی شکایت کی آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ تم خدا کی شکایت کرتے ہو' میری نظروں سے دور ہو جاؤ اور اب کبھی میرے ساتھ نہ رہنا۔

کسی مرید سے گستاخی سرزد ہو گئی اور شرمندگی کی وجہ سے یہ تیرہ کہ مسجد میں جا چھپا اور جب ایک مرتبہ آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ خوفزدہ ہو کر ایسا گرا کہ سر سے خون بہنے لگا اور ہر قطرہ خون سے اللہ کی درد کی آواز آنے لگی آپ نے فرمایا کہ یہ چیز ریا میں شامل ہے جب کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے تیرے جیسے ذکر میں مساوی ہیں یہ سن کر وہ مرید اسی وقت تڑپ کر مر گیا اور جب اس سے کسی نے خواب میں اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ برسوں گذر جانے کے بعد بھی میں دین سے بہت دور ہوں' اور جو کچھ میں سمجھتا تھا وہ سب باطل ہے۔

ایک مرید سے مؤدب ہونے کی وجہ سے آپ کو بہت انس تھا جس کی وجہ سے دوسرے مریدین کو رشک پیدا ہو گیا' چنانچہ آپ نے ہر مرید کو ایک مرغ اور ایک چاقو دے کر یہ حکم دیا کہ ان کو ایسی جگہ جا کر ذبح کرو کہ کوئی نہ دیکھ سکے کچھ وقفہ کے بعد تمام مریدین تو ذبح شدہ مرغ لے کر حاضر ہو گئے لیکن وہ مرید زندہ مرغ لیے ہوئے آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی جگہ ایسی نہیں ملی جہاں خدا موجود نہیں تھا' یہ کیفیت دیکھ کر تمام مریدین اپنے رشک سے تائب ہو گئے۔

آپ کے آٹھ مخصوص مریدین نے جب جہاد کا قصد کیا تو آپ بھی ان کے ساتھ کفار سے

مقابلہ کے لیے روم تشریف لے گئے وہاں ایک کافر کے ہاتھوں آٹھوں مریدین نے جام شہادت پیا اس وقت آپ نے دیکھا کہ نو ہودے ہوا میں معلق ہیں اور آٹھوں مریدین کی ارواح کو آٹھ ہودوں میں رکھا جا رہا ہے آپ کو خیال ہوا کہ شاید نواں ہودا وہ میرے لیے ہے یہ خیال کر کے آپ پھر مصروف جہاد ہو گئے لیکن جس کافر نے آٹھویں مریدین کو شہید کیا تھا اس نے عرض کیا کہ مجھے مسلمان کر کے بغداد پہنچ کر لوگوں کو ہدایت فرمادیں کہ وہ نواں ہودہ میرے لیے ہے یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم کے آٹھ کافروں کو قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گیا اور اس نویں ہودے میں اس روح کو داخل کر دیا گیا۔

سید ناصری سفر حج کے دوران جب بغداد پہنچے تو آپ سے شرف نیاز حاصل کرنے حاضر ہوئے آپ نے ان سے سوال کیا کہ آپ سید ہیں اور آپ کے جد اعلیٰ حضرت علی نفس و کفار دونوں سے جہاد کیا کرتے تھے اب آپ فرمائیے کہ آپ نے کونسا جہاد کیا ہے یہ سنتے ہی وہ مضطرب ہو کر رونے لگا اور عرض کیا کہ میرا حج تو یہیں ختم ہو گیا اب آپ مجھے ہدایت فرمائیں آپ نے فرمایا کہ تمہارا قلب خانہ خدا ہے اس میں کسی دوسرے کو جگہ نہ دو یہ سن کر ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ شام فتوت کا، عراق فصاحت کا اور خراسان صدق کا مرکز ہے لیکن ان راہوں میں قزاقوں نے اپنے جال بچھا رکھے ہیں فرمایا کہ قدرت کا مشاہدہ کرنے والا سانس تک نہیں لے سکتا اور عظمت کا مشاہدہ کرنے والا حیرت زدہ رہتا ہے اور ہیبت کا مشاہدہ کرنے والا سانس لینے کو کفر تصور کرتا ہے۔ فرمایا کہ بہت افضل ہے۔ وہ بندہ جس کو ایک لمحہ کے لیے بھی قرب الٰہی حاصل ہوا ہو، فرمایا کہ بندے بھی دو قسم کے ہوتے ہیں اول حق کا بندہ دوم حقیقت کا بندہ لیکن حق کا بندہ اس لیے افضل ہوتا ہے کہ اس کو اعوذ برضاک من سخطک کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا کہ قرآن و حدیث کی اتباع کرتے رہو اور جو ان کا متبع نہ ہو اس کی پیروی ہرگز نہ کرو، فرمایا کہ وسواس شیطانی سے نفس کے وساوس اس لیے شدید ترین ہوتے ہیں کہ وسواس شیطانی تو لاحول سے دور ہو جاتے ہیں لیکن نفس کے وسواس کا دور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے، فرمایا کہ ابلیس کو عبادت کے بعد بھی مشاہدہ حاصل نہ ہو سکا لیکن حضرت آدم نے ذلت کے باوجود مشاہدے کو قائم رکھا، فرمایا کہ انسان سیرت سے انسان ہوتا ہے نہ کہ صورت سے فرمایا کہ خدا کے بھید خدا کے دوستوں کے قلب میں محفوظ رہتے ہیں، فرمایا کہ جہنم میں جلنے سے زیادہ خدا سے غافل رہنا سخت ہے فرمایا کہ فنائیت کے بغیر بقا حاصل نہیں ہو سکتی فرمایا کہ ترک دنیا اور گوشہ نشینی سے ایمان بھی سالم

رہتا ہے اور آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے' فرمایا کہ جس کا علم یقین تک' یقین خوف تک' خوف عمل تک عمل ورع تک' ورع اخلاص تک اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے' فرمایا کہ تکلیف پر شکایت نہ کرتے ہوئے صبر کرنا بندگی کی بہترین علامت ہے فرمایا کہ مہمان نوازی نوافل سے بہتر ہے فرمایا کہ جتنا خدا سے قریب ہوتا ہے خدا بھی اتنا ہی اس سے قریب رہتا ہے فرمایا کہ جس کی حیات روح پر موقوف ہو وہ روح نکلتے ہی مرجاتا ہے اور جس کی حیات کا دارو مدار خدا پر ہو وہ کبھی نہیں مرتا' بلکہ طبعی زندگی سے حقیقی زندگی حاصل کر لیتا ہے' فرمایا کہ صنعت الٰہی سے عبرت حاصل نہ کرنے والی آنکھ کا اندھا ہی ہونا بہتر ہے اور جو زبان خدا کے ذکر سے عاری ہو اس کا گنگ ہونا بہتر ہے اور جو کان حق کی بات سننے سے قاصر ہو اس کا بہرہ ہونا اچھا ہے اور جو جسم عبادت سے محروم ہو اس کا مردہ ہو جانا افضل ہے فرمایا کہ مرید کو احکام شریعہ کے سوا کچھ نہ سننا چاہیے اور مرید کے لیے دنیا تلخ ہوگی اور معرفت شیریں فرمایا کہ زمین کو صوفیائے کرام سے ایسی ہی آراستگی حاصل ہے جیسے آسمان کو ستاروں سے فرمایا کہ خطرے کی چار قسمیں ہیں اول خطرہ حق جس سے معرفت حاصل ہوتی ہے دوم خطرہ ملائکہ جس سے عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے' سوم خطرہ نفس جس سے دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے چہارم خطرہ ابلیس جس سے بغض و عناد جنم لیتے ہیں فرمایا کہ اہل ہمت اپنی ہمت کی وجہ سے سب پر فوقیت حاصل کر لیتے ہیں فرمایا کہ چار ہزار خدا رسیدہ بزرگوں کا یہ قول ہے کہ عبادت الٰہی اس طرح کرنی چاہیے کہ خدا کے سوا کسی کا خیال تک نہ آئے فرمایا کہ تصوف کا ماخذ اصطفا ہے اس لیے صرف برگزیدہ ہستی ہی کو صوفی کہا جاتا ہے اور صوفی وہ ہے جو حضرت ابراہیم سے خلیل ہونے کا درس اور حضرت اسمٰعیل سے تسلیم کا درس اور حضرت داؤد سے غم کا درس اور حضرت ایوب سے صبر کا درس اور حضرت موسیٰ سے شوق کا درس اور حضور اکرم ﷺ سے اخلاص کا درس حاصل کرے فرمایا کہ خدا کے علاوہ ہر شے کو چھوڑ کر خود کو فنا کر لینے کا نام تصوف ہے اور آپ کے ایک ارادت مند کا قول یہ ہے کہ صوفی اس کو کہتے ہیں جو اپنے تمام اوصاف کو ختم کر کے خدا کو پالے فرمایا کہ عارف سے تمام حجابات ختم کر دیئے جاتے ہیں اور عارف رموز خداوندی سے آگاہ ہوتا ہے فرمایا کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں اول معرفت تعریف یعنی خود اللہ کو شناخت کرنا دوم معرفت تعریف یعنی اللہ اس کو پہچانے اور خدا کے مشغولیت کا نام معرفت ہے فرمایا کہ توحید خدا کو جاننے کا نام ہے اور انتہائے توحید یہ ہے کہ جس حد تک بھی توحید کا علم ہو اس کو یہی تصور کرے کہ توحید اس سے بھی بالاتر ہے فرمایا کہ اگر محبت کا تعلق کسی شے سے قائم ہو تو اس شے کی فنائیت سے محبت بھی فنا ہو جاتی ہے اور محبت کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خود کو

فنا نہ کرلے اور اہل محبت کے اکثر اقوال لوگوں کو فکر معلوم ہوتے ہیں فرمایا کہ وجد کو مٹا کر غرق ہونے کا نام مشاہدہ ہے کیونکہ وجد حیات عطا کرتا ہے اور مشاہدہ فنائیت اور مشاہدہ عبودیت کو فنا کر کے جانب ربوبیت لے جاتا ہے اور کسی شے کی حقیقت ذاتی کے علم کا نام بھی مشاہدہ ہے فرمایا کہ مراقبہ نام ہے تباہی پر افسوس کرنے کا اور مراقبہ کی تعریف یہ ہے کہ غائب کا انتظار رہے اور حیا حاضر سے ندامت کا نام ہے اور ذکر الٰہی سے ایک لمحہ کی غفلت بھی ہزار سالہ عبادت سے بدتر ہے کیونکہ ایک لمحہ کی غیر حاضری کی گستاخی کو ہزار سالہ عبادت ملیامیٹ نہیں کر سکتی فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لیے نگرانی نفس سے دشوار کوئی کام نہیں فرمایا کہ اشغال دنیاوی ترک کر دینے کا نام عبوریت ہے اور زہد کی انتہا افلاس ہے فرمایا کہ بندہ صادق دن میں چالیس حالتیں تبدیل کرتا ہے لیکن ریاکار چالیس برس بھی ایک ہی حالت پر قائم رہتا ہے اور بندہ صادق وہی ہے جو نہ تو دست طلب دراز کرے اور نہ جھگڑے فرمایا کہ توکل انتہائے صبر کا نام ہے جیسا کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ”وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور صبر کی تعریف یہ ہے کہ جو مخلوق سے دور کر کے خالق کے قریب کر دے اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے ایسے بن جاؤ جیسے روز ازل میں تھے فرمایا یقین نام ہے علم کا قلب میں اس طرح جاگزین ہو جانے کا جس میں تغیر و تبدل نہ ہو سکے اور یقین کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ترک تکبر کر کے دنیا سے بے نیاز ہو جائے فرمایا کہ میرے نزدیک نیک خو فاسق کی صحبت بد خو عابد سے بہتر ہے‘ فرمایا کہ حیا ایک ایسی نعمت ہے جو معاصی کی نگرانی سے پیدا ہوتی ہے فرمایا کہ رضا نام ہے اپنے اختیارات کو معدوم کر کے مصائب کو نعمت تصور کرنے کا فرمایا کہ توبہ نام ہے عزم راسخ کے ساتھ ظلم و گناہ اور خصومت ترک کر دینے کا فرمایا کہ اپنی تعظیم کرانے کے لیے کرامات کا ظہور فریب ہے۔ فرمایا کہ مرید کا گناہ کبیرہ سے بے خوف ہو جانا داخل فریب ہے۔ اور کفر سے خائف نہ ہونا واصل کا مکر ہے۔ فرمایا کہ روز ازل اللہ نے الست بربکم فرما کر ارواح کو ایسا مست بنا دیا کہ دنیا میں بھی حالت سماع کے وقت اس کیفیت احساس سے مست ہو جاتی ہیں فرمایا کہ تصوف نام ہے مخلوق سے خالق کی جانب رجوع ہونے قرآن و سنت کی اتباع کرنے اور مشغول عبادت رہنے کا۔

جس وقت حضرت رویمؒ نے آپ سے ماہیت تصوف کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ ماہیت تصوف کی جستجو کے بجائے اپنی ذات میں تصوف تلاش کرو۔ کیونکہ صوفی وہی ہے جس کو خدا کے سوا کوئی نہ جانتا ہو۔ پھر فرمایا کہ توحید نام ہے خود کو فنا کر کے اللہ میں ضم ہو جانے اور عجز کے ساتھ حصول نعمت کا اور محبت کا مفہوم یہ ہے کہ محبوب کے تمام اوصاف محب میں موجود ہوں جیسا کہ

حضور ﷺ اکرم کا ارشاد ہے کہ جب میں اس کو محبوب بناؤں گا۔ تو اس کی سماعت و بصارت بن جاؤں گا۔ فرمایا کہ جاہ و حشم معدوم کر دینے کا نام انس ہے فرمایا کہ ذکر کی کئی قسمیں ہیں۔ اول حصول معرفت کے لیے آیات قرآنی میں فکر کرنا دوم حصول محبت کے لیے نفس پر خدا کے احسانات کے متعلق فکر کرنا سوم حصول ماہیت کے لیے خدا کے مواعید پر فکر کرنا چہارم حصول حیا کی خاطر خدا کے انعامات پر غور کرنا فرمایا کہ جو بندگی کا مفہوم اس وقت معلوم ہوتا ہے۔ جب بندہ خدا کو ہر شے کا مالک تصور کرتے ہوئے یہ باور کرے کہ ہر شے اسی کے وجود سے قائم ہے۔ اور سب کو ہیں لوٹ کر جانا ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔ کہ پاکیزہ تر ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں سب کی جان ہے۔ اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر فرمایا کہ حقیقت ایک ایسا مقام ہے جہاں اہل مراقبہ اس شے کے منتظر رہتے ہیں۔ جس کے وقوع سے خوفزدہ ہوں۔ جب کہ ان کا یہ اضطراب ایسا ہی لغو ہوتا ہے۔ جیسے کوئی رات میں شب خون کا انتظار کرتے ہوئے رات بھر جاگتا رہے۔ پھر فرمایا کہ صادق کی صفت صدق ہے۔ اور صادق وہی ہے۔ جو سدا ایک حال میں رہے اور صدیق وہ ہے جس کے اقوال و افعال مبنی بر صدق ہوں۔

فرمایا کہ اخلاص کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بہترین اعمال کو قابل قبول تصور نہ کرتے ہوئے نفس کو فنا کر ڈالے اور شفقت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی پسندیدہ شے دوسرے کے حوالے کر کے احسان نہ جتائے فرمایا کہ جو درویش خدا کی رضا پر راضی ہے وہ سب سے برتر ہے اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے جو احسان کر کے بھول جاتے ہیں اور تمام لغزشوں کو نظر انداز کرتے رہیں فرمایا کہ بندہ وہی ہے جو خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرے پھر فرمایا کہ مرید وہ ہے جو اپنے علم کا نگران رہے۔ اور مراد وہ ہے جس کو اعانت الٰہی حاصل ہو۔ کیونکہ مرید تو دوڑنے والا ہوتا ہے۔ اور دوڑانے والا کبھی اڑنے والے کا مقابلہ نہیں کر سکتا فرمایا کہ ترک دنیا سے عقبیٰ مل جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ تواضع نام ہے۔ سر جھکا کر رکھنے اور زمین پر سونے کا فرمایا کہ حجابات کی چھ قسمیں ہیں تین عام بندوں کیلئے اول نفس دوم مخلوق سوم دنیا۔ اور تین خاص بندوں کیلئے اول عبادت دوم اجر سوم کرامات پر اظہار فخر فرمایا کہ حلال سے حرام کی جانب متوجہ ہونا اہل دنیا کی لغزش ہے اور فنا سے بقاء کی طرف رجوع کرنا زہاد کی لغزش ہے فرمایا کہ قلب مومن دن میں ستر مرتبہ گردش کرتا ہے لیکن قلب کافر ستر برس میں بھی ایک مرتبہ گردش نہیں کرتا۔ آپ اپنی مناجات اسی طرح شروع کرتے کہ اے اللہ روز محشر مجھے اندھا کر کے اٹھانا اس لیے کہ جس کو تیرا دیدار نصیب نہ ہو اس کا نابینا ہی رہنا۔ اس لیے اولیٰ ہے کہ وہ کسی دوسری شے کو بھی نہ دیکھ سکے۔

وفات :دم مرگ میں آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھ کو وضو کرواد و چنانچہ دوران وضو انگلیوں میں خلال کرنا بھول گئے تو آپ کی یاد دہانی پر خلال کر دیا گیا اس کے بعد آپ نے سجدے میں گر گئے۔ گریہ وزاری شروع کردی اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر عابد ہو کر روتے کیوں ہیں؟ فرمایا کہ اس وقت سے زیادہ میں کبھی محتاج نہیں پھر تلاوت قرآن میں مشغول ہو کر فرمایا کہ اس وقت قرآن سے زیادہ میرا کوئی مونس وہمدم نہیں اور اس وقت میں اپنی عمر بھر کی عبادت کو اس طرح ہوا میں معلق دیکھ رہا ہوں کہ جس کو تیز و تند ہوا کے جھونکے ہلا رہے ہیں۔ اور مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہوا فراق کی ہے۔ یا وصال کی اور دوسری طرف فرشتہ اجل اور پلصراط ہے۔ اور میں عادل قاضی پر نظریں لگائے ہوئے اس کا منتظر ہوں کہ نہ جانے مجھ کو کدھر جانے کا حکم دیا جائے اسی طرح آپ نے سورہ بقر کی ستر آیات تلاوت فرمائیں اور عالم سکرات میں جب لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اللہ کیجئے تو فرمایا کہ میں اس کی طرف سے غافل نہیں ہوں۔ پھر انگلیوں پر وظیفہ خوانی شروع کردی اور جب داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت پر پہنچے تو انگلی اوپر اٹھا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور آنکھیں بند کرتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور غسل دیتے وقت جب لوگوں نے آنکھ میں پانی پہنچانا چاہا تو غیب سے آواز آئی۔ کہ ہمارے محبوب کی آنکھوں سے پانی دور رکھ۔ کیونکہ اس کی آنکھیں ہمارے ذکر کی لذت میں بند ہوئی ہیں اور اب ہمارے دیدار کے بغیر نہیں کھل سکتیں اور جب انگلیاں سیدھی کرنے کا قصد کیا تو ندا آئی کہ یہ ہاتھ ہمارے ذکر میں بند ہوا ہے اور ہمارے حکم کے بغیر نہیں کھلے گا۔

پھر جنازے کی روانگی کے وقت ایک کبوتر پلنگ کے ایک کونے پر آکر بیٹھ گیا۔ اور جب اس کو اڑانے کی سعی کی گئی تو اس نے کہا۔ کہ میرے پنجے محبت کی میخ سے کونے پر گڑے ہوئے ہیں اور آج حضرت جنید کا قالب ملائکہ کا نصیب بن گیا ہے اگر تم لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوتے تو میت سفید باز کی طرح ہوا کے دوش پر پرواز کرتی۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ منکر نکیر کو آپ نے کیا جواب دیا؟ فرمایا کہ جب انہوں نے پوچھا کہ من ربک تو میں نے مسکرا کر جواب دیا کہ میں ازل ہی الست بربکم کا جواب بلی کہہ کر دے چکا ہوں اور جو سلطان کو جواب دے چکا ہوں۔ اس کیلئے غلاموں کو جواب دینا کیا دشوار ہے۔ چنانچہ نکرین جواب سن کر یہ کہتے ہوئے چلدیئے کہ ابھی تک اس پر خمار محبت کا اثر موجود ہے۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے کیسا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ محض

اپنے کرم سے بخش دیا اور ان دو رکعت نماز کے علاوہ جو میں رات کو پڑھا کرتا تھا۔ اور کوئی عبادت کام نہ آسکی۔ آپ کے مزار مبارک پر حضرت شبلی سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ خدا رسیدہ لوگوں کی حیات و ممات دونوں مساوی ہوتی ہیں۔ اس لیے میں اس مزار پر کسی مسئلہ کا جواب دینے میں ندامت محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ مرنے کے بعد بھی میں آپ سے اتنی ہی حیا رکھتا ہوں جتنی حیات میں تھی۔

حصہ دوم

باب نمبر ⟵ 44

حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ شریعت و طریقت پر یکساں طور سے گامزن تھے اور آپ کا شمار اہل ورع اور اہل تقویٰ بزرگوں میں سے ہوتا ہے اس کے علاوہ بہت سی تصانیف بھی آپ نے چھوڑی ہیں عرصہ دراز تک مکہ معظمہ میں اعتکاف کرنے کی وجہ سے آپ کو پیر حرم کے خطاب سے نوازا گیا آپ حضرت جنید بغدادی کے پیرو مرشد ہیں اور حضرت ابو سعید خزار کے فیض صحبت سے فیوض حاصل کرتے رہے۔

واقعات :حضرت منصور حلاج کا واقعہ آپ ہی کی بددعا کا نتیجہ ہے کیونکہ منصور کو آپ نے ایک دن کچھ تحریر کرتے ہوئے دیکھ کر سوال کیا کہ کیا تحریر کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ایسی عبادت تحریر کر رہا ہوں جو قرآن کا مقابلہ کر سکے یہ سنتے ہی آپ نے غضبناک ہو کر وہ بددعا دی جس کی وجہ سے منصور کو وہ واقعہ پیش آیا۔

آپ کے جانماز کے نیچے گنج نامہ کا ترجمہ رکھا ہوا تھا اور جب آپ وضو کے لئے اٹھے تو کوئی چرا کر لے گیا آپ نے دوران وضو ہی فرمایا کہ لے گیا لیکن جو بھی لے گیا ہے اس کے دست و پا قطع

کر کے پھانسی پر لٹکا دیا جائے اور اس کو نذر آتش کر کے راکھ تک اڑا دی جائے گی اور اس کو گنج نامہ سے اس لیے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا کہ وہ اس کے بھید تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اس گنج نامہ کا مفہوم یہ تھا کہ ہم نے تخلیق آدم کے بعد جب فرشتوں کو حکم سجدہ دیا تو سوائے ابلیس کے سب نے اس لیے سجدہ کیا کہ وہ تخلیق آدم کے بھید سے واقف نہیں تھے اور ابلیس نے واقف اسرار ہونے کی وجہ سے سجدہ سے انکار کر دیا۔ اسی طرح حضرت آدم بھی جس درجہ ابلیس کے راز سے واقف تھے دوسرا کوئی نہیں تھا اور یہی وجہ ابلیس کو مردود بارگاہ کر دینے کی ہے' پھر ہم نے کہا کہ زمین کے اندر ہم نے ایک ایسا خزانہ پوشیدہ کر دیا ہے کہ جو اس سے واقفیت حاصل کرنا چاہے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا لیکن ابلیس نے کہا کہ جو خزانہ مجھ کو عطا کیا گیا ہے گو اس کے بعد مجھے کسی خزانے کی ضرورت نہیں پھر بھی اگر مجھے اس پوشیدہ خزانے کا علم ہو گیا تو میں اس سے ضرور واقفیت حاصل کروں گا حکم ہوا تجھ کو مہلت دی جاتی ہے لیکن ہمارے بندے تجھے کاذب تصور کر کے کہیں گے کہ ابلیس ایک ایسا جن تھا جس نے حکم الٰہی سے سرتابی کی اور اس تصور کے تحت تیرے کسی قول کو سچا نہ کہیں گے اور یہی گنج نامہ کتاب محبت میں اس طرح درج ہے کہ خدا نے قلب کو روح سے سات ہزار سال قبل تخلیق کر کے انس کے باغ میں رکھا اور سر کو روح سے ایک ہزار سال قبل تخلیق کر کے مقام وصل میں رکھ کر ہر یوم تین سو ساٹھ نظریں ان پر ڈالیں اور کلمات محبت سے ارواح کو واقف کروایا پھر تین سو ساٹھ لطائف اس قلب پر وارد کیے اور تین سو ساٹھ مرتبہ کشف جمال کی تجلیات سر پر ڈالیں اور جب ان سب نے مل کر دوسری مخلوق کو دیکھا تو اپنے سے زیادہ کسی کو برتر نہیں پایا پھر امتحان کے طور پر خدا تعالیٰ نے سر کو روح میں اور روح کو قلب میں اور قلب کو اجسام میں مقید کر کے انبیاء کرام کو ہدایت کے لیے بھیجا اور جب یہ سب نے اپنے اپنے مقام کی تلاش کی تو اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا۔ چنانچہ جسم نے نماز کی مطابقت کی قلب نے محبت کی روح نے قربت کی اور سر نے وصال کی مطابقت کی۔

آپ نے بیت اللہ سے حضرت جنید اور حضرت شبلی کو مکتوب تحریر کیا کہ آپ لوگ اہل عراق کے مرشدین میں سے ہیں لہٰذا جو شخص جمال کعبہ کا مشاہدہ کرنا چاہے۔ اس کو بتا دو کہ نفس کو شق کرنے سے قبل تم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے اور جو قرب الٰہی کا خواہاں ہو۔ اس سے کہہ دو کہ روح کو شق کر دینے سے قبل تم ہرگز قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن اس راہ میں قدم رکھنے سے قبل یہ بھی سمجھ لے کہ اس راستے میں دو ہزار آگ کے پہاڑ اور ایک ہزار ہلاکت خیز بحر بیکراں بھی ہیں اور جو ان دونوں سے خائف ہوئے بغیر راستہ طے کرنا چاہے۔ وہی اس میں قدم رکھے۔ اور جب

اس مکتوب کو حضرت جنید نے تمام مرشدین عراق کے سامنے غور و فکر کے لیے پیش کیا۔ تو سب کی متفقہ رائے یہی ہوئی کہ آگ سے مراد نیست و نابود ہونا ہے۔ یعنی جب تک بندہ دو ہزار مرتبہ خود کو نیست نہ کرلے اور ایک ہزار مرتبہ ہست کی منزل میں داخل نہ ہو کبھی قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ میں تو ابھی ان دو ہزاروں میں سے صرف ایک ہی راہ طے کرپایا ہوں۔ حضرت حریری نے فرمایا کہ تم اس لیے خوش نصیب ہو کہ میں تو ابھی اس راہ میں صرف تین ہی قدم چلا ہوں۔ اور حضرت شبلی نے کہا کہ تم دونوں ہی خوش بخت ہو کیونکہ میں تو ابھی اس راہ کے نزدیک تک نہیں پہنچا ہوں۔

کسی دوست کی علالت کے زمانہ میں آپ اس سے ملنے اصفہان تشریف لے گئے۔ اس نے آپ سے فرمائش کی کہ قوال سے کوئی شعر سنوار دیجئے' چنانچہ قوال نے اس مفہوم کا شعر پڑھا کہ میری بیماری میں کوئی عیادت کو نہیں آتا۔ اور میں سب کی عیادت کو جایا کرتا تھا۔ یہ شعر سنتے ہی وہ تندرست ہو گیا اور آپ کے فیض صحبت سے معراج کمال تک پہنچا۔

ارشادات :جب آپ سے افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام کا مفہوم پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ جب بندے کی نظر علم عظمت وحدانیت اور جلال ربوبیت پر پڑتی ہے۔ تو اس کے سینہ میں ایسی فراخی رونما ہوتی ہے کہ اس کو ہر شے نیست محسوس ہونے لگتی ہے۔ فرمایا کہ عظمت و وحدانیت میں دخل اندازی معصیت و کفر ہے۔ فرمایا کہ دوستوں کا وجد خدا کا ایسا راز پنہاں ہے۔ جس کو کسی قیمت پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا کہ محبت بھی داخل رضا ہے۔ اور محبت سے رضا کو اس لیے جدا نہیں کیا جا سکتا کہ بندے کو ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ جس سے وہ راضی رہے۔ اور جس سے وہ راضی نہ ہو۔ اس کو محبوب بھی نہیں سمجھتا۔ فرمایا کہ بندہ اسی کو محبوب جانے جس سے زیادہ کوئی محبوبیت کے قابل نہ ہو۔ فرمایا کہ صبر نام ہے۔ خدا کے حکم پر استقلال کے ساتھ مصائب برداشت کرنے کا۔

باب نمبر ⟵ 45

حضرت ابو سعید خزار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ بغداد کے باشندے تھے۔ اور ان شائخ میں سے ہوئے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ ہر

فن میں کمال عطا کرتا ہے۔ اپنے مریدین پر اس قدر شفیق تھے۔ کہ ان کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا۔ اس کے علاوہ تصوف کے موضوع پر آپ کی چار سو تصنیفات بھی ہیں جس کی وجہ سے آپ کو لسان التصوف کا خطاب ملا۔ اور آپ کا وقت اکثر و بیشتر حضرت ذوالنون اور حضرت بشر حافی کی خدمت میں گذرا اور سب سے پہلے فنا و بقا کے موضوع پر آپ ہی نے لب کشائی فرمائی۔ حتی کہ آپ کی کتاب السیر کی بعض عبارتوں پر علماء نے اپنی کم فہمی کی بناء پر کفر کے فتوے عائد کیے اسی کتاب کی ایک عبارت ہم یہاں بھی نقل کرتے ہیں۔ کہ جب بندہ رجوع الی اللہ ہو کر اس سے رشتہ جوڑتے ہوئے قرب حاصل کر لیتا ہے۔ تو اپنے نفس اور خدا کے علاوہ ہر شے کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور جب اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ کہ توں کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے؟ تو وہ جواب میں صرف اللہ ہی اللہ کہتا ہے۔ اور اگر اس کے تمام اعضاء کو گویائی عطا کر دی جائے۔ تو ہر عضو سے اللہ ہی اللہ نکلتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا ہر عضو نور سے پر اور جذب سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اور اس کو وہ قرب حاصل ہوتا ہے۔ کہ اس کا اللہ کہنا گویا خدا کی زبان سے اللہ کہنا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ قرب و بعد اختیار کرنے کا ہر بندے کو مجاز بنایا گیا ہے۔ لیکن میں نے بعد کو اس لیے اختیار کیا کہ مجھ میں قرب کی سکت نہیں تھی۔ جیسے لقمان نے حکمت و نبوت میں سے حکمت کو اس لیے قبول کیا کہ نبوت کی طاقت برداشت نہیں تھی۔

حالات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ خواب میں دو فرشتوں نے مجھ سے صدق کا مفہوم پوچھا تو میں نے کہا کہ ایفائے عہد کا نام صدق ہے انہوں نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں حضور ﷺ اکرم نے سوال کیا کہ کیا تو مجھے دوست رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ ہی کی دوستی میرے قلب میں اس طرح سرایت کیئے ہوئے ہے کہ کسی دوسرے کے لیے جگہ نہیں یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ جس نے اللہ کو دوست رکھا مجھ کو دوست رکھا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں میں نے ابلیس کو ڈنڈا مارنے کا قصد کیا تو غیب سے ندا آئی کہ یہ ڈنڈے سے خائف نہیں ہوتا یہ تو صرف قلب مومن کے نور سے ڈرتا ہے۔ جب میں نے ابلیس کو اپنے پاس آنے کے لیے کہا تو اس نے جواب دیا کہ تارک الدنیا لوگ میرے فریب میں نہیں آسکتے۔ البتہ تمہاری صحبت میں چونکہ لڑکے رہتے ہیں۔ اس لئے شاید کبھی میرے فریب میں پھنس جاؤ۔

آپ کے دو صاحبزادوں میں سے جب ایک کا انتقال ہو گیا۔ تو آپ نے خواب میں ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا کہ اس نے مجھ کو اپنا قرب عطا کر دیا۔ آپ نے ان سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کرو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہ تو بد دلی کے ساتھ خدا

کی عبادت کیجئے اور نہ ایک لباس سے دوسرا لباس اپنے لئے رکھئے۔ چنانچہ تیس سال حیات رہنے کے باوجود آپ نے کبھی ایک لباس سے دوسرا لباس نہیں رکھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے خدا سے کچھ طلب کرنا چاہا تو ندا آئی کہ اللہ سے اللہ کے سوا کچھ طلب نہ کرنا فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے جنگل میں بے حد بھوک معلوم ہوئی تو نفس نے خدا سے طلب رزق کا تقاضا کیا۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ یہ توکل کے منافی ہے۔ پھر نفس نے کہا کہ صبر ہی کی توفیق طلب کرو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہ فرمایا کہ اللہ اپنے دوست کے نزدیک ہوتا ہے۔ اس لیے اس سے کچھ طلب کرنے کی ضرورت نہیں پھر فرمایا کہ دوران سفر فاقہ کشی کرتے کرتے جب ایک منزل قریب آئی تو منزل پر کھجور کا باغ دیکھ کر نفس کو کچھ اطمینان سا ہو گیا۔ لیکن میں نے نفس کی مخالفت میں منزل کے بجائے جنگل ہی میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور جب اہل قافلہ میں سے ایکس اصرار کر کے مجھے اپنے ہمراہ لے گیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ علم کیسے ہوا کہ میں جنگل میں چھپا ہوا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نے غیب سے یہ ندا سنی کہ خدا کا ایک دوست جنگل میں چھپا ہوا ہے اس کو اپنے ہمراہ لے آؤ۔ فرمایا کہ میں نے شب و روز صرف ایک مرتبہ کھانا کھایا ہے۔ لیکن ایک صحرا میں جب تین شب و روز کھانے کو کچھ نہ ملا تو میں نقاہت سے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اس وقت غیب سے ندا آئی کہ کھانے کی طلب ہے یا قوت کی میں نے کہا۔ قوت کی یہ کہتے ہی میرے اندر ایسی قوت پیدا ہو گئی۔ کہ بلا کھائے پیئے بارہ منزلیں طے کر ڈالیں۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ دریا پر ایک نوجوان گدڑی اوڑھے اور سیاہی کی دوات لئے ہوئے ملا۔ چنانچہ میں نے اس کی گدڑی سے یہ اندازہ کیا کہ یہ اہل اللہ میں سے ہے لیکن دوات سے یہ تصور ہوا کہ شاید کوئی طالب علم ہے اور جب میں نے اس سے سوال کیا کہ خدا کے ملنے کے لیے کونسا راستہ ہے؟ اس نے کہا کہ ایک راستہ عام کے لیے ہے۔ اور دوسرا خاص کے لیے ہے لیکن تم جس راہ پر گامزن وہ عام لوگوں کا راستہ ہے کیونکہ تم عبادت کو ذریعہ وصال اور دولت کو حجاب تصور کرتے ہو۔ فرمایا کہ جنگل میں ایک مرتبہ دس شکاری کتوں نے مجھے گھیر لیا تو میں اسی جگہ مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ پھر انہیں میں سے ایک سفید رنگ کے کتے نے تمام کتوں پر حملہ کر کے بھگا دیا اور خود میرے پاس آبیٹھا۔ لیکن جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو وہ کچھ دور میرے ہمراہ چل کر غائب ہو گیا۔

ارشادات

عباس مہندی کے سامنے جب آپ نے تقوی کے موضوع پر بحث چھیڑی تو انہوں نے کہا کہ شاہی زمین پر رہ کر شاہی نہر کا پانی استعمال کر کے آپ کو تقوی کی باتیں کرتے شرم نہیں آتی۔ چنانچہ آپ نے ندامت سے گردن جھکا کر فرمایا کہ واقعی آپ سچ کہتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا

سے اس لئے محبت کرو کہ وہ تمہارے ساتھ نیکی کرتا ہے اور جو خدا کو اپنا محسن تصور نہ کرے وہ کبھی خدا سے محبت نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ اولیاء کرام کی بزرگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کا خواستگار ہوتا ہے۔ اور ان کو حجاب سے بچاتے ہوئے اپنے اپنے ذکر کے علاوہ کسی سے سکون عطا نہیں کرتا۔ اور اپنے محبوب کو ذکر کے درواز سے قصہ وحدانیت میں پہنچا کر عظمت و جلال کا پر تو ڈالتا رہتا ہے۔ جس کے بعد وہ خدا کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ اور یہ تصور بھی غلط ہے کہ سعی و مشقت سے یا بغیر سعی و مشقت کے قریب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کا دار و مدار تو صرف خدا کے فضل پر ہے۔ فرمایا کہ خدا کے مشاہدے کے بغیر کوئی حجاب درمیان میں باقی نہیں رہتا فرمایا کہ نور فراست سے مشاہدہ کرنے والا گویا نور خداوندی سے مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اور اس کے علم کا منبع صرف ذات الٰہی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سہو و غفلت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے منہ سے نکلنے والا کلام در حقیقت خدا ہی کا کلام ہوتا ہے۔ اور خدا کے بعض ایسے بندے بھی ہیں۔ جو اس کے خوف سے خموشی کے ساتھ مشغول عبادت رہتے ہیں۔

فرمایا کہ اہل معرفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ تو خدا کے سوا کسی کو دیکھیں نہ کسی سے محو گفتگو ہوں اور نہ خدا کی سوا کسی کے ساتھ مشغولیت اختیار کریں۔ پھر فرمایا کہ محو فنا ہونا فنا کی علامت ہے۔ اور حضوری بقا کی فرمایا کہ ذکر تین طرح سے کیا جاتا ہے۔ ایک صرف زبان سے دوسرے قلب و زبان دونوں سے اور تیسرا جس قلب میں تو ذاکر رہے۔ لیکن زبان گنگ ہو جائی۔ لیکن اس مقام کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، فرمایا توحید نام ہے ہر شے سے جدا ہو کر رجوع الی اللہ ہونے کا فرمایا کہ عارف وہی ہے جو خدا کی سوا ہر شے بے سے نیاز ہو جائے کہ تمام اشیاء اسی کی محتاج نظر آئیں۔

فرمایا کہ قرب حقیقی وہ ہے کہ خدا کے علاوہ کسی بھی شے کا قلب میں تصور تک نہ آجائے تو اس جانب متوجہ بھی نہ ہو فرمایا کہ علم وہی ہے جس پر عمل بھی ہو اور یقین وہ عمدہ ہے۔ جس میں فنائیت کا درجہ حاصل ہو جائے فرمایا کہ عارف راہ مولا میں ہمیشہ گریہ و زاری کرتا رہتا ہی۔ لیکن جب واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ تو سب کچھ بھلا دیتا ہے۔ فرمایا کہ توکل خدا پر اس طرح اعتماد کرنے کا نام ہے۔ جس میں نہ تو سکون ہو نہ عدم سکون فرمایا کہ جس کو اپنے اور خدا کے مابین حائل ہونے والی شے پر غلبہ حاصل نہ ہو۔ اس کو تقویٰ و مراقبہ اور کشف و مشاہدہ حاصل نہیں ہو سکتے فرمایا کہ مالداروں کا حق فقراء کو اس لئے نہیں پہنچتا اول تو ان کی دوستی ہی ناجائزہ ہوتی ہے۔ دوسرے ان کا

عمل مطابق دولت نہیں ہوتا۔ تیسرے فقراء خود صاحب قناعت ہوتے ہیں۔

باب نمبر ⟵ 46

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ اپنے دور کے ان ممتاز ترین بزرگوں میں سے ہوئے ہیں۔ جن کو تمام مشائخ نے عظمت و مرتبت کے اعتبار سے امیر القلوب کا خطاب عطا کیا۔ آپ حضرت سری سقطی کے پیرو مرشد اور حضرت جنید بغدادی کے ہم عصر تھے عمر کا اکثر و بیشتر حصہ حضرت احمد حواری کی صحبت میں گذرا آپ اپنے مسلک کے اعتبار سے تصوف کو فقر پر ترجیح دیتے تھے اور فرمایا کرتے کہ بلا ایثار و قربانی کے صحبت شیخ جائز نہیں اور آپ کو نوری کا خطاب اس لیے دیا گیا کہ آپ کے منہ سے ایسا نور ہویدا ہوتا کہ پورا مکان منور ہو جاتا اور دوسرا سبب یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ جنگل کی جس جھونپڑی میں آپ مشغول ریاضت رہتے تھے۔ وہ آپ کی کرامت سے شب تاریک میں بھی روشن رہتی تھی۔ آپ کے متعلق حضرت ابو احمد مغاری کا یہ قول تھا۔ کہ میں نے آپ سے زیادہ حضرت جنید کو بھی عبادت گذار نہیں پایا۔

حالات: ریاضت کے ابتدائی دور میں آپ گھر سے کھانا لے کر نکلتے اور راستہ میں خیرات کر کے نماز ظہر کے بعد اپنی دوکان پر جا بیٹھتے حتیٰ کہ یہ سلسلہ بیس سال تک چلتا رہا۔ لیکن آپ کے گھر والے اس تصور میں رہے کہ دوکان پر کھانا کھا لیا ہو گا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لیے برسوں کے مجاہدات و خلوت سب بے سود ثابت ہوئے اور جب میں نے انبیاء کرام کے قول کے مطابق یہ غور کرنا شروع کیا۔ کہ شاید میری عبادت میں ریا کا عنصر شامل ہو گیا ہو۔ ہو تو پتہ چلا کہ میرے نفس نے قلب سے ساز باز کر رکھی ہے۔ لیکن جب مین نی مخالفت نفس شروع کی تو میرے اوپر اسرار باطنی کا انکشاف ہونے لگا اور جب میں نے نفس سے اس کی کیفیت پوچھی تو اس نے کہا کہ میری کوئی مراد پوری نہ ہو سکی اس کے بعد میں نے دریائے دجلہ میں مچھلی پکڑنے کے لیے بنیاد ڈال کر خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب تک اس میں مچھلی نہیں پھنسے گی یونہی کھڑا رہوں گا یہ کہتے ہی مچھلی پھنس گئی تو میں نے حضرت جنید سے اپنی فراخی مراتب کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اگر مچھلی کے بجائے تم

سانپ کا شکار کرتے تو یقیناً کرامت ہوتی۔ لیکن چونکہ ابھی تم درمیانی منزل میں ہو۔ اس لئے تمہارے واقعہ کو کرامت سے نہیں بلکہ فریب سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

جس وقت غلام خلیل نے بزرگ دشمنی میں خلیفہ سے یہ شکایت کی کہ ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو رقص و سرور بھی کرتا ہے۔ اور اشاروں کنایوں میں گفتگو بھی کرتا ہے۔ اور زبان سے ایسے کلمات نکالتا ہے۔ جو قابل گردن زدن ہیں اس شکایت پر خلیفہ نے تمام مشائخ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور جب سب سے پہلے جلاد نے حضرت ارقام کو قتل کرنا چاہا تو حضرت نوری مسکراتے ہوئے ان کی جگہ پر جا بیٹھے اور لوگوں نے جب آپ سے کہا کہ ابھی آپ کا نمبر نہیں آیا تو فرمایا کہ میری بنیاد طریقت جذبہ ایثار پر قائم رہے اور میں مسلمانوں کی جان کے بدلے اپنی جان دینا زیادہ بہتر تصوز کرتا ہوں حالانکہ میرے نزدیک دنیا کا ایک لمحہ محشر کے ہزار سال سے افضل ہے کیونکہ دنیا مقام خدمت ہے اور عقبیٰ مقام قربت ہے لیکن خدمت کے بغیر قربت کا حصول ناممکن ہے یہ انوکھا کلام سن کر خلیفہ نے قاضی سے سوال کیا کہ ان کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ قاضی نے حضرت شبلی کو دیوانہ تصور کرتے ہوئے سوال کیا کہ بیس دینار پر کتنی زکوۃ ہے؟ فرمایا کہ ساڑھے بیس دینار یعنی نصف دینار مزید اس جرم میں ادا کرے کہ اس نے بیس دینار جمع کیے جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس دینار تھے اور انہوں نے سب کے سب زکوۃ میں دیدیئے پھر قاضی نے حضرت نوری سے ایک سوال کیا جس کا انہوں نے برجستہ جواب دے کر الٹا قاضی سے کہا کہ اب تم بھی سن لو کہ خدا نے ایسے بندے بھی تخلیق فرمائے ہیں جن کی حیات و ممات اور قیام و کلام سب اسی کے مشاہدے سے وابستہ ہیں اور اگر ایک لمحہ کے لیے بھی وہ مشاہدے سے محروم ہو جائیں تو موت واقع ہو جائے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اسی کے سامنے رہتے ہیں اسی سے سوتے ہیں اسی سے کھاتے ہیں اسی سے سنتے ہیں اور اسی سے طلب کرتے ہیں یہ جواب سن کر قاضی نے خلیفہ سے کہا کہ اگر ایسے افراد بھی ملحد اور زندیق ہو سکتے ہیں تو پھر میرا فتویٰ یہ ہے کہ پورے عالم میں کوئی موحد نہیں ہے اور جب خلیفہ نے ان حضرات سے کہا کہ مجھ سے کچھ طلب کیجئے تو سب نے کہا کہ ہماری خواہش تو صرف یہ ہے کہ تم ہمیں فراموش کر دو یہ سن کر خلیفہ پر رقت طاری ہو گئی اور سب کو تعظیم و احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

کسی کو آپ نے دوران نماز داڑھی سے شغل کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اپنا ہاتھ خدا کی داڑھی سے دور رکھو یہ کلمہ سن کر بعض لوگوں نے خلیفہ سے شکایت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کلمہ کفر ہے اور جب خلیفہ نے آپ سے سوال کیا کہ تم نے یہ جملہ کیوں کہا؟ فرمایا کہ جب بندہ خود خدا کی

ملکیت ہے تو اس کی داڑھی بھی خدا کی ملک ہے۔ یہ جواب سن کر خلیفہ نے کہا کہ خدا کا شکر ہے میں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا نفس چالیس سال سے نفس سے علیحدہ ہے جس کی وجہ سے میرے قلب میں تصور گناہ تک نہیں آیا لیکن یہ مقام مجھے اس وقت حاصل ہوا جب خدا کو پہچان لیا' پھر فرمایا کہ ایک نور کا مشاہدہ کرتے کرتے میں خود نور بن گیا اور جب میں نے خدا سے دائمی حالت طلب کی تو جواب ملا کہ سوائے دائم رہنے والے کے دائمی حالت پر کوئی صبر نہیں کر سکتا۔

آپ نے حضرت جنید سے فرمایا کہ تیس سال سے میں اس ادھیڑ بن میں مبتلا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ ظاہر ہوتا ہے تو میں گم ہو جاتا ہوں اور جب میں ظاہر ہوتا ہوں تو اس کی ذات گم ہو جاتی ہے یعنی اس کی حضوری میری غیبت میں مضمر ہے اور جب میں کوئی سعی کرتا ہوں تو حکم ہوتا ہے کہ یا تو رہے گا یا میں۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ آپ اسی حالت پر قائم رہیں کہ ظاہر و باطن میں صرف وہی وہ نظر آتا رہے اور آپ گم رہیں۔

بعض حضرات نے حضرت جنید کو بتایا کہ حضرت نوری تین شبانہ روز سے پتھر پر بیٹھے بہ آواز بلند اللہ اللہ کر رہے ہیں اور کھانا پینا سب بند کر رکھا ہے لیکن نماز اپنے صحیح وقت میں ادا کر لیتے ہیں۔ حضرت جنید کے ارادت مندوں نے کہا کہ یہ تو فنائیت کی دلیل نہیں بلکہ ہوشیاری کی علامت ہے کیونکہ فانی کو نماز کا ہوش باقی نہیں رہتا حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ ان پر عالم وجد طاری ہے اور صاحب وجد خدا کی حفاظت میں ہوتا ہے پھر حضرت جنید نے آپ کے پاس پہنچ کر فرمایا کہ اگر اللہ کی رضا پسند ہے تو پھر آپ شور و غوغا کیوں کرتے ہیں یہ سن کر آپ نے شور بند کرتے ہوئے کہا کہ اے جنید تم میرے بہترین استاد ہو۔

آپ نے حضرت شبلی کے وعظ میں پہنچ کر جب السلام علیک یا ابابکر کہا تو انہوں نے جواب دیا وعلیک السلام یا امیر القلوب پھر آپ نے فرمایا کہ بے عمل عالم سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا لہٰذا اگر تم باعمل عالم ہو تب تو وعظ جاری رکھو ورنہ منبر پر سے نیچے اتر آؤ یہ سن کر جب حضرت شبلی نے آپ کے قول پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ عمل میں یقیناً کوئی کمی ہے چنانچہ منبر پر سے نیچے اتر آئے اور گوشہ نشین ہو کر مشغول عبادت ہو گئے اور جب دوبارہ لوگوں نے وعظ گوئی کے لیے مجبور کر کے منبر پر لا بٹھایا تو حضرت نوری اطلاع پاتے ہی وہاں پہنچے اور فرمایا کہ تم نے مخلوق سے چھپنے کی کوشش کی تو تمہیں تعظیماً" دوبارہ منبر پر لے آئے لیکن میں نے مخلوق سے رابطہ رکھتے ہوئے جب ہدایت کا راستہ دکھانا چاہا تو میری پتھروں سے مدارات کی گئی یہ سن کر حضرت شبلی نے پوچھا کہ آپ کی ہدایت

اور میری پوشیدگی کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا کہ میری ہدایت تو یہ تھی کہ میں نے خدا کے لیے مخلوق سے رابطہ قائم کیا اور تمہاری پوشیدگی کا مفہوم یہ ہے کہ تم خالق و مخلوق کے مابین حجاب و واسطہ بنے رہے جب کہ تمہیں یہ حق حاصل نہیں کہ تم دونوں کے درمیان حجاب و واسطہ بن سکو اور مجھے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں اس بنا پر تمہیں کار آمد بندہ تصور نہیں کرتا۔

کسی اصفہانی نوجوان کے قلب میں آپ کے دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا تو شاہ اصفہان نے اس کو یہ لالچ دیا کہ اگر تم ان سے ملنے نہ جاؤ تو میں تمہیں ایک ہزار دینار کا محل سامان سمیت اور ایک ہزار دینار کی کنیز مع زیورات کے پیش کر سکتا ہوں لیکن وہ ان چیزوں پر لات مار کر ننگے پاؤں شوق دیدار میں چل پڑا اور ادھر آپ نے اپنے ارادت مندوں کو حکم دیا کہ ایک میل تک زمین کو بالکل صاف و شفاف کر دو کیونکہ ہمارا ایک عاشق ننگے پیر چلا آ رہا ہے اور جب وہ نوجوان حاضر خدمت ہوا تو آپ نے بادشاہ کے لالچ اور اس کے قصد کا پورا واقعہ بیان کر دیا جس کو سن کر وہ حیرت زدہ رہ گیا پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ مرید کی شان یہ ہے کہ اگر سارے جہان کی نعمتیں بھی اس کے سامنے پیش کر دی جائیں تو ان پر نگاہ نہ ڈالے۔

آپ ایک شخص کے ساتھ ساتھ رونے میں مصروف رہے اور جب وہ چلا گیا تو فرمایا کہ یہ ابلیس تھا اور اپنی عبادت کا تذکرہ کر کے اس قدر زار زار رویا کہ مجھ کو بھی رونا آگیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ دوران طواف میں نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے وہ مقام وصف عطا کر دے جس میں کبھی تغیر نہ ہو۔ چنانچہ بیت اللہ میں سے ندا آئی کہ اے ابوالحسن تو ہمارے مساوی ہونا چاہتا ہے کیونکہ یہ وصف تو ہمارا ہے کہ ہماری صفات میں کبھی تغیر و تبدل رونما نہیں ہوتا لیکن ہم نے بندوں میں اس لیے تغیر و تبدل رکھا ہے کہ ہماری عبودیت و ربوبیت کا اظہار ہوتا رہے۔

حضرت جعفر خدری بیان کرتے ہیں کہ میں نے بذات خود آپ کو یہ مناجات کرتے سنا کہ اے اللہ تو اپنے ہی تخلیق کردہ بندوں کو جنہم کا عذاب دیگا لیکن تیرے اندر یہ قدرت بھی ہے کہ صرف میرے وجود سے جنہم کو لبریز کر کے تمام اہل جنہم کو بہشت میں بھیج دے حضرت جعفر کہتے ہیں کہ اسی شب میں نے خواب میں کسی کہنے والے کو سنا کہ ابوالحسن نوری کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے مخلوق کی محبت کے صلہ میں تمہاری مغفرت فرما دی۔

ایک مرتبہ حضرت شبلی نے آپ کو اسطرح محو مراقبہ پایا کہ جسم کا رواں تک حرکت میں نہیں تھا اور جب انہوں نے سوال کیا کہ مراقبہ کا یہ کمال آپ نے کس سے حاصل کیا تو فرمایا کہ بلی سے اس

لیے کہ ایک مرتبہ وہ چوہے کے بل کے سامنے مجھ سے بھی زیادہ بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔

دوران غسل آپ کے کوئی کپڑے اٹھا کر چلتا بنا تو اس کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے اور جب وہ کپڑے واپس لے آیا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ اس نے میرے کپڑے واپس کر دیئے تو بھی اس کے ہاتھوں کی توانائی لوٹا دے چنانچہ وہ اسی وقت ٹھیک ہو گیا کسی نے آپ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟ فرمایا کہ جب میں غسل کرتا ہوں تو وہ میرے کپڑوں کی نگرانی کرتا ہے لوگوں نے پوچھا یہ کیسے؟ فرمایا کہ ایک دن میں حمام میں تھا تو کوئی میرے کپڑے اٹھا کر چل دیا اور جب میں نے اللہ سے اپنے کپڑے طلب کیے تو وہ شخص واپس آکر معذرت کے ساتھ میرے کپڑے دے گیا۔

بغداد میں آگ لگنے سے بہت سے افراد جل گئے اسی آگ میں کسی دولت مند کے دو غلام بھی پھنس گئے تو اس نے اعلان کیا کہ جو میرے غلاموں کو آگ سے نکالے میں اس کو ایک ہزار دینار انعام دوں گا اتفاق سے آپ بھی وہاں گذر رہے تھے چنانچہ بسم اللہ پڑھ کر آگ میں سے غلاموں کو نکال لائے اور آگ نے آپ کے اوپر کوئی اثر نہیں کیا اور جب اس مالدار نے دو ہزار درم پیش کرنے چاہے تو فرمایا کہ انہیں تم اپنے پاس ہی رکھو کیونکہ مجھے ان کی حرص نہ ہونے کی وجہ سے ہی خدا نے یہ مرتبہ عطا فرمایا کہ میں نے دنیا کو آخرت سے تبدیل کر دیا۔

ایک مرتبہ دھکتا ہوا انگارہ ہاتھ میں لے کر مل لیا۔ جس کی وجہ سے ہاتھ کالا ہو گیا دریں اثنا خادمہ نے آپ کے سامنے دودھ اور روٹی لا کر رکھا تو آپ نے ہاتھ دھوئے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے خادمہ کے قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ انتہائی بدتمیزی کی بات ہے ابھی وہ اسی خیال میں تھی کہ باہر سے شاہی سپاہیوں نے آکر خادمہ کو یہ کہتے ہوئے گرفتار کر لیا کہ تو نے زیر جامہ چرایا ہے اور تجھے کوتوال کے سامنے پیش کیا جائے گا اور یہ کہہ کر اس کو زدو کوب کرنا شروع کر دیا یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اس کو مت مارو تمہارا زیر جامہ ابھی مل جائے گا۔ چنانچہ اسی وقت ایک شخص نے زیر جامہ سپاہیوں کے حوالے کر دیا اور وہ خادمہ کو چھوڑ کر چلے گئے آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ میری بدتمیزی ہی تیرے کام آگئی یہ سن کر خادمہ نے ندامت کے ساتھ اپنے برے خیال پر توجہ کی۔

کسی کا دوران سفر گدھا مر گیا تو وہ اس تصور سے رو رہا تھا کہ اب میں اسباب کس چیز پر لاد کر لے جاؤں گا اتفاق سے ادھر سے آپ کا بھی گذر ہوا اور مسافر کی بے بسی دیکھ کر گدھے کو ٹھوکر مار کر فرمایا کہ یہ سونے کا وقت نہیں ہے یہ کہتے ہی گدھا اٹھ بیٹھا اور وہ مسافر اپنا سامان لاد کر رخصت ہو

گیا۔

آپ کی علالت کے دوران ایک مرتبہ حضرت جنید مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو کچھ پھل اور پھول آپ کو پیش کیے اس کے بعد جب آپ حضرت جنید کی بیماری میں اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے تو اپنے مریدوں سے فرمایا کہ سب لوگ جنید کا مرض اپنے اوپر تقسیم کرلو یہ کہتے ہی حضرت جنید صحت یات ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ پھل اور پھول کی بجائے اس طرح عیادت کو جانا چاہئے۔

کچھ لوگ ایک ضعیف العمر شخص کو زدو کوب کرتے ہوئے قید خانہ کی طرف لے جا رہے تھے اور وہ انتہائی صبر وضبط کے ساتھ خاموش تھا آپ نے قید خانہ میں جاکر اس سے پوچھا کہ اس قدر ضعیف و نقاہت کے باوجود تم نے صبر کیسے کیا اس نے جواب دیا کہ صبر کا تعلق ہمت و شجاعت سے ہے نہ کہ طاقت و قوت سے پھر آپ نے پوچھا کہ صبر کا کیا مفہوم ہے؟ اس نے کہا کہ مصائب کو اس طرح خوشی کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے جس طرح لوگ مصائب سے چھٹکارا پاکر مسرور ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ آگ کے سات سمندر پار کرنے کے بعد معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب حاصل ہو جاتی ہے تو اول و آخر کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو حمزہ کسی جگہ قرب کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ جس قرب میں ہم لوگ ہیں وہ در حقیقت بعد در بعد ہے فرمایا کہ جب بندہ خدا کو شناخت کرے اور اس میں وعظ گوئی کی صلاحیت بھی ہو اس وقت وعظ کہنا مناسب ہے ورنہ خدا کو پہچانے بغیر وعظ گوئی کی بلا بندوں اور شہروں میں پھیل جاتی ہے فرمایا کہ حقیقت وجد کا اظہار اس لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ وجد ایک ایسا حوالہ ہے جو سر کے اندر بھڑکتا ہے اور شوق کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے فرمایا کہ اتباع سنت کے بغیر اسلام کا راستہ نہیں ملتا فرمایا کہ صوفی کی تعریف یہ ہے کہ نہ تو وہ کسی کی قید میں ہو اور نہ کوئی اس کی قید میں پھر فرمایا کہ ارواح صوفیا غلاظت بشری سے آزاد کدورت نفسانی سے صاف اور خواہشات سے مبرا ہیں فرمایا کہ تصوف نہ تو رسم ہے نہ علم کیونکہ اگر رسم ہوتا تو مجاہدات سے اور علم ہوتا تو تعلیمات سے حاصل ہو جاتا بلکہ تصوف ایک اخلاقی شے ہے اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق و عادات اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ مخلوق دشمنی اور خدا دوستی کا نام تصوف ہے۔

ایک نابینا اللہ کا ورد کرتے ہوئے راستے میں آپ کو ملا تو فرمایا کہ تو اللہ کو کیا جائے اگر اللہ کو جان لیتا تو زندہ نہ رہ سکتا۔ یہ فرما کر غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور ہوش آنے کے بعد ایک ایسے جنگل میں جا پہنچے جہاں بانس کی پھانسیں آپ کے جسم میں چبھتی تھیں اور ہر قطرہ خون سے اللہ کا

نقش ظاہر ہوتا تھا اور جب اس حالت میں آپ کو گھر لایا گیا اور لا الہ الا اللہ کہنے کی تلقین کی گئی تو فرمایا کہ میں تو اسی کے پاس جا رہا ہوں یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ اپنے دور کے ایسے صدیقین میں سے تھے کہ آپ کے بعد کسی نے حقیقی اور سچی بات نہیں کہی۔

باب نمبر 47

حضرت عثمان الجبری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ خراسان کے عظیم شیخ اور قطب العالم تھے اور شریعت و طریقت دونوں پر یکساں طور سے گامزن تھے۔ ارباب طریقت کا قول ہے کہ دنیا میں صرف تین اہل اللہ ہوئے ہیں نیشاپور میں حضرت عثمان الجبری بغداد میں حضرت جنید بغدادی اور شام میں حضرت عبداللہ جلاء۔ لیکن حضرت عبداللہ بن محمد رازی کا قول یہ ہے کہ میں نے حضرت جنید حضرت یوسف بن حسین حضرت رویمؒ اور حضرت محمد فضل سب سے شرف نیاز حاصل کیا مگر خدا شناسی میں جو مرتبہ حضرت عثمان الجبری کو حاصل ہوا وہ کسی کو میسر نہ آیا اور صرف آپ ہی کے دم سے خراسان میں تصوف کا چرچا عام ہوا اور آپ کو تین بزرگوں سے شرف بیعت حاصل رہا اول حضرت یحییٰ بن معاذ' دوم حضرت شجاع کرمانی سوم حضرت ابو حفص حداد' ان کے علاوہ آپ دوسرے بزرگون کی صحبت میں میں رہے آپ کا مشغلہ وعظ گوئی تھا اور اہل نیشاپور کو آپ سے اس درجہ اعتقاد تھا کہ ایک فرد بھی آپ کو برا نہ کہتا۔

حالات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ کم سنی ہی میں میرا قلب اہل ظاہر سے گریزاں رہتا تھا اور مجھ سے ہر شے کی ماہیت و حقیقت کے متعلق سوال کیا جاتا۔ اور شروع ہی سے مجھے یہ خیال تھا کہ جس راستہ پر عام لوگ گامزن ہیں اس سے ہٹ کر بھی کوئی دوسرا راستہ ضرور ہو گا اور ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم کا بھی کوئی وجود ہو گا۔

ایک مرتبہ آپ چار غلاموں کے ہمراہ مکتب جا رہے تھے اور ہاتھ میں سونے کی دوات سر پر زربفت کا عمامہ اور جسم پر نہایت مرصع و قیمتی لباس تھا اچانک آپ نے دیکھا کہ راستہ میں ایک گدھا

زخمی پڑا ہوا ہے اور اس کی پشت کے زخم میں سے کوے گوشت نوچ رہے ہیں یہ منظر دیکھ کر آپ کے اندر ایک ایسا جذبہ ترحم پیدا ہوا کہ اپنی دستار اس کے زخم پر باندھ کر اپنی قبا اس کے اوپر ڈال دی۔ اس احسان کے بدلے میں گدھے نے آپ کے حق ہیں دعائے خیر کی جس کے اثر سے اسی وقت جذب و خوف کے عالم میں آپ حضرات یحییٰ بن معاذ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان سے فیوض حاصل کرنے میں ماں باپ اور گھر در سب کو خیر باد کہہ دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد کسی وارد جماعت سے آپ نے حضرت شجاع کرمانی کے حالات و اوصاف سنے تو کرمان پہنچ کر بہت عرصہ تک ان کی فیض صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے اور انہیں کے ہمراہ نیشاپور پہنچ کر حضرت ابو حفص حداد سے نیاز حاصل کر کے یہ قصد کر لیا کہ کچھ دنوں آپ کے فیوض سے بھی فیضیاب ہونا چاہیے لیکن ڈر کے مارے آپ نے حضرت شجاع سے اپنا قصد ظاہر نہیں کیا لیکن حضرت ابو حفص آپ کی نیت تاڑ چکے تھے لہٰذا روانگی کے وقت حضرت شجاع سے فرمایا کہ ان کو کچھ دنوں کے لیے میرے پاس ہی چھوڑ دیجئے کیونکہ مجھے ان سے کچھ دل چسپی پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ حضرت شجاع کی اجازت کے بعد آپ نے حضرت ابو حفص کی خدمت میں رہ کر بے حد فیوض حاصل کیے' پھر حضرت ابو حفص نے آپ کے متعلق یہ فرمایا کہ یحییٰ بن معاذ نے ان کو آگ کی بھٹی میں تو جھونک دیا تھا لیکن اس کو بھڑکانے والے کی ضرورت باقی رہ گئی تھی لہٰذا اب انہیں وہ شے بھی حاصل ہو گئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ عہد شباب مین جب حضرت ابو حفص نے مجھے اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا تو میں نے آپ کی صحبت کے عشق میں آپ کی نشست گاہ کے سامنے دیوار میں سوراخ کر کے زیارت شروع کر دی اور جب آپ کو اس کا علم ہوا تو اپنے پاس اپنی صاجزادی سے نکاح پڑھا دیا۔

آپ کبھی کسی پر خفانہ ہوتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے آپ کو کھانے پر مدعو کیا اور جب آپ وہاں پہنچے تو اس نے دھتکار کر کہا کہ بھاگ جاؤ میرے یہاں کھانا نہیں ہے اور جب آپ واپس ہونے لگے تو اس نے دوبارہ بلا کر کہا کہ تم بہت پیٹو ہو' یہ سن کر آپ پھر واپس ہوئے لیکن تیسری مرتبہ اس نے بلا کر کہا کہ پتھر موجود ہیں اگر کھانا چاہو تو کھا سکتے ہو غرض کہ تیس مرتبہ اس نے ایسی ہی حرکت کی اور آخر میں اتنی زور سے دھکا دیا کہ آپ گر پڑے لیکن اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دونوں ہاتھ بیکار کر دیئے اس سرزنش سے وہ ایسا متاثر ہوا کہ فوراً ہی تائب ہو کر آپ سے بیعت ہو گیا' پھر ایک دن اس نے آپ سے سوال کیا کہ میری تیس مرتبہ کی گستاخی پر آپ کو غصہ کیوں نہیں آیا؟ فرمایا کہ کتے بھی یہی کرتے ہیں کہ جب بلایا جائے چلے آئے اور جب دھتکار دیا بھاگ گئے' لیکن یہ کوئی مرتبہ نہیں ہے بلکہ اہل مرتبہ ہونا بہت مشکل ہے۔

ایک مرتبہ مریدوں کے ہمراہ بازار تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے اوپر سے اس طرح راکھ پھینکی جو پوری کی پوری آپ کے اوپر پڑی - یہ دیکھ کر مریدوں نے بہت پیچ و تاب کھائے مگر آپ نے فرمایا کہ بہت قابل شکر امر ہے کہ جو سر آگ کا سزاوار تھا اس پر صرف راکھ ہی پڑی۔

حضرت ابو عمرو سے روایت ہے کہ میں آپ ہی کے دست مبارک پر تائب ہوا اور عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں رہ کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتا رہا' لیکن بعد میں جب میرا قلب معصیت کی جانب راغب ہوا تو میں نے آپ کی صحبت سے کنارہ کشی کا قصد کر لیا لیکن آپ نے اشارۃً فرمایا کہ میری صحبت چھوڑ کر غنیموں کی صحبت مت اختیار کر لینا کیونکہ ان کو تمہارے گناہوں سے خوشی حاصل ہو گی لہٰذا جو گناہ کرنا ہو یہیں رہ کر کر لو تاکہ تمہارا وبال اپنے سر پر لے لوں یہ الفاظ آپ نے کچھ ایسے مؤثر انداز میں فرمائے کہ میں توبہ کر کے آپ کی خدمت میں مصروف ہو گیا۔

کوئی شرابی برہنہ پا چکارا بجاتا ہوا چلا جا رہا تھا' لیکن آپ کو دیکھتے ہی بربط تو بغل میں چھپا لیا اور ٹوپی اوڑھ لی چنانچہ آپ اس کو اپنے ہمراہ گھر لے آئے اور غسل کروا کے اپنا خرقہ پہناتے ہوئے دعا فرمائی کہ اے اللہ میں نے اپنا اختیاری کام تو انجام دے لیا اب جو تیرے اختیار میں ہے اس کی تکمیل فرما دے اس دعا کے ساتھ ہی اس شرابی میں ایسا کمال پیدا ہو گیا کہ آپ خود بھی متحیر رہ گئے اسی وقت حضرت ابو عثمان مغربی بھی آپ کے یہاں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ آج میں رشک کی آگ میں عود کی طرح سلگ رہا ہوں کیونکہ جس کمال کے حصول میں میری اتنی عمر ختم ہو گئی وہ کمال بلا طلب ایک ایسے شخص کو عطا کر دیا گیا جس کے منہ سے شراب کی بدبو آ رہی ہے اس سے اندازہ ہوا کہ فضل خداوندی کا انحصار عمل پر نہیں بلکہ قلبی کیفیات سے متعلق ہے۔

ارشادات : کسی نے آپ سے عرض کیا کہ گو میں زبان سے خدا کا ذکر کرتا ہوں لیکن میرا قلب اس پر مطمئن نہیں آپ نے فرمایا کہ تیری زبان کو جو لذت ذکر عطا کی گئی ہے اسی کا شکر ادا کرتا رہ تاکہ دوسرے اعضا کو لذت ذکر حاصل ہو جائے ایک مرید دس سال تک خدمت کرتے ہوئے سفر حج میں بھی آپ کے ہمراہ رہا لیکن ہمیشہ یہی کہتا رہتا کہ خدا کے بھیدوں سے مجھے بھی آگاہ فرما دیجئے آپ نے فرمایا کہ میں تو خود بھی آگاہ نہیں ہوں یہ تو جس پر خدا کا فضل ہو وہی مطلع ہو سکتا ہے فرمایا کہ جس کو اپنی تعظیم کروانے کا تصور ہو اس کو کفر پر موت آنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ فرمایا کہ صحبت خداوندی کو ادب ہیئت کے ساتھ اختیار چاہیے اور اتباع سنت کے لیے حضور اکرم ﷺ کی محبت ضروری ہے اور خادم بن کر اولیاء کرام کی تعظیم کرنی لازمی ہے فرمایا کہ مسلمان سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا چاہیے اور جہلا کے لیے دعائے خیر کرنی چاہیے فرمایا کہ اقوال صوفیا پر عمل پیرا ہونے سے

نور حاصل ہوتا ہے۔ لیکن بے عمل لوگوں پر ان کے اقوال کا کوئی اثر نہیں فرمایا کہ جن کو ابتدا میں ارادت حاصل نہیں ہوتی وہ انتہا تک ترقی نہیں کرسکتا فرمایا کہ اتباع سنت سے حکمت اور اتباع نفس سے ہلاکت حاصل ہوتی ہے فرمایا کہ نفس کی برائیوں سے وہی واقف ہو سکتا ہے جو خود کو ہیچ تصور کرلے فرمایا کہ جب تک منع' عطا' ذلت اور عزت مساوی نہ ہوں کمال حاصل نہیں ہو سکتا' پھر فرمایا کہ یہ چار چیزیں کمال کو پہنچادیتی ہیں اول فقر' دوم استغنا' سوم تواضع چہارم مراقبہ' فرمایا کہ آخرت سے خائف رہنے والا ہی آخرت میں آرام حاصل کریں گے اور عذاب آخرت سے خائف نہ ہونے والے غمزدہ رہتے ہیں فرمایا کہ صابر وہی ہے جو مصائب کو برداشت کرسکے فرمایا کہ عام لوگ کھانے پر اور خواص عطائے باطنی پر شکر کرتے ہیں فرمایا کہ جب تک ہر شے کو خود سے بہتر تصور نہ کرے نفس کے مصائب کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ اطاعت گذاری کا نام سعادت اور ارتکاب معصیت کرتے رہنے کے بعد امید مغفرت شقاوت ہے اور نفس کا اتباع قید خانہ کی زندگی کی طرح ہے فرمایا کہ نہ تو خدا کے سوا کسی سے خائف رہو اور نہ کسی سے توقعات وابستہ کرو' فرمایا کہ اعزاز خداوندی سے شرف حاصل کرو تاکہ ذلت سے بچ سکو' فرمایا کہ نفس کا متقصا خدا سے بعد ہوتا ہے اور خوف واصل باللہ کردیتا ہے فرمایا کہ عزت و دولت کی طلب اور مقبولیت کی حرص عداوت کی اساس ہے فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے بندوں کی خطائیں معاف کرنا فرض قرار دے لیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کتب ربکم علی نفسه الرحمته یعنی فرض کرلیا ہے تمہارے رب نے نفس پر رحمت کو فرمایا کہ عام اخلاص تو یہ ہے کہ نفس کو مسرت حاصل ہو اور خاص اخلاص یہ ہے کہ اعلیٰ ترین عبادت کو ادنیٰ ترین تصور کرتا رہے ار اخلاص کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جو بات زبان سے ادا کرو اس کی تصدیق قلب سے بھی کرتے رہو اور مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خالق پر نظر رکھنے کا نام بھی اخلاص ہے۔

ایک شخص فرخانہ سے چل کر آپ کی خدمت میں نیشاپور پہنچا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ناراض کرکے حج کرنا مناسب نہیں یہ سن کر وہ فوراً واپس ہو گیا اور اپنی والدہ کی حیات تک مسلسل ان کی خدمت کرتا رہا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد پھر بھی آپ کی خدمت میں جب نیشاپور پہنچا تو آپ نے کافی فاصلہ سے اس کا استقبال کیا اور اپنے ہمراہ لاکر بکریاں چرانے کا کام اس کے سپرد کردیا اس کے بعد اس نے آپ کی زیر نگرانی فیوض باطنی سے اکتساب کیا اور معراج کمال تک پہنچا۔

وفات: انتقال کے وقت جب آپ کے صاحبزادے نے شدت غم میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے

تو آپ نے نرمی سے فرمایا کہ خلاف سنت کام کرنا علامت نفاق ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ "ہر برتن سے وہی شے ٹپکتی ہے جو اس میں موجود ہے۔ اس تاثر آمیز نصیحت کے بعد آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔"

باب نمبر ⟵ 48

حضرت ابو عبداللہ جلاء رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ بہت عالی ہمم بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور آپ نے حضرت ابو تراب اور حضرت ذوالنون جیسے مشائخ کرام سے نیاز بھی حاصل کیا اس کے علاوہ حضرت ابوالحسن نوری کے فیض صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔

حالات :ایک مرتبہ آپ نے حضرت عمرو دمشقی سے بیان کیا کہ جس وقت میں نے اپنے والدین سے عرض کیا کہ مجھ کو خدا کے حوالے کر دو تو انہوں نے میری استدعا قبول کر لی چنانچہ میں گھر سے رخصت ہو گیا اور جب کافی عرصہ کے بعد واپس آکر گھر کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اپنا نام بتایا تو والدین نے اندر ہی سے جواب دیا کہ ہم خدا کو سپرد کی ہوئی شے واپس نہیں لیتے۔ اور کسی طرح دروازہ نہیں کھولا۔

کسی حسین و جوان یہودی کے دیدار میں آپ مشغول تھے کہ حضرت جنید بھی آپہنچے، آپ نے ان سے کہا کہ ایسی حسین صورت بھی جہنم میں جلے گی انہوں نے فرمایا کہ اس پر نظر ڈالنا بھی داخل شہوت ہے اگر عبرت حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا میں دوسری بہت سی چیزیں ہیں۔

کسی نے جب آپ سے فقر کا مفہوم پوچھا تو آپ اٹھ کر باہر چل دیئے اور کچھ وقفہ کے بعد آکر فرمایا کہ میرے پاس تھوڑی سی چاندی تھی اس کو خیرات کر دیا تاکہ فقر کے موضوع پر گفتگو کر سکوں۔ لہٰذا اب سن لو کہ جس کے پاس کوئی چیز بھی نہ ہو وہ فقر کا مستحق ہے۔ فرمایا کہ مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے سامنے بھوک کی شدت میں جاکر میں نے عرض کیا کہ آپ کا مہمان ہوں یہ کہہ کر وہیں سو گیا اور خواب میں حضور اکرم ﷺ نے مجھے ایک ٹکیہ عنایت فرمائی جس میں سے آدھی کھانے پایا تھا کہ آنکھ کھل گئی لیکن آدھی باقی ماندہ اس وقت بھی میرے ہاتھ میں تھی فرمایا کہ جن کے

نزدیک تعریف و برائی مساوی ہوں وہ زاہد ہے اور جو اول وقت نماز ادا کرتا رہے وہ عابد ہے اور ہر فعل کو خدا کی نظر سے دیکھنے والا موحد ہے اور جو خدا کے سوا کسی جانب متوجہ نہ ہو وہ عارف ہے۔ فرمایا کہ اعانت نفس سے حاصل کردہ مرتبہ فانی ہے لیکن خدا کا عطا کردہ مرتبہ قائم رہنے والا ہے۔

وفات :ہنستے ہوئے آپ کا انتقال ہوا تو موت کے بعد بھی اطبا نے کہا کہ آپ زندہ ہیں۔ لیکن نبض دیکھنے کے بعد موت کا یقین ہو گیا۔

باب نمبر 49

حضرت ابو محمد رویم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ واقف اسرار مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور حضرت جنید اور حضرت داؤد طائی کے اطاعت گذاروں میں تھے اس کے علاوہ آپ کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔

حالات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ جس قسم کے کھانے کا تصور کرتا ہوں فوراً مل جاتا ہے' پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ دوپہر میں مجھے شدت کی پیاس محسوس ہوئی تو میں نے ایک مکان سے پانی طلب کیا اور جب اندر سے ایک لڑکا پانی لے کر آیا تو میں نے پی لیا۔ لیکن اس لڑکے نے کہا کہ یہ کس قسم کا صوفی ہے جو دن میں پانی پیتا ہے' چنانچہ اس دن سے آج تک میں نے کبھی دن میں پانی نہیں پیا۔

ارشادات :کسی نے آپ سے پوچھا کہ کس حال میں ہو؟ فرمایا کہ جس کا مذہب خواہشات اور ہمت دینار ہو اس کا حال کیا پوچھتے ہو۔ حال تو ان کا دریافت کرو جو عارف و متقی اور عبادت گذار ہوں فرمایا کہ سب سے پہلے خدا نے بندے پر معرفت کو فرض کیا جیسا کہ قران میں ہے "نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انس کو مگر عبادت کے لیے۔" فرمایاہ خدا نے اپنی ذات کے علاوہ ہر شے کو دوسری شے میں پوشیدہ کر دیا ہے پھر فرمایا کہ جن کو حضوری حاصل ہوتی ہے وہ تین طرح کے ہوتے ہیں اول شاہد وعید جن پر ہر لحجہ ہیبت طاری رہتی ہے دوم شاہد وعدہ جو ہمیشہ عالم غیبوبت میں رہتے ہیں سوم مشاہد حق جو ہر وقت مسرور و مگن رہتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قول و فعل عطا کرنا بھی داخل سعادت ہے کیونکہ اگر قول کو سلب کر کے صرف فعل کو باقی رکھے تو نعمت ہے اور اگر فعل سلب کر کے صرف

قول باقی رکھے تو معصیت ہے اور اگر قول و فعل دونوں کو سلب کر لے تو ہلاکت ہے۔ پھر فرمایا کہ جماعت صوفیاء کے علاوہ ہر جماعت کو پل صراط پر سے گذرنا اس لیے دشوار نہیں کہ دوسری جماعتوں سے ظاہری شریعت کے مطابق اور جماعت صوفیاء سے باطن کے مطابق باز پرس ہوگی۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ آداب سفر کیا ہیں؟ فرمایا کہ کسی قسم کا خطرہ بھی مسافر کے لیے سد راہ نہ ہو اور نہ کہیں آرام کی غرض سے قیام کرے کیونکہ جس جگہ بھی قلب نے آرام کر لیا بس وہی اس کی منزل ہے پھر فرمایا کہ تصوف کی اساس یہ ہے کہ فقراء سے تعلق رکھے عجز کے ساتھ ثابت قدم رہے اور بخشش و عطا پر معترض نہ ہو اور اعمال صالحہ پر ثابت قدمی کا نام تصوف ہے اور خدا کی محبت میں فنائیت کا نام توحید ہے فرمایا کہ قلب عارف ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر لمحہ تجلیات کا انعکاس ہوتا رہتا ہے فرمایا کہ قرب کی دلیل یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر شے سے وحشت پیدا ہوتی رہے پھر فرمایا کہ صوفی کا مخلوق سے کنارہ کش ہونا ہی افضل ہے پھر فرمایا کہ فقر اس کا نام ہے کہ نفس کی مخالفت کرتا رہے رموز خداوندی کو آشکار نہ ہونے دے اور ترک شکایت کا نام صبر ہے اور خدا کے سامنے خود کو ذلیل تصور کرنا تواضع ہے فرمایا کہ حقیقی شہوت وہی ہے جو اعمال صالحہ کے علاوہ کسی وقت بھی ظاہر نہ ہو فرمایا کہ اشارات میں دم مارنا حرام اور خطرات و مکاشفات میں دم زدن مباح ہے فرمایا کہ ترک دنیا کا نام زہد ہے فرمایا کہ خائف اسی کو کہا جاتا ہے جو خدا کے سوا کسی سے خوفزدہ نہ ہو فرمایا کہ خندہ پیشانی کے ساتھ احکام الٰہی کے استقبال کرنے کا نام رضا ہے اور اخلاص عمل یہ ہے کہ دونوں جہان میں اس کے صلہ کی امید نہ رکھے۔

حضرت عبداللہ خفیف نے جب آپ سے نصیحت کرنے کی استدعا کی تو فرمایا کہ خدا کی راہ میں جان قربان کر دو اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر اقوال صوفیاء پر عمل نہ کرو۔

عمر کے آخری حصہ میں آپ نے قضا کا عہدہ اختیار کر کے اہل دنیا کا لباس ختیار کر لیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے لیے سپر بن جائیں حضرت جنید کا قول ہے کہ ہم سب تو فارغ مشغول ہیں اور حضرت رویم مشغول فارغ۔

باب نمبر ⟵ 50

حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ بہت بڑے مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور آپ کے بہت سے اوصاف حضرت ابو سعید خزار نے بیان کیے ہیں حتی کہ وہ آپ کے مقابلے میں کسی دوسرے کو صوفی ہی تصور نہ کرتے تھے۔

حالات: ایک مرتبہ آپ کو گریہ وزاری کرتے ہوئے لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ کم سنی میں میں نے ایک شخص کا کبوتر پکڑ لیا تھا اور اس کے معاوضہ میں آج تک اس کے مالک کو ایک ہزار دینار دے چکا ہوں لیکن پھر بھی یہ تصور ہے کہ نہ معلوم مجھے کیا سزا دی جائی گی پھر کسی نے سوال کیا کہ آپ قرآن کی یومیہ کتنی تلاوت کر لیتے ہیں؟ فرمایا کہ چودہ سال قبل تو ایک قرآن یومیہ ختم کر دیتا تھا لیکن اب چودہ سال سے میں نے قرآن شروع کیا ہے تو اب تک صرف سورہ انفال تک پہنچا ہوں۔

آپ کے دس لڑکے تھے اور ایک مرتبہ دوران سفر ڈاکوؤں نے انہیں پکڑ کر ایک ایک کر کے نو لڑکوں کو آپ کے سامنے ہی قتل کر دیا لیکن آپ آسمان کی جانب نظریں اٹھائے ہوئے مسکراتے رہے اور جب دسویں لڑکے کی باری آئی تو اس نے کہا کہ کسی قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ باپ ہو کر کچھ تدارک کرنے کے بجائے مسکرا رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہر امر کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اپنی مصلحت سے جو کچھ بھی کرتا ہے اس میں بندے کو دم مارنے کی اجازت نہیں یہ سن کر راہزنوں پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ بات پہلے کہہ دیتے تو تمام صاحبزادے قتل ہونے سے بچ جاتے۔

ایک مرتبہ آپ نے حضرت جنید سے فرمایا کہ مالداروں کا فقراء سے زیادہ مرتبہ ہے کیونکہ روز محشر جب ان سے محاسبہ ہو گا تو ایک محاسبہ تو اعمال کا ہو گا اور دوسرا محاسبہ دولت کا مزید برآں ہو گا لیکن حضرت جنید نے فرمایا کہ فقرا کا مرتبہ مالداروں سے اس لیے زیادہ ہے کہ جب مالدار قیامت میں فقراء سے معذرت خواہ ہوں گے تو ان کا یہ عذر اپنے محاسبہ سے زیادہ ہو گا۔

جب آپ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ صوفیاء کرام دوران گفتگو ایسے الفاظ کیوں استعمال

کرتے جس سے دوسرے بے بہرہ اور حیرت زدہ ہوں فرمایا کہ صوفیاء یہ چاہتے ہیں کہ ان کی بات سوائے صوفی کے کسی کے پلے نہ پڑے اس لیے عام زبان سے ہٹ کر گفتگو کرتے ہیں۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر علم و عمل وہی تھا جو گذشتہ لوگوں نے حاصل کیا اور اس پر عمل پیرا رہے فرمایا کہ اسرار کو میدان عمل میں تلاش کرو پھر میدان حکمت میں پھر میدان توحید میں اور اگر کہیں نہ ملیں تو امیدوں کو منقطع کرلو' فرمایا کہ صفات پر عمل کرنا رجوع کرنے سے بہتر ہے فرمایا کہ ہر علم کے لیے ایک بیان ہے ہر بیان کے لئے زبان ہر زبان کیلئے ایک عبادت ہے ہر عبادت کیلئے اک طریقہ ہے اور ہر طریقہ کے لیے ایک گروہ کا وجود ضروری ہے اور جو شخص ان چیزوں میں تمیز نہ کر سکے اس کے لیے لب کشائی مناسب نہیں پھر فرمایا کہ متبعین سنت کو نور معرفت حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ مسلمان کے مفاد کے لیے سعی کرنے والا منافق بھی ساٹھ برس کے عابد سے زیادہ ثواب حاصل کرتا ہے فرمایا کہ قرآن و حدیث سے بلند کوئی مقام نہیں فرمایا کہ خدا کی عبادت نہ کرنا انتہائی غفلت ہے پھر فرمایا کہ خدا کی سوا اگر کوئی شخص کسی دوسری شے سے سکون حاصل کرتا ہے تو آخر کار وہی شے اس کے لیے باعث ہلاکت بن جاتی ہے فرمایا کہ عمدہ گناہ وہی ہے جس میں توبہ کی توفیق نصیب ہو اور بدترین ہے وہ اطاعت جس میں خود بینی رونما ہو جائے فرمایا کہ وسائل پر اعتماد کرنے سے تکبر جنم لیتا ہی فرمایا کہ دولت کا ڈاکو بھی طالب دنیا ہوتا ہے فرمایا کہ دنیا کچھ لوگوں کے لیے تو سرائے ہے کچھ کے لیے تجارت گاہ بعض کے لیے شہرت و عزت حاصل کرنے کی جگہ بعض کے لیے درس عبرت اور بعض کیلئے عیش و نشاط ہے چنانچہ ہر فرد اپنے ہی تصورات کے اعتبار سے دنیا سے دلچسپی رکھتا ہے فرمایا کہ شہوت قلب مشاہد ہے اور شہوت نفس دنیاوی عیش و دوام ہے فرمایا چونکہ فطرت نفس بے ادبی پر قائم ہے اس لیے نفس کو ہر لمحہ مؤدب رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور خواہش نفس اور عبادت کے صلہ کی تمنا بندے کو خدا کا دشمن بنا دیتے ہیں فرمایا کہ غذائے مومن عبادت خدا ہے اور غذائے منافق کھانا پینا فرمایا کہ صالحین جیسا ادب رکھنے والا بساط کرامت حاصل کرتا ہے اور صدیقین جیسا ادب رکھنے والا بساط انس سے سرفراز ہوتا ہے لیکن بے ادب ہمیشہ حرماں نصیب رہتا ہے فرمایا کہ قرب کا ادب بعد کی ادب سے زیادہ دشوار ہے اس لیے کہ ناواقف لوگوں کے تو اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ بھی معاف کر دیگا لیکن عارفین سے گناہ صغیرہ کی بھی باز پرس ہو گی فرمایا کہ اتباع نفس کرنے والا کبھی قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا فرمایا کہ مجھے نار جنم میں جلنے کا اتنا خوف نہیں جتنا خدا کی عدم توجہی سے خائف رہتا ہوں فرمایا کہ موجدین چار طرح کے ہوتے ہیں اول وہ جو وقت و حالت دونوں پر نظر رکھتے ہوں دوم وہ جن کی نگاہ عاقبت پر مرکوز رہتی ہے سوم وہ جو حقائق کا مشاہدہ

کرتے رہتے ہیں چہارم وہ جن کے پیش نظر صرف مسابقت ہوتی ہے فرمایا کہ رسولوں کا ادنیٰ مرتبہ انبیاء کے اعلیٰ مراتب کے مساوی ہوتا ہے اور انبیاء کا ادنیٰ مرتبہ مومنین کے اعلیٰ مرتبہ کے برابر ہے فرمایا کہ بعض بندے ایسے بھی ہیں جن کا اتصال خدا کے ساتھ اس طرح ہے کہ ان کی آنکھیں اسی کے نور سے روشن ہیں ان کی حیات اسی کے دم سے قائم ہے اور یہ اتصال انہیں صرف یقین کی صفائی اور دائمی نظر کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور چونکہ وہ اسی کی ذات سے زندہ ہیں اس لیے انہیں ابھی تک موت نہیں آئی فرمایا کہ بہترین ہے وہ غیرت جو محبت و ہم نشینی کے وقت رہے فرمایا کہ اکثر اہل غیرت کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ غیرت سے نجات دلانے کے لیے اگر کوئی انہیں قتل کر دے تو قاتل کو ثواب ملتا ہے فرمایا کہ زندگی کا قیام وابستہ ہے قلب محبت گریہ مشتاق ذکر عارف لسان موحد اور اہل ہم کے ترک نفس سے اور حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ زندگی کا قیام لسان موحد سے کس طرح وابستہ ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ باطن موحد توحید سے معمور ہوتا ہے اور اس کو زبان ہلانے کے سوا رتی بھر بھی کسی چیز کی خبر نہیں رہتی' جیسا کہ حضرت بایزید کا قول ہے کہ میں تیس سال سے بایزید کی جستجو میں ہوں لیکن وہ کہیں نہیں ملتا اور صاحب تعظیم کے نفس سے زندگی کا قیام اس لیے ہے کہ اس کی زبان تو گنگ ہو جاتی ہے لیکن جان باقی رہتی ہے اور اہل ہم کی زندگی یہ ہے کہ زندگی نفس سے قطعاً" ہو جاتی ہے اور اگر وہ اس عالم ہیئت میں لب کشائی کر بیٹھے تو فوراً ہلاک ہو جائے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ "مجھے اللہ کے ساتھ ایک وقت حاصل ہے" یعنی اس وقت نہ تو میں ہوتا ہوں نہ جبرائیل پھر فرمایا کہ علم کی چار قسمیں ہیں اول علم معرفت دوم علم عبادت سوم علم عبودیت چہارم علم خدمت' فرمایا کہ مملکت کا دعویدار محبت سے محروم ہو جاتا ہے فرمایا کہ عقل صرف الہ عبودیت ہے نہ کہ ربوبیت پر بلندی حاصل کرنے کا فرمایا توکل نام ہے فاقہ کشی میں کسی سبب کی جانب نظر نہ ڈالنے کا اور متوکل وہ ہے جو صرف خدا پر توکل کرے فرمایا کہ ارکان معرفت تین ہیں اول ہیبت دوم حیا سوم امن اور حیا کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ بھی میسر آئے اس کو یہ سمجھے کہ میرے لیے یہی بہتر ہے فرمایا کہ ایک تقویٰ ظاہری ہے جس میں صرف حدود الٰہی پر نظر ہوتی ہے اور دوسرا تقویٰ باطن یہ ہے کہ خلاص و نیت پیش نظر رہیں اور تقویٰ کی ابتدا معرفت اور انتہا توحید ہے فرمایا کہ جس شے کو خدا نے بہتر فرمایا ہے اس پر ثابت قدمی ادب ہے' فرمایا کہ ہر وقت کا مراقبہ تمام عبادتوں سے افضل ہے فرمایا کہ قلب و جگر کے ٹکڑے ہو جانے کا نام شوق ہے' لیکن شوق محبت سے بالاتر ہے کیونکہ شوق محبت سے ہی تخلیق پاتا ہے فرمایا کہ حضرت آدم کی خطا پر سوائے سیم و زر کے ہر شے نے نوحہ خوانی کی اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سے بازپرس کی تو عرض کیا کہ

ہم تیرے نافرمانوں پر نوحہ خوانی نہیں کر سکتے اسی لیے اللہ تعالٰی نے ان کو ہر شے کی قیمت مقرر کردی یعنی ہر شے روپیہ اشرفی سے ہی خریدی جاسکتی ہے فرمایا کہ ظاہر میں مخلوق سے اور باطن میں خالق سے وابستگی گوشہ نشینی سے بہتر ہے۔

آپ نے مریدوں سے سوال کیا کہ بندوں کے مراتب کس شے سے بلند ہوتے ہیں کسی نے جواب دیا صائم الدہر رہنے سے کسی نے کہا کہ سدا نماز میں مشغول رہنے سے کسی نے عرض کیا مجاہدات پر مداومت کرنے سے کسی نے کہا خیرات وصدقات جاری رکھنے سے لیکن آپ نے فرمایا کہ صرف اسی کو بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔

لوگوں نے خلیفہ وقت سے آپ کے زندیق ہونے کی شکایت کی تو وزیر نے آپ کو بلا کر برا بھلا کہا اور آپ کے چمڑے کے موزے اتروا کر انہیں سے اس قدر زدو کوب کیا کہ آپ کے اوپر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کے بعد آپ اس کے حق میں یہ بد دعا فرمائی کہ اللہ تعالٰی تیرے دست وپا قطع کرادے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد خلیفہ نے کسی جرم کی سزا میں اس کے ہاتھ پیر قطع کروادیے اس پر بعض بزرگوں نے یہ اعتراض کیا کہ آپ کو بد دعا نہ کرنی چاہیے تھی، بلکہ اس کے حق میں دعا کرتے لیکن بعض بزرگوں نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ کی بد دعا کی یہ وجہ تھی کہ وہ وزیر مسلمانوں کے حق میں بہت ہی جابر و ظالم تھا اور بعض بزرگ یہ کہتے ہین کہ چونکہ قضا و قدر کا فیصلہ یہی تھا اس لیے آپ نے اس کو ظاہر کر دیا۔ لیکن حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ در حقیقت وہ بد دعا نہیں بلکہ اس کے حق میں دعا تھی تاکہ دنیا کی ذلت سے نجات پا کر درجہ شہادت حاصل کرے اور آخرت کی سزا کے بجائے دنیا ہی میں سزا پوری ہو جائے۔

باب نمبر ⟵ 51

حضرت ابراہیم بن داؤد ورقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ کا تعلق مشائخ شام میں سے تھا اور آپ ریاضت و کرامت کے مکمل آئینہ دار ہونے کے علاوہ حضرت جنید کے ہم عصر اور ابن عطا اور عبد اللہ بن جلا کے احباب میں سے تھے۔

حالات :کسی درویش کی کملی میں آپ کے پیراہن کا ایک ٹکڑا سلا ہوا تھا چنانچہ جنگل میں جب اس درویش پر شیر حملہ آور ہوا تو قریب پہنچ کر بجائے حملہ کرنے کے اس کے قدموں میں سر جھکا کر خاموشی کے ساتھ لوٹ گیا۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ ان چیزوں کو نظر انداز کر کے جہاں تک عقل انسانی کی رسائی ممکن ہو مخلوق کے وجود کو ثابت کرنا داخل معرفت ہے۔ فرمایا کہ ظاہری اعتبار سے گو آنکھیں کھلی رہتی ہیں لیکن بصارت مفقود ہوتی ہے فرمایا کہ خدا دوستی کی علامت اطاعت و کثرت عبادت اور اتباع سنت ہے فرمایا کہ مخلوق میں کمزور ترین وہ ہے جو ترک مخلوق پر قادر نہ ہو، فرمایا کہ مراتب کا مدار صرف ہمت پر ہے اور اگر ہمت کو امور دنیاوی پر صرف کیا جائے تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں لیکن اگر خدا کی رضاجوئی کے کام میں لایا جائے تو مراتب اعلیٰ تک رسائی کا امکان ہے فرمایا کہ سوال نہ کرنے والا راضی برضا رہتا ہے کیونکہ دعا کی کثرت بھی رضا کے منافی ہے اور وعدہ الٰہی پر خوش رہنے کا نام توکل ہے۔ فرمایا کہ نوشتہ تقدیر سے زیادہ کی طلب سعی لاحاصل ہے کیونکہ مقدرت سے زیادہ کبھی نہیں مل سکتا۔ فرمایا کہ مالدار تو اپنے مال پر کفایت کرتا ہے۔ لیکن فقراء کے لیے توکل بہت کافی ہے فرمایا کہ فقیر ادب سے اس وقت واقف ہوتا ہے جب حقیقت سے علم کی جانب رجوع کرتا ہے فرمایا کہ جب تک خطرے کا احساس رہے قرب الٰہی کا حصول ممکن نہیں فرمایا کہ خدا کے سوا کسی اور کو صاحب اعزاز تصور کرنے والا خود ذلیل ہے فرمایا کہ میری پسندیدہ چیزوں میں سے صحبت فقراء اور حرمت اولیاء ہے۔

حضرت یوسف اسباط رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

آپ تارک الدنیا ہونے کے ساتھ بہت عظیم عابد و متقی بھی تھے اور بڑے مشائخ سے شرف نیاز حاصل کرتے رہے آپ نے ترکہ میں ملے ہوئے ستر ہزار دینار میں سے ایک پائی بھی اپنی ذات پر خرچ نہیں کی بلکہ کھجور کے پتے بیچ کر اپنا خرچ چلایا کرتے تھے اس کے علاوہ صرف ایک گدڑی میں چالیس سال کا عرصہ گذار دیا۔

حالات و ارشادات :آپ نے حذیفہ مرعشی کو مکتوب میں تحریر کیا کہ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ تم نے دو ذرے سونے کے معاوضہ میں اپنا دین فروخت کر دیا کیونکہ جب تم ایک مرتبہ کسی سے کوئی شے خرید رہے تھے تو مالک کی بتائی ہوئی قیمت کو تم نے پانچ گنا کم کر کے بتایا اور اس نے تمہیں دیندار تصور کر کے تمہارے لحاظ میں وہ شے بہت کم قیمت پر دیدی لیکن حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ دوسری کتابوں میں اس کے برعکس بھی ہے لیکن میں نے معتبر کتابوں میں اسی طرح منقول پایا۔

فرمایا کہ حصول زر کے لیے تعلیم قرآن خدا کے ساتھ تمسخر ہے' فرمایا کہ صدق دلی سے ایک شب کی عبادت بھی ثواب جہاد سے کہیں زائد ہے۔ فرمایا کہ اپنے سے سب کو بہتر تصور کرنے کا نام تواضع ہے کیونکہ قلیل تواضع کا صلہ مجاہدات کثیرہ کے مساوی ہے اور متواضع وہ ہے جو احکام شرعیہ پر عمل پیرا رہتے ہوئے مخلوق سے نرمی کا برتاؤ کرے اور اپنے سے زیادہ عظیم المرتبت کی تعظیم کرے ہر نقصان کو برداشت کرتے ہوئے خدا کی عطا کردہ شے پر شاکر رہے اور ذکر الٰہی کے ساتھ ساتھ غصہ کو ختم کردے امراء کے ساتھ تکبر سے پیش آئے فرمایا کہ توبہ کی دس علامتیں ہیں دنیا سے بعد اختیار کرنا' ممنوعات سے احتراز کرنا اہل تکبر سے ربط و ضبط نہ رکھنا' صحبت متواضع اختیار کرنا نیک لوگوں سے رابطہ رکھنا توبہ پر ہمیشہ قائم رہنا بعد از توبہ گناہ نہ کرنا حقوق پورے کرتے رہنا غنیم مطلب کرنا قوت کو زائل کرنا اسی طرح زہد کی بھی دس علامتیں ہیں موجود شے کو چھوڑ دینا مقرر خدمت بجالانا خیرات کرتے رہنا صفائی باطنی حاصل کرنا اعزہ کی عزت کرنا دوستوں کا احترام کرنا مباح اشیاء میں بھی حد سے کام لینا آخرت کا نفع طلب کرنا آسائش میں کمی کرتے رہنا فرمایا کہ ورع کی بھی

دس قسمیں ہیں متشابہات میں تدبر سے کام لینا شبہات سے احتراز کرنا نیک و بد میں تمیز کرنا فکر و غم سے دور بھاگنا سود و زیاں سے بے نیاز رہنا رضائے الٰہی پر قائم رہنا امانت کا تحفظ کرنا مصائب دوراں سے روگرداں رہنا' آفات سے پر خطر چیزوں سے کنارہ کش رہنا فخر و تکبر کو خیرباد کہہ دینا فرمایا کہ صبر کی بھی دس علامتیں ہیں نفس کو روکنا درس کو مضبوط رکھنا طالب امن رہنا بے صبری کو ترک کر دینا۔ قوت تقویٰ طلب کرنا عبادات کی نگرانی کرنا واجبات کو حد تک پہنچانا معاملات میں صداقت اختیار کرنا' مجاہدات پر قائم رہنا اصلاح معصیت کرتے رہنا۔ فرمایا کہ مراقبہ کی چھ علامتیں ہیں خدا کی پسندیدہ شے کو مرغوب رکھنا' خدا کے ساتھ نیک عزم قائم رکھنا قلت و کثرت کو من جانب اللہ تصور کرنا خدا کے ساتھ راحت و سکون حاصل کرنا مخلوق سے احتراز کرنا خدا سے محبت کرنا فرمایا کہ صدق کی بھی چھ علامتیں ہیں قلب و زبان کو درست رکھنا قول و فعل میں مطابقت قائم رکھنا اپنی تعریف کی خواہش نہ کرنا حکومت اختیار نہ کرنا دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینا نفس کی مخالفت کرنا۔ فرمایا کہ توکل کی بھی دس علامتیں ہیں خدا کی ضمانت شدہ اشیاء سے سکون حاصل کرنا جو کچھ میسر آجائے اس پر شاکر رہنا مصائب پر صبر کرنا ارکان پر پابندی کے ساتھ عمل کرنا بندوں کی طرح زندگی گذارنا غرور سے احتراز کرنا اختیارات کو معلوم کر دینا مخلوق سے امید وابستہ نہ کرنا حقائق میں قدم رکھنا دقائق حاصل کرتے رہنا۔ فرمایا کہ سوچ کر عمل کرو کہ اس عمل کے بغیر نجات ممکن نہیں اور یہ ذہن نشین کر کے توکل اختیار کرو کہ مقدرات سے زیادہ ملنا ممکن نہیں پھر فرمایا کہ انس کی پانچ علامتیں ہیں ہمیشہ گوشہ نشین رہنا مخلوق سے وحشت زدہ رہنا خالق کو ہر لمحہ یاد رکھنا مجاہدات سکون اختیار کرنا اطاعت پر عمل پیرا رہنا فرمایا کہ بات کہنے سے قبل انجام پر غور کرنا ضروری ہے اور جس شے میں تدبر و تفکر سے ندامت ہو اس پر غور نہ کرنا افضل ہے پھر فرمایا کہ زبان سے بری بات نہ نکالو کانوں سے بری بات نہ سنو' زنا سے کنارہ کش رہو' حلال روزی استعمال کرو دنیا کو خیرباد کہہ دو موت کو پیش نظر رکھو پھر فرمایا کہ شوق کی پانچ علامتیں ہیں عیش و راحت میں موت کو نہ بھولنا خوشی کے دوران بھی زندگی کو غنیم تصور کرنا ذکر الٰہی میں مشغول رہنا زوال نعمت پر اظہار تاسف کرنا مشاہدات کی حالت میں مسرور رہنا۔ پھر فرمایا کہ جماعت نمازوں کے علاوہ نماز کی زیادتی اور رزق حلال کی طلب فرض ہے۔

باب نمبر 53

حضرت ابو یعقوب بن اسحق نہر جوان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ بہت عظیم العزیمت بزرگ گذرے ہیں اور صوفیائے کرام میں سب سے زیادہ نورانی شکل پائی تھی حضرت عمرو بن عثمان کی فیض صحبت سے فیضیاب ہوئے اور برسوں مجاور حرم رہ کر وہیں وفات پائی ایک مرتبہ آپ آہ و زاری کے ساتھ مشغول مناجات تھے تو ندا آئی کہ تو بندہ ہے اور بندے کو آزاد حاصل نہیں ہوتا۔

حالات :کسی نے آپ سے یہ شکوہ کیا کہ اکثر صوفیائے کرام نے مجھے روزہ رکھنے اور سفر کرنے کی ہدایت کی لیکن مجھے ان دونوں چیزوں سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکا آپ نے فرمایا کہ دوران عبادت الحاج و زاری کے ساتھ دعا کرتے رہو۔ چنانچہ اس عمل سے اس کو فراخی قلب حاصل ہو گئی پھر کسی نے شکوہ کیا کہ مجھے نماز میں لذت حاصل نہیں ہوتی آپ نے فرمایا کہ حالت نماز میں قلب کی طرف متوجہ نہ ہوا کرو' چنانچہ اس عمل سے اس کی شکایت ختم ہو گئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک گانے والے کو دوران طواف یہ دعا کرتے سنا کہ اے اللہ میں تجھ سے ہی تیری پناہ کا طالب ہوں اور جب آپ نے اس دعا کی وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ میں نے ایک حسین شخص کو دیکھ کر قلب میں کہا کہ بہت ہی حسین شخص ہے یہ کہتے ہی میری وہ آنکھ جس سے میں نے اس کو دیکھا تھا ایک ہوا کے جھونکے کے ساتھ ختم ہو گئی اور اس کے بعد ندا آئی کہ تجھے اپنے جرم کی سزا مل گئی اور اگر اس سے زیادہ تصور کرتا تو سزا میں بھی اضافہ کر دیا جاتا۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی مثال دریا جیسی ہے اور آخرت اس کا کنارہ ہے اور تقویٰ اس میں ایک کشتی کی طرح ہے۔ جس میں مسافر سفر کرتے رہتے ہیں فرمایا کہ شکم سیر بندہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے اور دولت مند اس لیے فقیر رہتا ہے کہ ہمیشہ مخلوق سے حاجت براری کا تقاضا کرتا رہتا ہے فرمایا کہ خدا سے اعانت طلب نہ کرنے والا ذلیل رہتا ہے اور جس نعمت کا شکر ادا کیا جائے وہ کبھی زائل نہیں ہوتی فرمایا کہ بندہ جب حقیقت یقین تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اس کے لیے نعمت بھی مصیبت بن جاتی ہے فرمایا کہ جو بندہ بندگی میں رضا کا حامل نہیں ہوتا اور فنا و بقا کے مابین عبودیت کو قائم نہیں رکھ سکتا وہ اپنے دعوے میں کاذب ہے فرمایا کہ خوشی کی تین قسمیں ہیں اول

عبادت پر مسرت دوم یاد الٰہی پر مسرت سوم قرب پر مسرت اور جس کو یہ تینوں مسرتیں حاصل ہوتی ہیں وہ ہمیشہ مشغول عبادت رہ کر تارک الدنیا ہو جاتا ہے اور مخلوق اس کو برا تصور کرنے لگتی ہے فرمایا کہ بہترین عمل وہ ہے جس میں علم سے بھی رابطہ قائم رہے اور اعلیٰ ترین ہے وہ عارف جو جلال و جمال الٰہی میں سرگرداں رہے فرمایا کہ عارف کو ان تین چیزوں سے منقطع نہ ہونا چاہیے علم، عمل اور خلوت ہے کیونکہ ان چیزوں سے انقطاع کرنے والا کبھی قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا اور چونکہ عارف خدا کے سوا کسی کا مشاہدہ نہیں کرتا اسی لیے اس کو کسی شے کا افسوس بھی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ دلجمعی اس لیے عین حقیقت ہے کہ ہر شے کا مدار سی پر ہے اور حق کے سوا ہر شے باطل ہے پھر فرمایا کہ علم حقیقی وہی ہے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دی فرمایا کہ اہل توکل کو بلاواسطہ رزق حاصل ہوتا رہتا ہے اسی طور جو مخلوق کے غم و راحت سے بے نیاز ہو وہ بھی متوکل ہے لیکن توکل حقیقی وہ ہے جو آتش نمرود میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حاصل رہا کیونکہ آپ نے حضرت جرائیل سے بھی اعانت طلب نہیں کی حالانکہ انہوں نے خود ہی دریافت کیا تھا کہ آپ کی کیا خواہش ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے خدا کے سوا کسی کی خواہش نہیں اسی سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ متوکل ایسے مرتبہ کا حاصل ہوتا ہے کہ اگر آگ پر چلنے لگے تو آگ اس پر اثر انداز نہ ہو فرمایا کہ اسلام کا راستہ جہلاء سے کنارہ کشی علماء کی صحبت علم پر عمل اور خدا کی عبادت کرتا ہے۔

باب نمبر ⟵ 54

حضرت شمعون محب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ بہت عظیم المرتبت بزرگ تھے اور خود کو شمعون کذاب کہا کرتے تھے آپ حضرت جنید کے ہمعصر تھے اور حضرت سری سقطی کی صحبت سے فیضیاب تھے آپ کا قول تھا کہ درحقیقت محبت ہی راہ خدا پر گامزن ہونے کا آئین ہے اور احوال و مقامات اور نسبتیں سب محبت کے مقابلہ میں بے حقیقت ہیں اور اسی کمال ذاتی کے اعتبار سے اکثر صوفیائے کرام نے آپ کی معرفت کو محبت پر فوقیت دی ہے۔

حالات : سفر حج سے واپسی پر اہل فید کے اصرار پر آپ نے وہاں وعظ فرمایا لیکن عوام کے اوپر

آپ کا وعظ اثر انداز نہ ہو سکا جس کی بنیاد پر آپ نے قندیلوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب میں تمہیں محبت کا مفہوم سمجھاتا ہوں اور جب آپ نے مفہوم بیان کرنا شروع کیا تو قندیلوں پر ایسا وجد طاری ہوا کہ باہم ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں اسی طرح ایک اور جگہ مفہوم محبت بیان فرما رہے تھے تو ایک کبوتر نیچے اتر کر آپ کے سر پر پھر آغوش میں پھر ہاتھ پر بیٹھ کر زمین پر اتر گیا اور اضطرابی کیفیت سے اپنی ونچ سے زمین کھودنے لگا حتی کہ چونچ لہولہان ہو گئی اور وہیں دم توڑ دیا۔

اتباع سنت کی خاطر آپ نے نکاح کر لیا اور جب لڑکی تولد ہوئی تو آپ کو اس سے بے حد لگاؤ ہو گیا چنانچہ خواب میں دیکھا کہ میدان محشر میں محبین کے لیے ایک جھنڈا نصب ہے اور جب آپ اس کے نیچے پہنچے تو ملائکہ نے وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن آپ نے فرمایا کہ میں شمعون محب ہوں اور جب خدا نے مجھے اسی نام سے شہرت عطا کی ہے تو پھر مجھ کو یہاں سے کیوں ہٹاتے ہو' ملائکہ نے جواب دیا کہ لڑکی کی محبت سے قبل تم واقعی محب تھے' لیکن وہ مرتبہ سلب کر لیا گیا ہے' یہ سن کر آپ نے خدا سے دعا کی کہ اگر بچی کی محبت تجھ سے بعد کا باعث ہے تو اس کو اسی وقت موت دیدے ابھی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ گھر میں سے شور اٹھا کر بچی چھت پر سے گر کر ہلاک ہو گئی یہ سنتے ہی آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

ایک مرتبہ آپ نے اس مفہوم کا شعر پڑھا کہ نہ تو مجھے تیرے سوا کسی سے راحت ملتی ہے نہ کسی جانب متوجہ ہوتا ہوں ور اگر تو چاہے تو میرا امتحان لے سکتا ہے یہ شعر پڑھتے ہی آپ کا پیشاب بند ہو گیا اور اس وقت آپ مکتب جا رہے تھے چنانچہ راستے میں جتنے لڑکے ملے ان سے کہا کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ ایک کاذب کو شفا دیدے۔

غلام خلیل نامی شخص نے خود کو خواہ مخواہ صوفی مشہور کر دیا تھا اور ہمیشہ خلیفہ وقت کے سامنے صوفیاء کی برائیاں اس نیت سے کرتا رہتا تھا کہ سب لوگ ان کے بجائے میرے معتقد ہو جائیں اور جس وقت حضرت جنید کی خدمت میں پہنچی تا کہ وہی کچھ سفارش فرمادیں لیکن انہوں نے بھی بھگا دیا تو اس نے غلام خلیل کے پاس جا کر آپ کے اوپر زنا کی تہمت لگائی اور اس نے خوش ہو کر خلیفہ سے آپ کے قتل کی اجازت حاصل کر لی لیکن جس وقت جلاد کے ہمراہ آپ دربار خلافت میں پہنچے اور خلیفہ نے قتل کا حکم دینا چاہا تو اس کی زبان بند ہو گئی اور اسی شب اس نے خواب میں کسی کو کہتے سنا کہ اگر تو نے شمعون کو قتل کروا دیا تو پورا ملک تباہی کی لپیٹ میں آجائے گا چنانچہ صبح کو معذرت کے ساتھ اس نے آپ کو نہایت احترام سے جب رخصت کیا تو غلام خلیل بے حد رنجیدہ ہوا اور اس بدنیتی کی وجہ سے کوڑھی ہو گیا اور جس وقت کسی بزرگ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا

کہ غلام خلیل کوڑھی ہو گیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یقیناً یہ کسی صوفی کی بددعا کا نتیجہ ہے پھر اس شخص نے غلام خلیل سے کہا کہ تیرا یہ مرض صوفیاء کرام کی اذیت رسائی کا نتیجہ ہے یہ سن کر اس نے صدق دلی کے ساتھ اپنے برے خیالات سے توبہ کر لی۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر الٰہی پر مداومت ہی کا نام محبت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اذکرو اللہ ذکرا کثیرا یعنی بکثرت خدا کا ذکر کرتے رہو فرمایا کہ خدا محبین ہی سے دنیا کو شرف حاصل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص جس شے کو محبوب سمجھتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہو گا' اس سے پتہ چلتا ہے کہ محشر میں خدا کے محبین ہی اس کے ہمراہ ہوں گے فرمایا کہ محبت کی تعریف لفظ و بیان سے باہر ہے فرمایا کہ خدا محبین کو اس لیے ہدف مصائب بناتا ہے کہ ہر کس و ناکس اس کی محبت میں قدم نہ رکھ سکے فرمایا کہ فقیر کو فقر سے ایسی محبت ہونی چاہیے جیسی امراء کو دولت سے ہوتی ہے اسی طرح فقیر کو دولت سے ایسا تنفر ہونا چاہیے امراء کو فقر سے ہوتا ہے۔ فرمایا کہ تصوف کا مفہوم حقیقی یہ ہے کہ نہ تو کوئی شے تمہاری ملکیت میں ہو اور نہ تم کسی کی ملکیت ہو۔

باب نمبر ⟵ 55

حضرت ابو محمد مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ شونیزیہ کے باشندے تھے اور بغداد میں وفات پائی۔ آپ زاہد و متقی ہونے کے ساتھ حضرت ابو عثمان اور حضرت جنید کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں تیرہ سال اپنے تصور کے مطابق متوکل بن کر حج کرتا رہا لیکن غور کرنے پر معلوم ہوا کہ میرا کوئی بھی حج نفسانی خواہش سے خالی نہیں تھا۔ کیونکہ ایک مرتبہ میری والدہ نے جب مجھے گھڑے میں پانی بھر کر لانے کا حکم دیا تو میرے لیے ان کا حکم بار خاطر ہوا چنانچہ اس وقت میں نے محسوس کیا کہ میرا ایک حج بھی خواہش نفس سے خالی نہ تھا۔

حالات :ایک بزرگ یہ فرمایا کرتے تھے کہ بغداد کے دوران قیام جب میں نے حج کا ارادہ کیا تو میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا چنانچہ میں نے یہ طے کر لیا کہ حضرت مرتعش بغداد تشریف لا رہے ہیں ان سے پندرہ درم کو جوتا اور کوزہ خرید کر حج کے لیے روانہ ہو جاؤں گا یہ خیال آتے ہی باہر سے آپ

نے مجھے آواز دے کر پندرہ درم دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اذیت نہ پہنچایا کر

آپ بغداد کے کسی محلہ سے گذر رہے تھے کہ پیاس محسوس ہوئی اور جب آپ نے ایک مکان پر جا کر پانی طلب کیا تو ایک نہایت حسین لڑکی پانی لے کر آئی اور آپ اس پر عاشق ہو گئے۔ پھر آپ نے اس لڑکی کے والد سے جب اپنی قلبی کیفیت کا اظہار کیا۔ تو اس نے بخوشی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ کی گدڑی اتار کر نہایت نفیس لباس پہنا دیا لیکن جس وقت آپ حجلہ عروسی میں پہنچے تو نماز میں مشغول ہو گئے اور پھر اچانک شور مچا دیا کہ یہ لباس اتار کر میری گدڑی دیدو۔ آخر کار بیوی کو طلاق دے کر باہر نکل آئے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے غیب سے یہ ندا آئی کہ تو نے چونکہ ہمارے سوا غیر پر نظر ڈالی اس جرم میں ہم نے نیک لوگوں کا لباس تجھ سے چھین لیا اور اگر پھر کسی جرم کا ارتکاب کیا تو تمہارا لباس باطنی بھی ضبط کر لیا جائے گا کسی نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا اور ہوا میں پروازیں کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ خواہش نفس کا مخالف اس سے کہیں بہتر ہے۔

آپ کسی ایسے مرض میں گرفتار ہو گئے جس میں غسل کرنا مضر صحت تھا لیکن آپ چونکہ روزانہ غسل کے عادی تھے اس لیے فرمایا کہ جان رہے یا جائے یار میں نہانا نہیں چھوڑ سکتا۔

ارشادات :کسی مسجد میں آپ معتکف ہو گئے لیکن دو تین یوم کے بعد ہی نکل آئے اور فرمایا کہ نہ تو میں جماعت قراء کا نظارہ کر سکا اور نہ ان کی عبادت میرے مشاہدے کے معیار پر پوری اتر سکی فرمایا کہ جو اعمال کو جہنم سے ذریعہ نجات تصور کرتا ہے وہ فریب نفس میں مبتلا رہتا ہے اور جو فضل خداوندی سے امید رکھتا ہے وہ جنتی ہے فرمایا کہ اسباب و وسائل پر اعتماد کرنے والا سبب الاسباب کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ ترک نفس و دنیا ہی سے خدا کی دوستی میسر آ سکتی ہے فرمایا کہ اقرار وحدانیت و ربوبیت کا پہنچانا اور ممنوعہ اشیاء سے احتراز کرنا اساس توحید ہیں۔ فرمایا کہ فقیر کے لیے فقیہ کی صحبت لازمی ہے اور جب فقیر سے جدا ہو جائے تو یقین کر لو کہ اس میں کوئی راز ہے۔

جب آپ سے وصیت کی درخواست کی گئی تو فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے افضل کی صحبت اختیار کر لو اور مجھے اپنے سے افضل کے لیے چھوڑ دو۔

باب نمبر ← 56

حضرت ابو عبداللہ محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ کا تعلق حضرت احمد حضرویہ کے ارادت مندوں سے تھا آپ خراسان کے بہت مشہور و مقبول بزرگوں میں سے ہوئے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو عثمان حیری نے آپ سے خط کے ذریعہ دریافت کیا کہ شقاوت کی کیا علامت ہے؟ آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ تین چیزیں شقاوت کی علامت ہیں اول علم بے عمل، دوم عمل بے اخلاص سوم بزرگوں کی تعظیم سے محرومی اس جواب کے بعد حضرت ابو عثمان نے تحریر کیا کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو زندگی بھر آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوتا رہتا مشہور ہے کہ جب اہل بلخ نے آپ کو اذیتیں دے کر وہاں سے نکال دیا تو اپ نے بد دعا کی اللہ تعالیٰ اہل بلخ سے صدق کا صفایا کر دے چنانچہ اس کے بعد سے وہاں سے صدیقین کا خاتمہ ہو گیا۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ سینہ کی صفائی سے حق الیقین پیدا ہوتا ہے اور اس کے بعد علم الیقین حاصل ہوا ہے اور اس کے بعد عین الیقین اور عین الیقین ہی صفائی صدر کا ذریعہ ہے فرمایا کہ حقیقت میں صوفی وہی ہے جو مصیبت سے پاک اور داد و دہش سے علیحدہ رہے پھر فرمایا کہ ترک نفس ہی حصول راحت کا ذریعہ ہے فرمایا کہ اسلام کے لیے چار چیزیں مہلک ہیں اول علم بے عمل، دوم عمل بے علم سوم جس سے واقف نہ ہو اس کی جستجو کرنا جو شے حصول علم سے باز رکھے فرمایا کہ علم میں جو تین حرف عین 'لام' اور میم' ہیں تو عین سے علم 'لام سے عمل اور میم سے مخلص حق ہونا مراد ہے فرمایا کہ اہل معرفت کو احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونا اور سنت نبوی کا متبع ہونا ضروری ہے فرمایا کہ محبت ایثار کا نام ہے جس کی چار قسمیں ہیں اول ذکر الٰہی پر مداومت دوم ذکر الٰہی سے رغبت سوم دنیا سی کنارہ کشی چہارم خدا کے سوا ہر شے سے اجتناب جیسا کہ قرآن یل فرمایا اے نبی ﷺ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ بیٹے بھائی بیویاں برادیاں اور تمہاری کمائی ہوئی دولت جس کے روک دیئے جانے سے تم خائف رہتے ہو اور تمہارے مکانات جو تم کو خدا اور رسول سے زیادہ عزیز ہیں تو اللہ کے حکم کا انتظار کرو کیونکہ اللہ فا ﷺ کو ہدایت نہیں دیتا۔ فرمایا کہ محبین الٰہی کی شناخت یہ ہے کہ محبت و ہیبت اور ضیاء، و تعظیم کی بنیاد ان کے اخلاص پر ہوتی ہے فرمایا کہ زاہدین کا ایثار بے

نیازی کے وقت اور بہادروں کا ایثار ضرورت کے وقت معلوم ہوتا ہے فرمایا وہ زہد ترک دنیا کا نام ہے۔

باب نمبر 57

حضرت شیخ ابوالحسن بوشیخی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ صاحب کشف و کرامات اور اہل تقویٰ بزرگوں میں سے تھے اور بہت سے جلیل القدر بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوئے لیکن اپنے وطن بوشیخ کو خیرباد کہہ کر مدتوں عراق میں مقیم رہے اور جب وطن واپس آئے تو لوگوں نے آپ کو زندیق کہنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے آپ نیشاپور میں چلے گئے اور تاحیات وہیں قیام فرما رہے۔

حالات :کسی دہقانی کا گدھا گم ہو گیا تو اس نے آپ پر چوری کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ خیریت اسی میں ہے کہ میرا گدھا واپس کر دو۔ اور جب آپ کے مسلسل انکار کے باوجود بھی وہ نہیں مانا تو آپ نے دعا کی کہ یا اللہ مجھے اس مصیبت سے نجات عطا کر چنانچہ اس دعا کے ساتھ ہی اس کا گدھا مل گیا جس کے بعد اس نے معذرت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ آپ نے نہیں چرایا ہے لیکن جس انداز سے آپ کی دعا قبول ہو گئی میری ہرگز نہ ہوتی اسی وجہ سے میں نے آپ کو مورد الزام ٹھہرایا تھا۔

سرراہ ایک شخص شرارۃً آپ کو گھونسا مار کر بھاگا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ آپ حضرت ابوالحسن ہیں تو اس نے ندامت کے ساتھ معذرت چاہی لیکن آپ نے فرمایا کہ اس فعل کا فاعل میں تمہیں تصور نہیں کرتا کیونکہ جس کو فاعل حقیقی سمجھتا ہوں اس سے غلطی کا امکان نہیں اس لیے نہ مجھے تم سے کوئی شکایت ہے نہ فاعل حقیقی سے شکوہ کیونکہ میں اسی قابل تھا۔

ایک مرتبہ غسل کے دوران آپ نے خادم سے فرمایا کہ میرا پیراہن فلاں درویش کو دیدو لیکن خادم نے عرض کیا کہ جب آپ غسل سے فارغ ہو جائیں گے تو دے آؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ غسل کرتے کرتے کہیں ابلیس میرے عزم تبدیل نہ کر دے۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ حرام اشیاء سے احتراز کرنا ہی نکیرین کے ساتھ شجاعت ہے اور عمل پر مداومت کا نام تصوف ہے پھر فرمایا کہ نیکی اور نیک کام سے رغبت رکھنا اور مخالفت

نفس کرنا بھی داخل شجاعت ہے فرمایا کہ اخلاص وہی ہے جس کو نہ تو نکیرین درج کر سکیں نہ ابلیس تباہ کر سکے اور نہ مخلوق کو اس سے واقفیت ہو فرمایا کہ یہ ایقان رکھنا کہ مقتدرت سے کم رزق نہیں مل سکتا عین توکل ہے اور جو خود کو صاحب عزت تصور کرتا ہے خدا اس کو دیتا ہے پھر فرمایا کہ بندہ کو چاہیے کہ ہر فتنہ پر نظر رکھے۔

آپ کی قبر پر کوئی درویش طالب دنیا ہوا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اگر دنیا طلب کرنی ہے تو بادشاہوں کے مزاروں پر جا اگر عقبیٰ کا خواہشمند ہے تو ہم سے رجوع کر۔

باب نمبر 58

حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ بہت زاہد و متقی اور صاحب ریاضت و کرامات ہونے کے علاوہ عالم و طبیب حاذق بھی تھے اور آپ کا مسلک قطعاً" علم کے مطابق تھا نہ صرف یہ بلکہ آپ کو علم و حکمت پر ایسا عبور حاصل تھا کہ لوگوں نے آپ کو حکیم الاولیاء کے خطاب سے نوازا اور اکثر یحییٰ بن معاذ سے کا بحث و مباحثہ رہا کرتا تھا چنانچہ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت یحییٰ سے ایسی بحث کی کہ وہ بھی کی کہ وہ حیرت زدہ رہ گئے حتی کہ اس دور میں آپ سے مناظرے میں کوئی سبقت نہ لے جا سکتا تھا۔

حالات :کم سنی ہی میں آپ نے دو طلباء کو غیر ملک میں حصول تعلیم کے لئے آمادہ کیا لیکن والدہ کی کبر سنی کی وجہ سے ارادہ فسخ کرنا پڑا، اور جن طلبا کو آپ نے امادہ کیا تھا وہ بغرض تعلیم روانہ ہو گئے مگر آپ اس درجہ غمگین ہوئے کہ قبرستان میں جا کر محض اس خیال سے گریہ و زاری کرتے کہ جب میرے دونوں ساتھی حصول علم کے بعد واپس آئیں گے تو مجھے ان کے سامنے ندامت ہوا کریگی لیکن ایک دن حضرت خضر نے آکر فرمایا کہ روزانہ اس جگہ آکر مجھ سے تعلیم حاصل کر لیا کرو پھر انشاء اللہ کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہو گے اس کے بعد آپ نے مسلسل تین سال تک تعلیم حاصل کر کے بہت بلند مقام حاصل کیا اور جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ میرے استاد حضرت خضر ہیں تو آپ کو مکمل یقین ہو گیا کہ ایسا صاحب مرتبت استاد مجھے صرف والدہ کی خدمت کی وجہ سے ملا

ہے۔

حضرت ابوبکر وراق سے روایت ہے کہ حضرت خضر ہر ہفتہ بغرض ملاقات آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور آپ ان سے علمی بحثیں کیا کرتے تھے ایک مرتبہ مجھے اپنے ہمراہ جنگل میں لے گئے وہاں میں نے دیکھا کہ درخت کے سایہ میں ایک سونے کا تخت بچھا ہوا ہے اور ایک نورانی شکل کے بزرگ اس پر جلوہ افروز ہیں لیکن جب ان بزرگ نے آپ کو دیکھا تو خود تعظیماً" تخت سے نیچے اتر آئے اور آپ کو اس پر بٹھادیا پھر یکے بعد دیگرے چالیس بزرگوں کا اجتماع ہو گیا جس کے بعد آسمان سے کھانا نازل ہوا اور سب نے مل کر کھالیا۔ اس کے بعد نہ جانے آپ نے ان بزرگ سے کیا سوال کیا اور انہوں نے کیا جواب دیا جو میری سمجھ میں قطعاً" نہ آسکا' پھر وہاں سے روانگی کے بعد پلک جھپکتے ہی ہم لوگ ترمذ پہنچ گئے اور آپ نے فرمایا کہ جاؤ تمہیں سعادت نصیب ہو گئی اور جب میں نے پوچھا کہ وہ کونسا مقام تھا اور کون لوگ تھے تو فرمایا کہ وہ مقام یتہ بنی اسرائیل تھا اور وہ بزرگ قطب مدار تھے پھر میں نے سوال کیا کہ آپ اتنی دور جاکر اس قدر عجلت کے ساتھ ترمذ کیسے پہنچ گئے تو فرمایا کہ یہ راز ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ عرصہ دراز تک اس کوشش میں رہا کہ نفس بھی میرے ہمراہ مشغول عبادت رہا کرے لیکن جب میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو عاجز آکر دریائے حجیون میں چھلانگ لگادی لیکن ایک موج نے پھر مجھے ساحل پر پھینک دیا اس وقت میں نے دل میں کہا کہ کتنی پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے میرے نفس کو فردوس و جہنم کسی کے لائق بھی نہ چھوڑا لیکن اس مایوسی کے صلہ میں خدا نے نفس کو عبادت کی جانب راغب کردیا۔

حضرت ابوبکر وراق سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی کتاب تصنیف کے چند جزو دے کر حکم دیا کہ ان کو دریائے حجیون میں ڈالدو لیکن میری نظران اوراق پر پڑی تو ان میں مکمل حقائق کا اقتباس درج تھا چنانچہ میں نے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور آپ سے جب یہ بہانہ کیا کہ میں دریا میں ڈال آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا مکان دریا تو نہیں ہے جاؤ ان کو دریا میں ڈال دو چنانچہ اس وقت میں نے دریا میں پھینکا تو ایک صندوق جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا نمودار ہو اور جب وہ تمام اوراق اس میں داخل ہو گئے تو ڈھکنا خود بخود بند ہوا اور صندوق غائب ہو گیا اور جب یہ واقعہ میں نے آپ سے بیان کیا تو فرمایا کہ میری تصنیف حضرت خضر نے طلب کی تھی اور وہ صندوق ایک مچھلی لے کر آئی تھی جو پھر ان تک پہنچادے گی' پھر ایک مرتبہ آپ نے اپنی تمام تصانیف دریا میں ڈالدیں لیکن حضرت خضر پھر ان کو آپ کے پاس واپس لے آئے اور فرمایا کہ آپ اپنی تصانیف ہی میں مشغول رہا

کریں یہ بات بھی مشہور ہے کہ آپ نے پوری عمر میں ایک ہزار مرتبہ باری تعالیٰ کا دیدار خواب میں کیا۔

ایک بزرگ ہمیشہ آپ کو برا بھلا کہتے رہتے تھے' چنانچہ جب آپ حج سے واپس ہوئے تو آپ کی جھونپڑی میں کتیا نے بچے دے رکھے تھے اور آپ ستر مرتبہ محض اس خیال سے اس کے سر پر کھڑے ہوتے رہے کہ شائد دھتکارے بغیر چلی جائے تا کہ میری ذات سے اذیت نہ پہنچے۔ چنانچہ اسی شب برا بھلا کہنے والے بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ جو کتے کو بھی اذیت نہ پہنچانا چاہتا ہو' اس کو برا بھلا کہتا ہے اور اگر تجھے سعادت ابدی حاصل کرنی ہے تو اس کی خدمت کر چنانچہ وہ بزرگ بیدار ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور تائب ہو کر تاحیات آپ کی خدمت میں پڑے رہے۔

جس پر آپ غضبناک ہوتے تھے تو اس کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے اور اسی وجہ سے آپ کے غصہ کا اندازہ ہو جاتا تھا آپ اپنی مناجات میں کہا کرتے کہ اے اللہ میں نے اپنے کسی فعل سے تجھ کو غم پہنچایا جس کی وجہ سے تو نے مجھے غصہ پر آمادہ کر دیا لہٰذا اے اللہ مجھ سے اس مصیبت کو دور فرما دے اور جس کو میری بات ناگوار گزری ہو اس کو اس سے دور کر دے اس مناجات سے لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کس بات پر ناراض ہوئے ہیں۔

عرصہ دراز تک آپ حضرت خضر سے نیاز حاصل کرنے کی متمنی رہے لیکن شرف نیاز حاصل نہ ہو سکا آخر کار ایک دن نہ جانے کس بات پر آپ کی کنیز نے پانی سے لبریز طشت آپ کے اوپر ڈال دیا لیکن آپ کو قطعاً" غصہ نہیں آیا اس وقت حضرت خضر تشریف لائے اور فرمایا کہ تیرے ضبط و تحمل کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے تا کہ تیری مدت مکمل ہو جائے۔

آپ عہد شباب میں بہت ہی حسین و جمیل تھے جس کی وجہ سے ایک عورت آپ پر عاشق ہو گئی لیکن آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تو وہ لباس و زیور سے آراستہ ہو کر اس باغ میں جا پہنچی جہاں آپ بالکل تنہا تھے لیکن آپ اس کو دیکھ کر ایسا بھاگے کہ پیچھا کرنے کے باوجود نہ پکڑ سکی اور جب چالیس سال بڑھاپے میں آپ کو وہ واقعہ یاد آیا تو دل میں سوچا کہ کاش میں اس وقت اس کی خواہش پوری کر دیتا پھر بعد میں تائب ہو جاتا پھر اسی فاسد خیال کی وجہ سے آپ مسلسل تین یوم تک مصروف گریہ رہے اور تیسری شب خواب میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم رنجیدہ نہ ہو کیونکہ اس میں تمہارا قصور نہیں بلکہ میرے وصال کا زمانہ جس قدر بعید ہوتا جا رہا ہے اسی قدر اس کا اثر پڑ رہا ہے۔

کسی بزرگ نے ایک شخص کو بتایا کہ حضرت محمد علی حکیم اپنے اہل خانہ کے سامنے بھی ناک صاف نہیں کرتے یہ سن کر اسے حیرت ہوئی اور وہ تحقیق واقعہ کی نیت سے آپ کی خدمت میں جا پہنچا، لیکن آپ نے اس کو دیکھتے ہی ناک صاف کی اور فرمایا کہ جو کچھ تو نے سنا تھا وہ صحیح ہے اور جو دیکھ رہا ہے وہ ظاہر ہے کیونکہ اسرار شاہی افشا کر دینے والا مقرب بارگاہ نہیں رہتا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں ایسا شدید بیمار ہوا کہ میرے اوارد و وظائف میں کمی آگئی اور مجھے یہ تصور بندھ گیا کہ اگر میں مریض نہ ہوتا تو یقیناً میری عبادت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ اسی وقت غیب سے ندا آئی کہ تو ہمارے مصالح پر معترض ہوتا ہے جب کہ تیرا کام سہو اور ہمارا کام راستی ہے یہ سن کر میں بہت نادم ہوا اور صحت یابی کے بعد عبادات میں اضافہ کر دیا پھر فرمایا کہ صدق دلی سے عبادت کرنے والا ایسے مراتب اعلیٰ پر فائز ہوتا ہے کہ لوگ اس کا احترام کرتے ہیں اور وہ نفس پر قابو پا کر رموز خداوندی بیان کرنے لگتا ہے فرمایا نفس ابلیس کی جائے قیام ہے اسی لیے نفس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے پھر اس سلسلہ میں آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جس وقت حضرت آدم و حوا علیہما السلام قبولیت توبہ کے بعد ایک ساتھ رہنے لگے تو ابلیس نے اپنے بیٹے خناس کو حضرت حوا کے سپرد کرتے ہوئے کہا میں کچھ دیر بعد آکر اس کو واپس لے جاؤں گا اسی دوران حضرت آدم بھی تشریف لے آئے اور خناس کو دیکھتے ہی گردن مار دی اور اس کے جسمانی ٹکڑے مختلف درختوں پر لٹکا کر حضرت حوا پر بے حد ناراض ہوئے کہ تم نے اس کو یہاں کیوں آنے دیا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ تمہارا دشمن ابلیس ہے اور جب حضرت آدم وہاں سے چلے گئے تو ابلیس نے آکر حوا سے خناس کو طلب کیا اور جب آپ نے پورا واقعہ اس کے سامنے بیان کیا تو اس نے خناس کو آواز دی اور اس کے جسم کے تمام ٹکڑے یکجا مجتمع ہو کر اصلی شکل میں آموجود ہوئے دوبارہ اصرار کر کے ابلیس اس کو آپ کے سپرد کر کے چلا گیا اور جب حضرت آدم نے واپس آکر پھر خناس کو موجود پایا تو حضرت حوا پر بہت بگڑے اور خناس کو قتل کر کے جلا دیا اور نصف راکھ ہوا میں اڑا کر نصف پانی میں بہا دی پھر جب آپ چلے گئے تو ابلیس نے آکر پھر حوا سے خناس کو طلب کیا اور جب آپ نے پورا واقعہ سنایا تو اس نے خناس کو پھر آواز دی اور وہ اپنے اصلی روپ میں آموجود ہوا تیسری مرتبہ پھر اصرار کر کے ابلیس نے خناس کو آپ ہی کے سپرد کر دیا لیکن اب کی مرتبہ حضرت آدم نے اس کو ذبح کر کے گوشت پکایا اور آدھا خود کھایا اور آدھا حضرت حوا کو کھلا دیا لیکن یہ واقعہ معلوم کر کے ابلیس نے اظہار مسرت کے ساتھ کہا کہ میری بھی اسکیم یہی تھی کہ کسی طرح خناس کا گوشت سینہ انسانی میں نفوذ کر جائے اس لیے باری تعالیٰ فرماتا ہے الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس یعنی وہ

خناس جو انسانی سینوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

ارشادا : آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک بندے میں نفس کی ایک رمق بھی باقی ہے اس کو آزادی میسر نہیں آسکتی فرمایا کہ خدا تعالیٰ جس کو اپنی جانب مدعو کرتا ہے اسی کو مراتب بھی عطا ہوتے ہیں جیسا قرآن میں ہے کہ جس کو اللہ چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بنا کر ہدایت عطا کرتا ہے پھر فرمایا کہ برگزیدہ لوگ وہ لوگ ہیں جو جذبہ حق میں فنا ہو جائیں اور اہل ہدایت وہ ہیں جو تائب ہو کر خدا کا راستہ تلاش کریں، فمرایا کہ مجذوب کے بھی کئی مدارج ہیں پہلے درجے میں تہائی نبوت حاصل ہوتی ہے دوسرے میں نصف اور تیسرے میں نصف سے کچھ زیادہ اور جب وہ مدارج نبوت طے کر کے تمام مجذوبین پر سبقت لے جاتا ہے تو خاتم الاولیاء ہو جاتا ہے حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ولی کو درجہ نبوت کیسے حاصل ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے "میانہ روی اور رویائے صادقہ نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک ہے اور جذب بھی جزوی پیغمبری ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص رزقِ حلال استعمال کرتا ہے اس کو مدارج نبوت میں سے ایک درجہ عطا کیا جاتا ہے اور یہ دونوں اوصاف مجذوب میں بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں فرمایا کہ اولیاء فاقہ کشی سے نہیں ڈرتے بلکہ خطرات سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ فرمایا کہ جن لوگوں میں کلام اللہ سمجھنے کی صلاحیت نہ ہو وہ دانشمند نہیں ہوتے فرمایا کہ قیامت میں حق العباد کا مواخذہ نہ ہونے کا نام تقویٰ ہے فرمایا کہ شجاعت نام ہے محشر میں خدا کے سوا کسی سے وابستہ نہ ہونے کا اور صاحب عزت وہی ہے جس کو گناہوں نے ذلیل نہ کیا ہو اور آزاد وہ ہے جس کو حرص نہ ہو اور امیر وہ ہے جس پر ابلیس قابض نہ ہو سکے اور دانشمند وہ ہے جو صرف خدا کے لیے نفس کا مخالف ہو۔ فرمایا کہ خدا سے خائف رہنے والا اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے حالانکہ جس شے سے خوف پیدا ہو اس سے دور رہا جاتا ہے فرمایا کہ حصول دین کرنے والوں کے کام بغیر کوشش کے انجام پا جاتے ہیں فرماتے ہیں کہ زاہدین و علماء کا منکر قطعاً" کافر ہے فرمایا کہ ناواقف بندگی ربوبیت سے بھی ناواقف ہی رہتا ہے فرمایا کہ نفس شناسی ہی خدا شناسی کا ذریعہ ہے فرمایا سو بھیڑیئے بکریوں کے گلے کو اتنا پریشان نہیں کر سکتے جتنا ایک شیطان پوری جماعتوں کو تباہ کر دیتا ہے اور سو شیاطین سے زیادہ مکار نفس ہے فرمایا چونکہ ضامن رزق خدا تعالیٰ ہے اس لیے اسی پر توکل ضروری ہے فرمایا کہ نہ تو خدا کے سوا کسی دوسرے کا شکر کرو نہ کسی کے سامنے عاجز بنو فرمایا کہ یہ تصور کہ قلب لامتناہی ہے غلط ہے بلکہ راہ لامتناہی شے ہے کیونکہ قلبی تقاضوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے مگر راہ کی کوئی انتہا نہیں ہوتی، فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک کے سوا اسم اعظم کسی میں جلوہ فگن نہیں ہوا۔

باب نمبر 59

حضرت ابو وراق رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ بہت عظیم اہل ورع اہل تقویٰ بزرگ گذرے ہیں، تجرید و تفرید اور آداب میں یکتائے روزگار تھے اسی وجہ سے صوفیاء کرام نے آپ کو مؤدب الاولیاء کے خطاب سے نوازا حضرت محمد علی حکیم کے فیض صحبت سے فیضیاب ہوئے، بلخ میں قیام پذیر رہے اور موضوع تصوف پر بہت سی تصانیف چھوڑیں آپ کا قول ہے کہ مقام ارادت میں تمام برکتوں کی کنجی ہے اور ارادت کے بعد ہی برکات کا ظہور ممکن ہے۔

حالات :آپ حضرت خضر کے شوق دیدار میں روزانہ جنگل میں پہنچ جاتے اور آمد و رفت کے دوران تلاوت قرآن کرتے رہتے، چنانچہ جب آپ ایک مرتبہ جنگل کی جانب چلے تو ایک اور صاحب بھی آپ کے ساتھ ہو لیے اور دونوں راستہ بھر گفتگو کرتے رہے لیکن واپسی کے بعد ان صاحب نے فرمایا کہ میں خضر ہوں جن سے ملاقات کے لیے تم بے چین تھے مگر آج تم نے میری معیت کی وجہ سے تلاوت بھی ملتوی کردی اور جب صحبت خضر تمہیں خدا سے فراموش کرسکتی ہے تو دوسروں کی معیت ذکر الٰہی سے کیوں دور نہ کردے گی لہٰذا سب سے بہتر شے گوشہ نشینی ہے یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔

جب آپ کے صاحبزادے تلاوت قرآن کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے یوم یجعل الولدان شیبا یعنی ایک دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے تو وہ خوف الٰہی سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ فوراً دم نکل گیا اور حضرت ابوبکر وراق ان کے مزار پر روتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ کس قدر افسوسناک ہے یہ بات کہ اس بچے نے ایک ہی آیت کے خوف سے جان دیدی لیکن میرے اوپر برسوں کی تلاوت کے بعد یہ آیت اثر انداز نہ ہو سکی۔

آپ خوف الٰہی کی وجہ سے دیر تک مسجد میں نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ نماز کی فوراً ادائیگی کے فوراً بعد واپس آجاتے کسی نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ دولت کی قلت دین و دنیا دونوں میں مفید ہے اور زیادتی دونوں جگہ مضر ہے۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ سفر حج کے دوران ایک عورت نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا ایک مسافر ہوں اس نے کہا کہ تم خدا کا شکوہ کرتے ہو مجھے اس کی یہ نصیحت بہت بھلی معلوم ہوئی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا چاہتا ہے میں نے عرض کیا کہ مقام عجز کیونکہ ان مصائب کی مجھ میں قوت برداشت نہیں ہے جو انبیاء کرام برداشت کرتے رہے فرمایا کہ تمام برائیوں کی جڑ صرف نفس ہے فرمایا کہ مخلوق سے مخلوق کا میل ملاپ بہت ہی عظیم فتنہ ہے اس لیے گوشہ نشینی ہی وجہ سکون ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ نہ تو منہ سے بری بات نکالو نہ کانوں سے خراب بات سنو نہ آنکھوں سے بری شے کو دیکھو نہ ٹانگوں سے بری جگہ جاؤ نہ ہاتھوں سے بری شے کو چھوؤ بلکہ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہو۔ فرمایا کہ نبوت کے بعد صرف حکمت ہی کا درجہ ہے اور حکمت کی شناخت یہ ہے کہ ضرورت کے وقت کے سوا ہمیشہ سکوت قائم رہے فرمایا کہ خالق مخلوق سے آٹھ چیزوں کا خواہاں ہے ان میں قلب سے دو' اول فرمان الٰہی کی عظمت دوم مخلوق سے شفقت زبان سے دو چیزیں اول اقرار توحید دوم مخلوق سے نرم زبان میں بات کرنا تمام اعضا سے دو چیزیں اول بندگی دوم اعانت مخلوق' مخلوق سے دو چیزیں اول اپنی ذات پر صبر کرنا دوم خلقت کے ساتھ بردباری اختیار کرنا فرمایا کہ نفس سے محبت کرنے والوں پر غرور و حسد اور ذلت مسلط ہو جاتے ہیں فرمایا کہ شیطان کا قول ہے کہ میں مومن کو ایک لمحہ میں کافر بنا سکتا ہوں اس لیے کہ پہلے اس کو حرام اشیاء کا حریص بناتا ہوں پھر خواہشات کا غلبہ کرتا ہوں اور جب وہ ارتکاب معصیت کا عادی بن جاتا ہے تو کفر کے وسوسے پیدا کر دیتا ہوں فرمایا کہ جو خدا کو اور نفس و ابلیس کو اور مخلوق و دنیا کو پہچان لیتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور نہ پہچاننے والا ہلاک ہو جاتا ہے اور مخلوق سے محبت کرنے والوں کو خدا کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ تخلیق انسانی میں چونکہ مٹی اور پانی کا عنصر غالب ہے اس لیے جس پر پانی کا غلبہ ہو اس کو نرمی سے اور جس پر مٹی کا غلبہ ہو اس کو سختی کے ساتھ احکامات خداوندی کی تعلیم دینی چاہیے۔ فرمایا کہ پانی ہر رنگ اور ہر ذائقہ موجود ہوتا ہے اس لیے کوئی اس کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا حالانکہ اس کے پینے ہی سے زندگی کا قیام ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ پانی باعث حیات ہی اس کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے وجعلنا من الماء کل شیئ حی اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو زندہ بنایا فرمایا کہ افضل ترین ہے وہ فقیر جس سے نہ تو دنیاوی بادشاہ خراج طلب کر سکے اور نہ عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ حساب مانگے' فرمایا کہ غیبت اور لغو بات لقمہ حرام کی طرح ہیں اور ذکر الٰہی اور استغنا لقمہ حلال کی مانند' فرمایا کہ صدق نام ہے اس شے کی نگہداشت کا جو بندے اور خدا کے مابین ہو اور صبر نام ہے اس شے کی نگہداشت کا جو بندے اور نفس کے درمیان ہو' فرمایا کہ یقین ہی وہ نور

ہے جو اہل یقین کو اہل تقویٰ بناتا ہے پھر فرمایا کہ زہد میں تین حرف ہیں ز' ہ' د' ز سے مراد زینت کا ترک کرنا ہ سے مراد ہوا کو ترک رک دیناد سے مراد دنیا کو چھوڑ دینا۔ فرمایا کہ یقین کی تین قسمیں ہیں۔ یقین خبر' یقین دلالت' یقین مشاہدہ' فرمایا کہ ہر کام کو من جانب اللہ تصور کرنے والا ہی صابر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جس طرح رزق حرام سے احتراز ضروری ہے اسی طرح بد اخلاقی سے بھی کنارہ کشی ضروری ہے۔

کسی نے آپ کے انتقال کے بعد خواب میں روتے ہوئے دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں فرمایا کہ جس قبرستان میں میری قبر ہے وہاں دس مردے اور بھی مدفون ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی صاحب ایمان نہیں پھر ایک اور شخص نے خواب میں پوچھا کہ خدا تعالٰی نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ فرمایا کہ مجھے اپنا قرب عطا فرما کر میرا اعمال نامہ میرے ہاتھ میں دیدیا۔ جس کو پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ میرا ایک گناہ اس میں ایسا بھی درج ہے جس نے تمام نیکیوں کو ڈھانپ لیا ہے اور جب میں ندامت سے سرنگوں ہوا تو ارشاد ہوا کہ جا ہم نے اپنی رحمت سے اس معصیت کو بھی معاف کر دیا۔

باب نمبر ← 60

حضرت عبد اللہ منازل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ ممتاز روزگار شیخو متقی اور فرقہ ملامیوں کے پیرو مرشد تھے اور خود حضرت حمدون قصار سے بیعت تھے اور پوری زندگی مجرد رہ کر گذار دی۔ ایک مرتبہ آپ نے ابو علی ثقفی سے فرمایا کہ مرنے کے لیے تیار ہو انہوں نے کہا کہ آپ کو تیاری کرنی چاہیے چنانچہ آپ سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر دراز ہو گئے اور فرمایا کہ لو میں مر گیا یہ کہتے ہی حقیقت میں آپ کا انتقال ہو گیا اس واقعہ سے ابو علی بہت نادم ہوئے کیونکہ ان کے اندر آپ جیسی قوت اس لیے نہیں تھی کہ وہ عیالدار تھے اور آپ مجرد اور آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ ابو علی مخلوق سے ہٹ کر صرف اپنے مفاد کی بات کرتے ہیں۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ تارک فرائض یقیناً تارک سنن بھی ہو گا اور تارک سنت

کے بدعت میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے فرمایا کہ بہترین ہے وہ وقت جس میں نفس کے وسوسوں سے مامون رہ جائے اور مخلوق کو تمہاری بدگمانی سے چھٹکارا حاصل رہے فرمایا کہ بندہ صرف انہیں اشیاء کا طالب رہتا ہے جو اس کی شقاوت کا موجب ہوں فرمایا کہ جو خود حیا کا ذکر کر کے خدا سے حیا نہیں کرتا وہ بدترین بندہ ہے فرمایا کہ عشق صرف اسی سے کرو جو تم سے عشق کرتا ہو فرمایا حیا کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کو ہر لحہ متکلم تصور کرتے ہوئے خموشی اختیار کرو فرمایا کہ جو مخلوق کے نزدیک برگذیدہ ہوں ان کے لیے اپنے نفس کو ذلیل رکھنا ضروری ہے فرمایا کہ امور غیبی دنیا میں کسی پر واضح نہیں ہوتے اور جو لوگ اس کے مدعی ہوں وہ کاذب ہیں فرمایا کہ مجبوراً فقر اختیار کرنے سے فضیلت فقر حاصل نہیں ہو سکتی اور فقر حقیقی یہ ہے کہ فکر عقبیٰ کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہے فرمایا کہ وقت گذشتہ کا تصور بھی بے سود ہے فرمایا کہ عبودیت اختیاری نہیں بلکہ اضطراری شے ہے اور عبودیت کی لذت سے آشنا کبھی عیش و راحت کا طالب نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ حقیقی بندہ وہی ہے جو اپنے لیے بندہ نہ رکھے یعنی غلام نہ رکھے اور جب وہ اس فعل کا مرتکب ہو گیا تو عبودیت کے بجائے ربوبیت کا دعویدار بن گیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کی اقسام یاد دلا کر استغفار پر اختتام کیا ہے جیسے کہ فرمایا گیا الصابرین والصادقین والقانتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار یعنی صبر کرنے والے صدق والے قناعت کرنے والے نفقہ دینے والے اور صبح کے وقت استغفار کرنے والے فرمایا کہ جس نے لذت نفس کو ختم کر دیا وہی مزے میں رہا۔ فرمایا کہ احکام الٰہی کے مطابق روزی کمانے والا اس خلوت نشین سے افضل ہے جو روزی کمانے سے کتراتا ہو فرمایا کہ ایک لحہ کا ترک ریا عمر بھر کی عبادت سے اولیٰ ہے فرمایا کہ عارف وہی ہے جو کسی شے سے متعجب نہ ہو۔

کسی نے آپ کو یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے آپ نے فرمایا کہ مراد کا درجہ تو معرفت کے بعد ہے اور یہاں ابھی تک معرفت بھی حاصل نہ ہو سکی آپ کی وفات نیشاپور میں ہوئی اور مزار مشہد میں ہے۔

باب نمبر ⟵ 61

حضرت علی سہل اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ غیب کی باتوں کا علم رکھتے تھے اور آپ حضرت

جنید کے ہم عصر اور حضرت ابو تراب کے صحبت یافتہ تھے حضرت عمرو بن عثمان آپ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب وہ ۳۰ ہزار درم کے مقروض تھے، لیکن آپ نے ان کا تمام قرض ادا کر دیا۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ رغبت عبادت توفیق کی علامت ہے اور علامت رعایت مخالفت سے کنارہ کشی ہے اور علامت بیداری رعایت اختیار کرنا ہے اور علامت جہالت کسی شے کا دعویٰ کرنا ہے، فرمایا کہ ابتدا میں جس کی ارادت درست نہیں ہوتی وہ انتہاء تک محروم سلامتی رہتا ہے فرمایا کہ جو خود کو خدا کے نزدیک سمجھتا ہے وہ حقیقت میں بہت دور ہوتا ہے فرمایا کہ خدا کے ساتھ حضوری یقین سے بہتر ہے کیونکہ حضوری قلب میں اس طرح جاگزین رہتی ہے جس میں غفلت کا دخل نہیں ہوتا اور یقین کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے۔ لیکن اہل حضوری بارگاہ کے اندر رہتے ہیں اور اہل یقین بارگاہ کے دروازے پر فرمایا کہ دانش مند تو حکم الٰہی پر زندگی بسر کرتے ہیں لیکن عارفین قرب الٰہی میں زندگی گذارتے ہیں فرمایا کہ خدا کو جاننے والا ہر شے سے بے خبر ہو جاتا ہے فرمایا کہ تونگری علم میں فخر فقر میں عافیت زہد میں حساب کی قلت خموشی میں اور خوشی مایوسی میں مضمر ہے، فرمایا کہ حضرت آدم کے عہد سے قیامت تک لوگ قلب کے سلسلہ میں بحثیں کرتے رہیں گے لیکن قلب کی حقیقت و ماہیت کبھی معلوم نہ ہو سکے گی پھر فرمایا کہ میری موت اس طرح واقع نہ ہو گی کہ بیمار پڑوں اور لوگ عیادت کو آئیں بلکہ خدا تعالیٰ مجھے پکارے گا اور میں حاضر ہو گا چنانچہ حضرت شیخ ابو الحسن فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ راہ چلتے آپ نے لبیک فرمایا تو میں نے کلمہ پڑھنے کی تلقین کی مگر آپ نے فرمایا کہ تم مجھے کلمہ کی تلقین کرتے ہو حالانکہ میں عزت خداوندی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اور اس کے مابین عزت کے سوا کوئی شے حائل نہیں ہے یہ کہتے ہی آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

باب نمبر 62

حضرت شیخ خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف و تذکرہ :آپ ولایت و ہدایت کے منبع و مخزن تھے اور بیشتر مسائخ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل رہا حتیٰ کہ حضرت شبلی کا بہت احترام کرتے تھے اس لیے آپ نے ان کو انہیں کے

پاس بھیج دیا اور آپ بذات خود حضرت سری سقطی سے بیعت تھے آپ کو خیر نساج کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حج کے عزم سے گھر سے روانہ ہوئے تو بوسیدہ گدڑی اور سیاہ رنگ کی وجہ سے کوفہ میں ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تم غلام ہو؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم اپنے آقا سے فرار ہوئے ہو؟ فرمایا کہ ہاں اس نے کہا کہ چلو میں تمہارے آقا سے ملوا دوں آپ نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ اس کا متمنی ہوں کہ کوئی ایسا فرد مل جائے جو میری میرے آقا سے ملاقات کرا دے اس کے بعد اس نے آپ کا نام خیر رکھ کر کپڑا بننا سکھا دیا۔ اور اسی نسبت سے آپ کو خیر نساج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے غرض یہ کہ عرصہ دراز تک آپ اس کی خدمت کرتے رہے اور جس وقت وہ آپ کو خیر کہہ کر پکارتا تو آپ جواب میں لبیک فرمایا کرتے لیکن جب اس کو آپ کے زہد و تقویٰ کا علم ہوا تو آپ کو بہت تعظیم کے ساتھ اپنے یہاں سے رخصت کرتے ہوئے عرض کیا کہ حقیقت میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ آقا ہوتے اور میں غلام پھر وہاں سے آپ بیت اللہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ کو وہ مدارج حاصل ہوئے کہ حضرت جنید آپ کو خیر کے بجائے خیر ونا یعنی ہم میں سے بہتر سے بہتر کہہ کر آواز دیا کرتے تھے لیکن آپ کا اصلی نام ابوالحسن محمد اور ولدیت اسمٰعیل تھی لیکن آپ کو خیر کا خطاب اتنا مرغوب تھا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ایک مسلمان کا رکھا ہوا نام تبدیل کر دوں۔

حالات: جب آپ دریا پر جاتے تو مچھلیاں کچھ کچھ چیزیں لاتیں اور آپ کے قریب آکر رکھ دیتی تھیں ایک دن آپ کسی بڑھیا کا کپڑا بن رہے تھے تو اس نے پوچھا کہ اگر تم نہ ملو تو مزدوری کس کو دیدوں فرمایا دریائے دجلہ میں پھینک دینا پھر اتفاق سے ایسا ہی ہوا کہ جب وہ اجرت لے کر آئی تو آپ موجود نہیں تھے چنانچہ اس نے وہ دینار دریا میں پھینک دیئے اور جب آپ دریا پر پہنچے تو ایک مچھلی نے پانی سے باہر آکر وہ دینار آپ کے سامنے رکھ دیئے لیکن اکثر بزرگان کرام یہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں مقبولیت کا باعث نہیں بن سکتیں کیونکہ یہ چیزیں سب حجابات ہیں اور آپ کو شائد بازیچہ اطفال کی حیثیت سے عطا کی گئی ہوں لیکن حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ چیزیں دوسروں کے لیے حجابات ہوں لیکن آپ کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہو' حضرت سلیمان کے لیے یہ چیزیں حجابات میں داخل نہیں تھیں۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات مجھے یہ تصور بندھ گیا کہ شائد دروازے پر حضرت جنید کھڑے ہیں اور ہر چند اس تصور کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن جب میں دروازے

پر پہنچا تو واقعی آپ وہاں موجود تھے آپ کا قول تھا کہ دولت کو مصیبت اور غربت کو راحت تصور کرنے والا ہی حقیقی فقیر ہوتا ہے فرمایا کہ خوف الٰہی بندوں کے لئے ایک ایسا تازیانہ ہے جو بڑے بڑے گستاخوں کو راہ راست پر لے آتا ہے فرمایا کہ عامل کا اپنے عمل کو بے وقعت سمجھنا ہی کمال عمل ہے۔

وفات :آپ نے سو سال کی عمر پائی اور جس وقت نماز مغرب کے قریب فرشتہ اجل قبض روح کے لیے پہنچا تو آپ نے کہا کہ مجھے صرف نماز ادا کرنے کی مہلت دیدو کیونکہ جس طرح تمہیں قبض روح کا حکم ہے اسی طرح مجھے ادائیگی نماز کا حکم دیا۔

باب نمبر ⟵ 63

حضرت ابو حمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: :آپ متوکل اور حقیقت و طریقت کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ ساتھ خراسان کے بہت بڑے شیوخ میں سے تھے اور آپ کے مناقب اور عبادات و مجاہدات کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ آپ کو حضرت ابو تراب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف نیاز حاصل رہا۔

حالات: :کسی سے کچھ طلب نہ کرنے کے عہد کے ساتھ آپ توکل علی اللہ کے ساتھ سفر کے لئے چل پڑے لیکن روانگی کے وقت اپ کی بہن نے کچھ دینار آپ کی گدڑی کی جیب میں ڈال دیئے مگر آپ نے انہیں بھی نکال پھینکا اور پھر چلتے چلتے اچانک ایک کنوئیں میں گر پڑے۔ مگر متوکل علی اللہ ہونے کی وجہ سے ذرہ برابر بھی چوٹ نہ آئی اور تقاضائے نفس کے باوجود نفس کشی کی نیت سے کنوئیں میں مشغول عبادت رہے' پھر کسی مسافر نے اس خیال سے کنوئیں کے اوپر کانٹے بچھا دیئے کہ کوئی گر نہ پڑے اس صورت حال کو دیکھ کر نفس نے بہت شور و غوغا کیا۔ لیکن آپ خاموش بیٹھے رہے۔ اور کچھ وقفہ کے بعد ایک شیر نے کنوئیں پر سے کانٹے ہٹا کر کنوئیں کی منڈیر پر مضبوطی سے پنجے جما کر پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں بلی کا احسان مند بننا پسند نہیں کرتا چنانچہ اسی وقت بذریعہ الہام کہا گیا کہ ہم نے ہی اسی شیر کو بھیجا ہے اس کے پیر پکڑ کر اوپر آجاؤ اس کے بعد آپ تعمیل حکم میں باہر نکل آئے۔ پھر ندائے غیبی آئی کہ ہم نے بربنائے توکل تیرے قاتل

ہی کے ذریعہ تجھے نجات دلوادی۔

حضرت جنید نے ایک مرتبہ ابلیس کو برہنہ حالت میں لوگوں کے سروں پر چڑھتا دیکھ کر فرمایا کہ تجھ کو شرم نہیں آتی' اس نے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں جن سے شرم کی جائے بلکہ شرم کئے جانے کے قابل تو وہ شخص ہے جو مسجد شونیزیہ میں بیٹھا ہوا ہے کیوں کہ اللہ کے نزدیک اولیاء کا درجہ اتنا بلند ہے کہ ابلیس کی وہاں تک رسائی ممکن نہیں۔

ارشادات: :آپ پورے سال ایک ہی احرام باندھے رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب مخلوق کے ہمراہ زندگی بسر کرنا بار خاطر محسوس ہونے لگے تو انس حاصل ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ حقیقی درویش وہی ہے جسے اعزہ سے نفرت اور خدا سے محبت پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ موت کو عزیز رکھنے والا خدا کے سوا کسی کو محبوب نہیں رکھتا فرمایا کہ مفہوم توکل یہ ہے کہ صبح کو شام کا اور شام کو صبح کا تصور باقی نہ رہے فرمایا کہ زاد آخرت کا سامان کرتے رہو آپ کا انتقال نیشاپور میں ہوا۔ اور حضرت ابو حفص کے مزار کے نزدیک مدفون ہیں۔

باب نمبر 64

حضرت احمد مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: :آپ اپنے دور کے بہت بڑے ولی اور خراسان کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ آپ اقطاب زمانہ میں سے ہوئے اور قطب مدار کی صحبت سے فیضیاب ہوئے لوگوں نے جب سوال کیا کہ اس عہد میں قطب کون ہے تو آپ نے خموشی اختیار کی جس سے یہ اندازہ ہوا کہ آپ ہی اس دور کیقطب تھے آپ طوس میں تولد ہوئے اور بغداد میں سکونت پذیر رہے۔

ایک شیریں سخن بوڑھے نے آپ سے کہا کہ اپنا خیال ظاہر فرمایئے آپ کو خیال ہوا کہشاید یہ یہودی ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو تم یہودی معلوم ہوتے ہو وہ آپ کی اس کرامت سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں اسلام سے زیادہ صداقت آمیز کسی مذہب کو نہیں پاتا۔

ارشادات: :آپ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کیعلاوہ کسی دوسرے سے مسرت حاصل کرنے والوں کو حقیقی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ جس کو کدا سے محبت نہ ہو وہ اسیر وحشت رہتا

ہے فرمایا کہ راغب الی اللہ رہنے والوں کے تمام اعضاء کو اللہ تعالی معصیت سے پاک رکھتا ہے۔ فرمایا کہ متقی تارک الدنیا ہوتا ہے فرمایا کہ مائل بہ دنیا نہ ہونا ہی حقیقی تقویٰ ہے فرمایا کہ مومن کی عزت کرنا حقیقت میں خدا کی عزت کرنے کے مترادف ہے اور اسی سے تقویٰ تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ فرمایا کہ معرفت سے بعد کی دلیل باطل پر نظر کرتا ہے۔ فرمایا کہ خدا کے اطاعت گزار دنیا کو نظر انداز کر کے خدا ہی سے انس کرتے ہیں فرمایا کہ خوف رجا سے زیادہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ جہنم سے گزر کر ہی جنت میں جانا پڑے گا۔ فرمایا کہ عارف قرب الٰہی کی وجہ سے بہت خوف زدہ رہتا ہے۔ فرمای کہ شجر معرفت کو فکر کے پانی اور شجر غفلت کو نادانی کے پانی اور شجر توبہ کو ندامت کے پانی اور شجر محبت کو موافقت کے پانی سے سیراب کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ خواہش مند کے لئے استغفار کیزیادتی بہت ضروری ہے فرمایا کہ کثرت توبہ کے بغیر ارادت کا حصول ممکن نہیں۔ فرمایا کہ خدا کے سوا کسی کی غلامی اختیار کرنا زہد کے منافی ہے فرمایا کہ میری تمام عمر تضیع اوقات میں گزر گئی۔

باب نمبر ⟵ 65

حضرت عبد اللہ احمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ ظاہری و باطنی اعتبار سے جامع و اکمل اور اولیاء کے استاد ہونے کی وجہ سے لوگوں میں بے حد معظم و محترم تھے اور آپ کے دو مرید حضرت ابراہیم خواص و حضرت ابراہیم شیبانی آپ کے کمالات کے مکمل آئینہ دار تھے آپ کے اوصاف میں یہ چیزیں شامل تھیں کہ ہمیشہ احرام باندھے رکھتے اور گھاس کھا کر زندگی بسر کرتے تھے حتیٰ کہ جس شے کو انسانی ہاتھ لگ جاتا اس کو نہیں کھاتے تھے کبھی ناخن و بال نہ بڑھنے دیا اور صاف ستھرا لباس استعمال کرتے تھے۔

حالات :ورثہ میں حاصل شدہ مکان پچاس دینار میں فروخت کر کے حج کے لیے روانہ ہو گئے راستہ میں ایک بدو نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے آپ نے بتایا کہ پچاس دینار اور اس بدو کے طلب کرنے پر آپ نے اس کے حوالے کر دیئے لیکن اس نے آپ کی صدق گوئی کی وجہ سے دینار آپ کو واپس کر دیئے اور اپنے اونٹ پر بٹھا کر آپ کو مکہ معظمہ تک لے گیا اور کافی عرصہ آپ کی صحبت میں رہ کر شیخ کامل بن گیا۔

صحرا میں کسی پریشان حال غلام کو دیکھ کر آپ نے کہا اے آزاد کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تم بھی عجیب بزرگ ہو کر خدا کے علاوہ دوسرے پر نظر ڈالتے ہو آپ نے اپنے صاحبزادوں کو ایسے فنون کی تعلیم دلوائی کہ وہ اپنی قوت بازو سے کمانے کے قابل ہو کر کسی کے سامنے دست طلب دراز نہ کریں۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ صحیح معنوں میں بندہ وہی ہے جو خواہشات کو ٹھکرا کر مشغول بندگی رہے فرمایا کہ بدترین فقیر وہ ہے جو امراء کی چاپلوسی کرتا رہے اور اعلیٰ ترین وہ ہے۔ وہ بندہ جو مخلوق کے ساتھ اخلاق حسنہ ء سے پیش آئے۔ فرمایا کہ بزرگان دین و دنیا کے لیے من ء جانب اللہ پیغام امن ہیں جن کے وجود سے نزول رحمت اور مخلوق پر آنے والی بلاؤں۔ کا سدباب ہوتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ گوشتہ نشینوں کی ادنیٰ سی نیکی بھی ان لوگوں کی عمر بھر کی عبادت سے بہتر ہے جو مخلوق سے وابستہ رہتے ہوں فرمایا کہ دنیا کا دستور ہی یہ ہے کہ جو مائل بہ دنیا ہوتا ہے دنیا بھی اس کی جانب مائل رہتی ہے لیکن جو دنیا کو خیرباد کہہ دیتا ہے دنیا بھی اس سے کنارہ کش ہو جاتی ہے فرمایا کہ سب سے زائد دانش ور صرف صوفیائے کرام ہیں جو آتش محبت میں فنا ہو کر بقائے دائمی حاصل کر لیتے ہیں۔

آپ کا انتقال طور سینا پر ہوا۔ اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

باب نمبر ⟵ 66

حضرت ابو علی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف و تذکرہ :آپ کا شمار پیشوایان صوفیا اور مقتدایان علما میں ہوتا ہے اس کے علاوہ آپ نے لاتعداد تصانیف بھی چھوڑی ہیں اور آپ حضرت محمد علی حکیم کے بلند مراتب ارادت مندوں میں سے تھے۔

آپ کا مقولہ تھا کہ بیم و رجا اور محبت توحید حقیقی ہیں کیونکہ بیم سے ارتکاب معصیت کا خاتمہ ہوتا ہے اور رجا سے اعمال صالحہ جنم لیتے ہیں اور محبت کثرت عبادت کی محرک بن جاتی ہے اس کے علاوہ اہل خوف غم و آلام سے ہراساں نہیں ہوتے اہل رجا طلب سے باز نہیں آتے اور اہل

محبت ذکر الٰہی میں کمی نہیں ہونے دیتے اور بیم اک آگ ہے۔ رجا نور منور اور محبت نور علی نور۔ فرمایا کہ اہل سعادت کی علامت ہی یہ ہے کہ عبادت کو آسان ترین تصور کرتے ہوئے اتباع سنت کو کسی وقت بھی دشوار نہ سمجھیں اور محبت فقراء میں رہ کر مخلوق کے ساتھ اخلاق حسن سے پیش آئیں محتاجوں کو صدقات دیں اور مسلمانوں کی اعانت کرتے ہوئے پابندی اوقات پر کاربند رہیں۔ فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اپنے ان گناہوں کا اظہار جن سے وہ واقف نہ ہو' انتہائی بدبختی ہے پھر فرمایا کہ اولیاء اللہ وہی ہیں جو اپنے احوال میں فنا ہو کر مشاہدہ حق کے ذریعہ قائم رہیں اور عارف باللہ وہ ہیں جو اپنے قلب کو ذکر الٰہی کے حوالے کر کے جسم کو خدمت خلق کے لیے وقف کر دیں فرمایا کہ خدا سے حسن ظن قائم رکھنا ہی غایت معرفت ہے اور نفس سے بدظن رہنا اساس معرفت ہے فرمایا کہ مالک حقیقی کے در پر پڑے رہنے والوں کے لیے ایک نہ ایک دن دروازہ ضرور کھل جاتا ہے فرمایا کہ اہل کرامت بننے کے بجائے اہل استقامت بنو کیونکہ نفس طالب کرامت ہوتا ہے اور خدا طالب استقامت فرمایا کہ رضا خانہ بندگی بسر اس کی کنجی اور تسلیم بر آمدہ ہے اور موت اس کے دروازے پر استادہ ہے پھر فرمایا کہ بخل کے تین حروف ہیں۔ ب' خ' ل' ب سے مراد بلا خ سے خسارہ اور ل سے لوم یعنی ملامت ہے۔

باب نمبر 67

حضرت شیخ ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ کا تعلق مشائخ حجاز سے ہے آپ کی پوری زندگی مکہ معظمہ میں گذری جس کی وجہ سے آپ کو شمع حرم کے خطاب سے نوازا گیا۔ آپ اپنے عہد کے بہت عظیم عابد و زاہد تھے اور تصوف کے موضوع پر بیشمار تصانیف چھوڑیں آپ نماز عشاء کے بعد سے نماز فجر تک نوافل میں روزانہ ایک قران ختم کرتے اور طواف کعبہ کے دوران بارہ ہزار قرآن ختم کیے آپ کا عالم یہ تھا کہ تیس سال تک کعبہ کے پرنالے کے نیچے بیٹھے رہے اور شب و روز صرف ایک مرتبہ وضو کرتے اور اس ۳۰ سالہ مدت میں نہ تو ذکر الٰہی سے کبھی غافل ہوئے اور نہ ایک لمحہ کے لیے آرام فرمایا۔

حالات :کم سنی ہی میں والدہ کی اجازت سے حج کا قصد کیا لیکن دوران سفر آپ کو غسل کی

حاجت پیش آگئی چنانچہ بیداری کے بعد یہ خیال آیا کہ میں والدہ سے کسی عہد و پیمان کے بغیر ہی گھر سے نکل کھڑا ہوا ہوں اور اس خیال کے ساتھ ہی جب گھر واپس آئے تو والدہ کو بہت ہی غمزدہ شکل میں دروازے پر کھڑا پایا۔ آپ نے والدہ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے مجھے سفر کی اجازت نہیں دی تھی! انہوں نے کہا کہ اجازت تو یقیناً دیدی تھی لیکن تمہارے بغیر گھر میں کسی طرح دل نہیں لگتا تھا اور یہ عہد کرلیا تھا کہ تمہاری واپسی تک دروازے ہی پر تمہارا انتظار کروں گی۔ یہ سن کر آپ نے عزم سفر ترک کردیا اور والدہ کی حیات تک ان کی خدمت کرتے رہے لیکن والدہ کے انتقال کے بعد پھر سفر شروع کردیا اور دوران سفر قبر میں ایک ایسا مردہ دیکھا جو ہنس رہا تھا آپ نے سوال کیا کہ تو مرنے کے بعد کیوں ہنستا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ عشق خداوندی میں یہی کیفیت ہوا کرتی ہے۔

ابوالحسن مزین نے توکل علی اللہ سفر شروع کردیا تو دوران سفر انہیں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ میں ایسا عظیم بزرگ ہو گیا ہوں جو بے زاد سفر، سفر کر سکتا ہے، اس تصور کے ساتھ ہی کسی نے کرخت لہجہ میں کہا کہ نفس کے ساتھ دروغ گوئی کیوں کرتا ہے اور جب انہوں نے منہ پھیر کر دیکھا تو حضرت ابوبکر کتانی کھڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی غلطی کے احساس کے ساتھ ہی فوراً توبہ کرلی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ وقت مجھے اپنے احوال میں کچھ نقص محسوس ہوا تو میں نے طواف کے بعد بطور عجز کے دعا کی جس کے بعد اللہ نے میراوہ نقص دور فرما کر ایسا قرب عطا کیا کہ مجھے دعا بھی یاد نہ رہی۔ ارشاد ہوا کہ جب ہم خود تیرے دوست ہیں تو پھر تجھے طلب کی کیا ضرورت ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس لئے کچھ بدظنی سی تھی کہ گو آپ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر، لیکن آپ کی شان میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا فتی الا علی فرمایا تھا اس لیے بہ تقاضائے شجاعت آپ کو خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کردینی چاہیے تھی تاکہ صحابہ کرام میں باہمی خونریزی نہ ہوتی اسی تصور میں ایک شب میں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خلفائے اربعہ کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کی جانب اشارہ کر کے مجھ سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں! میں نے عرض کیا کہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر ہیں اسی طرح تینوں خلفاء کے متعلق میں جواب دیتا رہا لیکن جب حضرت علی کے متعلق سوال کیا تو میں نے اپنی کج فہمی کی وجہ سے ندامت کے ساتھ گردن جھکالی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے میرا معانقہ کرایا اور خود جب تینوں خلفا کے ہمراہ واپس تشریف لے گئے تو حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ چل تجھے جبل ابو قیس کی سیر کرالاؤں چنانچہ جب میں وہاں پہنچا تو زیارت کعبہ سے مشرف ہوا اور بیداری کے بعد خود کو جبل

ابو قبیس پر پایا اور وہ بد ظنی بھی میرے قلب سے رفع ہو چکی تھی جو مجھے حضرت علی کی ذات مبارک سے تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ہمراہ ایک ایسا شخص رہتا تھا جس کا وجود میرے لیے بار خاطر تھا لیکن محض مخالفت نفس کی غایت سے ملیں اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتا رہا اور ایک دن جب میں اپنی جائز کمائی کے دو سو درم لے کر اس کے پاس پہنچا تو وہ مصروف عبادت تھا چنانچہ میں نے وہ درم اس مصلے کے نیچے رکھتے ہوئے کہا کہ تم اپنے صرفہ میں آنا مگر اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ جو لمحات میں نے ستر ہزار درم کے معاوضہ میں خریدے ہیں انہیں تو دو سو درم کے معاوضہ میں خریدنا چاہتا ہے جا مجھے تیرے درم کی ضرورت نہیں چنانچہ ندامت کے ساتھ میں نے اپنے درم واپس لے لئے اور اس وقت مجھے جتنا اپنی ذلت اور اس کی عظمت کا احساس ہوا اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔

آپ کے کسی مرید نے انتقال کے وقت آنکھیں کھول کر زیارت کعبہ شروع کر دی تو اسی وقت ایک اونٹ نے آکر اس کے ایسی لات رسید کی کہ آنکھوں کے دونوں ڈھیلے باہر نکل پڑے اور آپ کو بذریعہ الہام یہ مکاشفہ ہوا کہ اس وقت اس مرید کو ارادت غیبی سے **مکاشفہ** حقیقی حاصل تھا اور چونکہ صاحب کعبہ کے مشاہدے کی صورت میں جانب کعبہ نظر ڈالنا درست نہیں اسی لیے اس کو یہ سزا دی گئی۔

کسی بزرگ نے باب بنی شیبہ سے نکل کر آپ سے کہا کہ مقام ابراہیم میں ایک محدث حدیث بیان کر رہے ہیں آپ بھی تشریف لے چلئے آپ نے پوچھا کہ وہ کس سند کے ساتھ حدیث بیان کرتے ہیں؟ ان بزرگ نے کہا کہ حضرت عبدالرحمان، حضرت معمر، حضرت زہری اور حضرت ابو ہریرہ کی اسناد سے آپ نے جواب دیا کہ میرا قلب تو میرے رب کی سند سے حدیث بیان کرتا ہے اور جب ان بزرگ نے اس کی دلیل پوچھی تو فرمایا کہ اس کی یہ دلیل ہے کہ آپ حضرت خضر ہیں یہ سن کر حضرت خضر نے فرمایا کہ میں تو آج تک اس تصور میں تھا کہ دنیا میں ایسا کوئی ولی نہیں جس سے میں واقف نہ ہوں لیکن آج پتہ چلا کہ ایسے ولی بھی موجود ہیں جن سے میں تو ناواقف ہوں لیکن وہ مجھے جانتے ہیں۔

دوران نماز ایک چور آپ کے کاندھے پر سے چادر کھینچ کر بھاگا تو اس کے دونوں ہاتھ اسی وقت خشک ہو گئے۔ چنانچہ اس نے واپس آکر چادر پھر آپ کے کاندھے پر ڈال دی اور فراغت نماز کے بعد آپ سے معافی کا طالب ہوا لیکن آپ نے معافی کی وجہ پوچھی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر دیا

آپ نے فرمایا کہ عظمت الٰہی کی قسم نہ تو مجھے چادر لے جانے کی خبر ہوئی اور نہ واپس لانے کی پھر آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی تو اس کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خواب میں ایک حسین و خوبرو شخص سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا نام تقویٰ ہے اور میرا مسکن غمزدہ قلوب ہیں پھر میں نے خواب میں ایک بدشکل عورت سے سوال کیا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں مصیبت ہوں اور اہل نشاط کے قلوب میں رہتی ہوں چنانچہ بیداری کے بعد میں نے یہ عہد کرلیا کہ مسرور زندگی کی بجائے ہمیشہ غمگین زندگی بسر کروں گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک شب میں اکیاون مرتبہ حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھ کر آپس ے مسائل کی تحقیق کی پھر ایک شب خواب میں میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ حرص و سوس کا خاتمہ ہو جائے آپ نیف رمایا کہروزانہ چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھا لیا کرو۔ **یا حی یاقیوم لا الٰہ الا انت اسلک ان یحیی قلبی بنور معرفتک ابدا**

کسی درویش نے آپ سے رو رو کر عرض کیا کہ جب مجھ پر بیس فاقے گذر چکے تو لوگوں کے سامنے میرے نفس نے یہ راز افشا کردیا پھر ایک دن راستہ میں مجھے ایک درم پڑا ہوا ملا جس پر تحریر تھا کہ کیا اللہ تعالیٰ تیری فاقہ کشی سے ناواقف تھا جو تو نے دوسروں سے شکایت کی۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح محشر میں خدا کے سوا کوئی معاون و مددگار نہیں ہو گا اسی طرح دنیا میں بھی اس کے سوا کسی کو معاون تصور نہ کرو۔ پھر فرمایا کہ مخلوق کی محبت باعث عذاب صحبت باعث مصیبت اور ربط و ضبط وجہ ذلت ہے۔ پھر فرمایا کہ زہد و سخاوت اور نصیحت سے زیادہ کوئی شے سود مند نہیں فرمایا کہ زہد وہ ہے جو نہ ملنے پر خوش رہے۔ زندگی بھر ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو۔ مصائب پر صبر سے کام لے اور خدا کی رضا پر راضی رہے فرمایا کہ تصوف سرتاپا اخلاق ہے اور جس میں اخلاق کی زیادتی ہو گی اس میں تصوف بھی زیادہ ہو گا فرمایا کہ اولیاء اللہ ظاہر میں اسیر اور باطن میں آزاد ہوتے ہیں فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو عبادت کو مشقت نہ سمجھے۔ فرمایا کہ استغفار ایک ایسا چھ حرفی لفظ ہے جو چھ چیزوں کے لیے جامع و اکمل ہے اول معصیت کے بعد ندامت کے ساتھ توبہ کرنا دوم بعد از توبہ گناہ کا کبھی قصد نہ کرنا سوم قبل از موت حقوق اللہ کی تکمیل کردینا ششم بعد از توبہ جسم کو ایسی مشقتیں دینا کہ جس طرح مشقتوں سے قبل اس نے بہت آرام پایا ہو۔ فرمایا کہ توکل نام ہے اتباع علم اور یقین کامل کا پھر فرمایا کہ توبہ کے وقت در مغفرت کھل جاتا ہے فرمایا کہ خدا اپنے محتاج بندوں کی حاجت روائی خود کرتا ہے فرمایا کہ ترک نفس اور غفلت پر اظہار تاسف تمام عبادات

سے افضل ہے فرمایا کہ جب تک بہت زیادہ نیند نہ آئے ہرگز نہ سو۔ جب تک بھوک کی شدت نہ ہو مت کھاؤ۔ جب تک شدید ضرورت نہ ہو بات نہ کرو۔ فرمایا کہ شہوت درحقیقت دیو کی لگام ہے اور جس نے اس کو زیر کرلیا گویا دیو کو زیر کرلیا فرمایا کہ جسم کو دنیا سے اور قلب کو عقبیٰ سے وابستہ رکھو فرمایا کہ یہ تین چیزیں دین کی اساس ہیں اول حق دوم عدل سوم صدق حق کا تعلق اعضاء سے یعنی اعضاء کے ذریعہ ذکر الٰہی کرتے رہو عدل کا تعلق قلب سے ہے یعنی بذریعہ قلب نیک و بد میں تمیز کرو اور صدق کا تعلق عقل سے ہے یعنی عقل کے ذریعہ خدا کو پہچانو پھر فرمایا کہ نسیم سحری من جانب اللہ ایک ایسی ہوا ہے۔ جس کا قیام عرش کے نیچے ہے اور وہ دم صبح دنیا میں پھر کر خدا کے بندوں کی گریہ وزاری اور طلب مغفرت اپنے ہمراہ لے جاکر خدا کے حضور پیش کردیتی ہے۔

وفات :انتقال کے وقت جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ میں نے چالیس سال قلب کی اس طرح نگرانی کی ہے کہ یاد الٰہی کے سوا اس میں کسی کو جگہ نہیں دی حتیٰ کہ میرے قلب نے خدا کے سوا ہر شے کو فراموش کردیا تھا۔ پھر فرمایا کہ اگر میرا آخری وقت نہ ہوتا تو میں اس راز کو افشا نہ کرتا یہ فرما کر انتقال ہوگیا۔

باب نمبر ⟵ 68

حضرت عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

"تعارف :فارس میں آپ کے بعد ایسا یکتائے روزگار کوئی شیخ نہیں ہوا' آپ اپنے عہد کے مشائخ کے شیخ تھے گو آپ کا تعلق شاہی خاندان سے تھا' لیکن بیس سال تک ٹاٹ کا لباس استعمال کرتے رہے اس کے علاوہ بیشمار سفر کرکے عظیم المرتبت بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا' آپ کا معمول تھا کہ ایک رکعت میں دس ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرتے اور پورے سال میں چار چلے کھینچا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی وفات بھی چلے کے دوران ہی ہوئی تھی آپ کو خفیف کا خطاب اس لیے عطا کیا گیا کہ آپ افطار میں سات منقوں کے سوا کچھ نہ کھاتے تھے ایک مرتبہ ضعف و نقاہت کی وجہ سے آپ کے خادم نے بجائے سات کے آٹھ منقے پیش کردیئے اور آپ نے گنتی کیے بغیر کھالئے لیکن اس رات آپ کو عبادت میں وہ لذت حاصل نہ ہوئی جو اس سے قبل ہوا کرتی تھی اور

جب آپ کو واقعہ کا صحیح علم ہوا تو اس خادم کو غصہ میں برخواست کر کے دوسرا خادم رکھ لیا۔

حالات :آپ کے پاس نصاب زکوٰۃ کے مطابق رقم نہیں رہی ایک مرتبہ نیت حج سے اپنے ہمراہ ڈول رسی لے کر سفر شروع کر دیا اور راستہ میں شدت پیاس کے عالم میں دیکھا کہ ایک چشمہ پر ہرن پانی پی رہا ہے، لیکن جب آپ چشمہ پر پہنچے تو پانی نیچا ہو گیا یہ دیکھ کر آپ نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ کیا میرا درجہ ہرنوں سے بھی کم ہے۔ ندا آئی چونکہ ہرنوں کے پاس ڈول رسی نہیں تھی اس لئے ہم نے پانی کو ان کے نزدیک کر دیا لیکن تمہارے پاس رسی و ڈول ہونے کی وجہ سے پانی دور کر دیا یہ سن کر آپ نے عبرت کے طور پر ڈول رسی پھینک دیا اور پانی پئے بغیر آگے چل دیئے پھر ندا آئی کہ ہم نے تو محض تمہارے صبر کا امتحان کیا تھا اب واپس جا کر پانی پی لو۔ چنانچہ جس وقت آپ دوبارہ چشمہ پر پہنچے تو پانی اوپر آ گیا تھا اور آپ نے اطمینان سے پانی پیا اور وضو کیا اور اسی وضو سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے پھر جب حج سے واپسی کے بعد بغداد میں حضرت جنید سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر قلیل سا صبر کر لیتے تو پانی تمہارے قدموں میں آ جاتا۔

"آپ فرمایا کرتے تھے کہ عہد شباب میں ایک شخص نے مجھے دعوت دی اور جب میں اس کے یہاں کھانے پر بیٹھا تو محسوس ہو کہ گوشت سڑ گیا ہے لیکن چونکہ وہ شخص اپنے ہاتھوں سے نوالہ بنا کر کھلا رہا تھا اس لیے میں نے اس کی دل شکنی کی وجہ سے کچھ نہیں کہا اور جب اس کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو وہ تاڑ گیا اور بہت نادم ہوا اس کے بعد میں حج کا قصد کر کے قافلہ کے ہمراہ جس وقت قادسیہ پہنچا تو اہل قافلہ راستہ بھول گئے اور کئی یوم "تک کھانے کو بھی کچھ میسر نہ آیا آخر کار اضطراری حالت میں چالیس دینار کا ایک کتا خریدا اور گوشت بھون کر جب سب کھانے بیٹھے تو مجھے اس شخص کی ندامت یاد آ گئی اور اس ندامت کے ساتھ ہی راستہ مل گیا پھر حج سے واپسی پر میں نے اس شخص کو تلاش کر کے معذرت خواہی کے بعد کہا کہ اس دن تیرے یہاں سڑا ہوا گوشت میرے قلب پر بار بن گیا لیکن دوران سفر کتے کا گوشت بھی مجھے برا معلوم نہیں ہوا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت مجھے یہ علم ہوا کہ مصر میں ایک نوجوان اور معمر شخص محو مراقبہ ہیں تو میں نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا لیکن جب دو مرتبہ کے بعد بھی انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں نے تیسری مرتبہ انہیں قسم دے کر کہا کہ میرے سلام کا جواب دیدو یہ سن کر نوجوان نے سر اٹھا کر جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے خفیف دنیا بہت تھوڑی سی ہے لہٰذا اس قلیل عرصہ میں کثیر حصہ حاصل کرو۔ کیونکہ میرا خیال ہے تم دنیا سے بے فکر ہو جب ہی تو ہمارے سلام کے لیے حاضر ہوئے ہو' یہ کہہ کر وہ پھر مراقبہ میں مشغول ہو گیا اور اس کی تاثیر آمیز نصیحت کا میرے

اوپر ایسا اثر پڑا کہ شدت بھوک کے باوجود میری تمام بھوک غائب ہو گئی۔ اور انہیں دونوں کے ہمراہ میں نے ظہرو عصر کی نماز ادا کی جب میں نے نوجوان سے مزید کچھ نصیحت کرنے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ ہم لوگ تو خود ہی گرفتار بلا ہیں جس کی وجہ سے ہماری زبان نصیحت کے قابل ہی نہیں ہے بلکہ ہماری تمنا تو یہ ہے کہ ہمیں خود کوئی دوسرا شخص نصیحت کرے، لیکن میرے شدید اصرار پر اس نے کہا کہ ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھو جو تمہیں خدا کی یاد دلاتے رہیں اور زبانی نہیں بلکہ صحیح معنوں میں عمل پر عامل بنا دیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ روم کے جنگل میں میں نے ایک ایسے راہب کی نعش دیکھی جس کو جلا دینے کے بعد لوگوں نے اس کی راکھ جب اندھوں کی آنکھوں میں لگائی تو ان کی بصارت واپس آگئی اسی طرح ہر قسم کا مریض اس کی راکھ سے صحت یاب ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ جب ان لوگوں کا دین ہی باطل ہے تو پھر یہ چیز ان کو کیسے حاصل ہو گئی؟ چنانچہ اسی شب خواب میں حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے خفیف جب باطل دین والوں میں صدق ریاضت سے یہ اثر پیدا کر دیا ہے تو پھر دین حق والوں کے صدق و ریاضت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کو کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر واقف راہ طریقت بھی اس راستہ پر گامزن نہ ہوگا، تو محشر میں سب سے زیادہ عذاب کا وہی مستحق گردانا جائے گا، آپ نے اتباع سنت کی غرض سے انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کی سعی کی لیکن جب اس میں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو حضور اکرم ﷺ کو خواب میں یہ فرماتے سنا کہ انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو کر ادائیگی نماز صرف میری ذات تک مخصوص تھی تمہیں ایسا نہ کرنا چاہیے۔

آپ نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام لوگ سرگرداں و حیران پھر رہے ہیں دریں اثناء ایک لڑکے نے آکر اپنے والد کا ہاتھ پکڑا اور تیزی کے ساتھ پل صراط پر سے گذر کر ان کو جنت میں لے گیا چنانچہ خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے فوری طور پر نکاح کر لیا اور جب ایک لڑکا تولد ہو کر فوت ہو گیا تو آپ نے بیوی سے فرمایا کہ میری تمنا تو پوری ہو گئی اب اگر تم چاہو تو طلاق حاصل کر سکتی ہو۔

آپ نے وقتاً فوقتاً دو دو تین تین نکاح کر کے چار سو نکاح کیے کیونکہ عورتیں بکثرت آپ سے نکاح کرنے کی متمنی رہا کرتی تھیں لیکن ایک بیوی جو کسی وزیر کی لڑکی تھی مکمل چالیس سال تک آپ کے نکاح میں رہی اور جب وہ تمام عورتیں جو آپ کے نکاح میں رہ چکی تھیں ایک دن یک جا ہو جائیں تو ایک نے دوسری سے پوچھا کہ کیا شیخ خلوت میں کبھی تمہارے ساتھ ہم بستر ہوئے؟ سب

نے متفقہ طور ایک جواب دیا کہ کبھی نہیں، اور جب وزیر کی لڑکی سے معلوم کیا گیا تو اس نے بتایا کہ جس دن شیخ میرے یہاں تشریف لاتے ہیں تو پہلے ہی سے مطلع کر دیتے ہیں۔ اور میں نفیس قسم کے کھانے تیار کر کے لباس و زیور سے آراستہ ہو جاتی ہوں۔ چنانچہ جب پہلی مرتبہ آپ میرے یہاں آئے اور میں نے جب کھانا آپ کے سامنے پیش کیا تو پہلے تو آپ کچھ دیر تک مجھے دیکھتے رہے پھیر میرا ہاتھ اپنی بغل میں لے کر پیٹ اور سینہ پر پھیرا اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کے شکم مبارک پر اٹھارہ گرہیں پڑی ہوئی ہیں اور آپ نے فرمایا کہ یہ سب گرہیں صبر کی ہیں کیونکہ تیرے جیسی حسین صورت اور اس قدر نفیس کھانوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے، اور اس کے بعد سے مجھ میں کبھی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ آپ سے کوئی سوال کر سکوں۔

آپ کے مریدوں میں دو افراد کا نام احمد تھا للذا دونوں میں امتیاز کی غرض سے ایک کو احمد کہہ اور دوسرے کو احمد مہر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ لیکن آپ کو احمد کہہ سے زیادہ رغبت تھی جب کہ احمد مہر عبادت و ریاضت میں احمد کہہ سے کہیں زیادہ تھے اور یہ تمام مریدوں کو ناگوار خاطر بھی تھی کہ آپ زیادہ عابد و زاہد سے محبت کیوں نہیں کرتے چنانچہ آپ نے مریدوں کے احساسات کو محسوس کرتے ہوئے ایک اجتماع عام میں احمد کہہ سے فرمایا کہ جا کر اونٹ کو چھت پر باندھ دو لیکن اس نے عرض کیا کہ چھت پر اونٹ کیسے چڑھ سکتا ہے پھر جب آپ نے احمد مہ کو حکم دیا تو وہ آمادہ ہو گیا اور اونٹ کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھانے کی کوشش کی لیکن اونت میں حرکت تک نہ ہو سکی یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ظاہر و باطن میں یہی فرق ہوتا ہے احمد کہہ قلب سے میری اطاعت کرتا ہے اور احمد مہر صرف ظاہری عبادت پر نازاں ہے۔

ایک مسافر سیاہ لباس میں ملبوس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے سیاہ لباس استعمال کرنے کی وجہ پوچھی اس نے کہا کہ میرے حکمران یعنی نفس و ہوا دونوں فوت ہو گئے ہیں اس لیے میں نے ماتمی لباس پہن رکھا ہے یہ سن کر آپ نے مریدوں کو حکم دیا کہ اس کو باہر نکال دو چنانچہ لوگوں نے تعمیل حکم کر دی غرض کہ اسی طرح ستر مرتبہ اس کو باہر نکلوایا گیا لیکن ذرہ برابر بھی اس کے قلب میں میل نہیں آیا آخر میں آپ نے فرمایا کہ یہ لباس واقعی تمہارے ہی لیے مناسب ہے کیونکہ ستر مرتبہ کی تذلیل کے بعد بھی تمہیں کوئی ناگواری نہیں ہوئی۔

دو درویش طویل سفر کے بعد جب آپ کے یہاں حاضر ہوءے تو معلوم ہوا کہ آپ شاہی دربار میں ہیں یہ سن کر ان لوگوں نے سوچا کہ یہ کس قسم کے بزرگ ہیں جو دربار شاہی میں حاضری دیتے ہیں یہ سوچ کر دونوں بازار کی جانب نکل گئے اور اپنے خرقہ کی جیب سلوانے کے لیے درزے

کی دوکان پر پہنچے اور اسی دوران درزی کی قینچی گم ہو گئی اور اس نے ان دونوں کو چوری کے شبہ میں پولیس کے حوالے کردیا اور جب پولیس دونوں کو لے کر شاہی دربار میں پہنچی تو حضرت عبد اللہ خفیف نے بادشاہ سے سفارش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں چور نہیں ہیں لہٰذا ان کو چھوڑ دیا جائے چنانچہ آپ کی سفارش پر ان کو رہا کر دیا گیا اس کے بعد آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ میں دربار شاہی میں صرف اسی غرض کے لیے موجود رہتا ہوں یہ سن کو وہ دونوں معذرت خواہی کے بعد آپ کے ارادت مندوں میں داخل ہو گئے اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خدا کے مقبول بندوں سے بے اعتقادی بھی وجہ مصیبت بن سکتی ہے۔

کسی مسافر کو آپ کے یہاں حاضری کے بعد دست آنے شروع ہو گئے حتیٰ کہ رات گئے تک اس کو پچاس مرتبہ حاجت کے لیے لے جایا گیا لیکن جب رات کے آخری حصہ میں آپ کی آنکھ لگ گئی اور اس کو رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی تو اس نے آپ کو آواز دی اور جب نیند آجانے کی وجہ سے آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو اس سے مسافر نے چیخ کر کہا او شیخ کہاں چلا گیا تجھ پر خدا کی لعنت ہو یہ جملہ سن کر لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ نے اس کی پاس داری کیوں کی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خراب بات سننے کی لیے کان عطا نہیں کیے میں نے تو اس کو یہ کہتے سنا کہ تیرے اوپر رحمت ہو۔

ارشادات :آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابتدا میں اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انس و جن کو تخلیق فرمایا پھر عصمت و کفایت اور جبلت کو تخلیق فرما کر حکم دیا کہ ہر نوع کے افراد ان میں سے ایک ایک شے کو اپنے لیے منتخب کرلیں۔ چنانچہ ملا ئکہ نے عصمت کو اختیار کیا جنات نے کفایت کو اور انسانوں نے جبلت کو منتخب کیا اسی لیے انسان کثرت کے ساتھ حیلہ سازی سے کام لیتا ہے فرمایا کہ عہد گذشتہ میں صوفیاء جنات پر غالب رہتے تھے لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے۔ فرمایا کہ صوفیا کی شان یہ ہے کہ وہ صوف صفا کا لباس اختیار کرے یعنی صفائی باطن کے بعد صوف استعمال کرے اور ترک دنیا کے بعد اپنے نفس پر ظلم کرتا رہے پھر فرمایا کہ پاکیزگی کے ساتھ ہی دنیا سے رخصت ہونا وجہ راحت ہے فرمایا کہ مقدرات پر شاکر رہنا ار مصائب کا مقابلہ کرنے کا نام ہی تصوف ہے فرمایا کہ رضاء کی دو قسمیں ہیں اول حق کے ساتھ تدبیر میں رضا اختیار کرنا دوم حق سے حق کی تقدیر میں رضا اختیار کرنا فرمایا کہ مکشوفات غیبی ہی کا نام ایمان ہے فرمایا کہ عبادت نام ہے دائمی غم و خوشی کو ترک کر دینے کا۔ فرمایا وصل نام ہے محبوب سے اس اتصال کا جس کے بعد کچھ یاد نہ رہے۔ فرمایا کہ نفس و دنیا اور ابلیس سے کنارہ کشی کا نام تقویٰ ہے۔ فرمایا کہ عبادت الٰہی سے نفس کو شکست دینے کا نام ریاضت

ہے فرمایا کہ قابو یافتہ شے سے اعراض اور غیر قابو یافتہ شے کو طلب نہ کرنے کا نام قناعت ہے' پھر فرمای کہ زہد نام ہے زر و مال کو نظرانداز کر دینے کا۔ فرمایا کہ امید وصل میں مسرت کا نام رجا ہے فرمایا کہ اپنے تمام امور کو سپرد خدا کر کے مصائب پر صبر کرنے کا نام عبودیت ہے فرمایا کہ اظہار فقر معیوب شے ہے فرمایا کہ جو کچھ میسر آ ئے کھا کر خدا کا شکر کرے اور میسر نہ آئے تو صبر سے کام لے۔

وفات :انتقال کے وقت خادم کو آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ موت کے بعد میرے ہاتھ میں رسی باندھ کر اور گلے میں طوق ڈال کر قبلہ رو بٹھا دینا تاکہ اسی طرح سے شائد میری مغفرت ہو جائے اور موت کے بعد کے جب خادم نے وصیت پر عمل کرنے کا قصد کیا تو ندائے غیبی آئی کہ او بے ادب! کیا تو ہمارے محبوب کو رسوا کرنا چاہتا ہے یہ سن کر اس نے وصیت پر عمل کرنے کا قصد ترک کر دیا۔

باب نمبر ⟵ 69

حضرت ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ ممتاز روزگار بزرگوں میں سے ہوئے اور آپ کو ظاہری و باطنی علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی آداب طریقت سے بخوبی واقفیت کی بنا پر آپ خود فرماتے ہیں کہ میں ادب الٰہی کی وجہ سے کبھی خلوت میں بھی پاؤں نہیں پھیلائے' آپ حضرت عبد اللہ تستری کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

حالات :مکہ معظمہ کے قیام کے دوران میں مکمل ایک سال تک محض عظمت کعبہ کی وجہ سے نہ تو کبھی آپ نے دیوار سے ٹیک لگائی نہ کسی سے بات کی اور نہ کبھی سوئے اور جب ابو بکر کتانی نے سوال کیا کہ آپ یہ مشقتیں کیوں کر برداشت کر لیتے ہیں فرمایا کہ میرے صدق باطنی نے میری قوت ظاہری کو یہ قوت برداشت عطا کر دی ہے مشہور ہے کہ آپ کی وفات کے بعد حضرت جنید بغدادی کو آپ کا جانشین مقرر کر دیا گیا تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ کوئی شخص نماز عصر کے وقت بال بکھیرے اور برہنہ پا آیا

اور وضو کر کے نماز عصر ادا کرنے کے بعد نماز مغرب تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر جب میں نے نماز مغرب شروع کی تو وہ بھی نماز پڑھ کر پھر سر جھکا کے بیٹھ گیا اتفاق سے اسی رات خلیفہ صوفیا کے یہاں صوفیا کی دعوت تھی اور جب اس شخص سے دعوت میں چلنے کے لیے کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے خلیفہ صوفیا سے کوئی سروکار نہیں لیکن اگر تم مناسب تصور کرو تو میرے لیے تھوڑا سا حلوہ لیتے آنا آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو غیر مسلم تصور کرتے ہوئے اس کی جانب کوئی توجہ نہیں کی اور جب دعوت میں واپسی پر دیکھا تو پہلی ہی سی حالت میں سر جھکائے بیٹھا ہوا ہے پھر اسی شب میں نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کہ دائیں بائیں جانب حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ ہیں اور ان کے علاوہ بیس ہزار ایک سو انبیاء کرام اور بھی ہیں لیکن جب میں حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا اور جب میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ہمارے ایک محبوب نے تجھ سے حلوہ طلب کیا لیکن تو نے اس کو نظر انداز کر دیا اس خواب کے بعد جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ وہ شخص خانقاہ سے باہر نکل رہا ہے اور جب میں نے آواز دے کر کہا کہ ٹھہر جاؤ میں ابھی تمہاری خدمت میں حلوہ پیش کرتا ہوں تو اس نے جواب کہ بیس ہزار ایک سو انبیاء کی سفارش کے بعد اب تجھے حلوے کا خیال آیا۔ اس سے پہلے یہ خیال کیوں نہیں آیا یہ کہہ کر وہ نہ جانے کس طرف کو نکل گیا اور تلاش بسیار کے باوجود آج تک وہ نہیں مل سکا۔

بغداد کی مسجد جامع میں ایک ایسے بزرگ قیام پذیر تھے جو سدا ایک ہی لباس زیب تن کیے رہتے تھے اور آپ نے جب وجہ پوچھی تو بتایا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت نہایت نفیس لباس میں ملبوس جنت میں دسترخوان پر بیٹھی ہوئی ہے لیکن جب میں بھی وہاں بیٹھ گیا تو ایک فرشتہ نے کھینچ کر مجھے اٹھاتے ہوئے کہا کہ تو اس جگہ بیٹھنے کے قابل نہیں کیونکہ یہ سب وہ بندے ہیں جنہوں نے تاحیات ایک ہی لباس استعمال کیا ہے چنانچہ اس دن سے میں نے بھی ایک لباس کے سوا کبھی دوسرا لباس نہیں پہنا۔

اقوال زریں:۔ دوران وعظ کسی نوجوان نے آپ سے عرض کیا کہ دعا فرمائیے کہ میرا دل گم گشتہ واپس مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ تو خود اسی مرض میں گرفتار ہیں۔ فرمایا کہ عہد گزشتہ میں معاملہ دین پر موقوف تھا دوسرے دور میں وفا پر تیسرے دور میں مروت پر اور چوتھے دور میں حیا پر تھا لیکن اب تو نہ دین ہے نہ حیا ہے نہ وفا ہے نہ مروت بلکہ سب کا معاملہ ہیبت پر موقوف ہے فرمایا کہ قلب کا حقیقی فعل قربت الٰہی اور اس کی صنعتوں کا مشاہدہ ہے فرمایا کہ اتباع نفس کرنے والا قید ہے۔ پھر فرمایا کہ راحت نفس کے معاملہ میں نعمت و محنت میں تفریق نہ کرنی چاہیے فرمایا کہ

شجر یقین کا ثمر اخلاص ہے اور رشک کا ثمرہ ریا ہے فرمایا کہ افضل ترین شکر یہ ہے کہ بندہ خود کو ادائیگی شکر سے عاجز تصور کرتا رہے پھر فرمایا کہ عام بندوں کی لڑائی نفس سے اور ابدالوں کی جنگ فکر سے اور زاہدین کی جنگ شہوت سے اور تائب کی جنگ لغزشوں سے اور مردوں کی جنگ لذات سے ہوتی ہے فرمایا کہ سلامتی ایمان درستی جسم اور ثمرہ دین تین چیزوں پر موقوف ہے اول کفایت سے کام لینا دوم نواہی سے احتراز کرنا اور سوم کم غذا کھانا اس لئے کہ کفایت تو راستی باطنی کا باعث ہوتی ہے اور نواہی سے کنارہ کشی نور باطن کا سبب بنتی ہے اور قلت غذا نفس کو مشقت برداشت کرنے کے قابل بنا دیتی ہے فرمایا کہ مشاہدہ اصول سماعت فروع پر مبنی ہے اور فروع کی دوستی موقوف ہے مطابقت اصول پر اور جب تک اس شے کو معظم نہ سمجھا جائے جس کی تعظیم اللہ تعالیٰ نے کی ہو اس وقت تک اصول و مشاہدہ کا راستہ نہیں مل سکتا۔ فرمایا کہ انوار الٰہی سے زندہ رہنے والوں کو کبھی موت نہیں آتی فرمایا کہ عارف لوگ شروع ہی سے خدا کو یاد کرتے ہیں اور عام لوگ صرف تکیف میں یاد کرتے ہیں فرمایا کہ جس وقت حضور اکرم ﷺ نے حق کا مشاہدہ فرمایا تو حق کے ساتھ حق کے ذریعہ زمان و مکان سے بقا حاصل کر لی کیوں کہ آپ کو وہ حضوری حاصل ہوئی کہ اوصاف خداوندی میں گم ہو کر زمان و مکان سے بے نیاز ہو گئے۔

باب نمبر ⟵ 70

حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف و تذکرہ :آپ کے متعلق عجیب و غریب قسم کے اقوال منقول ہیں لیکن آپ بہت ہی نرالی شان کے بزرگ اور اپنی طرز کے یگانہ روزگار تھے اکثر صوفیاء نے آپ کی بزرگی سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ تصوف سے قطعاً ناواقف تھے آپ ہمیشہ شوق و سوز کے عالم میں مستغرق رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف مغلق و مشکل عبارات کا مجموعہ تھیں حتیٰ کہ بعض لوگوں نے تو کافر و ساحر تک کا خطاب دیدیا اور بعض کا خیال ہے کہ آپ اہل حلول میں سے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا تکیہ اتحاد پر تھا، لیکن حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ توحید کا معمولی سا واقف بھی آپ کو حلول و اتحاد کا علمبردار نہیں کہہ سکتا بلکہ اس قسم کا اعتراض کرنے والا خود ناواقف توحید ہے اور اگر ان چیزوں کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو اس کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے چنانچہ

بغداد میں جماعت نے حلول و اتحاد کے چکر میں گمراہ ہو کر خود کو حلاجی کہنے سے بھی گریز نہیں کیا حالانکہ انہوں نے صحیح معنوں میں آپ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہین کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس زمرے میں تقلید شرط نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس مرتبہ پر فائز فرمادے مصنف فرماتے ہیں کہ مجھے تو اس بات پر انی انا للہ حیرت ہوتی ہے کہ لوگ درخت کی صدا کو جائز قرار دیتے ہیں اور اگر یہی جملہ آپ کی زبان سے نکل گیا تو خلاف شرع بتاتے ہیں دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح حضرت عمر کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اسی طرح آپ کی زبان سے بھی کلام کیا اور یہی جواب حلول و اتحاد کے واہیات تصورات کو بھی دور کر سکتا ہے اس کے علاوہ بعض حضرات حسین بن حلاج اور حسین منصور کو دو جداگانہ شخصیتیں قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حسن ملحد بغداد کا باشندہ اور جادوگر تھا جس کی نشو ونما واسط میں ہوئی اور حضرت عبداللہ خفیف کے قول کے مطابق حسین بن منصور عالم ربانی ہوئے ہیں اور حضرت شبلی نے تو یہاں تک فرمادیا کہ مجھ میں اور حسین بن منصور میں صرف اتنا سا فرق ہے کہ ان کو لوگوں نے دانشور تصور کر کے ہلاک کر دیا اور مجھ کو دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا بہر حال انہیں اقوال کی مطابقت میں حضرت مصنف فرماتے کہ اگر حسین بن منصور حقیقت میں مطعون و ملعون ہوتے تو پھر یہ دونوں عظیم بزرگ ان کی شان میں اتنے بہتر الفاظ کیسے استعمال کر سکتے تھے لہٰذا ان دونوں مبزرگوں کے اقوال حضرت حسین بن منصور کے صوفی ہونے کے لیے بہت کافی ہیں۔

حضرت منصور ہمہ اوقات عبادات میں مشغول رہا کرتے تھی اور میدان توحید و معرفت میں دوسرے اہل خیر کی طرح آپ بھی شریعت و سنت کے متبعین میں سے تھے آپ کی زبان سے انا الحق کا غیر شرعی جملہ نکل گیا لیکن آپ کو کافر کہنے میں اس لیے تردد ہے کہ آپ کا قول حقیقت میں خدا کا قول تھا اور حضرت مصنف کی رائے ہے کہ جو مشائخ آپ کی بزرگی کے قائل نہیں ہیں ان کے اقوال صوفیا کی شان کے مطابق نہیں بلکہ بربنائے حسد انہوں نے آپ کو مورد الزام گردانا ہے اس لیے ان مشائخ کے اقوال کو قابل قبول کہنا دانشمندی کے خلاف ہے۔

آپ اٹھارہ سال کی عمر میں تستر تشریف لے گئے اور وہاں دو سال تک حضرت عبداللہ تستری کی صحبت سے فیضیاب ہونے کے بعد بصرہ چلے گئے پھر وہاں سے وہ حرقہ پہنچے جہاں حضرت عمرو بن عثمان مکی کی صحبت سے فیضیاب ہو کر حضرت .عقوب اقطع کی صاحبزادی سے نکاح کر لیا لیکن حضرت عمرو بن عثمان کی ناراضگی کے باعث حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں بغداد پہنچ گئے اور وہاں حضرت جنید نے آپ کو خلوت و سکوت کی تربیت سے مرصع کیا پھر وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد

حجاز تشریف لے گئے اور ایک سال قیام کرنے کے بعد جماعت صوفیا کے ہمراہ پھر بغداد واپس آ گئے اور وہاں حضرت جنید سے نہ معلوم کس قسم کا سوال کیا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ تو بہت جلد لکڑی کا سر سرخ کرے گا یعنی سولی چڑھا دیا جائے گا حضرت منصور نے جواب دیا کہ جب مجھے سولی دی جائیگی تو آپ اہل ظاہر کا لباس اختیار کر لیں گے، چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت علما نے متفقہ طور پر حسین منصور کو قابل گردن زدنی ہونے کا فتویٰ دیا تو خلیفہ وقت نے کہا کہ حضرت جنید جب تک فتویٰ پر دستخط نہ کریں گے منصور کو پھانسی نہیں دے سکتا اور جب یہ اطلاع حضرت جنید کو پہنچی تو آپ نے مدرسہ میں جا کر پہلے علما ظاہر کا لباس زیب تن کیا اس کے بعد یہ فتویٰ دیا کہ ہم ظاہر کے اعتبار سے منصور کو سولی پر چڑھانے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت جنید نے جب حضرت منصور کے کسی مسئلہ کا جواب نہیں دیا تو وہ حضرت جنید سے ملاقات کیے بغیر خفا ہو کر اپنی بیوی کے ہمراہ تستر چلے گئے اور ایک سال تک وہیں مقیم رہے اور وہاں کے لوگ آپ کے بے حد معتقد ہو گئے لیکن آپ اپنی فطرت کے مطابق اہل ظاہر کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہے جس کی وجہ سے لوگوں میں آپ کے خلاف نفرت و حسد کا جذبہ پیدا ہو گیا دوسری سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عمر بن عثمان نے اہل خورستان کو آپ کی برائیاں تحریر کر کے اور بھی آپ کے خلاف معاندانہ جذبہ رونما کر دیا۔ چنانچہ آپ کو اس طرز عمل سے بے حد رنج پہنچا اور آپ نے صوفیا کا لباس ترک کر کے اہل دنیا کا لباس اختیار کر کے دنیا داروں جیسا ہی رہن سہن اختیار کر لیا' اور مکمل پانچ سال تک ہم اوست کے فلسفہ میں گم رہے اور مختلف ممالک میں مقیم رہ کر آخر میں فارس پہنچے اور اہل فارس کو بلند پایہ تصانیف پیش کیں اور آپ نے وعظ و نصیحت میں ایسے ایسے رموز نہاں کا انکشاف کیا کہ لوگوں نے آپ کو حلاج الاسرار خطاب سے نواز دیا پھر بصرہ پہنچ کر دوبارہ صوفیا کا لباس اختیار کر کے مکہ معظمہ کا عزم کیا اور راستہ میں بیشمار صوفیاء سے ملاقاتیں کرتے رہے لیکن مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد حضرت یعقوب نہر جوری نے آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا پھر وہاں سے واپسی کے بعد ایک سال بصرہ میں قیام کیا اور اہواز ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے خراسان و ماوراء النہر ہوتے ہوئے چین پہنچ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا جن ممالک میں پہنچے وہاں کے لوگوں نے آپ کے اوصاف کے مطابق خطابات سے نوازا۔ گھوم پھر کر آپ مکہ معظمہ پہنچ گئے اور دو سال قیام کے بعد جب واپسی ہوئی تو آپ میں اس درجہ تغیر پیدا ہو گیا اور آپ کا کلام لوگوں کی فہم سے باہر ہو گیا اور جن ممالک میں آپ تشریف لے جاتے وہاں کے لوگ آپ کو نکال دیتے جس کی وجہ سے آپ نے ایسی ایسی اذیتیں برداشت کیں کہ کسی دوسرے صوفی کو

ایسی تکلیف کا سامنا کرنا نہیں پڑا آپ کو حلاج اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ روئی کے ذخیرے پر سے گذرے اور عجیب انداز میں کچھ اشارہ کیا جس کی وجہ سے وہ روئی خود بخود دھنک گئی

ہر رات آپ چار سو رکعتیں نماز ادا کیا کرتے تھے اور اس فعل کو اپنے اوپر فرض قرار دے لیا تھا اور جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ ایسے بلند مراتب کے بعد آپ اذیتیں کیوں برداشت کرتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ دوست کا مفہوم یہی ہے کہ مصائب پر صبر کیا جائے اور جو اس کی راہ میں فنا ہو جاتے ہیں راحت و غم کا کوئی احساس باقی نہیں رہتا۔

آپ نے پچاس سال کے سن میں یہ فرمایا کہ اب تک میرا کوئی مسلک نہیں لیکن تمام مذاہب میں جو مشکل ترین چیزیں ہیں انہیں میں نے اختیار کر لیا ہے اور پچاس برس میں ایک ہزار سال کی نمازیں ادا کر چکا ہوں اور ہر نماز کے لیے غسل کو ضروری تصور کیا ہے۔

عبادت و ریاضت کے دور میں مسلسل آپ ایک ہی گدڑی میں زندگی بسر کرتے رہے اور جب لوگوں کے اصرار پر مجبور ہو کر اس گدڑی کو اتارا تو اس میں تین رتی کے برابر جوئیں پڑ گئی تھیں کسی شخص نے آپ کے قریب ایک بچھو کو دیکھ کر مارنے کا قصد کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو مت مارنا کیونکہ بارہ برس سے یہ میرے ساتھ ہے۔

حضرت رشید خرد سمرقندی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بہت سے لوگ سفر حج میں آپ کے ہمراہ تھے اور کئی یوم سے کوئی غذا نصیب نہیں ہوئی تھی چنانچہ جب آپ سے سب نے بھوک کی شکایت کرتے ہوئے یہ فرمائش کی کہ اس وقت ہماری طبیعت سری کھانے کو چاہتی ہے تو آپ نے سب کی صف بندی کر کے بٹھا دیا اور جب اپنی کمر کے پیچھے ہاتھ لے جاتے تو ایک بھنی ہوئی سری اور دو گرم روٹیاں نکال نکال کر سب کے سامنے رکھتے جاتے اس طرح ان چار سو افراد نے جو آپ کے ہمراہ تھے، شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ پھر آگے چل کر لوگوں نے کہا کہ ہماری طبیعت خرموں کو چاہتی ہے چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مجھے زور زور سے ہلاؤ اور جب لوگوں نے یہ عمل کیا تو آپ کے جسم میں سے اس قدر خرمے جھڑے کہ لوگ سیر ہو گئے۔

مریدوں کی جماعت نے کسی جنگل میں آپ سے انجیر کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے جیسے ہی فضا میں ہاتھ بلند کیا، تو انجیر سے لبریز ایک طباق آپ کے ہاتھ میں آگیا اور آپ نے پوری جماعت کو کھلا دیا۔ اسی طرح جب مریدوں نے حلوے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ان کو حلوہ پیش کر دیا اور لوگوں نے جب عرض کیا کہ ایسا حلوہ تو بغداد کے بازاروں میں ملتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرے بغداد

کے بازار اور جنگل سب مساوی ہیں ۔ سنا گیا ہے کہ اسی دن بغداد کے باب الطاقہ کے بازار میں سے کسی حلوائی کا حلوے سے بھرا ہوا طباق گم ہو گیا اور جب آپ کی جماعت بغداد پہنچی تو حلوائی نے اپنا طباق شناخت کرتے ہوئے ان سے پوچھا کہ یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا اور جب لوگوں نے اسے پورا واقعہ بتایا تو وہ حلوائی آپ کی کرامت سے متاثر ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

ایک مرتبہ سفرج میں آپ کے ہمراہ چار ہزار افراد مکہ معظمہ پہنچے وہاں پہنچ کر آپ ننگے سر اور برہنہ جسم کھڑے ہو گئے اور مکمل ایک سال تک اسی حالت میں کھڑے رہے حتیٰ کہ شدید دھوپ کی وجہ سے آپ کی ہڈیوں تک کا گودا پگھل گیا اور جسم کی کھال پھٹ گئی' اسی دوران کوئی شخص روزانہ ایک ٹکیہ اور ایک کوزہ پانی آپ کے پاس پہنچا دیتا تھا اور آپ ٹکیہ کے کنارے کھا کر باقی ماندہ حصہ کوزے پر رکھ دیا کرتے تھے اور آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے تہبند میں ایک بچھو نے رہنے کی جگہ بنالی تھی۔

میدان عرفات میں آپ نے کہا کہ اے اللہ تو سرگردان لوگوں کو راہ دکھانے والا ہے اور اگر میں واقعی کافر ہوں تو میرے کفر میں اضافہ فرما دے پھر جب سب لوگ رخصت ہو گئے تو آپ نے دعا کی کہ اے خدا میں تجھ کو واحد تصور کرتے ہوئے تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا اور تیرے انعامات پر اپنے عجز کی وجہ سے شکر بھی ادا نہیں کر سکتا لہٰذا تو میرے بجائے اپنا شکریہ خود ہی ادا کر لے اس لیے کہ بندوں سے تیرا شکر کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ نے ابلیس سے دریافت کیا کہ تو نے حضرت آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا اس نے جواب دیا کہ میں تو خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے والوں اور اس کو سجدہ کرنے والوں میں سے تھا اس لیے مجھے یہ گوارہ نہ ہو سکا کہ اس کے سوا کسی اور کو سجدہ کروں آپ کے اشتیاق دیدار کا یہ عالم ہے کہ انظر الی الجبل کا فرمان سنتے ہی کوہ طور کی جانب حریصانہ طور پر دیکھنے لگے۔

ارشادات :جس وقت لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو جواب دیا کہ وہ مبنی بر حق ہیں ۔ اور جب فرعون کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ بھی سچا تھا کیونکہ خدا نے دو طرح کے لوگ پیدا فرمائے ہیں ایک عام اور ایک خاص اور دونوں قسم کے لوگ اپنے اپنے راستوں پر چلتے رہتے ہیں اور دونوں کو راستہ دکھانے والا خدا ہے فرمایا کہ۔ خدا کی یاد میں دنیا و آخرت کو فراموش کر دینے والا ہی واصل باللہ ہوتا ہے اور خدا کے سوا ہر شے سے مستغنی ہو کر عبادت کرنا فقر ہے فرمایا کہ صوفی اپنی ذات میں اس لیے واحد ہوتا ہے کہ نہ تو کسی کو جانتا ہے

اور نہ اس سے کوئی واقف ہوتا ہے فرمایا کہ نور ایمانی کے ذریعہ خدا کی جستجو کرو۔ فرمایا کہ حکمت ایک تیر ہے اور تیرانداز خدا تعالیٰ ہے اور مخلوق اس کا نشانہ پھر فرمایا کہ مومن وہ ہے جو امارت کو معیوب تصور کرتے ہوئے قناعت اختیار کرے فرمایا کہ سب سے بڑا اخلاق جفائے مخلوق پر صبر کرنا اور اللہ کو پہچاننا ہے۔ فرمایا کہ عمل کو کدورت سے پاک رکھنے کا نام اخلاق ہے فرمایا کہ بندوں کی بصیرت عارفوں کی معرفت علماء کا نور اور گذشتہ نجات پانے والوں کا راستہ ازل سے ابد تک ایک ہی ذات سے وابستہ ہے۔ فرمایا کہ میدان رضا میں یقین کی حیثیت ایک اژدھے جیسی ہے جس طرح جنگل میں ذرے کی حیثیت ہوتی ہے اسی طرح پورا عالم اس اژدھے کے منہ میں رہتا ہے فرمایا کہ جس طرح بادشاہ ہوس ملک گیری میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح ہم ہر لمحہ مصائب کے طالب رہتے ہیں فرمایا کہ بندگی کی منازل طے کرنے والا آزاد ہو جاتا ہے فرمایا کہ مرید سایہ توبہ اور مراد سایہ عصمت میں رہتا ہے اور مرید وہ ہے جس کے مکشوفات پر اجتہاد کا غلبہ ہو۔ اور مراد وہ ہے جس کے مکشوفات اجتہاد پر سبقت لے جائیں۔ فرمایا کہ انبیاء کرام جیسا زہد آج تک کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ بعض لوگوں نے سوال کیا کہ دست دعا زیادہ طویل ہے یا دست عبادت آپ نے فرمایا کہ ان دونوں ہاتھوں سے کہیں تک رسائی نہیں کیونکہ گو دست دعا کو دامن قبولیت تک رسائی حاصل ہے لیکن مردان حق اس کو شرک تصور "کرتے ہیں۔ اور دست عبادت کو گو دامن شریعت کی رسائی حاصل کرنا ہے۔ لیکن مردان حق کے نزدیک وہ پسندیدہ نہیں لہٰذا بلند ترین ہے وہ ہاتھ جو سعادت حاصل کرے فرمایا کہ عبودیت کا اتصال ربوبیت سے ہے فرمایا کہ ذات خداوندی جس پر منکشف ہونا چاہتی ہے تو ادنیٰ سی شے کو قبول کر کے منکشف ہو جاتی ہے ورنہ اعمال صالحہ کو بھی قبول نہیں کرتی فرمایا کہ جب تک مصائب پر صبر نہ کیا جائے عنایت حاصل نہیں ہوتی فرمایا کہ انبیاء کرام پر اعمال کا غلبہ اس لئے نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ خود اعمال پر غالب رہتے تھے۔ اسی وجہ سے بجائے اس کے اعمال ان کو گردش دے سکتے وہ خود اعمال کو گردش دیا کرتے تھے پھر فرمایا کہ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھانسی پر لٹکا دیا جائے جب بھی منہ سے اف نہ نکلے چنانچہ جب آپ کو سولی پر چڑھایا گیا تو اف تک نہیں کی۔

حالات :جب حضرت شبلی کو آپ قتل کرنے کی نیت سے پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک ایسے کام کا قصد کر لیا ہے جس کی وجہ سے مجھ پر دیوانگی طاری ہو گی ہے۔ اور میں خود اپنی موت کو دعوت دے رہا ہوں۔ لہٰذا تم مجھ کو قتل نہ کرو۔ آپ کے ان کلمات سے بہت سے لوگ برگشتہ ہو گئے۔ اور خلیفہ کو بھی آپ کی جانب سے بدظن کر دیا حتیٰ کہ انا الحق کہنے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ عائد کر دیا گیا۔ اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ بندے کا دعویٰ خدائی کرنا داخل کفر ہے۔ تو آپ نے جواب

دیا نہ وہ حقیقتاً ہمہ اوست ہے اور تمہارے قول کے مطابق وہ گم نہیں ہوا ہے لیکن حسین گم ہو گیا اور بحر محیط میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی ممکن نہیں اور جب لوگوں نے حضرت جنید سے عرض کیا کہ منصور کے قول میں کسی طرح کی تاویل ہو سکتی ہے یا نہیں انھوں نے فرمایا کہ اب تم لوگ اس سلسلہ میں کچھ نہ کہو۔ اب تاویل کا وقت گزر چکا ہے۔ چنانچہ علماء کی ایک جماعت اور خلیفہ وغیرہ سب آپ سے ناراض ہو گئے اور ایک برس تک آپ کو قید خانہ میں ڈالے رکھا۔ لیکن آپ کے معتقدین وہاں بھی پہنچتے رہتے تھے۔ اور آپ ان کے مسائل کا تسلی بخش جواب دیتے تھے پھر آپ کے پاس لوگوں کو جانے کی ممانعت کر دی گئی اور پانچ ماہ تک ایک فرد بھی آپ کے پاس نہ پہنچا مگر اس عرصہ میں بعض بزرگوں نے آپ کے پاس دو افراد بھیج کر یہ کہلوایا کہ اناالحق کہنے سے توبہ کر لو تاکہ قید سے رہا کر دیا جائے۔ آپ نے جواب دیا میں معذور ہوں۔ پھر ایک مرتبہ حضرت عطاء خود بھی آپ کے پاس گئے لیکن آپ نے انہیں بھی وہی جواب دیا۔

جس دن آپ کو قید خانہ میں ڈالا گیا تو رات کو جب لوگوں نے جا کر دیکھا تو آپ وہاں نہیں تھے۔ اور دوسری شب میں نہ قید خانہ موجود تھا نہ آپ تھے اور تیسری شب میں دونوں موجود تھے۔ اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پہلی شب میں تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں تھا اور دوسری شب حضور یہاں پر تشریف فرما تھے۔ اس لئے قید خانہ گم ہو گیا تھا اور اب مجھے شریعت کے تحفظ کی خاطر یہاں پھر بھیج دیا گیا ہے۔

آپ قید خانہ کے اندر ایک رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے پھر جب لوگوں نے پوچھا کہ جب اناالحق خود آپ ہیں تو پھر نماز کس کی پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنا مرتبہ ہم خود سمجھتے ہیں۔

قید خانہ میں آپ کے علاوہ اور بھی تین سو قیدی موجود تھے۔ اور جب آپ نے ان سے کہا کہ کیا تم کو رہا کر دوں تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ طاقت ہے تو پھر تم خود کیوں یہاں آئے۔ آپ نے اشارہ کیا تو تمام قیدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ اور جب دوبارہ اشارہ کیا تو تمام قفل ٹوٹ گئے پھر آپ نے قیدیوں سے فرمایا کہ جاؤ ہم نے تمہیں رہا کر دیا۔ اور جب قیدیوں نے کہا کہ آپ بھی ہمارے ہمراہ چلئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے اپنے آپ کے ساتھ ایک ایسا راز وابستہ ہے جو سولی چڑھے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ گو میں اپنے آقا کا قیدی ہوں لیکن شریعت کی پاسداری بھی واجب ہے چنانچہ صبح کو دیکھا گیا تو تمام قیدی فرار ہو چکے تھے۔ اور آپ کے سوا وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ اور جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے سب کو رہا کر دیا اور ہم اس لئے ٹھہر گئے ہیں کہ

ہمارے آقا کا ہم پر عتاب نازل ہے اور جب یہ اطلاع خلیفہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ انہیں کوڑے مار مار کر فوراً قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ تعمیل حکم کی خاطر قید خانے سے باہر لا کر آپ کو تین سو کوڑے لگائے اس کا بیان ہے کہ میں ہر کوڑے پر یہ آواز سنتا ہوں یا ابن منصورہ لا تخف یعنی اے منصور خوفزدہ نہ ہو۔ جس وقت آپ کو سولی دی جانے والی تھی۔ تو ایک لاکھ افراد کا وہاں اجتماع تھا۔ اور آپ ہر سمت دیکھ کر حق حق حق اور انا الحق کہہ رہے تھے۔ اس وقت کسی اہل نے پوچھا کہ عشق کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا آج کل اور پرسوں میں تجھ کو معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی دن آپ کو پھانسی دی گئی اگلے دن آپ کی نعش کو جلایا گیا اور تیسرے دن خاک ہوا میں اڑا دی گئی گویا آپ کے قول کے مطابق عشق کا صحیح مفہوم یہ تھا کہ جب آپ کے خادم نے وصیت کرنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کہ اپنے نفس کو تمام علائق دنیاوی سے خالی کر لے ورنہ یہ نفس تجھ کو ایسی چیزوں میں پھنسا دے گا جو تیرے بس کی نہ ہوگی اور جب آپ کے صاحبزادے نے وصیت کی خواہش کی تو فرمایا کہ سارا عالم تو اعمال صالحہ کی کوشش کرتا ہے لیکن تجھے علم حقیقت حاصل کرنا چاہئے کیوں کہ علم حقیقی کا ایک نکتہ بھی تمام اعمال صالحہ پر بھاری ہوتا ہے پھر آپ جس وقت شادان و فرحان ٹہلتے ہوئے سولی کی جانب بڑھے تو لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر مسرور کیوں ہیں؟ فرمایا کہ اس سے زیادہ مسرت کا وقت اور کون سا ہو سکتا ہے کہ جب کہ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ رہا ہوں پھر آپ نے باآواز بلند مندرجہ ذیل دو شعر پڑھے۔

ندیمی غیر منسوب الی شیئی من الطیف
سقانی مثل ما یشرب کفعل الضیف بالضیف
فلما دارت الکاس دعی بالنطع والسیف
کذا من یشرب الراح مع التنین بالصیف

یعنی میرا ندیم ذرا سا بھی ظالم نہیں ہے اس نے مجھ کو ایسی شراب عطا کی ہے۔ جو مہمان کو میزبان دیا کرتا ہے اور جب جام کے کئی دور چل چکے تو تلوار اور نطع طلب کیا کہ اس شخص کی سزا یہی ہے اور اژدھے کے سامنے ماہ تموز میں پرانی شراب پیتا ہے۔

پھر جس وقت آپ کو پھانسی کے پھندے کے نیچے لے جایا گیا تو آپ نے پہلے باب الطاق کو بوسہ دے کر سیڑھی پر جس وقت قدم رکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ فرمایا کہ پھانسی تو مردوں کا مزاج ہے پھر قبلہ رو ہو کر فرمایا کہ میں نے جو کچھ طلب کیا تو نے عطا کر دیا۔ پھر جب سولی پر چڑھتے

ہوئے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا اپنے مخالفین و متبعین کے متعلق کیا خیال ہے فرمایا متبعین کو ایک اجر تو اس لئے ضرور حاصل ہو گا کہ وہ مجھ سے صرف حسن ظن رکھتے ہیں۔ اور مخالفین کو دو ثواب حاصل ہوں گے کیوں کہ وہ قوت توحید اور شریعت میں سختی سے خائف رہتے ہیں۔ اوز شریعت میں اصل شے توحید ہے جبکہ حسن ظن صرف فروغ کی حیثیت رکھتا ہے پھر آپ کو جب یہ خیال آیا کہ عہد شباب میں میری نظر ایک عورت پر پڑ گئی تھی۔ تو فرمایا کہ اس کا بدلہ اتنی مدت گزرنے کے بعد لیا جا رہا ہے۔ اور جب حضرت شبلی نے پوچھا کہ تصوف کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ تصوف کا ادنی ترین درجہ ہے۔ کیوں کہ اعلی ترین درجہ سے تو کوئی بھی واقف نہں ہو سکتا اس کے بعد لوگوں نے آپ کو سنگسار کرنا شروع کر دیا جس کو آپ نہایت خاموشی سے برداشت کرتے رہے۔ لیکن جب حضرت شبلی نے مٹی کا ایک چھوٹا سا ڈھیلا مارا تو آپ نے آہ بھری اور جب لوگوں نے پوچھا کہ ساری اذیت پر تو آپ خاموش رہے لیکن مٹی کے چھوٹے سے ڈھیلے پر آپ کے منہ سے آہ کیوں نکل گئی۔ فرمایا کہ پتھر مارنے والے تو میری حقیقت سے ناواقف ہیں۔ لیکن شبلی کو یہ اس لئے نہ مارنا چاہئے تھا کہ وہ اچھی طرح واقف ہیں پھر جب سیڑھی پر آپ کے ہاتھ قطع کئے گئے تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں نے گو میرے ظاہری ہاتھ تو قطع کر دیا ہیں لیکن میرے وہ باطنی ہاتھ کون قطعی کر سکتا ہے جنہوں نے ہمت کا تاج عرش کے سر پر سے اتارا ہے اسی طرح جب پاؤں قطع کئے گئے تو فرمایا کہ گو میرے ظاہری پاؤں قطع کر دیئے گئے لیکن ابھی وہ باطنی پاؤں باقی ہیں جن سے میں دونوں عالم کا سفر کر سکتا ہوں پھر آپ نے خون آلود ہاتھو کو چہرے پر ملتے ہوئے فرمایا کہ میری سرخروئی کا اچھی طرح مشاہدہ کراؤ کیوں کہ خون جوانمردوں کا ابٹن ہوتا ہے پھر خون سے لبریز ہاتھوں کو کہنیوں تک پھیرتے ہوئے فرمایا کہ میں نماز عشق کے لئے وضو کر رہا ہوں کیوں کہ نماز عشق کے لئے خون ہی سے وضو کیا جاتا ہے پھر جب آنکھیں نکال کر زبان قطع کرنے کا قصد کیا گیا تو فرمایا کہ مجھے ایک بات کہہ لینے کی مہلت دے دو۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ میرے ہاتھ تیرے راستے میں قطع کر دیئے گئے ہیں۔ آنکھیں نکال لی گئیں اور اب سر بھی کاٹ دیا جائے گا۔ لیکن میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھ کو ثابت قدم رکھا۔ اور تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ ان سب لوگوں کو بھی وہی دولت عطا فرما جو مجھے عطا فرمائی ہے۔ پھر جس وقت سنگساری شروع ہوئی تو آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ یکتا کی دوستی بھی یکتا کر دیتی ہے۔ پھر آپ نے ایک آیت تلاوت فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا کہ لوگوں کے ساتھ عجلت سے کام لیا جاتا ہے جو اس پر ایمان نہیں لائے اور اہل ایمان اس سے ڈرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ بلاشبہ حق ہے۔

پھر جس وقت آپ کی زبان کاٹی گئی تو خلیفہ کا حکم پہنچا کہ سر بھی قلم کر دیا جائے۔ چنانچہ سر قلم ہوتے وقت آپ قہقہہ لگا کر انتقال فرما گئے اور آپ کے ہر ہر عضو سے الحق کی آواز آنے لگی پھر جس وقت ہر عضو کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور صرف گردن اور پشت باقی رہ گئے تو ان دونوں حصوں سے انا الحق کا ورد جاری تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کو اگلے دن اس خوف سے جلا دیا گیا کہ کہیں مزید اور کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے۔ اور آخر کار جسم کی راکھ کو دریائے دجلہ میں ڈالا گیا لیکن جس وقت یہ عمل ہوا تو پانی میں ایک جوش سا پیدا ہو کر سطح پر آپ کے کچھ نقوش سے بننے لگے چنانچہ آپ کے خادم کو وہ وصیت یاد تھی جو آپ نے اپنی زندگی میں فرمائی تھی۔ جس وقت میری راکھ کو دجلہ میں پھینکا جائے گا تو پانی میں ایسا جوش و طوفان پیدا ہو گا کہ پورا بغداد غرق ہو جائے گا لیکن جب یہ کیفیت ہو تو تم میری گدڑی دجلہ کو جا کر دکھانا چنانچہ خادم نے جب آپ کی وصیت پر عمل کیا تو پانی اپنی جگہ ٹھہر گیا اور تمام راکھ جمع ہو کر ساحل پر آ گئی جس کو لوگوں نے نکال کر دفن کر دیا۔ غرض یہ مرتبہ کسی دوسرے بزرگ کو حاصل نہیں ہوا۔

چنانچہ ایک بزرگ نے تمام اہل طریقت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب منصور کا واقع سامنے آتا ہے کہ ان سے کس قسم کا برتاؤ کیا گیا ہے تو مجھے بے حد حیرت ہوتی ہے اور میں یہ سوچتا ہوں کہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا ان کا حشر کو کیا حال ہو گا۔ حضرت عباس طوسی کہتے ہیں کہ روز محشر منصور کو اس لئے زنجیروں میں جکڑ کر پیش کیا جائے گا کہ کہیں میدان حشر زیر و زبر نہ ہو جائے۔

کسی بزرگ نے مشائخ سے فرمایا کہ جس شب میں منصور کو دار پر چڑھایا گیا تو میں صبح درخت کے نیچے مشغول عبادت رہا اور جس وقت دن نمودار ہوا تو ہاتف نے یہ ندا دی کہ "ہم نے رازوں میں سے ایک راز سے اس کو مطلع کر دیا تھا جس کو اس نے ظاہر کر کے یہ سزا پائی کیوں کہ شاہی راز کو افشا کرنے والے کا یہی انجام ہوتا ہے"۔

حضرت شبلی سے منقول ہے کہ میں اسی رات آپ کے مزار پر پہنچ کر تمام شب عبادت کرتا رہا اور صبح کے وقت اپنی مناجات میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ ایک مومن بندہ تھا پھر تو نے ایک ایسے عارف و محب کو جو وحدت پرست تھا ایسے عذاب میں کیوں مبتلا کیا؟ حضرت شبلی فرماتے ہیں۔ کہ ابھی یہ دعا پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مجھے اونگھ آ گئی میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے منصور کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا کہ وہ ہمارے راز کو غیروں پر ظاہر کر دیتا تھا۔ اور جو راز اس کو دریائے دجلہ پر ظاہر کرنا چاہئے تھا اس کو دوسرے لوگوں پر برملا ظاہر

کر دیتا تھا۔ پھر حضرت شبلی نے دوسری رات میں آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ فرمایا کہ اپنی نوازش سے مجھے قصر صدق میں اتارا پھر حضرت شبلی نے پوچھا کہ ان دو گروہوں پر اپنی رحمت نازل فرمائی ایک پر تو اس لئے کہ اس نے مجھ سے واقف ہو کر مجھ پر مہربانیاں کیں اور دوسرے اس گروہ پر اس لئے کہ وہ مجھ سے واقف نہیں تھا اور صرف خدا کے واسطے مجھ سے دشمنی رکھتا تھا پھر کسی اور نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ میدان حشر میں کھڑے ایک جام ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں اور سر جسم سے غائب ہے اور جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سر قلم شدہ لوگوں کو ہی جام عنایت فرماتا ہے۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ جس وقت منصور کو سولی پر چڑھایا تو شیطان نے سامنے آکر کہا اے شیخ آپ نے انا الحق کہا اور میں نے انا الخیر لیکن آپ کے اوپر رحمت ہوئی اور میرے اوپر لعنت آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے انا اپنے لئے استعمال کیا اور میں نے خودی کو دور کر کے کہا اسی وجہ سے مجھ پر رحمت اور تجھ پر لعنت نازل ہوئی اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خودی کو اپنے سے علیحدہ کر دینا ہی بہتر ہے۔

باب نمبر ⟵ 71

حضرت ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ اپنے دور کے تمام مشائخ میں توحید و تجرید کے اعتبار سے سب پر سبقت لئے ہوئے تھے۔ حقائق و معارف میں دوسرا کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا' قبض و بسط کی رو سے آپ قطب عالم او وحدانت و ولایت کے مسند نشین تھے اس کے علاوہ حضرت جنید بغدادی کے معتقدین کی پیشوائی کا فخر بھی آپ کو حاصل تھا کہتے ہیں کہ آپ کا اصلی وطن فرغانہ تھا لیکن شہر واسط میں قیام پذیر ہو گئے اور اپنی کسر نفسی کی وجہ سے وہاں کے عوام میں بہت مقبول ہوئے اور جس قدر مجاہدات اور ریاضتیں آپ نے کی ہیں اور جو مکمل توجہ باری تعالیٰ کے امور میں آپ کو حاصل تھی وہ کسی کو میسر نہیں آ سکیں اسی وجہ سے توحید کے بارے میں آپ کے ارشادات آپ ہی کی ذات تک مخصوص رہے اس کے علاوہ آپ کی عبادتیں اور آپ کا کلام دقیق ہونے کی وجہ سے عام فہم نہ تھا۔

حالات : آپ کو ستر شہروں سے شہر بدر کیا گیا جس شہر میں داخل ہوتے جلد ہی وہاں سے نکال

دیا جاتا تھا۔ لیکن شہر یا ردمیں آپ قلیل مقیم رہ سکے اور وہاں کے باشندوں کو آپ سے کچھ اعتقاد بھی قائم ہو گیا مگر آپ کے ارشادات جو فہم سے بالاتر ہوتے تھے ان کو طرح طرح کے معنی پہنائے گئے جس کی وجہ سے آپ کو وہ جگہ بھی چھوڑنی پڑی اور آخر میں آپ مرد میں مقیم ہو گئے۔ اور تاحیات وہی قیام کیا اور وہاں کے لوگوں نے آپ کے ارشادات کو سمجھ کر بہت فیض حاصل کئے۔

آپ نے اپنے معتقدین سے فرمایا کہ میں نے سن بلوغ کو پہنچ کر نہ دن کو کھانا کھایا اور نہ رات میں کبھی کیا پھر فرمایا ایک دن میں کسی کام سے باغیچہ میں پہنچا تو چھوٹے پرندے نے میرے سر پر اڑنا شروع کر دیا۔ اور میں نے اس کو پکڑ کر جب اپنے ہاتھ میں دبا لیا تو ایک اور چھوٹا سا پرندہ آیا اور میرے سر پر چیخنے لگا اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ میرے ہاتھ میں جو پرندہ ہے وہ یا تو اس آنے والے پرندہ کا بچہ ہے اور یا اس کی مادہ۔ چنانچہ میں نے ازراہ ترحم اس پرندے کو چھوڑ دیا لیکن اس کے بعد سے جو میں بیمار ہوا تو مسلسل ایک سال تک بیمار پڑا رہا پھر ایک رات خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو کر عرض کیا کہ اپنی بیماری و لاغری کی وجہ سے ایک سال سے بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں لہٰذا آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ لیکن حضور نے فرمایا کہ یہ حالت اس پرندے کی شکایت کی وجہ سے ہوئی ہے جو اس نے حضور میں کی ہے اس لئے مجھ سے کسی قسم کی معذرت بے نتیجہ ہے۔

پھر ایک دن اسی بیماری کے دوران جب میں تکیہ کے سہارے بیٹھا تھا تو ایک بہت بڑا سانپ بلی کے بچہ کو منہ میں دبائے ہوئے نمودار ہوا اور میں نے اس کو ایسا ڈنڈا مارا کہ وہ بچہ اس کے منہ سے نکل گیا اور ایک بلی آکر اس کو اپنے ساتھ لے گئی جس کے جاتے ہی میں فوراً صحت یاب ہو گیا۔ اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگا۔ پھر اسی شب حضور ﷺ کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ ایک بلی نے حضور میں تیرا شکر ادا کیا ہے۔

اک دن آپ اپنے معتقدین کے ہمراہ اپنے مکان میں تشریف فرما تھے کہ مکان کے ایک سوراخ میں سے دھوپ کی ایک کرن اندر آگئی جس میں لاکھوں ذرات تھرتھراتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہیں ان ذرات کے تھرتھرانے سے کوئی پریشانی تو نہیں ہوتی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ موحد کی شان ہی یہی ہے کہ اسی طرح اس کو دونوں عالم بھی لرزاں نظر آنے لگیں تو اس کے قلب پر خوف و ہراس نہ ہو، پھر فرمایا کہ خدا کو یاد کرنے والوں کو زیادہ غفلت ہوتی ہے۔ بہ نسبت ان کے جو خدا کو یاد نہیں کرتے کیوں کہ اہل حق کا ذکر حق کی کمی سے روگردانی کرنا حق کو فراموش کرنے والوں سے زیادہ غفلت کا باعث ہے کیوں کہ ان کو یہ احساس ہی باقی نہیں رہتا کہ وہ حق کے حضور میں حاضر ہیں لیکن ذکر کرنے والوں کو بے

حضوری کے عالم میں یہ تصور کر لینا کہ وہ ذکر حق میں حاضر نہیں زیادہ غفلت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے طالبان حقیقت کی ہلاکت ان کے باطل تصورات میں مضمر ہوتی ہے اور جب ان تصورات میں اضافہ ہو جاتا ہے تو دینی کام گھٹ جاتا ہے اور دنیاوی کام بڑھ جاتا ہے کیوں کہ تصورات کی حقیقت ہمت عقل پر مبنی ہوتی ہے اور عقل کا حصول ہمت ہی سے وابستہ ہے اور بندہ خواہ حاضر ہو یا غیر حاضر لیکن ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ جب غیر حاضر اپنے وجود سے غیر حاضر ہو اور حق کے ساتھ حاضر رہے تو گویا وہ ذکر میں نہیں بلکہ مشاہدے کے عالم میں ہے اور جب اپنے وجود سے حاضر رہ کر حق سے غیر حاضر رہے تو ذاکر ہونے کے باوجود اس کے ذکر کی کوئی اصلیت نہیں ہوتی اور اسی کو غفلت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ایک دن شفاخانے میں آپ نے کسی دیوانے کو اس عالم میں دیکھا کہ وہ شور و غوغا کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اپنی وزنی بیڑیوں کے باوجود بھی تم شور مچا رہے ہو اور خاموشی اختیار نہیں کرتے اس نے جواب دیا کہ بیڑیاں تو میرے پاؤں میں پڑی ہوئی ہیں نہ کہ میرے قلب میں۔

ایک دن یہودیوں کے قبرستان میں سے گزرتے ہوئے آپ کی زبان سے نکل گیا کہ یہ قوم تو غیر مکلف اور معذور ہے لوگ یہ جملہ سن کر آپ کو قاضی کے پاس پکڑ کر لے گئے اور جب قاضی نے آپ کو برا بھلا کہا تو فرمایا کہ جب خدا ہی کا یہ حکم ہے کہ یہ غیر مکلف اور معذور ہیں تو یقیناً غیر مکلف ہیں۔

آپ کا ایک عقیدت مند جلدی جلدی غسل کر کے جمعہ کی نماز کے لئے مسجد کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں ایسی بری طرح سے گر گیا کہ تمام چہرہ چھل گیا جس کی وجہ سے واپس آ کر اس نے دوبارہ غسل کیا آپ نے فرمایا کہ اس اذیت سے تجھ کو اس لئے خوش ہونا چاہئے کہ تجھے یہ تکلیف محض اس لئے پہنچائی گئی ہے۔ کہ وہ تجھ سے خوش رہے اور اگر وہ تیرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرے تو تجھے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کی توجہ تیری جانب نہیں ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے نیشاپور پہنچ کر حضرت ابو عثمان کے معتقدین سے پوچھا کہ تمہارے مرشد نے تمہیں کیا تعلیم دی ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہمیشہ بغاوت کرنے اور گناہ پر نظر رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو سراسر تکبر ہے کیوں کہ یہ تعلیم تخلیق کرنے والے کے مشاہدے اور اس کی معرفت کی رغبت پیدا نہیں کرتی۔

ابو سعید ابوالخیر نے جب آپ کی زیارت کے لئے مرو جانے کا قصد کیا تو مریدوں نے فرمایا کہ استنجا کے لئے ڈھیلے ساتھ رکھ لینا اور جب خدام نے پوچھا کہ کیا وہاں ڈھیلے نہیں ملتے یا اور کوئی راز

ہے فرمایا کہ وہ شیخ ابوبکر کی قیام گاہ ہے۔ جو اپنے دور کے ایسے موحدین میں سے ہیں جن کی وجہ سے مرو کی خاک زندہ ہے اور زندہ خاک کو ناپاک نہیں کیا جا سکتا۔

اقوال و ارشادات : حضرت ابوبکر واسطی کے اقوال زریں ملاحظ فرمایئے آپ فرماتے ہیں کہ راہ حق میں مخلوق کا کوئی وجود نہیں اور نہ حق کی راہ میں حق ہے یعنی ہمہ اوست کے سوا کچھ نہیں فرمایا کہ جس نے اپنی جانب منہ کر کے دین کی طرف پشت کر لی یا جس نے اس کے برعکس کیا تو اس کو خود نامردی میں مبتلا کر لیا۔ پھر فرمایا کہ شریعت عین توحید ہے اور شرعی توحید کا گزر بحر نبوت تک ہوتا ہے جب کہ حق توحید۔ بحر بیکراں ہے اور شریعت کی راہیں سمع و بصر قال اور روشناخت حال سے لبریز ہیں اور یہ تمام چیزیں اثبات کی جانب اشارہ کرتی ہیں۔ جس میں شرک مضمر ہوتا ہے لیکن وحدانیت شرک سے منزہ و پاک ہے اور اسی کو عین ایمان کہا جا سکتا ہے اور ایمان کا براہ راست خدا سے تعلق ہو وہ بہت ہی بلند شے ہے ورنہ شرک کو ہرگز پسند نہیں کیا جا سکتا اسی طرح معرفت علم اور حال یہ مخلوق اور بحر آفرینش میں غرق ہیں اور ان کی رہبری کے اسباب انبیاء کرام ہی کے ذریعہ سے ملتے ہیں جس کی بدولت خلقت و بشریت کے دربار سے گزر کر اور بحر وحدانیت میں غرق ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں او شرعی توحید کی مثال شمع جیسی ہے جب کہ حق توحید کی مثال آفتاب کی طرح ہے جس طرح آفتاب اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر دنیا کو منور کرتا رہتا ہے لیکن شمع کا نور جہاں کو نیستی کی جانب لے جاتا ہے جب کہ شمع بذات خود تو موجود رہتی ہے لیکن اس کا عدم وجود برابر ہوتا ہے اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح نور شمع کو نور آفتاب سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی اسی طرح شرع توحید اور لسان باطنی بھی محویت کو قبول نہیں کرتے اور جس وقت انسان قلب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو زبان گنگ ہو جاتی ہے اور جسم و قلب دونوں عالم محویت میں پہنچ جاتے ہیں اور اس وقت جو کچھ بھی زبان سے نکلتا ہے وہ من جانب اللہ ہوا کرتا ہے لیکن یہ بات ذات میں نہیں بلکہ صفات میں ہے کیونکہ صفت تبدیل ہو سکتی ہے لیکن ذات نہیں بدلتی جس طرح آفتاب کی حدت پانی کو گرم کر کے اس کی صفت کو تبدیل کر دیتی ہے۔ لیکن ماہیت و ذات تبدیل نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اغیار کے حق میں ارشاد فرماتا ہے۔ اموات غیر احیاء یعنی صفت میں مردہ ہیں مگر صورت میں زندہ اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غیر عالم ہستی میں تو زندہ ہیں لیکن عالم بالا کے اعتبار سے مردہ ہیں اس کے برعکس مومنین کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے بل احیاء عند ربھم یعنی وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ راہ مولا میں جاں نثاری کے ساتھ خود کو معدوم تصور کرتا رہے۔ جس طرح جماعت صوفیاء معدوم ہو کر بھی

موجود رہتی ہے۔ اور صوفیاء کے علاوہ موجود ہو کر بھی معدوم ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نے خود کو زندہ کر لیا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے کیوں کہ جسمانی موت کو عدم سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جسمانی عدم کو عدم ہی کہا جائے گا کیوں کہ جس جگہ وجود ہوتا ہے وہاں روح بھی نامحرم ہو جاتی ہے۔ پھر اجسام کا تو ذکر ہی کیا ہے فرمایا کہ توحید وجود کو شناخت کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے اور نہ کسی میں جرات ہے کہ صحرائے وجود میں قدم رکھ سکے جیسا کہ مشائخ کرام کا قول ہے کہ اثبات التوحید فساد فی التوحید یعنی توحید کا ثابت کرنا بھی توحید میں فساد کا باعث ہے اور شرک پر گواہی دینے کے مترادف ہے کیوں کہ جس نے اپنے وجود کے مقابلے میں اس کے وجود کا راگ الاپا اس نے گویا اپنے کفر پر دستخط کر دیئے اور جس نے اس کے وجود کے مقابلے میں اپنے وجود پر نظر ڈالی وہ قطعی کافر ہو گیا' اور جس نے اپنی ہستی کے مقابلے میں اس کی ہستی طلب کی تو وہ ناشناخت ہے اور جس نے خود کو دیکھتے ہوئے اس کو نہ دیکھا یا جس نے عالم بے خودی میں اس پر اپنی جان تصدق کر دی تو اس نے شرف و عظمت کا مرتبہ حاصل کر لیا۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ خلافت عطا کر کے بھیجا تاکہ ولایت انسانیت میں اس کا نائب بن سکے پھر ایسے نائب کے لئے یہ عبادت و اشارت نہ زبان و دل نہ حرف، و کلمہ اور نہ صورت و فہم کچھ بھی باقی نہیں رہتے اور اگر وہ اشارت سے کام لے تو شرک تصور کیا جائے گا اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو جان لیا تو یہ نادانی میں شامل ہے۔ اور اگر کہے کہ میں نے اس کو شناخت کر لیا ہے تو یاوہ گوئی ہے اور اگر یہ کہے کہ میں نے نہیں پہچانا تو مردود ہے کیوں کہ گفت و شنید عبادت و اشارت میں صورت و دید یہ تمام چیزیں بشریت سے آلودہ ہیں توحید کی شناخت بشریت سے منزہ و پاکیزہ ہے کیوں کہ واحد لا شریک لہ کا یہی مقتضا ہے کہ الوہیت بشریت کے ساتھ وہی سلوک کرے جو حضرت موسیٰ کے عصا نے فرعون کے جادوگروں کے ساتھ کیا فرمایا اللہ تعالیٰ کا نور اپنی پناہ میں ہر شے کو لئے ہوئے یہ صدا دے رہا ہے کہ صحرائے وجود میں قدم نہ رکھنا ورنہ آتش غیرت سب کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ ہم خود ہی تم کو رزق پہنچاتے رہتے ہیں فرمایا کہ مشائخ کے اسرار روضہ توحید ہیں نہ کہ عین توحید اور جہاں اس کی عظمت و کبریائی ہے وہاں مخلوق کا وجود عدم دونوں برابر ہیں جہاں توحید کا وجود ہو وہاں فانی اپنا انکار نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اپنا انکار قدرت کا انکار ہے۔ اور اثبات بھی اس لئے نہیں کر سکتے کہ توحید میں فساد آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نہ مجال اثبات ہے نہ مجال منفی فرمایا کہ تمام ارض و سماء میں تسبیح و تحلیل کی زبان تو موجود ہے لیکن قلب کا وجود نہیں کیوں کہ قلب سوائے حضرت آدم اور ان کی اولاد کے کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔ اور قلب ہی وہ شے ہے جو شہوت و نعمت اور ضرورت و اختیار کی راہیں تمہارے اوپر

مسدود کر دیتا ہے اور تمہارا رہبر بن جاتا ہے اسی لئے قول کی زبان کے بجائے لسان قلب کی ضرورت ہے جو تمہیں اپنی جانب متوجہ کر سکے۔ اور جوانمرد وہی ہے جو معبود اس کے جسم و جان میں ہے اس کے مقابلے میں شیطان پر لعنت کرنے کے بجائے اپنے نفس کو دبا کر خود اپنے ہی اوپر ظلم کرے کیوں کہ ابلیس کا یہ قول ہے کہ اے بندے میرے چہرے کو آئینہ بنا کر تیرے سامنے اور تیرے چہرے کو آئینہ بنا کر میرے سامنے رکھا گیا ہے۔ اس لئے میں تجھ کو دیکھ کر اپنے اوپر روتا ہوں اور تو مجھ کو دیکھ کر اپنے اوپر مسکرتا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ طریقت شیطان ہی سے سیکھنی چاہئے جس نے نہ تو خدا کے علاوہ کسی کے سامنے سر جھکایا اور نہ عالم کی ملامت قبول کر کے اس راستہ پر گامزن ہوا اس سے معلوم ہوا کہ صحیح معنوں اور جوانمردی کا وہی نکلا لیکن تم اپنے قلب سے دریافت کرو کہ اگر دونوں جہاں تم پر ملامت کے تیر برسائیں تو تمہارا کیا حال ہو گا؟ لہٰذا اس راستہ میں بہت سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے اور اگر تمہیں یقین ہے کہ دنیا کی ملامت تمہارے لئے بار خاطر نہ ہو گی تو پھر بسم اللہ شراب وحدانیت کا مزہ چکھو لیکن اگر تم نے دنیا کی حقیر سی شے کو بھی قبولیت کی نگاہ سے دیکھا تو سمجھ لو کہ تم نے عہد الست کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نقض عہد کیا ہے اور جب تم ذراہ برابر بھی نافرمانی اور روگردانی کے مرتکب ہو گئے تو تمہاری دوستی و ولایت خدا کے ساتھ مکمل نہیں رہی اور ایسی شے کبھی طلب نہ کرو جو تمہیں خود طلب کرتی ہو۔ مثلاً جنت اور اس چیز سے فراریت اختیار کرو جو تم سے خود گریزاں ہو جیسے جہنم بلکہ خدا سے وہ شے طلب کرو کہ جب وہ شے تمہیں حاصل ہو جائے تو ہر چیز تمہارے آگے کمربستہ نظر آئے گی۔ فرمایا کہ تمہارا ہر عضو دوسرے عضو میں اس طرح گم اور محو ہو جانا چاہئے کہ راہ خدا میں دوئی کا شائبہ بھی باقی نہ رہے کیوں کہ یہ شرک میں داخل ہے یعنی نہ زبان کو یہ علم ہو سکے کہ آنکھ نے کیا دیکھا اور نہ آنکھ کو پتہ چلے کہ زبان نے کیا کہا غرض کہ تم سے ہر متعلقہ شے مشاہدات الٰہی میں محو ہو کر رہ جانا چاہئے اور صحرائے حقیقت میں قدم رکھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ تمام حجابات سامنے سے اس طرح اٹھ جائیں کہ اس کا وجود تمام اشیاء سے جدا محسوس ہونے لگے۔ فرمایا کہ صحیح معنوں میں بندہ وہی ہے جس کے قول کا رخ حضور اکرم ﷺ کی جانب ہو اور اس کے کلام سے کسی کو اذیت نہ پہنچے اور مخالفین و موافقین دونوں کے لئے وجہ سکون ہو یعنی اس کا کلام حکم خداوندی کے دائرے میں ہونا چاہئے اور جو کلام معرفت نفس کی زبان سے ادا ہوتا ہے اس سے تکبر کی جھلک نظر آنے لگتی ہے۔ اور اس کا کلام جو بھی سنتا ہے اس کے سینہ سے زندگی کے چشمے خشک ہو کر رہ جاتے ہیں اور ان چشموں سے کبھی حکمت موجزن نہیں ہوتی اور جو شخص اپنے مکان سے چلنے کے بعد گھر واپس آنے کا راستہ بھی جانتا ہو اس کی بات

راہ طریقت میں مسلم نہیں۔ کیوں کہ اللہ والے تو قلب کے نور سے چلتے ہیں۔ جب کہ عام لوگ نابینا ہو جانے کی وجہ سے عصا کے سہارے چلتے ہیں اور جس کو یہ احساس باقی رہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کہاں سے کہہ رہا ہے اس کی بات راہ طریقت میں تسلیم نہیں کی جاسکتی فرمایا کہ شرک آمیز ایک خلعت ایسا بھیجا گیا ہے جیسے شربت میں زہر کی آمیزش کردی گئی ہو پھر کسی کو کرامت کسی کو فراست کسی کو حکمت اور کسی کو شناخت عطا کی گئی لیکن جو مقصود اصلی کو نظرانداز کر کے خلعت کا عاشق ہو جاتا ہے وہ مقصود اصلی سے دور ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ تمام مقامات شریعت کے ہیں اور جو لوگ زہد و ورع توکل و تسلیم، تفویض و رضا اور اخلاص و یقین کی روشنی میں چلتے ہیں وہ درحقیقت راہ طریقت پر گامزن ہوتے ہیں۔ لیکن جو لوگ روح کی سواری پر سفر کرتے ہیں ان کے یہاں نہ زہد و ورع ہے اور نہ توکل تسلیم پھر فرمایا کہ پوری مخلوق عالم عبودیت میں غوطہ زن ہونے کے باوجود بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکی اور نہ کوئی بحر عبودیت کو عبور کرسکا اور جب تم پر یہ راز منکشف ہو جائے گا تو تمہیں بندگی کا سلیقہ بھی آجائے گا کیوں کہ حقیقت کی راہیں صرف عدم میں مضمر ہیں اور جس وقت تک عدم بندے کا رہنما نہ ہو راستہ نظر نہیں آسکتا۔ لیکن اہل شرع کا راستہ اثبات میں پوشیدہ ہے جس کی رو سے جو شخص بھی اپنی ہستی کی نفی کرتا ہے وہ زندقہ میں شامل کردیا جاتا ہے لیکن حقیقت کی راہوں میں اثبات کا کہیں وجود نہیں اور جو راہ حقیقت میں اپنے اثبات کا اظہار کرتا ہے وہ قعر مذلت میں گر جاتا ہے فرمایا کہ چشم ظاہر کے سواء کچھ نہیں دیکھتی اور چشم صفت صفت ہی کا نظارہ کر سکتی ہے۔ لیکن ذکر حق میں صرف ذات ہی کا مشاہدہ قائم رہتا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ تمہارے قلب میں ایک ایسا دریا موجزن ہو جس میں سے مگرمچھ نکل کر اس وصف و صورت کو نگل جائے جو عالم میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دولت سعادت صرف عدم ہی میں مضمر ہے اور وجود کی شقاوت راہ عدم میں ایک قہر کی شکل ہے اور جس شے کو بندے وجود تصور کرتے ہیں وہ حقیقت میں وجود نہیں بلکہ عدم ہے اور جس کو عدم خیال کرتے ہیں وہ عدم نہیں کیوں کہ معدوم ہونا عین وجود اور محو ہونا عین اثبات ہے۔ جس کے دونوں کنارے حدوث سے پاک ہیں فرمایا مرید ابتدائی قدم میں تو مختار ہوتا ہے اور آخری قدم میں وہ خود مکمل اختیار بن جاتا ہے اور اس کا علم اپنی جہل و نادانی کا خود مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ اور اس کی اپنی ہستی اپنی نیستی کا نظارہ کرلگتی ہے۔ لگتی ہے۔ اور اس کا اختیار اپنے بے اختیاری کو دیکھتا رہتا ہے۔ ان کے اقوال کی اس سے زیادہ وضاحت اس لئے نہیں کی جاسکتی کہ یہ کلام معانی کا محرم نہیں ہو سکتا فرمایا کہ اگر تم مجاہدے کو جاننا بھی چاہو جب بھی نہیں جان سکتے۔ اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پیشاب کو دھو لینے کے بعد یہ کہے کہ یہ

چیز پاک ہو گئی گو اس سے میل کچیل تو چھوٹ سکتا ہے لیکن اس کو پاک نہیں کہا جا سکتا فرمایا کہ وہ اشیاء جو کسی بھی نام سے موسوم ہیں۔ دست قدر میں ذرے سے بھی کمتر حیثیت رکھتی ہیں۔ فرمایا کہ ہم بظاہر ازل و ابد سے آئے ہوئے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ ازل و ابد ربوبیت کی نشانی ہیں فرمایا کہ حق ظاہر ہونے کے بعد عقل پر زوال آ جاتا ہے اور حق بندے سے جتنا قریب ہوتا جاتا ہے عقل فرار اختیار کرتی جاتی ہے کیوں کہ عقل خود عاجز ہے کہ اور عاجز کے ذریعہ جس شے کا بھی علم ہو گا وہ بھی عاجزی ہی ہو گا۔ فرمایا کہ افضل ترین عبادت اپنے اوقات سے غائب رہنا ہے فرمایا کہ زہد و صبر توکل و رضا یہ چاروں چیزیں قالب کی صفات میں سے ہیں لیکن قالب کی صفات روح کی صفات نہیں ہو سکتیں اور چونکہ اشارت کا قالب باقی نہیں رہتا اس لئے یہ چاروں چیزیں اس سے مناسبت نہیں رکھتیں فرمایا کہ اخلاص ذ صفا اور صدق و حیا کی نگرانی سے ازل و ابد کی نگرانی زیادہ افضل ہے پھر فرمایا کہ جس نے وحدانیت کو سمجھ لیا وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا فرمایا کہ خواہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ دونوں عنایت و رعایت کی بیخ کنی کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو افلاس و خوراک میں دیکھنا زیادہ پسندہ فرماتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ غرور و علم اور عزت کے روپ میں دیکھے پھر فرمایا کہ جس کا مقصود وحدانیت سے ہٹ کر ہو وہ خسارے میں رہتا ہے۔ فرمایا کہ راہ حق میں مٹ جانے والے کی زبان سے جب بے اختیاری طور پر واحد نکلنے لگے وہی حق کو واحد کہنے کا مستحق ہوتا ہے فرمایا کہ جس طرح صدق گو بندوں نے حقائق و اسرار کے بارے میں صدق سے کام لیا ہے اسی طرح حق کی حقیقت میں دروغ گوئی سے کام لیا فرمایا۔ کہ سب سے بدترین مخلوق وہ ہے جو تقدیر سے جنگ کرے یعنی اگر کوئی یہ چاہے کہ تقدیر ازلی کے خلاف کوئی چیز نہ ہو تو یہ کسی طرح ممکن نہیں فرمایا کہ بندوں کی چار قسمیں ہیں۔ اول وہ جنھوں نے پہنچانا اور طلب کیا دوم وہ جنھوں نے طلب کیا لیکن نہیں پا سکے۔ سوم وہ جنھوں نے پایا لیکن اس سے مفاد حاصل نہ کر سکے۔ چہارم وہ جنھوں نے پہچانا لیکن طلب نہیں کیا۔ پھر فرمایا کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں۔ معرفت اثبات' اور معرفت خصوصی تو وہ ہے جو اسماء و صفات دلائل و نشانات اور ثبوت و حجابات کا مابین مشترک ہو اور معرفت اثبات وہ ہے کہ اس کی جانب راہ نہ مل سکے اور اس کی علامت یہ ہے کہ بندے کی معرفت کو تمس نمس کر دے فرمایا کہ تمام خطرے کو یکجا مجتمع کر کے صرف ایک ہی خطرے پر متمکن ہو جانا چاہئے اور تمام اشیاء دیدنی کو صرف ایک ہی نگاہ سے مشاہدہ کرنا چاہئے کیوں کہ تمام دیکھنے والوں کی نظر ایک ہی ہوتی ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد زندہ کرنا میرے لئے اسی قدر آسان ہے جتنا کہ ایک نفس کا پیدا کرنا اور جلانا آسان ہے۔ فرمایا کہ روح عالم حجاب کون سے باہر

نہیں آئی ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو قلب بھی باہر آجاتا لیکن اس قول کے مفہوم کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا فرمایا کہ ہر موجود کے لئے سب سے بڑا حجاب اس کا وجود ہے فرمایا کہ قلب پر ظہور حق کے بعد خوف و رجا معدوم ہو جاتے ہیں فرمایا کہ عوام صفات عبودیت کو شناخت نہیں کر سکتے جب کہ خواص اس کی صفت ربوبیت سے آگاہ ہو کر اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور اس کے سوا کسی پر نظر نہیں ڈالتے لیکن عوام کے اسرار چونکہ کمزور ہیں اس لئے وہ منبع حق سے دور رہ کر اس کی صفات کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ جب قلوب پر ربوبیت کی تجلیات پڑتی ہیں تو تمام اسباب دنیاوی کو تباہ کر دیتی ہیں۔ فرمایا کہ ازل و ابد اعمال و اوقات اور دھور سب ایک برق کی طرح ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت حاصل ہے جس میں خدا کے سوا کسی کا گزر نہیں فرمایا کہ تمام نسبتوں میں افضل ترین نسبت یہ ہے کہ بندہ بندہ ہی بن کر نسبت عبودیت کی جستجو کرتا رہے۔ فرمایا کہ مخلوق کتنی ہی عظیم المرتبت کیوں نہ ہو بارگاہ رب العزت میں پہنچ کر نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ قدرت سے کوئی جنگ نہیں کر سکتا فرمایا کہ خواہش جنت میں عبادت کرنے والے خود کو خدا کے کام کا تصور کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس کے کام کے نہیں ہوتے بلکہ محض اپنے نفس کا کام انجام دیتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا کو یاد کرنے والے خدا سے زیادہ دور رہتے ہیں۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے جس نے اللہ کو پہچانا گونگا ہو گیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ دونوں جہاں کے وسائل و اسباب سے بے نیاز ہو کر صرف اسی کی طرف نگاہ رکھے۔ فرمایا کہ ہر جسم تاریک ہے اور قلب اس کا چراغ ہے لیکن جس کے پاس قلب نہیں وہ تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے فرمایا کہ میں ایسے خدا سے خوش نہیں جو میری عبادت سے خوش اور میری نافرمانی سے ناخوش ہو بلکہ دوست تو روز ازل ہی سے دوست اور دشمن ازل ہی سے دشمن ہے فرمایا کہ ہر شے سے وہی بے نیاز ہو سکتا ہے جو خود کو اور تمام چیزوں کو خدا کی ملکیت تصور کرتا ہو فرمایا کہ قلوب کی بقا خدا ہی کی ذات سے وابستہ ہے۔ لہٰذا خدا میں فنا ہو جانا چاہئے۔ فرمایا کہ لغزش نفس کو دیکھ کر نفس کو ملامت کرنا شرک ہے فرمایا کہ جس وقت نفس میں کوئی غرض باقی رہتی ہے مشاہدات کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ خدا کی محبت صحیح ہو سکتی ہے بلکہ عشق صادق تو یہ ہے کہ اس کے مشاہدے میں غرق ہو جائے کہ تمام چیزوں کو بھول کر محبت میں فنا ہو جائے فرمایا کہ سوائے محبت کے تمام صفات میں رحمت مضمر ہے اور محبت میں رحمت کا معاوضہ قتل ہے اور قتل کے بعد بھی مقتول سے خوں بہا طلب کیا جاتا ہے فرمایا کہ حرکت و سکون سے بے نیاز ہو جانے کا نام عبودیت ہے اور جو ان دونوں صفتوں کو دور کر دیتا ہے وہ حق عبودیت سے آگاہ ہو جاتا ہے فرمایا کہ مقبول توبہ

وہی ہے جو بندہ گناہ سے قبل کرلے فرمایا کہ بیم و رجا حاصل کرنے والا گستاخی و بے ادبی کا مرتبہ نہیں ہو سکتا پھر فرمایا- کہ توبۃ النصوح کی تعریف یہ ہے کہ تائب ہونے والے کے ظاہر و باطن پر معصیت کا اثر باقی نہ رہے اور جس کو توبہ نصوح حاصل ہو ہوتی ہے- وہ ہر شے سے بے خوف ہو جاتا ہے فرمایا کہ جو زاہد اپنے زہد کی وجہ سے دنیا کے سامنے تکبر کرتا ہے وہ زہد کا صرف مدعی ہوتا ہے اس لئے کہ اگر اس کے قلب میں دنیا کی وقعت باقی نہ رہے تو پھر وہ اہل دنیا سے تکبر نہیں کر سکتا فرمایا کہ زاہدوں کا یہ کہنا کہ ہم فلاں چیز کو معیوب تصور کرتے ہیں بہت برا ہے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جس کا قلب سوز اور قول معتبر ہو- فرمایا کہ بندے کی معرفت حق اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتی جب تک اس میں صفت نیاز مندی باقی رہتی ہے- فرمایا کہ خدا شناس بندہ نہ تو مخلوق سے کوئی واسطہ رکھتا ہے نہ کسی سے کلام کرتا ہے؟ فرمایا کہ اطاعت کرکے معاوضہ کی امید رکھنا فضل کی فراموشی سے ہوتا ہے- فرمایا کہ قیمتیں مقدرات ہیں اور صفات تخلیق شدہ ہیں اور جب قسمت مقدر ہے تو پھر کوشش سے کیا حاصل ہو سکتا ہے فرمایا کہ عارفین قرب الٰہی میں پرواز کرتے رہتے ہیں اور اسی سے ان کی حیات وابستہ ہے- فرمایا کہ توحید شناس وہی ہے جو عرش سے فرش تک تمام چیزوں کو توحید کے آئینہ میں دیکھتے ہوئے خدا کی وحدانیت کے راز معلوم کرے فرمایا کہ بے حد امکان تک رضا سے کام لینے والے لذت دید اور مطالعہ حقیقت سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں- یعنی جب رضا سے لذت حاصل کرو گے تو شہود حق سے محروم ہو جاؤ گے فرمایا کہ دنیا میں اس سے بڑا کوئی زہر نہیں کہ انسان اطاعت و عبادت پر اظہار مسرت کرے اور اپنی عبادت و اطاعت پر فریفتہ ہو جائے فرمایا کہ کرامات پر اظہار مسرت تکبر و نادانی کی علامت ہے فرمایا کہ نعمت خداوند کو اپنی طاعت کا معاوضہ تصور نہ کرو بلکہ خود کو اتنا ہیچ بنالو کہ تمہیں اطاعت بھی ہیچ معلوم ہونے لگے اس کے بعد خدا کے انعام کو نعمت تصور کرکے شکر ادا کرو فرمایا کہ قلبی عمل اعضاء کے عمل سے کہیں بہتر ہے کیوں کہ اگر خدا کے نزدیک فعل کی کوئی قدر و قیمت ہوتی تو حضور اکرم ﷺ چالیس سال تک خالی نہ رہتے لیکن اس کا یہ مقصد بھی نہیں کہ عمل سے بالکل کورے ہو جاؤ بلکہ یہ مفہوم ہے کہ اس قدر حاصل کرلو کہ عمل کی ضرورت ہی باقی نہ رہے فرمایا کہ جس وقت بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بڑا ہے اور اس کے فعل سے خدا تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے یا اس کے ترک فعل سے جدا ہو سکتا ہے- لیکن ملنا اور جدا ہونا حرکات و افعال پر موقوف نہیں بلکہ قضائے ازلی سے وابستہ ہے- یعنی ازل میں جو تحریر کیا جاچکا ہے وہی ہو کر رہے گا فرمایا کہ جس طرح بچہ شکم مادر سے بے عیب و پاک باہر آتا ہے اسی طرح قیامت میں بندے کی دولت سعادت کا بھی یہی حال ہو گا کہ اہل

اللہ کی محبت اس وقت بے عیب و پاک ہو کر باہر آجائے گی۔ فرمایا کہ بندہ مومن کی تین قسمیں ہیں اول وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نور عنایت عطا کر کے احسان فرماتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ معصیت سے مبرا اور کفر و شرک سے پاک رہتے ہیں دوسرے وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نور عنایت عطا کر کے احسان فرماتا ہے اور وہ نور عنایت کی وجہ سے گناہ صغیرہ و بکیرہ سے منزہ رہتے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کفایت کر کے احسان فرماتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے وہ اہل غفلت اور خیالات فاسد سے دور رہتے ہیں فرمایا کہ درویش کو حقیر تصور کرنا امور جلد غصہ میں آجانا محض اطاعت نفس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور نفس کی اطاعت سے عبودیت سے خارج ہو کر ربوبیت کا دعویدار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ خدا شناس بندہ خود گم ہو کر رہ جاتا ہے اور جو اس کے بحر شوق میں غرق ہوتا ہے وہ خود بھی فنا ہو جاتا ہے اور جو شخص طلب جنت اور خوف جہنم سے بے بنیاد ہو کر خدا کے لئے اعمال صالحہ کرتا ہے۔ اس کو اپنے اعمال کا آجر حاصل ہوتا ہے۔ اور غصب الہٰی میں آجانے والا پھنس کر رہ جاتا ہے کہ خوف کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ بندہ ہر لحہ یہ تصور کرتا رہے کہ خدا تعالیٰ مجھے قہر کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور بہت جلد مبتلائے عذاب کردے گا اور اہل خوف کے خیال سے قلب و روح سے خود کو اس کی عبادت میں مشغول رکھے لیکن اس میں یہ خیال نہ آنا چاہئے کہ اس کی نظر کرم پڑے گی یا نہیں فرمایا کہ خوف کی کیفیت موت کے وقت معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا ظاہر میں مخلوق سے اور باطن میں خالق سے وابستہ رہنا چاہئے فرمایا کہ اخلاق عظیم کی علامت یہ ہے کہ نہ تو بندہ کسی سے معاندت کرے اور نہ کوئی اس سے دشمنی رکھے فرمایا کہ بندہ خادم کے جسم سے جو پسینہ نکلتا ہے اس کا مرتبہ ندامت سے کہیں زیادہ ہے فرمایا کہ استقامت میں وہ نیکی مضمر ہے جو تمام نیکیوں کا ماحصل ہے اور اگر جذبہ استقامت ہی مفقود ہو جائے تو تمام نیکیاں ناتمام ہیں فرمایا کہ ہر وہ شے جو تمہارے نفس کا حصہ ہے وہ قضا و قدر کی بھیجی ہوئی ہے فرمایا کہ فراست ہی وہ نور ہے جس کے ذریعہ قلب تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ ایک ایسی معرفت ہے جو غیب سے غیب کی جانب اس لئے لے جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ ان اشیاء کا مشاہدہ کیا جاسکے۔ جو پردہ غیب میں ہیں۔ اور خدا صاحب فراست کو ایسی قدرت عطا کر دیتا ہے کہ وہ قلب کا حال بیان کرنے لگتے ہین فرمایا کہ اب قوم نے اپنی بے ادبی کو اخلاص کا نام دے دیا ہے اور غلبہ حرص کا نام انبساط رکھ لیا ہے جس کی وجہ سے یہ قوم راہ مستقیم سے ہٹ کر غلط راہوں پر گامزن ہو گئی ہے جس کو دیکھ کر زندگی وبال اور روح خشک محسوس ہونے لگتی ہے اور اس قوم کا یہ حال ہے کہ نہ تو غصہ کے بغیر بات کرتی ہے اور نہ تکبر کے بغیر خطاب کرتی ہے فرمایا کہ خدا نے ہمیں ایسے دور میں پیدا کیا ہے۔ جس میں نہ ادب و سلام ہے اور نہ اخلاص ہے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کو

اس طرح بنایا ہے۔ کہ جس میں کثیر تعداد کتوں کی ہے اور قلیل تعداد ان مقید فرشتوں کی ہے جو خواہش رہائی کے بعد بھی رہا نہ ہو سکتے ہوں۔ یعنی خدا نے دنیا میں زیادہ تر برے لوگ اور کم لوگ اچھے پیدا کئے اور سب کو ایک ہی زمین پر رکھ دیا ہے۔ لیکن اچھے لوگ یہ تمنا کرتے ہیں۔ کہ ہم اس سرزمین سے نکل جائیں جس میں برے لوگ آباد ہیں لیکن نکلنا ممکن نہیں۔

فرمایا کہ ایمان کو چالیس سال آتش پرستی میں گزارنا چاہئے تاکہ ایمان کامل کی شناخت ہو سکے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ یہ قول ہماری عقل سے باہر ہے اس کی صاف الفاظ میں وضاحت فرمایئے تو فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں وحی کا نزول نہیں ہوا تو کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ چالیس سال تک آپ میں ایمان نہیں تھا اور خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے جو کمال آپ کو بعثت سے قبل حاصل تھا وہ خاتم الکمالات تھا۔ فرمایا کہ تمہیں صاحب نفس بنایا گیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق چونکہ نفس کبر ہے اس لئے تمہیں نفس کے تکبر سے رہائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور جب تک رہائی حاصل نہیں ہو گی حقیقی ایمان کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ دنیا میں کسی کو حضور اکرم ﷺ سے زیادہ مرتبہ حاصل ہوا ہے؟ فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب کوئی آپ کے مرتبہ ہی کے برابر نہیں پہنچ سکا تو آپ سے زیادہ مرتبہ حاصل کرنے کا سوال ہی نہیں ہوتا اور جو شخص آپ سے زیادہ آپ کے مرتبہ مرتبہ کے برابر کا دعویدار ہو اس کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ اولیاء کرام کا اعلیٰ ترین مرتبہ بھی انبیاء کا ادنیٰ ترین مرتبہ ہے پھر لوگوں نے سوال کیا کہ دنیا میں سب سے بہتر کھانا کونسا ہے؟ فرمایا کہ سب سے افضل کھانا ذکر حق کا لقمہ ہے۔ جس کو بندہ دسترخوان معرفت سے اٹھا کر اللہ کے ساتھ نیک گمان رکھے۔

وفات :انتقال کے وقت جب لوگوں نے آپ سے وصیت کی خواہش کی تو فرمایا کہ خدا کی ارادت کو نگاہ میں رکھو اور اپنے اوقات و انفاس کی نگہداشت کرو اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

باب نمبر ⟵ 72

حضرت ابو عمرو و نخیل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :

آپ اپنے دور کے بہت عظیم شیخ و صوفی اور زہد و ورع کے اعتبار سے عدیم المثال بزرگ تھے۔ حضرت جنید کے ہم عصر اور حضرت ابو عثمان کے تلامذہ میں سے تھے اور آپ کا وطن نیشاپور تھا۔

حالات :ایک مرتبہ آپ نے حضرت شیخ ابو القاسم سے پوچھا کہ آپ سماع کیوں سنتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ غیب سے کنارہ کش رہنے کے لئے کیوں کہ دوسروں کی غیبت کرنے یا سننے سے سماع کی ساعت زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر حالت سماع میں کوئی ناجائز فعل سرزد ہو جائے تو وہ سال بھر کی غیبت سے برا ہے۔

آپ نے یہ عہد کر لیا تھا کہ چالیس سال تک خدا کی رضا کے علاوہ اس سے کچھ طلب نہیں کروں گا ایک مرتبہ آپ کی لڑکی شدید علیل ہو گئیں اور مسلسل علاج کے باوجود مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ ایک رات ان کے شوہر عبد الرحمان سلمی نے ان سے کہا کہ تمہارا علاج تمہارے والد کے ہاتھ میں ہے اس لئے تمہارے والد نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ چالیس سال تک خدا کی رضا کے سوا کچھ نہ طلب کروں گا اور اس عہد کو بیس سال گزر چکے ہیں لہٰذا وہ نقض عہد کر کے تمہارے لئے دعا کر دیں تو تم یقیناً صحت یاب ہو جاؤ گی گو نقض عہد گناہ ہے لیکن اس سے تمہیں صحت حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ سن کر وہ آدھی رات کو ہی اپنے والد کے گھر پہنچ گئیں۔ اور جب آپ نے پوچھا کہ عقد کے بعد سے تم یہاں بیس سال تک کبھی نہیں آئیں پھر آج آنے کی کیا وجہ ہے۔

صاحبزادی نے عرض کیا کہ اس کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اللہ نے مجھے آپ جیسا عظیم المرتبت باپ اور عبد الرحمن سلمی جیسا شوہر عطا کیا ہے۔ اور یہ بھی آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ کہ دنیا میں زندگی سے زیادہ کوئی شے عزیز نہیں ہوتی۔ مجھے بھی بتقاضائے بشریت اپنی زندگی عزیز ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ زندگی ہی کی بدولت مجھے آپ کا اور شوہر کا دیدار ہوتا رہتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے خدا سے عہد کیا ہے کہ چالیس سال تک تیری رضا کے علاوہ کچھ طلب نہیں کروں گا لہٰذا میں آپکو آپ ہی کے عہد کا واسطہ دے کر عرض کرتی ہوں کہ آپ نقض عہد کر کے میرے حق میں دعائے صحت فرما دیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ نقض عہد کسی طرح جائز نہیں خواہ وہ بندے ہی

کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ پھر خدا سے نقض عہد کرنا تو بہت ہی باعث ملامت ہے اور اگر میں نقض عہد کر کے تمہارے لئے دعا کروں اور تم صحت یاب ہو بھی جاؤ تو پھر بھی اس کی کیا ضمانت ہے کہ تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور جب موت کی آمد میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں تو پھر اب یا کچھ عرصہ بعد موت آنے میں کیا فرق پڑتا ہے۔ لہٰذا میں اس گناہ کا مرتکب ہونا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس جواب سے آپ کی لڑکی کو یقین ہو گیا کہ اب میرا وقت آچکا ہے اور صحت یابی ممکن نہیں لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا اور آپ کی وفات کے بعد بھی چالیس سال تک زندہ رہیں۔

ارشادات : آپ نے فرمایا کہ جب تک بندہ اپنے اعمال کو ریا سے پاک نہیں کر لیتا، عبودیت میں اس کا قدم مستحکم نہیں ہو سکتا، فرمایا کہ جو حال علم کے نتیجہ میں حاصل ہو وہ خواہ کتنا ہی عظیم ہو ضرر رساں ہوتا ہے فرمایا کہ جو بندہ وقت پر فرائض کی ادائیگی نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ لذت فرض کو حرام کر دیتا ہے فرمایا کہ رضائے نفس بندے کے لئے آفت ہے فرمایا کہ جس دیدار سے تہذیب حاصل نہ ہو اس کو ہرگز مہذب تصور نہ کرو۔ کیوں کہ اس کو کسی طرح ادب کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ فرمایا کہ بہت سی بری باتیں جن کا ظہور انتہا میں ہوتا ہے لیکن یہ ظہور ابتداء کے فساد ہی سے نشوونما پاتا ہے۔ اور جس کی بنیاد ہی مستحکم نہ ہو اس کی تعمیر بھی مستحکم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا شروع ہی سے بری خصلتوں سے کنارہ کشی کی ضرورت ہے فرمایا کہ جو شخص مخلوق کے سامنے جاہ و مرتبت ترک کر دینے پر قادر ہوتا ہے اس کے نزدیک دنیا بھی دشوار نہیں رہتی فرمایا کہ ذات خداوندی سے وابستہ رہنے والا کبھی بری خصلتوں کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اور جو بری خصلتوں کو اپنا لیتا ہے وہ خدا سے وابستہ نہیں رہ سکتا۔ فرمایا کہ جس کی فکر صحیح ہو گی اس کا قول سچا اور عمل اختیاری ہو گا۔ فرمایا کہ خدا کے علاوہ کسی سے بھی انس رکھنا وحشت کا باعث ہے فرمایا کہ اوامر نواہی اور تصوف کے احکام میں صبر و ضبط نہایت ضروری ہے۔

باب نمبر ⟵ 73

حضرت جعفر جلدی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اصحاب میں سب سے زیادہ شریعت و

طریقت پر گامزن اور علوم حقائق کے راز داں تھے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تصوف کے موضوع پر ایک سو بیس تصانیف موجود ہیں لیکن جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ ان میں حضرت حکیم ترمذی کی بھی کوئی تصنیف موجود ہے؟ فرمایا کہ میں ان کو ان کی جماعت صوفیا میں شمار ہی نہیں کرتا۔ البتہ وہ مشائخ کے مقبول لوگوں میں سے تھے۔

حالات :آپ کے ایک مرید خاص حمزہ علوی جو ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے انہوں نے ایک رات جب اپنے گھر جانے کے لئے آپ سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ آج ٹھہر جاؤ کل چلے جانا لیکن انہوں نے از راہ ادب کوئی جواب نہیں دیا کیوں کہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ رات کو گھر پہنچ کر مرغ پکا لیا جائے تاکہ صبح اہل و عیال کے لئے کھانے کا انتظام ہو سکے لیکن جب آپ کے حکم کے بعد یہ خیال آیا کہ اگر میں ٹھہر گیا تو اہل و عیال میرے انتظار میں بھوکے رہ جائیں گے اس خیال سے انہوں نے پھر دوبارہ اجازت چاہتے ہوئے عرض کیا مجھے گھر پر ایک ضروری کام ہے اس لئے جانا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ انہوں نے گھر پہنچ کر مرغ پکانے کے بعد اپنی بچی سے کہا کہ سالن کی دیگچی چولھے پر سے اتار لاؤ تو وہ بیچاری دیگچی سمت گر پڑی جس کی وجہ سے تمام سالن بھی زمین پر گر گیا لیکن انہوں نے کہا کہ زمین پر گرا ہوا سالن اٹھا لو گوشت کو دھو کر کھالیں گے۔ دریں اثنا ایک کتا آیا اور زمین پر گرا ہوا سالن کھا گیا یہ دیکھ کر انھیں بہت صدمہ ہوا اور اس خیال کے تحت کہ سالن سے تو محرومی ہو چکی ہے اب مرشد کی صحبت سے کیوں محروم رہوں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور جب وہاں پہنچے تو شیخ نے فرمایا کہ اے جعفر جو شخص صرف ایک گوشت کے ٹکرے کے لئے شیخ کو صدمہ پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا گوشت کتوں کو کھلا دیتا ہے۔ یہ سن کر وہ بہت متاثر ہوئے اور حکم عدولی سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گے۔ آپ کا ایک نگینہ گم ہو گیا تو آپ کی دعا پڑھنے کے بعد وہ کتاب میں مل گیا۔

ارشادات :ایک مرتبہ آپ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تصوف اس حالت کو کہتے ہیں کہ جس میں مکمل طور پر ربوبیت کا اظہار ہونے لگتا ہے اور عبودیت فنا ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ تکون فقرا کا ایک ایسا مقام ہے۔ جس کے ذریعہ مراتب عظیم حاصل ہونے لگتے ہین اور جو درویش تکوین سے بہرہ مند نہیں ہو تا مراتب ترقی ہرگز حاصل نہیں کر سکتا فرمایا کہ اگر تم کسی درویش کو زیادہ کھانے والا پاؤ تو سمجھ لو کہ وہ خامی سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اپنی گزشتہ زندگی میں وہ زیادہ کھانے والا رہا ہو گا اور یا پھر اس کے بعد ایسی حالت میں

جتلا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے راستہ سے ہٹ گیا ہے۔ فرمایا کہ دینی و دنیاوی تمام مفادات صرف ایک لمحہ کے صبر سے حاصل ہو جاتے ہیں فرمایا کہ توکل کی تعریف یہ ہے کہ خواہ کوئی شے موجود ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں یکسانیت رہنی چاہئے بلکہ اگر نہ ہو تو خوش ہونا چاہئے اور اگر ہو تو غمگین رہنا چاہئے۔ فرمایا کہ اپنے نفس کو کمتر سمجھتے ہوئے مسلمانوں کی تعظیم کرنا ہی شجاعت ہے۔ فرمایا کہ ایمان کی مہلک اشیاء سے احتراز کرنا دانش مندی کی دلیل ہے فرمایا کہ اگر اہل حق کا حصول چاہتے ہو تو بلند ہمت بن جاؤ اس لئے کہ بلند ہمتی کے بغیر مراتب مجاہدہ نہیں حاصل ہو سکتے فرمایا کہ نفس میں گرفتار رہنے والوں کو لذت نفس حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ اپنے احوال کی لذت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں اسی وجہ سے اہل حقیقت نے ان علائق کو منقطع کر دیا ہے۔

فرمایا کہ جو شخص معرفت نفس کے لئے سعی نہیں کرتا اس کی خدمت قبول نہیں ہوتی فرمایا کہ روح صالحین ہر حال میں صداقت کے ساتھ مطالبہ کرتی رہتی ہے اور جس کی روح جسم معرفت بن جاتی ہے وہی قلوب کے احوال کا رازداں بن سکتا ہے اور جس کی روح مجسم مشاہدہ بن جاتی ہے اس کو علم لدنی حاصل ہونے لگتا ہے۔

وفات :آپ کا مزار حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب شونیزیہ کے قبرستان میں ہے۔

باب نمبر ⟸ 74

حضرت شیخ ابو الخیر قطع رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ صحرائے رضا کے بادیہ پیادہ ریاضت کے بحر بیکراں تھے اور ایسا بلند مرتبہ پایا تھا کہ تمام ذی روح جانور آپ کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور آپ کی کرامات کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ آپ مغرب کے باشندے اور حضرت جلاء کے صحبت یافتہ تھے۔

حالات :جس وقت آپ کوہ لبنان پر مقیم تھے تو بادشاہ وقت نے حسب معمول وہاں کے فقراء میں ایک ایک دینار تقسیم کیا لیکن آپ نے اپنا دینار ایک ساتھی کو دے کر شہر کا رخ کیا۔ اتفاق سے اس دن آپ نے بلا وضو قرآن پاک کو ہاتھ لگا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے بہت فکر مند اور پریشان تھے۔

اور جب اس پریشانی کے عالم میں آپ شہر کے بازار میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو چوری کے جرم میں گرفتار کروادیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ صرف مجھے گرفتار کرکے باقی افراد کو چھوڑ دو۔ کیوں کہ میں ہی ان کا سرغنہ ہوں۔ اور جو سزا تم ان سب کو دینا چاہتے ہو وہ مجھے دے دو۔ چنانچہ آپ کا ہاتھ کاٹ کر باقی ماندہ افراد کو رہا کردیا گیا۔ اور جب بعد میں یہ علم ہوا کہ آپ حضرت ابوالخیرہیں تو ندامت کے ساتھ سب نے آپ سے معافی چاہی اور آپ کا رہا کردیا۔ اس کے بعد جب آپ گھر پہنچے تو اہل خانہ نے کٹا ہوا ہاتھ دیکھ کر بہت نوحہ زاری شروع کردی۔ مگر آپ نے فرمایا کہ رنج وغم کے بجائے اس لئے خوشی مناؤ کہ اگر ہاتھ نہ کاٹا جاتا تو قلب کاٹ دیا جاتا اس لئے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے بلاوضو قرآن پاک کو چھولیا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کے ہاتھ میں اس قسم کا پھوڑا نکل آیا کہ بغیر کاٹ دینے کے اور کوئی علاج ممکن نہ رہا آپ نے جب ہاتھ کٹوانے سے انکار کردیا تو مریدوں نے اطباء کو مشورہ دیا کہ جس وقت آپ نماز میں مشغول ہوں اس وقت آپ کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی عمل کیا گیا اور آپ کو حالت نماز میں ہاتھ کٹنے کا کوئی احساس تک نہ ہوا۔

ارشادات :آپ نے فرمایا کہ جب تک خدا کے ساتھ بندے کی نیت صاف نہ ہو قلب مصفا نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک بندہ اہل اللہ کی خدمت نہیں کرتا جسم مصفا نہیں ہے سکتا۔ فرمایا کہ قلب کے دو مقام ہیں اول یہ ہے کہ جس قلب کا مقام ایمان ہے اس کی شناخت یہ ہے کہ بندہ مومن ایسے امور سرانجام دیتا ہے جس میں اہل ایمان کی خیر خواہی اور بہتری مضمر ہو' اور ہمہ وقت مسلمانوں کی اعانت پر کمربستگی محسوس ہوتی ہو اور دوسرا مقام نفاق ہے جس کی پہچان یہ ہے کہ وہ نفاق و کینہ پروری میں مشغول رہتا ہے۔

فرمایا کہ دعوی کرنا ایسا تکبر ہے جس کو پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ اس بندے کے سوا کوئی اعلی مقام حاصل نہین کر سکتا۔ جو خدا کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے آداب عبودیت کو بہتر طریقہ پر بجالاتا ہے اور خدا کے فرائض کو بخوبی انجام دیتا ہے اور نیک لوگوں کی صحبت میں رہ کر بری صحبتوں سے کنارہ کش رہتا ہے۔

باب نمبر 75

حضرت ابو عبداللہ محمد بن حسین تروغندی رحمۃ اللہ علیہ

کے حالات و مناقب

تعارف :آپ طوس کے تمام مشائخ میں سب سے زیادہ ذی مرتبت اور عاشقان خدا میں سے تھے اور بہت سے مشائخ سے ملاقات کے علاوہ حضرت ابو عثمان طبری کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔

ارشادات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ مرید ہمیشہ غم میں مبتلا رہتا ہے لیکن نہ سرور ہے نہ رنج و عذاب' پھر فرمایا کہ مخالفین نفس سے ہی صوفی و زاہد بن سکتا ہے۔ فرمایا کہ ہر بندے کو اس کی وسعت کے مطابق معرفت عطا کی گئی ہے اور اسی کے مطابق معرفت کی مصیبت میں بھی مبتلا کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ مصیبت معرفت میں اس کی اعانت کرتی رہے۔ فرمایا کہ جو شخص عہد شباب میں عبادت سے گریزاں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبر سنی میں ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص صدق دل کے ساتھ مرد حق کی ایک دن خدمت کرتا ہے وہ تاحیات اس دن کی برکت سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اس سے اس شخص کے مراتب کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جو تمام عمر صوفیا کی خدمت گذاری میں صرف کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص اس نیت سے ترک دنیا کرتا ہے کہ لوگ اس کو نگاہ عزت سے دیکھیں تو وہ بہت بڑا دنیادار اور حریص ہے۔

باب نمبر ← 76

حضرت قطب الدین اولیاء ابو اسحاق ابراھیم بن شہریار گارزونی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کا شمار قطب الاولیاء میں ہوتا ہے اور آپ شریعت و طریقت کے پیشواؤں میں سے تھے۔ آپ کے فضائل و خصائل کا تفصیلی طور پر احاطہ تحریر میں لانا کسی طرح ممکن نہیں۔ آپ احکام الیہ کی ادائیگی اور اتباع سنت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ اسی لئے آپ کے مزار کو تریاق اکبر کہا جاتا ہے کہ جو شخص آپ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔

آپ کے دادا آتش پرست اور والدین مسلمان تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جس مکان میں آپ تولد ہوئے اس رات آپ کے مکان میں نور کا ایک ستون زمین سے آسمان تک قائم ہو گیا تھا اور اس میں ہر سمت اس طرح شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ کہ ہر شاخ نور بکھر رہا تھا۔

حالات : بچپن ہی میں آپ کے والدین نے قرآن کی تعلیم دلوانے کا قصد کیا تو دادا نے منع کرتے ہوئے کہا کہ ان کو کوئی پیشہ سکھانا چاہئے تاکہ والدین کی غربت کا ازالہ ہو سکے لیکن آپ نے اصرار کیا کہ میں تو قران ہی کی تعلیم حاصل کروں گا۔ چنانچہ والدین نے آپ کا رجحان دیکھ کر ایک معلم کے سپرد کر دیا اور آپ کے تعلیمی شوق کا یہ عالم تھا کہ تمام طلباء سے قبل مدرسہ میں پہنچ جاتے اور سب سے پہلے اپنا سبق یاد کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ تمام ساتھیوں میں سبق لے گئے اور بہت سے علوم و فنون میں مہارت حاصل ہو گئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص عنفوان شباب میں عبادت کی جانب مائل ہوتا ہے اس کے باطن کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے روشن کر دیتا ہے اور چشمہ حکمت اس کی زبان سے جاری ہونے لگتے ہیں اور جو بچپن و جوانی میں خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور بڑھاپے میں تائب ہوتا ہے گو اسے فرمانبردار تو کہا جا سکتا ہے۔ لیکن کمال حکمت تک اس کی رسائی نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ جب میں بچپن میں حصول علم میں مشغول تھا۔ اسی وجہ سے مجھے راہ طریقت کا اشتیاق پیدا ہوا اور اس عہد میں یہ تین بزرگ بہت ہی صاحب فضیلت تھے۔ حضرت عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ حضرت حارث محاسی

رحمۃ اللہ علیہ ، حضرت عمرو بن علی رحمۃ اللہ علیہ ، چنانچہ میں نے نماز استخارہ پڑھ کر سجدے میں دعا کی کہ اے اللہ مجھے مطلع فرمادے کہ ان تینوں بزرگوں میں سے کس کے دامن سے وابستگی اختیار کروں۔ اس دعا کے بعد مجھے سجدے میں ہی نیند آ گئی اور خواب میں ایک بزرگ اونٹ پر بہت سی کتابیں لادے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ تمام کتب حضرت عبداللہ خفیف کی ہیں اور انہوں نے یہ تمام کتب اونٹ سمیت تمہیں ارسال کی ہیں۔ چنانچہ خواب میں سمجھ گیا کہ مجھے حضرت عبداللہ خفیف کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ اکار رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لائے اور حضرت عبداللہ خفیف کی بہت سی کتابیں مجھے عطا کیں اس واقعہ سے مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا اور میں نے انہیں کے طریقہ پر عبادت شروع کر دی۔

ایک مرتبہ آپ کے والدین نے کہا کہ تم نے درویشی اختیار کر لی ہے لیکن غربت کی وجہ سے تمہارے اندر مہمان داری کی استطاعت نہیں ہے جو درویشوں کا طرہ امتیاز ہے۔ اور یہ کمزوری ممکن ہے تمہیں اپنے راستہ سے ہٹا دینے کا باعث بن جائے۔ لیکن آپ نے والدین کو جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی۔ اتفاق سے اسی رمضان شریف میں مسافروں کی ایک جماعت آپ کے یہاں آ کر مقیم ہو گئی اور آپ کے پاس مہمان داری کے لئے کوئی بھی شے نہیں تھی۔ اسی وقت ایک شخص روٹیوں سے بھری ہوئی دو بوریاں اور کھانے کے لوازمات لے کر آپ کے خدمت میں حاضر ہوا اور جب اس واقعہ کا علم آپ کے والدین کو ہوا تو وہ اپنی خام خیالی پر بہت نادم ہوئے۔ اور آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اعانت فرماتا رہے۔ جس حد تک ہو سکے مخلوق کی خدمت کرتے رہو اور اس دن کے بعد سے آپ کے کام میں کبھی کوئی مداخلت نہیں کی۔

ایک مرتبہ جب آپ نے تعمیر مسجد کا قصد کیا تو حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے بیداری کے بعد اسی بنیاد پر مسجد کی تعمیر شروع کر دی۔ اور اتنی عظیم مسجد تعمیر کی جس میں تین صفیں آ سکتی تھیں۔ اس کے بعد پھر ایک شب آپ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تعمیر مسجد کی توسیع فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مسجد کو اس قدر وسعت دے دی جتنی خواب میں دیکھی تھی۔

جب اپ نے سفر حج کا قصد فرمایا تو مشائخین بصرہ نے آپ کو دعوت دی جس میں انواع و اقسام کے کھانے موجود تھے۔ لیکن آپ نے گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ جس کی وجہ سے مشائخین کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ گوشت نہیں کھاتے ہیں، لیکن آپ نے ان کی نیت کا اندازہ لگا کر فرمایا کہ شاید تم لوگ یہ سوچ رہے ہو کہ میں گوشت نہیں کھاتا۔ حالانکہ ایسا نہیں مگر آج سے تمہارے خیال کو

قائم رکھنے کے لئے گوشت نہیں کھاؤں گا اور تاحیات آپ اپنے اس عہد پر قائم رہے۔ اسی طرح ایک اور واقعہ کے تحت آپ نے کھجور اور شکر نہ کھانے کا عہد کرلیا تھا اور ایک مرتبہ جب علالت کے باعث اطباء نے شکر کھانے کی تاکید کی تو آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔

گارزون کے مجوسی نامی خورشید حاکم نے مفاد عامہ کے لئے جو نہر تعمیر کرائی تھی آپ نے از راہ تقوی کبھی اس کا پانی استعمال نہیں کیا۔ آپ اپنے ارادت مندوں کو ہمیشہ یہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ مہمان کے بغیر کبھی کھانا نہ کھایا کرو۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی مرید نے اپنے عزیز کے ہاں جانے کی آپ سے اجازت طلب کی اور آپ کی اجازت سے جب وہ اپنے عزیز کے یہاں پہنچا اور اس کے ہمراہ کسی مہمان کے بغیر کھانا کھا کر واپس آیا تو کسی درویش سے اس کا جھگڑا ہو گیا اور اس فقیر نے اس پر جو جرم عائد کیا تھا وہ صحیح ثابت ہوا جس کے نتیجہ میں اس درویش نے اس کے کپڑے اتروا کر برہنہ کر دیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ مہمان کے بغیر کھانا کھانے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ یہ سن کر اس نے توبہ کی اور مہمان کے بغیر کبھی کھانا نہیں کھایا۔

اپنے زہد و ورع کے اعتبار سے نہ تو کبھی آپ نے حرام رزق کھایا اور نہ کبھی کسب حلال کے سوا لباس استعمال کیا۔ اسی وجہ سے آپ کا لباس بہت گھٹیا درجہ کا ہوتا تھا۔ اور کاشتکاری کے ذریعہ اپنی گذر بسر کرتے تھے۔ ابتدائی دور میں آپ کے افلاس کا یہ عالم تھا کہ بھوک رفع کرنے کے لئے اتنی کثرت سے سبز گھاس استعمال کرتے تھے کہ جسم سے جھلکنے لگتی تھی اور جسم ڈھانپنے کے لئے بوسیدہ چیتھڑوں سے لباس تیار کر لیا کرتے تھے ۸ ذوالقعدہ بروز ایک شنبہ ۴۲۶ھ بہتر یا تہتر سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

ایک مرتبہ دوران وعظ کوئی خراسانی عالم بھی اجتماع میں شریک تھا اور پورے مجمع میں آپ کے تاثر آمیز وعظ سے ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اس وقت خراساں کے عالم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ میرا علم اس شیخ سے کہیں زائد ہے لیکن جو مقبولیت اس کو حاصل ہے وہ مجھے تمام علوم پر دسترس کے باوجود بھی حاصل نہیں۔ اس وقت آپ نے اپنی صفائے باطنی کے ذریعہ اس کی نیت کو بھانپ کر اجتماع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قندیل کی طرف دیکھو کیونکہ آج قندیل کا تیل اور پانی آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ پانی کا قول ہے کہ خدا نے مجھے ہر شے پر فوقیت عطا کی ہے۔ کیونکہ اگر میرا وجود نہ ہوتا تو لوگ شدید پیاس سے مرجایا کرتے اور مرتبہ تجھے حاصل نہیں اس کے باوجود تو میرے اوپر آجاتا ہے اس کے جواب میں تیل نے کہا میں منکسر المزاج ہوں اور تجھے غرور و تکبر ہے کیونکہ میرا تخم پہلے زمین میں ڈالا گیا پھر پودا نکلنے کے بعد کاٹ اور کوٹ کر مجھے کھولھو میں پیلا گیا اس کے بعد میں نے خود

کو جلا جلا کر دنیا کو روشنی عطا کی اور جس قدر اذیتیں مجھ کو پہنچائی گئیں میں نے ان سب کو نظر انداز کر دیا۔ جس کے بعد آپ نے وعظ ختم کر دیا۔ اور وہ خراسانی عالم آپ کے مفہوم کو سمجھ کر قدموں میں گر پڑا اور ہمیشہ کے لئے کا تائب ہو گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے یہ تصور ہو گیا کہ دوسروں سے صدقات لے کر مجھے فقراء پر خرچ نہ کرنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جائے جس کا قیامت میں مجھ کو جواب دینا پڑا۔ اس خیال کے تحت میں نے تمام فقراء سے کہہ دیا کہ اپنے اپنے گھر جا کر خدا کو یاد کرتے رہو۔ لیکن اسی شب میں نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ اس لین دین سے تجھے خوف زدہ نہ ہونا چاہئے۔

دوران وعظ دو افراد اس خیال سے حاضر ہوئے کہ آپ سے یہ دعا کرائیں گے کہ ہمیں دنیاوی عیش و راحت میسر آ جائے۔ لیکن آپ نے ان دونوں کو دیکھتے ہی فرمایا کہ لوگوں کو چاہئے کہ مجھ سے صرف خدا کے واسطے ملاقات کے لئے حاضر ہوا کریں۔ دنیا کی طلب لے کر میرے پاس نہ آئیں کیونکہ اس نیت سے میرے پاس آنے والوں کو کسی قسم کا ثواب حاصل نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی پر مکمل طور سے عمل پیرا ہوں۔ اس وقت قاضی طاہر بھی شریک وعظ تھے' انہیں خیال ہوا کہ شادی نہ کرنا بھی تو حکم الٰہی کے خلاف ہے۔ اور آپ نے شادی نہیں کی ہے۔ پھر یہ دعویٰ آپ کا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ چنانچہ آپ نے انہیں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نکاح سے معاف کر دیا پھر فرمایا کہ جس وقت میں جنگل میں مصروف عبادت ہو کر سجدے سے سبحان ربی لاعلیٰ کہتا ہوں تو ہر ذرہ میرے ساتھ تسبیح کرتا رہتا ہے۔

ایک یہودی مسلمان خود کو مسلمان ظاہر کر کے آپ کے یہاں مقیم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہیں اس کا فریب آپ پر ظاہر نہ ہو جائے مسجد کے ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ اور آپ روزانہ اس کے لئے کھانا بھجوا دیا کرتے' لیکن چند روز قیام کے بعد جب اس نے رخصت کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ اے یہودی تجھے یہ جگہ پسند نہیں آئی؟ اس نے پوچھا کہ آپ کو میرے یہودی ہونے کا علم کیسے ہو گیا اور جانتے بوجھتے آپ نے میری خاطر مدارت کیوں کی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں مسلم و کافر دونوں کو رزق پہنچاتا رہتا ہے۔

ایک مرتبہ وزیر کا مصاحب میر ابو الفضل شرابی آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا شراب نوشی سے توبہ کر لے۔ اس نے جواب دیا کہ میں ضرور تائب ہو جاتا۔ لیکن جب وزیر کی

مجلس میں دور جام چلتا ہے تو مجبوراً مجھ کو بھی پینی پڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس کی محفل میں تجھے شراب نوشی پر مجبور کیا جائے تو اس وقت میرا تصور کر لیا کرو۔ چنانچہ جب وہ توبہ کر کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ تمام جام سبو شکستہ پڑے ہیں۔ اور شراب زمین پر بہہ رہی ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا اور وزیر کے پوچھنے پر واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے بعد سے وزیر نے کبھی شراب نوشی پر مجبور نہیں کیا۔

ایک شخص اپنے لڑکے سمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس پہنچ کر توبہ کرنے والا اگر توبہ شکنی کرے گا تو اس کو دنیا میں بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن ان دونوں نے چند ہی یوم کے بعد توبہ شکنی کا ارتکاب کر لیا۔ اور اس کی سزا میں دونوں آگ میں جل کر مر گئے۔

ایک پرندہ کہیں سے آکر آپ کے ہاتھ پر بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مجھ سے خوفزدہ نہیں، پھر ایک مرتبہ ہرن آپ کے نزدیک آکر کھڑا ہو گیا تو آپ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے ملاقات کرنے آیا ہے اس کے بعد خادم کو حکم دیا کہ اسی جنگل میں چھوڑ کر آؤ۔

اقوال و ارشادات :ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو اپنے پاکیزہ و حلال لباس کو حرام رنگ سے رنگ لیتا ہے۔ یعنی نیل سے رنگتا ہے۔ حالانکہ اس وقت آپ خود بھی نیلی چادر میں ملبوس تھے۔ لیکن فرمایا کہ یہ چادر حلال نیل سے رنگی ہوئی ہے۔ اور یہ میرے پاس کرمان سے آئی ہے۔ فرمایا کہ خورد و نوش کے معاملہ میں جو اپنا محاسبہ نہیں کرتا اس کی مثال جانوروں جیسی ہے۔ فرمایا کہ دنیا کو چھوڑ کر ذکر الٰہی کرتے رہو۔ فرمایا کہ نور الٰہی حصول بصیرت کا ذریعہ ہے کیونکہ نور و آخرت دونوں ہی غیب سے متعلق ہیں اور غیب کا مشاہدہ غیب سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ عارف کے لئے کمترین عذاب یہ ہے کہ اس سے ذکر الٰہی کی حلاوت سلب کر لی جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اہل دنیا تو انسان کے ظاہری اعتقاد کو دیکھ کر اس کو معیوب قرار دیتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ باطنی عیوب سے معیوب قرار دیتا ہے۔ فرمایا کہ دنیا کی تمام اشیاء کو چھوڑ کر خدا کی جانب رجوع رہو کیونکہ دین و دنیا میں اس کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔ فرمایا کہ گازرون میں چند مسلمانوں کے سوا سب آتش پرست ہیں۔ لیکن ایک دن وہ آئے گا کہ معاملہ اس کے برعکس ہو گا۔ چنانچہ اس قول کے بعد ۲۴ ہزار آتش پرستوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی فرمایا کہ جوانمرد وہی ہے جو لیتا اور دیتا رہے۔ اور نیم مردوہ ہے جو لیتا نہ ہو بلکہ دیتا ہو اور نامرد وہ ہے جو نہ لیتا ہو اور نہ دیتا ہو۔ فرمایا کہ میں

نے خواب میں دیکھا کہ میری مسجد سے لے کر آسمان تک ایک ایسی سیڑھی لگی ہوئی ہے اور لوگ اس پر چڑھ کر آسمان تک پہنچ جاتے ہیں- اور خدا نے اس جگہ کو وہ عظمت بخشی ہے کہ یہاں کی زیارت کرنے والا دینی و دینوی مقاصد میں کامیاب ہوتا ہے- فرمایا کہ دیناوی مصائب پر صبر کرنے والا آخرت میں اس کا صلہ پاتا ہے- فرمایا کہ اگر تم پہلے لوگوں جیسا بننا چاہتے ہو تو اس بات کی کوشش کرو کہ تم ان جیسے نہیں بن سکتے تو کم از کم ان کے احباب میں شامل ہو جاؤ- فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہر بندے کو اپنی عطا سے نوازا ہے- لیکن مجھے لذت مناجات عطا ہوئی ہے- اسی طرح خدا نے ہر بندے کو کسی نہ کسی شے کا انس عطا کیا ہے لیکن مجھ کو صرف اپنی محبت سے نوازا ہے- فرمایا کہ مسلمان کو چاہئے کہ رات میں اٹھ کو وضو کر کے چار رکعت نماز ادا کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم دو ہی رکعت پڑھے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے- تو بیدار ہو کر کلمہ شہادت پڑھے-

چند افراد آپ کی خانقاہ کے سامنے سے شیر کو پکڑ کر لے جا رہے تھے تو آپ نے شیر سے پوچھا کہ تجھے کس جرم میں گرفتار کیا گیا- لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگ اپنی چال پر اعتماد نہ کرو کیونکہ ابلیس کا دام فریب ہر جگہ پھیلا ہوا- اور کثرت کے ساتھ شیران طریقت اس کے دام میں گرفتار ہیں- اس وقت آپ کے کہنے کا اندازہ اس قدر تاثر آمیز تھا کہ حاضرین پر بہت دیر تک رقت طاری رہی- فرمایا کہ اللہ اگر تو مجھ کو قیامت میں بخشش کے قابل سمجھتا ہے تو میرے ہمراہ میرے تمام احباب کی بھی بخشش فرما دینا تاکہ سب مل کر خوشیاں منائیں اور اگر میں مغفرت کا سزاوار نہ ہوں تو پھر مجھے جہنم کے اس راستہ سے بھیجنا کہ دوسرے مجھے نہ دیکھ سکیں- اور میرے معاندین خوش نہ ہوں- فرمایا کہ شہوانی جذبات پر غلبہ نہ پانے والوں کیلئے نکاح کرنا بہت ضروری ہے- تاکہ فتنہ سے محفوظ رہ سکیں- اور اگر میرے نزدیک عورت و دیوار میں کوئی فرق نہ ہوتا تو میں بھی ضرور نکاح کر لیتا- لیکن میرے کیفیت تو دریا میں ڈوبتے ہوئے اس شخص جیسی ہے جس کو کبھی خلاصی کی امید ہو اور کبھی غرق ہونے کا خطرہ- فرمایا کہ انس الٰہی اور مناجات سے لذت حاصل نہ کرنے والا موت کے وقت سب سے زائد بد نصیب ہوتا ہے- لیکن سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہے جو خدا کا انس اور مناجات حاصل کر کے دنیا سے رخصت ہو- فرمایا کہ دنیاوی بادشاہ سے بغاوت کرنے والے کا مال و اسباب ضبط کر لیا جاتا ہے- اور بزرگوں کی مخالفت کرنے والوں کا دین اللہ تعالیٰ تباہ کر دیتا ہے- فرمایا کہ بندہ خوفزدہ کیوں نہ ہو جب کہ ایک طرف نفس و شیطان ہے اور دوسری جانب سلطان اور ان دونوں کے مابین بندہ عاجز و مجبور ہے فرمایا کہ خوشامدی لوگوں سے کنارہ کش رہو- اس لئے کہ ان سے مصائب و فتنوں کا ظہور ہوتا ہے- فرمایا کہ اللہ کی راہ میں تھیلی کا منہ کھول دینے والے کے لئے

خدا تعالیٰ جنت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عام بندوں پر عذاب اور خاص بندوں پر عتاب نازل کرتا ہے۔ اور جس وقت تک عتاب باقی رہتا ہے۔ محبت بھی باقی رہتی ہے۔ فرمایا کہ چار طرح کے لوگوں کے سامنے خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے۔ اول اہل و عیال' دوم مریض' سوم صوفیاء' چہارم بادشاہ۔

جو لوگ حصول طریقت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے فرماتے کہ فقر تو تصوف بہت سخت کام ہے کیونکہ اس میں سب سے پہلے بھوک و پیاس اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور لوگ صوفی و درویش کو گداگر کہتے ہیں۔ لہٰذا تم ان تمام چیزوں کے لئے تیار ہو۔ تب تو درویشی کا قصد کرو ورنہ اپنے ارادے سے باز رہو اور ہر ممکن طریقے سے ذکر الٰہی میں مشغول رہو۔ بس یہی عبادت تمہارے لئے بہت کافی ہے۔ فرمایا کہ کسی کے ساتھ برائی کرنے سے خائف رہو کیونکہ کسی سے برائی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ ایسا شخص مسلط کر دیتا ہے کہ وہ اس سے برائی کرنے کا بدلہ لیتا رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے "اگر تم دوسرے کے ساتھ نیکی کرتے ہو تو حقیقت میں وہی نیکی ہے اور اگر تم دوسرے کے ساتھ برائی کرتے ہو تو وہ برائی حقیقت میں اپنے ہی نفس کے ساتھ کرتے ہو" فرمایا کہ خدا کے خزانے میں ایک ایسی شراب ہے جو ہر صبح اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو پلاتا ہے اور وہ ہر قسم کے کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا کا محبوب کبھی دنیا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔

آپ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ بوڑھے اور بچے سب ہی آپ کی زیارت کے شوق میں جمع ہو گئے اور جب لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ ان بچوں کو آپ کے مراتب کا علم کیسے ہو گیا' آپ نے جواب دیا کہ یہ سب مجھ سے اس لئے واقف ہیں کہ جب رات کو یہ سب سو جاتے ہیں تو میں کھڑا ہو کر ان کی فلاح و بہبود کی دعائیں کرتا ہوں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجاہدات کی انتہا یہ ہے کہ اپنی تمام تر سعی و مشقت اس کے سپرد کر دیں جو ہر قسم کی سعی و مشقت سے پاک ہے۔ یعنی اپنے تمام امور خدا کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ اگر بادشاہ یا وزیر آپ کو اس یقین دہانی کے بعد کہ یہ کسب حلال ہے کچھ دینا چاہئے تو کیا آپ قبول کر لیں گے۔ فرمایا کہ میں اس لئے کبھی قبول نہیں کر سکتا کہ ان لوگوں نے اپنی مصلحت کو ترک کر دیا ہے اور ترک مصلحت کرنے والے اپنے جرم کی پاداش میں دنیا میں ہی ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں ان کی کسی شے کو قبول کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

آپ نے فرمایا' ہر لمحہ علوم شریعت حاصل کرتے رہو کیونکہ اہل طریقت و حقیقت کو حال

میں بھی علم سے مفر نہیں اور اور جب علم حاصل کرلو تو ریا سے پرہیز کرو اور اپنے علم کو مخلوق سے پوشیدہ نہ رکھو اور اپنے علم پر عمل پیرا ہو کر رضائے حق کے متلاشی رہو کیونکہ بے عمل عالم مثال بے روح کے جسم جیسی ہوتی ہے اور علم کا حصول دنیا کا ذریعہ بھی نہ بناؤ۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ "عمل آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے سے عزت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا نام اہل جنہم میں درج کر لیا ہے۔" اور یہ بھی یاد رکھو کہ امور دنیاوی سے آخرت طلب کرنے ——————— کا آخرت میں کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔ اور حصول علم کے بعد رزق حلال حاصل کرنے سے بہتر اور کوئی شے نہیں کیونکہ رزق حلال طلب نہ کرنے والے کا کوئی عمل اور دعا قبول نہیں ہوتی اور اگر تم نے ان سب باتوں پر عمل کر لیا تو پھر خدا کے لئے اپنی زندگی وقف کر دو۔

وفات :انتقال کے وقت آپ نے مریدن سے فرمایا کہ میں بہت جلد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اس لئے تمہیں چار نصیحتیں کرتا ہوں۔ انہیں سن کر عمل پیرا رہنا۔ اول یہ کہ میرے بعد میرے جانشین کی اطاعت کرنا' دوئم صبح کو روزانہ تلاوت قرآن پاک کرتے رہنا۔ سوم یہ کہ مسافر کی اچھی طرح مدارت کرنا' چہارم یہ کہ باہم پیار و محبت سے رہنا۔

آپ نے اپنے تمام ارادت مندوں کے نام درج رجسٹر کر لئے تھے اور آخری وقت یہ وصیت فرمائی کہ اس رجسٹر کو میری قبر میں رکھ دینا۔ چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کر کے رجسٹر قبر میں رکھ دیا گیا۔

انتقال کے بعد خواب میں کسی نے دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے معمولی بخشش تو یہ فرمائی کہ میرے رجسٹر میں درج شدہ تمام مریدین کی مغفرت فرما دی۔ آپ ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ اللہ جو میرے پاس اپنی کوئی حاجت لے کر آئے اس کی مراد پوری فرما دے۔

باب نمبر ⟵ 77

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ طریقت و حقیقت کا سرچشمہ فیوض و معرفت کا منبع و مخزن تھے اور آپ کی

عظمت و بزرگی مسلمہ تھی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور یہ تھا کہ سال میں ایک مرتبہ مزارات شہداء کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور جب خرقان پہنچتے تو فضا میں منہ اوپر اٹھا کر سانس کھینچتے جیسے کوئی خوشبو سونگھنے کے لئے کھینچتا ہے۔ ایک مرتبہ مریدین نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی خوشبو سونگھتے ہیں ہمیں تو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سرزمین خرقان سے ایک مرد حق کی خوشبو آتی ہے۔ جس کی کنیت ابوالحسن اور نام علی ہے۔ اور وہ کاشتکاری کے ذریعہ اپنے اہل و عیال کی رزق حلال سے پرورش کرے گا۔ اور مجھ سے مرتبہ میں تین گنا ہو گا۔

حالات : بیس سال تک آپ کا یہ معمول رہا کہ خرقان سے بعد نماز عشاء حضرت بایزید کے مزار پر پہنچ کر یہ دعا کرتے کہ اللہ جو مرتبہ تو نے بایزید کو عطا کیا وہی مجھے بھی عطا فرمادے۔ اس دعا کے بعد خرقان واپس آکر نماز فجر ادا کرتے اور آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ بسطام سے اس نیت کے ساتھ الٹے پاؤں واپس ہوتے کہ کہیں حضرت بایزید کے مزار کی بے ادبی نہ ہو جائے پھر بارہ سال اپنے معمول پر قائم رہنے کے بعد حضرت بایزید کی قبر سے یہ آواز سنی کہ اے ابوالحسن اب تیرا بھی دور آ گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تو قطعی امی ہونے کی وجہ سے علوم شرعیہ سے ناواقف ہوں۔ اس لئے میری ہمت افزائی فرمایئے۔ ندا آئی کہ مجھے جو کچھ مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ صرف تمہاری ہی بدولت حاصل ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ تو مجھ سے انتالیس سال قبل دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ندا آئی کہ یہ قول تو تمہارا درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس وقت بھی میں سرزمین خرقان سے گذرتا تھا تو اس سرزمین پر آسمان تک ایک نور ہی نور نظر آتا تھا اور میں اپنی ایک ضرورت کے تحت تیس سال تک دعا کرتا رہا لیکن قبول نہیں ہوئی اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا کہ تو اس نور کو ہماری بارگاہ میں شفیع بنا کر پیش کرے تو تیری دعا قبول کر لی جائے گی۔ چنانچہ س حکم پر عمل ہونے سے دعا قبول ہو گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد جب آپ خرقان واپس ہوئے تو صرف ۲۴ یوم میں مکمل قرآن ختم کر لیا۔ لیکن بعض روایات میں ہے کہ حضرت بایزید کے مزار سے ندا آئی کہ سورۃ فاتحہ شروع کرو اور جب آپ نے شروع کی تو خرقان پہنچنے تک پورا قرآن ختم کر لیا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے باغ کی کھدائی کر رہے تھے تو وہاں سے چاندی برآمد ہوئی تو آپ نے اس جگہ کو بند کر کے دوسری جگہ سے کھدائی شروع کی تو وہاں سے سونا برآمد ہوا پھر تیسری جگہ سے مروارید اور چوتھی جگہ سے جواہرات برآمد ہوئے۔ لیکن آپ نے کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا اور فرمایا کہ ابوالحسن ان چیزوں پر فریفتہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کیا اگر دین و دنیا دونوں بھی مہیا ہو جائیں۔ جب بھی وہ انحراف نہیں کر سکتا۔ ہل چلاتے وقت جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ بیلوں کو چھوڑ کر نماز ادا

کرتے اور جب نماز پڑھ کر کھیت پر پہنچتے تو زمین تیار ملتی۔

ایک دفعہ شیخ المشائخ حضرت ابو العمر ابو عباس نے، آپ سے کہا کہ چلو میں اور تم درخت پر چڑھ کر چھلانگ لگائیں۔ آپ نے فرمایا کہ چلئے میں اور آپ فردوس و جہنم سے بے نیاز ہو کر اور خدا تعالیٰ کا دست کرم پکڑ کر چھلانگ لگائیں۔ پھر ایک مرتبہ شیخ المشائخ نے پانی میں ہاتھ ڈال کر زندہ پکڑ کر مچھلی آپ کے سامنے رکھ دی۔ اس کے جواب میں اپ نے تنور میں ہاتھ ڈال کر زندہ مچھلی آپ کے سامنے پیش کرتے کرتے ہوئے فرمایا کہ آگے میں سے زندہ مچھلی پکڑ کر نکالنا پانی میں سے مچھلی نکالنے سے کہیں زیادہ معنی خیز ہے پھر ایک دن شیخ المشائخ نے کہا کہ چلو ہم دونوں تنور میں کود جائیں۔ پھر دیکھیں زندہ کون نکلتا ہے۔۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں دونوں اپنی نیستی میں غوطہ لگا کر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی سے کون باہر آتا ہے۔ یہ سن کر شیخ المشائخ نے سکوت اختیار کر لیا۔

شیخ المشائخ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ابو الحسن کے خوف کی وجہ سے مجھے بیس سال تک نیند نہیں آئی اور جس مقام پر میں پہنچا ہوں انہیں اپنے سے چار قدم آگے ہی پاتا ہوں۔ اور دس مرتبہ اس کی کوشش کی کہ کس طرح میں ان سے قبل حضرت بایزید کے مزار پر پہنچ جاؤں لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ خدا نے ان کو وہ طاقت عطا کی ہے۔ کہ تین میل کا راستہ لمحہ بھر میں سے بھر میں طے کر کے .سطام پہنچ جاتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنی چار انگلیاں پکڑ کر ایک انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جو اس حدیث کا طالب ہے۔ اس کا قبلہ یہی ہے۔ اور جب یہ مقولہ شیخ المشائخ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے عبرت کے طور پر فرمایا کہ دوسرا قبلہ ظاہر ہو جانے کے بعد ہم قدیم قبلہ بند کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی سال حج کا راستہ بند کر دیا گیا اور جو لوگ سفر حج پر روانہ ہو چکے تھے ان میں سے کچھ واپس آ گئے اور کچھ کا انتقال ہو گیا۔ اور جب لوگوں نے پوچھا کہ حضرت شیخ المشائخ اتنے افراد کی موت کا ذمہ دار کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب ہاتھ زمین پر اپنا پہلو رگڑتا ہے تو مچھروں کی ہلاکت لازمی ہے۔

ایک مرتبہ کوئی جماعت کسی مخدوش راستے پر سفر کرنا چاہتی تھی۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی دعا بتا دیجئے جس کی وجہ سے ہم راستے کے مصائب سے محفوظ رہ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مصیبت پیش آئے تو مجھے یاد کر لینا۔ لیکن لوگوں نے آپ کے اس قول پر کوئی توجہ نہ کی۔ اور اپنا سفر شروع کر دیا۔ لیکن راستے میں ڈاکوؤں نے گھیر لیا تو ایک شخص جس کے پاس مال و اسباب بہت زیادہ تھا۔ جب ڈاکو اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے صدق دلی سے آپ کا نام لیا۔ جس کے نتیجے میں مال و اسباب سمت لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکوؤں

کو بہت تعجب ہوا مگر جن لوگوں نے آپ کو یاد نہیں کیا تھا۔ وہ سب لوٹ لئے گئے۔ پھر ڈاکوؤں کی واپسی کے بعد وہ شخص سب کی نظروں کے سامنے آگیا۔ اور جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے سچے دل سے شیخ کو یاد کیا تھا۔ اور خدا نے اپنی قدرت سے مجھے سب کی نگاہوں سے پوشیدہ فرما دیا۔ اس واقعہ کے بعد جب وہ جماعت خرقان واپس آئی تو حضرت ابوالحسن سے عرض کیا کہ ہم صدق دل سے خدا کو یاد کرتے رہے اور ہمارا مال لوٹ لیا گیا۔ لیکن جس شخص نے آپ کو یاد کیا وہ بچ گیا اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ خدا کو زبانی طور پر یاد کرتے تھے۔ اور ابوالحسن نے خلوص قلب سے خدا کو یاد کیا۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ تم ابوالحسن کو یاد کر لیا کرو۔ کیونکہ ابوالحسن تمہارے لئے خدا کو یاد کرتا ہے۔ اور خدا کو صرف زبانی یاد کرنا بے سود ہوتا ہے۔

کسی مرید نے آپ سے کوہ لبنان پر جا کر قطب العالم سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی۔ اور جب وہ کوہ لبنان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے تمام لوگ کسی کے منتظر ہیں۔ اس شخص نے جب ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہیں کس کا انتظار ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہاں پنجوقتہ نماز پڑھانے کے لئے قطب العالم تشریف لاتے ہیں۔ ہمیں ان کا انتظار ہے۔ یہ سن کر اس شخص کو بے حد مسرت ہوئی کہ بہت جلدی قطب العالم سے ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ کچھ ہی دیر کے بعد لوگوں نے صف قائم کر لی اور نماز جنازہ شروع کی گئی لیکن جب اس شخص نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ نماز جنازہ کے امام خود اس کے مرشد ابوالحسن ہیں تو دیکھ کر وہ مارے خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ اور ہوش میں آنے کے بعد دیکھا کہ لوگ تو جنازے کو دفنا چکے ہیں۔ اور آپ کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پھر اس مرید نے اطمینان قلبی کے لئے لوگوں سے پوچھا کہ امام صاحب کا نام کیا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ یہی تو قطب العالم حضرت ابوالحسن خرقانی تھے۔ اور اب نماز کے وقت پھر یہاں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ وہ مرید انتظار میں رہا اور جب آپ نماز پڑھ چکے تو اس نے بڑھ کر سلام کر کے دامن تھام لیا۔ لیکن شدت خوف کی وجہ سے اس کی زبان سے ایک جملہ تک نہ نکل سکا۔ آپ نے اس کو اپنے ہمراہ لے جاتے ہوئے فرمایا کہ تو نے یہاں جو کچھ دیکھا اس کو کبھی زبان پر مت لانا کیونکہ میں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ مجھ کو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے ہوئے مخلوق کو میرے مراتب سے آگاہ نہ فرمائے سوائے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے جو مرنے کے بعد بھی حیات ہیں۔

ایک مرتبہ آپ سے عراق جا کر درس حدیث میں شرکت کی اجازت طلب کی تو آپ نے

پوچھا کہ کیا یہاں کوئی درس حدیث دینے والا نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہاں تو کوئی مشہور محدث بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تو میں ہی موجود ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امی ہونے کے باوجود اپنے فضل و کرم سے مجھے تمام علوم پر آگاہی عطا فرمائی ہے۔ اور حدیث تو میں نے خود حضور اکرم ﷺ سے پڑھی ہے۔ لیکن آپ کے اس قول کا اس شخص کو یقین ہی نہ آیا۔ چنانچہ رات کو خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ جوانمرد سچی بات کہتے ہیں۔ اس خواب کے بعد صبح سے اس نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر حدیث کا درس لینا شروع کر دیا۔ اور آپ درس دیتے ہوئے کبھی یہ بھی فرما جاتے کہ یہ حدیث حضور اکرم ﷺ کی نہیں ہے۔ اس شخص نے جب پوچھا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم حدیث پڑھتے ہو تو میں حضور اکرم ﷺ کے مشاہدے میں مشغول رہتا ہوں۔ اور جو صحیح حدیث ہوتی ہے۔ اس کو پڑھتے وقت حضور ﷺ کی پیشانی پر مسرت کی جھلک ہوتی ہے۔ لیکن جو حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ اس پر آپ کی پیشانی شکن آلود ہو جاتی ہے۔ جس سے مجھے اندازہ ہو جاتا ہے۔ کہ صحیح حدیث کون سی ہے۔

حضرت عبداللہ انصاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک جرم میں گرفتار کر کے پابجولاں بلخ کی جانب لے چلے اور میں راستہ بھر یہ سوچتا رہا کہ میرے پاؤں سے کیا گناہ سرزد ہو گیا کہ جس کی پاداش میں زنجیر سے جکڑا گیا ہے اور جب میں بلخ پہنچا تو دیکھا کہ عوام چھتوں پر چڑھے ہوئے مجھے پتھروں سے مارنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ اس وقت مجھے الہام ہوا کہ تو نے فلاں دن حضرت ابوالحسن کا مصلی بچھاتے ہوئے اس پر پاؤں رکھ دیا تھا۔ اور یہ اسی کی سزا ہے۔ چنانچہ میں نے اسی وقت توبہ کی کہ جس کے نتیجہ میں لوگ ہاتھوں میں پتھر لئے کھڑے رہے اور کسی کو مارنے کی جرات نہ ہوئی اور زنجیریں خود بخود ٹوٹ گئیں اور حاکم نے میری رہائی کا حکم دے دیا۔

حضرت شیخ ابو سعید اپنے مریدین کے ہمراہ آپ کے یہاں مہمان ہوئے۔ تو اس وقت گھر میں چند ٹکیوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ لیکن آپ نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ ان ٹکیوں پر ایک چادر ڈھانپ دو اور بقدر ضرورت مہمانوں کے سامنے نکال نکال کر رکھتی جاؤ۔ چنانچہ اس عمل سے تمام مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ لیکن ایک روایت میں یہ ہے کہ اس وقت دستر خوان پر بہت سے مہمان تھے اور خدام چادر کے نیچے سے روٹیاں لا لا کر رکھتا جاتا تھا۔ اور آپ کی کرامت سے چادر میں ایسی برکت ہو گئی تھی کہ مسلسل روٹیاں نکلتی جا رہی تھیں۔ حالانکہ اس میں صرف چند ٹکیاں تھیں۔ لیکن جب خادم نے آزمانے کے لئے چادر اٹھا کر دیکھا تو اس میں ایک روٹی بھی نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے بہت برا کیا اگر تو چادر نہ اٹھاتا تو قیامت تک روٹیاں نکلتی رہتیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر جب حضرت ابو سعید نے سماع کی فرمائش کی تو اس کے باوجود کہ آپ نے کبھی سماع نہیں سنا تھا۔ از روئے مہمان نوازی کی اجازت دے دی اور جب قوال چٹکیاں بجا کر اشعار پڑھ رہے تھے تو حضرت ابو سعید سے کہا کہ اب کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اور تین مرتبہ اپنی آستین جھٹک کر اتنی زور سے زمین پر پاؤں مارے کہ خانقاء کی دیواریں تک ہل گئیں اور حضرت ابو سعید نے گھبرا کر عرض کیا کہ بس کیجئے کیونکہ مکان گر جانے کا خطرہ ہو گیا ہے اور زمین و آسمان آپ کے ساتھ وجد کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ سماع صرف اسی کے لئے جائز ہے جس کو آسمان سے عرش تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک کشادگی نظر آتی ہوئی اور اس سے تمام حجابات ختم کر دیئے گئے ہوں۔ پھر فرمایا لوگوں سے مخاطب ہو کر کہ اگر تم سے کوئی جماعت یہ سوال کرے کہ تم لوگ اس طرح رقص کیوں کرتے ہو تو جواب دینا کہ گذشتہ بزرگوں کی اتباع میں جن کے ابو الحسن جیسے مراتب تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو سعید اور حضرت ابو الحسن دونوں نے اپنے قبض و بسط کے احوال کو باہمی تبدیل کرنے کا قصد کیا تو دونوں بزرگ ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے جس کے بعد اچانک دونوں کی حالت تبدیل ہو گئی۔ اور حضرت ابو سعید گھر جا کر رات بھر زانو پر سر رکھے ہوئے روتے رہے۔ اور ادھر حضرت ابو الحسن رات بھر عالم وجد میں نعرے لگاتے رہے۔ صبح کو حضرت سعید نے آ کر عرض کیا کہ میرا خرقہ مجھے واپس دے دیجئے کیونکہ مجھ میں غم والم برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ اس کے بعد دونوں آپس میں بغل گیر ہو گئے اور دونوں اپنی پہلی سی حالت پر آ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابو سعید میدان حشر میں تم مجھ سے پہلے مت آنا کیوں کہ تمہارے اندر شور قیامت برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے اور میں جب وہاں پہنچ کر شور کو بند کر دوں اس وقت تم پہنچ جانا۔ حضرت منصف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابو الحسن شور قیامت کو کس طرح بند کر سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک کافر کو یہ قوت عطا کر دی تھی۔ کہ وہ پہاڑ کو چار میل کے فاصلہ پر تھا۔ حضرت موسیٰ کے اوپر اٹھا کر پھینک دینا چاہتا تھا۔ تو پھر یہ کسطرح غیر ممکن ہے کہ ایک مومن کو وہ اتنی بڑی طاقت عطا فرما دے کہ وہ شور قیامت کو ختم کر دے۔ پھر جب حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے رخصت ہوتے وقت احتراماً" آپ کی چوکھٹ کو بوسہ دیا جس کا یہ مطلب تھا کہ آپ کے ہم پلہ نہیں ہوں۔ اور آستان بوسی کو اپنے لئے فخر تصور کرتا ہوں۔ پھر حضرت ابو سعید نے لوگوں سے کہا کہ آپ کی چوکھٹ کے پتھر کو اٹھا کر احترام کے طور پر محراب میں نصب کر دیں۔ لیکن پتھر نصب کرنے کے بعد جب صبح کو دیکھا گیا تو وہ پتھر پھر اپنی جگہ

پہنچ چکا تھا۔ اور مسلسل تین یوم تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ کہ رات کو پتھر محراب میں نصب کر دیا جاتا اور صبح کو پھر آپ کی چوکھٹ پر نصب ہو جاتا لہٰذا آپ نے حکم دیا کہ اس کو یہیں رہنے دو۔ اور ابو سعید کے احترام کی نیت سے آپ نے خانقاہ کے اس دروازے کو بند کر کے آمد و رفت کے لئے دوسرا دروازہ کھول دیا۔

ایک دن آپ نے حضرت ابو سعید سے فرمایا کہ آج میں نے تمہیں موجودہ دور کا ولی مقرر کر دیا کیونکہ عرصہ دراز سے میں یہ دعا کیا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسا فرزند عطا فرمادے جو میرا ہمراز بن سکے اور اب میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے تم جیسا شخص عطا کر دیا۔ حضرت ابو سعید نے کبھی آپ کے سامنے لب کشائی نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ شیخ کے بالمواجہ بات نہ کرنا ہی دخل ثواب ہے کیوں کہ سمندر کے مقابلے میں ندیوں کو کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ پھر بتایا کہ خرقان آنے کے وقت میں ایک پتھر کی طرح تھا۔ لیکن آپ کی توجہ نے مجھے گوہر آبدار بنا دیا۔

حضرت ابو سعید ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے۔ جس میں حضرت ابوالحسن کے صاحبزادے بھی موجود تھے۔ اس وقت ابو سعید نے فرمایا کہ خودی سے نجات پا جانے والے ایسے ہوتے ہیں۔ جیسے بچہ شکم مادر سے پاک صاف نکلتا ہے۔ اور وہ لوگ ایسے ہو گئے جس طرح عالم ارواح سے عالم خاکی میں گناہوں سے پاک آتے ہیں۔ پھر آپ نے صاحبزادے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم ان لوگوں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کے صاحبزادے کے والد بزرگوار بھی شامل ہیں۔

ابوالقاسم قشیری کا یہ مقولہ تھا کہ آنے کے وقت مجھ پر حضرت ابوالحسن کا خوف اس درجہ طاری تھا کہ بات کرنے کی بھی سکت نہ تھی۔ جس کی وجہ سے مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ شاید مجھے ولایت کے مقام سے معزول کر دیا گیا ہے جب شیخ بو علی سینا آپ کی شہرت سے متاثر ہو کر بغرض ملاقات خرقان میں آپ کے گھر پہنچے اور آپ کی بیوی سے پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں۔ تو بیوی نے جواب دیا کہ تم ایک زندیق و کاذب کو شیخ کہتے ہو۔ مجھے نہیں معلوم شیخ کہاں ہے۔ البتہ میرے شوہر تو جنگل سے لکڑیاں لانے گئے ہیں۔ یہ سن کر شیخ بو علی سینا کا خیال ہوا کہ جب آپ کی بیوی ہی اس قسم کی گستاخی کرتی ہے تو نہ معلوم آپ کا کیا مرتبہ ہے گو میں نے آپ کی تعریف بہت سنی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ بہت ادنیٰ درجہ کے انسان ہیں۔ پھر جب آپ کی جستجو میں جنگل کی جانب روانہ ہوئے تو دیکھا کہ آپ شیر کی کمر پر لکڑیاں لادے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ واقعہ دیکھ کر بو علی سینا

کو بہت حیرت ہوئی اور قدم بوس ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے اور آپ کی بیوی آپ کے متعلق بہت بری بری باتیں کہتی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر میں ایسی بکری کا بوجھ برداشت نہ کر سکوں تو پھر یہ شیر میرا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے۔ پھر آپ بو علی سینا کو اپنے گھر لے گئے اور کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد فرمایا کہ اب مجھے اجازت دے دو کیوں کہ میں دیوار تعمیر کرنے کے لئے مٹی بھگو چکا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ دیوار پر جا بیٹھے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ سے بسولی چھوٹ کر زمین پر گر پڑی اور جب بو علی سینا اٹھا کر دینے کے لئے آگے بڑھے تو وہ خود بخود زمین سے اٹھ کر آپ کے ہاتھ میں پہنچ گی۔ یہ کرامت دیکھ کر بو علی سینا آپ کے معتقدین میں شامل ہو گئے۔

ایک مرتبہ وزیر بغداد کے پیٹ میں اچانک ایسا شدید درد اٹھا کہ اطباء نے بھی جواب دے دیا اس وقت لوگوں نے آپ کا جوتا لے جا کر وزیر کے پیٹ پر پھیر دیا اور وہ فوراً صحت یاب ہو گیا۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ اپنا خرقہ مجھے پہنا دیجئے تاکہ میں بھی آپ جیسا بن جاؤں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کوئی عورت مردانہ لباس پہن کر مرد بن سکتی ہے۔ تو انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا جب یہ ممکن نہیں تو پھر تم میرا خرقہ پہن کر کس طرح مجھ جیسے ہو سکتے ہو۔ اس جواب سے وہ بہت نادم ہوا کسی نے آپ سے دعوت الی اللہ دینے کی اجازت چاہی تو اس شخص نے کہا کہ کیا کوئی خود کو بھی دعوت دیتا ہے؟ فرمایا یقیناً اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی دوسرا شخص دعوت دے تو اس کو ناپسند کرو، اس طرح تم خود بھی دعوت دینے والے بن جاؤ گے لیکن دعوت الی اللہ دینے والے نہیں بن سکتے۔

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی نے ایاز سے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ میں تجھے اپنا لباس پہنا کر اپنی جگہ بٹھا دوں گا اور تیرا لباس پہن کر خود غلام کی جگہ لے لوں گا۔ چنانچہ جس وقت سلطان محمود ابوالحسن سے ملاقات کی نیت سے خرقان پہنچا تو قاصد سے یہ کہا کہ حضرت ابوالحسن سے یہ کہہ دینا کہ میں صرف آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں لہٰذا آپ زحمت فرما کر میرے خیمہ تک تشریف لے آئیں۔ اور اگر وہ آنے سے انکار کریں تو یہ آیت تلاوت کر دینا۔ اطیعو اللہ واطیعوالرسول و اولی الامر منکم یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اپنی قوم کے حاکم کی بھی اطاعت کرتے رہو چنانچہ قاصد نے جب آپ کو یہ پیغام پہنچایا تو آپ نے معذرت طلب کی جس پر قاصد نے مذکورہ بالا آیات تلاوت کی۔ آپ نے جواب دیا کہ محمود سے کہہ دینا کہ میں تو اطیعو اللہ میں ایسا غرق ہوں کہ اطیعو الرسول میں بھی ندامت محسوس کرتا ہوں۔ ایسی حالت

میں اولی الامر منکم کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ قول جس وقت قاصد نے محمود غزنوی کو سنایا تو اس نے کہا کہ میں تو انہیں معمولی قسم کا صوفی تصور کرتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ وہ تو بہت ہی کامل بزرگ ہیں۔ لہٰذا ہم خود ہی ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوں گے اور اس وقت محمود نے ایاز کا لباس پہنا اور دس کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر ایاز کو اپنا لباس پہنایا اور خود بطور غلام کے ان دس کنیزوں میں شامل ہو کر ملاقات کرنے کو پہنچ گیا۔ گو آپ نے اس کے سلام کا جواب تو دے دیا۔ لیکن تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوئے۔ اور محمود جو غلام کے لباس میں ملبوس تھا۔ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن ایاز جو شاہانہ لباس میں تھا اس کی جانب قطعی توجہ نہ دی اور جب محمود نے جواب دیا کہ یہ دام فریب تو ایسا نہیں ہے جس میں آپ جیسے شاہباز پھنس سکیں۔ پھر آپ نے محمود کا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ پہلے ان نامحرموں کو باہر نکال دو پھر مجھ سے گفتگو کرنا۔ چنانچہ محمود کے اشارے پر تمام کنیزیں باہر واپس چلی گئیں۔ اور محمود نے آپ سے فرمائش کی کہ حضرت بایزید بسطامی کا کوئی واقعہ بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت بایزید کا قول یہ تھا کہ جس نے میری زیارت کر لی اس کو بدبختی سے نجات حاصل ہو گئی۔ اس پر محمود نے پوچھا کہ کیا ان کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بھی زیادہ بلند تھا۔ اس لئے حضور کو ابوجہل ابولہب جیسے منکرین نے دیکھا پھر بھی ان کی بدبختی دور نہ ہو سکی۔ آپ نے فرمایا کہ اے محمود ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی ولایت میں تصرف نہ کرو کیونکہ حضور اکرم ﷺ کو خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ کے کسی نے نہیں دیکھا جس کی دلیل یہ آیت مبارک ہے۔ و تراھم ینظرون الیک و ھم لا یبصرون یعنی اے نبی ﷺ آپ ان کو دیکھتے ہیں۔ جو آپ کی جانب نظر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ سن کر محمود بہت محظوظ ہوا۔ پھر آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا کہ نواہی سے اجتناب کرتے رہو۔ باجماعت نماز ادا کرتے رہو۔ سخاوت و شفقت کو اپنا شعار بنا لو اور جب محمود نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں خدا سے ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما دے۔ پھر جب محمود نے عرض کیا کہ میرے لئے مخصوص دعا فرمایئے تو آپ نے کہا کہ اے محمود تیری عاقبت محمود ہو۔ اور جب محمود نے اشرفیوں کا ایک توڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے جو کی خشک ٹکیہ اس کے سامنے رکھ کر کہا اس کو کھاؤ۔ چنانچہ محمود نے جب توڑ کر منہ میں رکھا۔ اور دیر تک چبانے کے باوجود بھی حلق سے نہ اترا تو آپ نے فرمایا کہ شاید نوالہ تمہارے حلق میں اٹکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں تو فرمایا تمہاری یہ خواہش ہے کہ اشرفیوں کا یہ توڑا بھی اسی طرح میرے حلق میں اٹک جائے۔ لہٰذا اس کو واپس لے لو کیونکہ میں دنیاوی مال کو طلاق دے چکا ہوں۔ اور محمود کے بے حد اصرار کے باوجود بھی آپ نے اس میں

سے کچھ نہ لیا- پھر محمود نے خواہش کی- کہ مجھ کو بطور تبرک کے کوئی چیز عطا فرمائیے- اس پر آپ نے اس کو اپنا پیراہن دے دیا- پھر محمود نے رخصت ہوتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت آپ کی خانقاہ تو بہت خوبصورت ہے فرمایا کہ خدا نے تمہیں اتنی وسیع سلطنت بخشی ہے- پھر بھی تمہارے اندر طمع باقی ہے- اور اس جھونپڑی کا بھی خواہش مند ہے- یہ سن کر اس کو بے حد ندامت ہوئی اور جب وہ رخصت ہونے لگا تو آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے تو اس نے پوچھا کہ میری آمد کے وقت تو آپ نے تعظیم نہیں کی- پھر اب کیوں کھڑے ہو گئے ہیں- فرمایا کہ اس وقت تمہارے اندر شاہی تکبر موجود تھا- اور میرا امتحان لینے آئے تھے لیکن اب عجز و درویشی کی حالت میں واپس جا رہے ہو اور خورشید فقیر تمہارے پیشانی پر رخشندہ ہے- اس کے بعد محمود رخصت ہو گیا- سومنات پر حملہ کرنے کے وقت جب محمود غزنوی کو غنیم کی بے پناہ قوت کی وجہ سے شکست کا خطرہ ہوا تو اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور آپ کا عطا کردہ پیراہن ہاتھ میں لے کر یہ دعا کی کہ اے خدا اس پیراہن والے کے صدقہ میں مجھے فتح عطا فرما اور جو مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہو گا- وہ سب فقراء کو تقسیم کر دوں گا- چنانچہ اللہ تعالٰی نے اس کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور جب وہ غنیم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تو غنیم اپنے باہمی اختلافات کی بنا پر خود ہی آپس میں لڑنے لگا- جس کی وجہ سے محمود کو مکمل فتح حاصل ہو گئی- اور رات کو محمود نے خواب میں حضرت الحسن کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے محمود تو نے اتنی معمولی شے کے لئے میرے خرقہ کے صدقے میں دعا کی اگر تو اس وقت یہ دعا مانگتا کہ تمام عالم کے کفار اسلام قبول کرلیں اور دنیا سے کفر کا خاتمہ ہو جائے تو یقیناً تیری دعا قبول ہوتی- ایک رات آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ فلاں جنگل میں ایک قافلہ لوٹ کر قزاقوں نے بہت سے افراد کو مجروح کر دیا- لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ اسی شب کسی نے آپ کے صاجزادے کا سر کاٹ کر گھر کی چوکھٹ پر رکھ دیا تھا- اور آپ کو اس کا قطعی علم نہ ہوا- اور جب یہ دونوں واقعات آپ کی بیوی کے علم میں آئے تو اس نے آپ کی ولایت سے انکار کر دیا- اور کہا کہ ایسے شخص کا ذکر ہرگز نہ کرنا چاہئے جس کو دور کی اطلاع تو ہو جائے لیکن گھر کے دروازے کا علم نہ ہو سکے- لیکن آپ نے یہ جواب دیا کہ جس وقت قافلہ لوٹا گیا اس وقت تمام حجابات میرے سامنے سے اٹھا دیئے گئے تھے اور جس وقت لڑکے کو قتل کیا گیا- اس وقت حجابات باقی تھے جس کی وجہ سے مجھے اس قتل کا علم نہ ہو سکا- اور جب آپ کی بیوی نے لڑکے کا سر دروازے پر دیکھا تو شفقت مادری کی وجہ سے بے چین اور روتے پیٹتے ہوئے اپنے بال کاٹ کر لڑکے کے سر پر ڈال دیئے اور انسانی تقاضے کے طور پر حضرت ابوالحسن کو بھی اپنے صاجزادے کے قتل کا رنج ہوا اور آپ نے بھی اپنے داڑھی کے بال

اپنے صاحبزادے پر ڈالتے ہوئے بیوی سے فرمایا کہ یہ بیج ہم تم دونوں نے مل کر بویا تھا۔ اور تم نے اپنے بال کاٹ کر اور میں نے اپنی داڑھی کاٹ کر بال اس کے سر پر ڈال دیئے اس طرح ہم دونوں برابر ہو گئے۔

ایک مرتبہ مریدین سمیت آپ کو سات یوم تک کھانا میسر نہ آسکا۔ تو ساتویں دن ایک آدمی آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر آیا اور آپ کے دروازے پر آواز دی کہ میں یہ چیزیں صوفیاء کے لئے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے مریدین سے فرمایا کہ مجھ میں تو صوفی ہونے کا دعویٰ نہیں۔ اور سب لوگ فاقہ سے بیٹھے رہیں۔

آپ کے ایک اور بھائی تھے لہٰذا اگر آپ رات کو عبادت میں مشغول ہوتے تو دوسرے بھائی پوری رات ماں کی خدمت گزاری کرتے رہتے ایک دن جب دوسرے بھائی کا نمبر ماں کی خدمت کرنے کا تھا تو اس نے آپ سے کہا کہ اگر آپ آج میرے بجائے والدہ کی خدمت میں رہ جائیں تو میں رات بھر عبادت کر لوں۔ چنانچہ آپ نے اجازت دے دی۔ اور خود ماں کی خدمت میں رہے لیکن اسی شب عبادت کی ابتداء کرتے ہی آپ کے بھائی نے یہ غیبی ندا سنی کہ ہم نے تمہارے بھائی کی مغفرت کرنے کے ساتھ تمہیں بھی ان کے طفیل میں بخش دیا۔ یہ سن کر انہیں حیرت ہوئی اور خدا سے عرض کی کہ یا اللہ میں تو تیری عبادت کر رہا ہوں۔ اور وہ ماں کی خدمت گزاری میں ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ میری مغفرت کے بجائے اس کی مغفرت کر کے مجھے اس کا طفیلی بنایا گیا۔ ندا آئی کہ ہمیں تیری عبادت کی حاجت نہیں۔ بلکہ محتاج ماں کی خدمت کرنے والے کی اطاعت ہمارے لئے باعث خوشنودی ہے۔

چالیس سال تک کبھی آپ نے ایک لمحہ بھی آرام نہیں کیا۔ اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔ چالیس سال کے بعد ایک دن مریدین سے فرمایا کہ تکیہ دے دو میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ مریدین کو اس سے بڑی حیرت ہوئی۔ اور پوچھا کہ آج آپ آرام کے خواہاں کیوں ہوئے؟ فرمایا کہ آج میں نے خدا کی بے نیازی و استغنا کا مشاہدہ کر لیا ہے حتیٰ کہ تیس سال تک اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا میرے دل میں کوئی خیال پیدا نہ ہوا۔

ایک دن کوئی صوفی ہوا میں پرواز کرتا ہوا آپ کے سامنے آکر اترا اور کہنے لگا کہ میں اپنے دور کا جنید و شبلی ہوں آپ نے بھی کھڑے ہو زمین پر پاؤں مارتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی خدائے وقت ہوں۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اس قول کا مفہوم بھی وہی ہے جو ہم منصور کے قول اناالحق میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ وہ مقام محویت میں تھے اور اگر محویت میں اولیاء کرام' خلاف شرع

بھی کوئی قول و فعل سرزد ہو تو ان کو برا بھلا نہ کہنا چاہئے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے انی لا جد نفس الرحمن من قبل الیمن یعنی میں رحمن کا نفس یمن کی جانب سے پاتا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن تو نکیرین سے کیوں نہیں ڈرتا آپ نے فرمایا کہ جس طرح جواں مرد اونٹ کی گھنٹی سے خائف نہیں ہوتا اسی طرح میں بھی مردوں سے نہیں ڈرتا۔ پھر ندا آئی کہ تو قیامت سے اور اس کی اذیت سے خوف زدہ کیوں نہیں ہوتا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ جب تو مجھے زمین سے اٹھا کر میدان حشر میں کھڑا کرے گا تو میں ابوالحسنی لباس اتار کر بحر وحدانیت میں غوطہ لگاؤں گا۔ تاکہ وحدانیت کے سوا کچھ باقی نہ رہے اور جب ابوالحسن ہی نہیں ہو گا تو ملائکہ کس پر عذاب کریں گے۔

ایک مرتبہ رات کو نماز میں آپ نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن تیری کیا خواہش ہے کہ تیرے متعلق جو کچھ ہمیں علم ہے اس کو مخلوق پر ظاہر کر دیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اے خدا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ میں تیرے کرم سے مشاہدہ کرتا ہوں اور جس کا مجھے تیری رحمت سے علم ہے اس کو مخلوق پر کھول دوں۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اللہ روح قبض کرنے کے لئے فرشتہ اجل کو میرے پاس نہ بھیجنا کیوں کہ یہ روح نہ تو مجھے فرشتہ اجل نے عطا کی ہے۔ اور نہ میں نے اس کو سپرد کرنے کو تیار ہوں بلکہ یہ روح تیری امانت ہے اور تجھ کو ہی واپس کرنا چاہتا ہوں پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے یہ آواز سنی کہ ایمان کیا شے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ایمان وہی ہے جو تو نے مجھے بخشا ہے۔

پھر فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ ندا آتی ہے کہ تو ہمارا ہے اور ہم تیرے ہیں لیکن میں جواب دیتا ہوں کہ تو قادر مطلق ہے اور میں بندہ عاجز۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت میں عرش کے قریب پہنچا تو ملائکہ نے صف در صف میرا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ ہم کروبیان ہیں اور ایک جماعت نے کہا کہ ہم روحانیاں ہیں لیکن میں نے جواب دیا کہ ہم الہیان ہیں یہ سن کر ملائکہ بہت نادم ہوئے اور مشائخ کو میرے اس جواب سے مسرت حاصل ہوئی۔

ارشادات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کے مدارج اور مغفرت الٰہی کی انتہا مجھے آج تک معلوم نہیں ہو سکی یعنی ان چیزوں کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے قدم عطا کئے جن سے میں عرش سے تحت الثریٰ تک پہنچ گیا اور وہاں سے پھر عرش پر لوٹ آیا۔ لیکن مجھے یہ پتا نہ چل سکا کہ وہ کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ عجیب دراز اور عجیب کوتاہ سفر ہے کہ میں گیا بھی اور سفر بھی کیا لیکن پھر اپنی جگہ موجود ہوں۔ فرمایا کہ میں نے صرف چار ہزار

باتیں خدا سے سنی تھیں اور اگر کہیں دس ہزار قول سن لیتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا اور کیا چیزیں ظہور میں آتیں فرمایا کہ خدا نے مجھے اتنی طاقت عطا کر دی تھی کہ جس وقت میں نے قصد کیا کہ ٹاٹ دیبائے رومی میں تبدیل ہو جائے تو فوراً ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ وہ طاقت آج بھی میرے اندر موجود ہے فرمایا کہ گو میں ان پڑھ ہوں لیکن خدا نے اپنے کرم سے مجھ کو تمام علوم سے بہرہ ور کیا ہے اور میں ان کا شکر گزار ہو کہ اس نے اپنی حقیقت میں مجھے گم کر دیا ہے۔ یعنی ظاہری جسم صرف خیالی ہے کیوں کہ میرا ذاتی وجود ختم ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے وہ درد عطا کیا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی نکل پڑے تو طوفان نوح سے بھی زیادہ طوفان آ جائے۔ فرمایا کہ مرنے کے بعد بھی میں اپنے معتقدین کی نزع کے وقت مدد کروں گا اور جس وقت فرشتہ اجل ان کی روح قبض کرنا چاہے تو میں اپنی قبر میں سے ہاتھ نکال کر ان کے لب و دندان پر لطف الٰہی کا چھینٹا دوں گا تاکہ وہ شدت تکلیف میں خدا سے غافل نہ ہو سکیں۔ فرمایا کہ اے اللہ مجھے وہ شے عطا کر دے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی کو عطا نہ کی گئی ہو۔ کیوں کہ میں جھوٹی چیز بننا پسند نہیں کرتا پھر مریدوں سے فرمایا کہ مشائخ طریقت کے ساتھ جو بھلائیاں آج تک کی گئی ہیں۔ وہ سب تنہا تمہارے مرشد کے ساتھ کی گئیں۔ فرمایا کہ میں عشاء کے بعد اس وقت تک آرام نہیں کرتا جب تک دن بھر کا حساب خدا کو نہیں دے لیتا فرمایا کہ اگر قیامت میں اللہ میرے طفیل سے پوری مخلوق کی مغفرت فرما دے جب بھی میں اپنی علو ہمتی کی بنا پر جو بارگاہ خداوندی میں حاصل ہے منہ موڑ کر نہ دیکھوں گا۔

فرمایا کہ اے لوگوں تمہارا اس بندے کے متعلق کیا خیال ہے جس کو آبادی ویرانہ کچھ بھی اچھا نہ لگتا ہو لیکن یاد رکھو کہ اللہ نے ایسے بندے کو وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ قیامت میں اس کے دل سے ایسا نور پھیلے گا کہ آبادی اور ویرانے سب منور ہو جائیں گے اور خدا اس کے صدقہ میں تمام مخلوق کی مغفرت فرما دے گا۔ حالانکہ وہ شخص دنیا میں کبھی دعا نہیں کرتا اور قیامت میں بھی کسی کی سفارش نہیں کرے گا۔ فرمایا کہ گوشہ تنہائی میں کبھی اللہ تعالیٰ مجھے ایسی قوت عطا کر دیتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک اشارے سے آسمان کو پکڑ کر کھینچ لوں اور چاہوں تو دم زدن میں تحت الثریٰ کی سیاحت کر آؤں فرمایا کہ میرا ہر فعل ایک کرامت ہے حتیٰ کہ جب میں ہاتھ پھیلاتا ہوں تو ہوا میرے ہاتھ میں سونے کا ذرہ محسوس ہوتی ہے۔ جب کہ میں نے کبھی اظہار کرامت کے لئے ہوا میں ہاتھ نہیں پھیلایا کیوں کہ جو اظہار کرامت کے لئے ظہور کرامت کی خواہش کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کرامت کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ جب تک تمہارے قلوب مردہ ہیں سکون نہیں مل سکتا۔ فرمایا کہ کرامت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر درویش پتھر سے کوئی سوال کرے تو پتھر اس کو جواب

دے پھر فرمایا کہ لوگ تو اپنی منزل مقصود کے حصول کے لئے دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ اور رات کو عبادت کرتے ہیں لیکن خدا نے مجھے اپنے کرم ہی سے منزل مقصود تک پہنچادیا اور فرمایا کہ جب میں شکم مادر میں چار ماہ کا تھا اس وقت سے آج تک کی تمام باتیں یاد ہیں اور جب مرجاؤں گا تو قیامت تک کا حال لوگوں سے بیان کرتا رہوں گا۔ فرمایا کہ جن و انس، ملائیکہ اور چرند پرند سب سے زیادہ واضح نشانیاں بتا سکتا ہوں کیوں کہ خدا تعالیٰ نے تمام چیزیں میرے سامنے کردی ہیں اور اگر اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک کسی کی انگلی میں پھانس چبھ جائے تب مجھے اس کا حال معلوم رہتا ہے۔ اور اگر میں رازوں کو جو میرے اور خدا تعالیٰ کے مابین ہیں مخلوق پر ظاہر کردوں تو کسی کو یقین نہیں آسکتا۔ اور جو انعامات خدا کے میرے اوپر ہیں۔ اگر ان کا انکشاف کردوں تو روئی کی طرح پوری مخلوق کے قلوب جل اٹھیں اور میں ندامت محسوس کرتا ہوں کہ ہوش و حواس میں رہ کر خدا کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ لب کشائی کروں اور حضور اکرم ﷺ جس قافلہ کے میر کارواں ہوں میں خود کو اس قافلہ سے جدا کرلوں۔ فرمایا کہ خالق نے مخلوق کے لئے ایک ابتداء اور انتہاء مقرر کی ہے۔ ابتداء تو یہ ہے کہ مخلوق دنیا میں جو اعمال کرتی ہے۔ اس کی انتہا صلہ آخرت ہے اور خدا نے میرے لئے ایک ایسا وقت عطا کیا ہے کہ دین و دنیا دونوں ہی اس وقت کے متمنی ہیں۔ فرمایا کہ میں فردوس و جہنم سے بے نیاز ہو کر صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔ اور اسی سے خوفزدہ رہتا ہوں فرمایا کہ میں خاص بندوں سے اللہ تعالیٰ کی مخصوص باتیں اس لئے بیان نہیں کرتا کہ وہ اس رموز و اوقاف سے واقف نہیں اور اپنی ذات سے اس لئے بیان نہیں کرتا کہ تکبر ہونے کا خطرہ ہے اور خدا نے میری زبان کو وہ طاقت بھی عطا نہیں کی جس کے ذریعہ میں اس کے بھیدوں کو ظاہر کرسکوں۔ فرمایا کہ میں تو شکم مادر ہی میں جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ اور پیدائش کے وقت جلا اور پگھلا ہوا پیدا ہوا اور جوانی سے قبل ہی بوڑھا ہو گیا فرمایا کہ پوری مخلوق ایک کشتی ہے اور میں اس کا ملاح ہوں اور میں ہمیشہ اس میں رہتا ہوں فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے وہ فکر عطا کی ہے جس کے ذریعہ میں پوری مخلوق کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ شب و روز اسی کے شغل میں زندگی گزارتا رہا جس کی وجہ سے میری فکر بینائی میں تبدیلی ہو گئی پھر شمع بنی پھر اسباط پھر ہیبت پھر میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میری فکر حکمت بن گئی اور جب میری توجہ شفقت مخلوق کی طرف مبذول ہوئی تو میں نے اپنے سے زیادہ کسی کو بھی مخلوق کے حق میں شفیق نہیں پایا۔ اس وقت میری زبان سے نکلا کہ کاش تمام مخلوق کے بجائے صرف مجھے موت آجاتی اور تمام مخلوق کا حساب قیامت میں صرف مجھ سے لیا جاتا اور جو لوگ سزا کے مستحق ہوتے ان کے بدلے میں صرف مجھے عذاب دے دیا جاتا فرمایا کہ خدا اپنے محبوب

بندوں کو اس مقام میں رکھتا ہے جہاں مخلوق کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ اگر میں عوام کے سامنے خدا کے کرم کا ادنیٰ سا بھی اظہار کر دوں تو سب لوگ مجھے پاگل کہنے لگیں اور جو کچھ میں نے کھایا پیا دیکھا سنا اور جو کچھ خدا نے تخلیق کیا مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھا فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا مجھ سے یہ عہد ہے کہ میں تجھ کو اپنے نیک بندوں سے ملواؤں گا اور بدبختوں کی صورت میں بھی تجھے نظر نہیں پڑے گی۔ چنانچہ میں دنیا میں آج جن لوگوں سے ملاقات کر رہا ہوں۔ قیامت کے دن بھی اسی طرح مسرت کے ساتھ ان سے ملاقات کروں گا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خدا سے دعا کی کہ اب مجھے دنیا سے اٹھا لیا جائے تو آواز آئی کہ اے ابوالحسن میں تجھے اسی طرح قائم رکھوں گا کہ میرے محبوب بندے تیری زیارت کر سکیں اور جو اس سے محروم رہیں وہ تیرا نام سن کے غائبانہ تعلق قائم کر سکیں اور میں نے تجھے اپنی پاکی سے تخلیق کیا ہے اس لئے تجھ سے ناپاک بندے ملاقات نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ ہر عبادت کا ثواب معین ہے۔ لیکن اولیاء کرام کی عبادت کا ثواب نہ مقرر ہے نہ ظاہر بلکہ خدا جتنا چاہے گا دے گا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے جس عبادت کا اجر خدا کے دین پر موقوف ہو اس کے برابر کون سی عبادت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا بندوں کو چاہئے کہ خدا کے محبوب بن کر ہر وقت اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔ فرمایا کہ میں پچاس سال سے اس طرح خدا سے ہم کلام ہوں کہ میرے قلب و زبان کو بھی اس کا علم نہیں اور تہتر سال تک میں نے اس انداز سے زندگی گزار دی کہ کبھی ایک سجدہ بھی شریعت کے خلاف نہیں کیا۔ اور لمحہ کے لئے بھی نفس کی موافقت نہیں کی اور دنیا میں اس طرح رہا کہ میرا ایک قدم عرش سے تحت الثریٰ تک اور ایک قدم تحت الثریٰ سے عرش تک رہا فرمایا کہ مجھے خدا نے فرمایا کہ اگر تو غم و الم لے کر میرے سامنے آئے گا تو میں تجھے خوش کر دوں گا اگر فقر و نیاز کے ساتھ حاضر ہو گا تو تجھے مالدار بنا دوں گا اور اگر خودی سے کنارہ کش ہو کر پہنچے گا تو تیرے نفس کو تیرا فرمانبردار کر دوں گا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خدا نے عالم کے خزانے میرے سامنے پیش کر دیئے لیکن میں نے کہا کہ میں ان پر گرویدہ نہیں ہو سکتا۔ پھر خدا نے فرمایا کہ اے ابوالحسن دین و دنیا میں تیرا کوئی حصہ نہیں بلکہ ان دونوں کے بدلے میں تیرے لئے ہوں فرمایا کہ تیری دنیا کے بعد نہ تو میں نے کبھی کسی کی طرف دیکھا اور نہ خدا سے کلام کرنے کے بعد کسی سے کلام کیا۔ فرمایا کہ خدا نے جو مرتبہ مجھے عطا فرمایا مخلوق اس سے ناواقف ہے۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا کیا تم حضرت خضر سے ملنا چاہتے ہو اس نے کہاں ہاں آپ نے فرمایا کہ تم نے تو ساٹھ سالہ زندگی کو رائیگاں کر دیا لہٰذا اب تمہیں اس قدر کثرت سے عبادت کی ضرورت ہے جو تمہاری بربادی کا ازالہ کر سکے کیوں کہ حضرت خضر اور تم کو خدا نے تخلیق فرمایا ہے۔ اور تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے ملاقات کے

خواہشمند ہو جب کہ مخلوق کا یہ فرض ہے کہ سب کو چھوڑ کر صرف خالق کی جانب رجوع کرے میری حالت تو یہ ہے کہ جب سے مجھے خدا کی معیت حاصل ہوئی ہے۔ مجھے کبھی مخلوق کی صحبت کی تمنا نہیں ہوئی فرمایا کہ مخلوق میری تعریف سے اس لئے قاصر ہے کہ وہ جو کچھ بھی میری تعریف میں کہے گی میں اس کے برعکس ہوں۔ فرمایا کہ جب میں نے اپنی ہستی کے مشاہدے سے نواز دیا اور جب مجھے اس واقعہ سے حیرت ہوئی تو ندائے غیبی آئی کہ اپنی ہستی کا اقرار کر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ تیرے سوا تیری ہستی کا کون اقرار کر سکتا ہے۔ جیسا کہ تو نے قرآن پاک میں فرمایا ہے شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو اور جب خدا تعالیٰ نے یہ راستہ کشادہ کر دیا تو میں سال بہ سال اس راہ کی روشنی میں کفر سے ثبوت تک پہنچ گیا۔ فرمایا کہ خدا نے مجھ کو وہ جرات و ہمت عطا کی ہے۔ کہ میں ایک قدم میں ایسے مقام تک پہنچ سکتا ہوں جہاں ملائیکہ کی رسائی بھی ممکن نہیں پھر فرمایا کہ جب خودی سے میرا قلب متنفر ہو گیا تو میں نے اپنے آپ کو پانی میں گرا دیا لیکن میں ڈوب نہ سکا پھر آگ میں جھونکا مگر خاکستر نہ ہو سکا۔ پھر فنا ہونے کی نیت سے مکمل چار ماہ دس یوم تک کچھ نہیں کھایا لیکن پھر بھی موت سے ہمکنار نہ ہو سکا۔ اور جب میں نے عجز کو اپنا لیا تو اللہ نے مجھے کشادگی عطا فرما کر ان مراتب تک پہنچا دیا جن کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں فرمایا کہ: مجھے ان کی ملکیت سے مکمل طور پر باخبر کر دیا گیا تھا۔ اس وقت مجھے غیب سے یہ آواز سنائی دی کہ اے ابوالحسن جس طرح تمام مخلوقات کے اعمال کا مشاہدہ کیا لیکن ان کے اعمال میری نظر میں بے وقعت ثابت ہوئے کیونکہ مجھے ان کی ملکیت سے مکمل طور پر باخبر کر دیا گیا تھا۔ اس وقت مجھے غیب سے یہ آواز سنائی دی کہ اے ابوالحسن جس طرح تمام مخلوقات کے اعمال تیری نگاہ میں ہیچ ہیں اس طرح ہمارے سامنے تیری بھی کوئی وقعت نہیں آپ اس طرح مناجات کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے زہد و عبادت اور علم و تصوف پر قطعاً" اعتماد نہیں اور نہ میں خود کو عالم و زاہد اور صوفی تصور کرتا ہوں۔ اے اللہ تو یکتا ہے اور میں تیری یکتائی میں ایک ناچیز مخلوق ہوں فرمایا کہ جو لوگ خدا کے سامنے ارض و سما اور پہاڑوں کی مانند ساکت و جامد ہو کر کھڑے نہیں ہوتے انہیں جوانمرد نہیں کہا جا سکتا بلکہ مردوہ ہیں جو خود کو فنا کر کے اس کی ہستی کو یاد کرتے رہیں پھر فرمایا کہ نیک بندہ وہی ہے جو خود کو نیک کہہ کر ظاہر نہ کرے کیوں کہ نیکی صرف خدا کی صفت ہے فرمایا کہ اہل کرامت بننے کے لئے ضروری ہے کہ ایک یوم کھانا کھا کر تین یوم تک فاقہ کیا جائے۔ پھر ایک مرتبہ کھانے کے بعد ایک سال تک فاقہ کش رہنا چاہئے اور جب ایک سال تک فاقہ کشی کی قوت تمہارے اندر پیدا ہو جائے تو غیب سے ایک ایسی شے کا ظہور ہو گا کہ اس کے منہ میں سانپ جیسی کوئی چیز ہو گی۔ اور وہ تمہارے منہ میں دے دی جائے گی۔ جس کے بعد کبھی

کھانے کی خواہش رونما نہ ہو گی۔ اور مجاہدات و فاقہ کشی کرتے کرتے جب میری آنتیں قطعی خشک ہو گئیں اس وقت وہ سانپ ظاہر ہوا اور میں نے خدا سے عرض کیا کہ مجھے کسی واسطے کی حاجت نہیں جو کچھ بھی عطا کرنا ہے۔ بلاواسطہ عطا فرمادے اس کے بعد میرے معدے میں ایک ایسی شیرینی پیدا ہو گی جو مشک سے زائد خوشبو دار اور شہد سے زیادہ شیرینی تھی۔ پھر ندا آئی کہ ہم تیرے لئے خالی معدے سے کھانا پیدا کریں گے اور تشنہ جگر سے پانی عطا کریں گے اور اس کا یہ حکم نہ ہوتا تو میں ایسی جگہ سے کھانا کھاتا اور پانی پیتا کہ مخلوق کو بھی علم نہ ہو سکتا۔ افرمایا کہ جب تک میں نے خدا کے سوا دوسروں پر بھروسہ کیا میرے عمل میں اخلاص پیدا نہ ہو سکا۔ اور اس کی بے نیازی کے مشاہدے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اس کے نزدیک پوری مخلوق کا علم ذرہ برابر بھی وقعت نہیں رکھتا اور اس کی رحمت کے آگے پہنچے ہیں فرمایا کہ میں برسوں خدا کے امور میں اسی طرح حیرت زدہ رہا کہ میری عقل سلب کرلی گئی تھی اس کے باوجود بھی مخلوق مجھے دانشور سمجھتی رہی فرمایا کہ کاش فردوس و جہنم کا وجود نہ ہوتا تاکہ یہ معلوم ہو سکتا کہ تیرے پر ستاروں کی تعداد کتنی ہے اور جہنم سے بچنے کے لئے کتنے بندے تیری عبادت کرتے ہیں۔

فرمایا کہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو غموں سے نجات دے کر مجھے دائمی غم عطا کردے اور اتنی قوت برداشت دے دے کہ میں اس بار عظیم کو سنبھال سکوں فرمایا کہ میرے سر پر ٹوپی عرش پر اور قدم تحت الثریٰ میں ہیں اور میرا ایک ہاتھ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ یعنی خدا نے مجھ کو ارض و سما اور مشرق و مغرب کے تمام حالات سے باخبر کر دیا ہے اور تمام حجابات مجھ سے دور کر دیئے گئے ہیں فرمایا کہ خدا تک رسائی کے راستے اور بھی ہیں اور ہر مخلوق اپنی بساط کے مطابق ان راہوں پر گامزن رہتی ہے اور میں نے ہر راہ پر چل کر دیکھ لیا لیکن کسی راہ کو خالی نہیں پایا پھر میں نے خدا سے دعا کی کہ مجھے ایسا راستہ بتادے جس میں تیرے اور میرے سوا کوئی اور نہ ہو چنانچہ اس نے وہ راستہ مجھ کو عطا کر دیا لیکن اس راستہ پر چلنے کی کسی دوسرے میں طاقت نہیں ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ طالبین کے لئے ضروری ہے کہ غم و آلام میں بھی خوشی کے ساتھ اطاعت الٰہی کرتے رہیں کیونکہ ایسے عالم میں اطاعت کرنے والوں کو دوسروں کی بہ نسبت بہت جلد قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ جوانمرد وہی ہے جس کو دنیا نامرد تصور کرتی ہو اور جو دنیا کے نزدیک مرد ہوتا ہے وہ حقیقت میں نامرد ہے۔ فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ ندا سنی کہ اے ابوالحسن میرے احکام کی تعمیل کرتا رہ میں ہی وہ زندہ رہنے والا ہوں۔ جس کو کبھی موت نہیں اور میں تجھے بھی حیات جاوداں عطا کردوں گا۔ میری ممنوعہ چیزوں سے احتراز کرنا کیوں کہ میری سلطنت اتنی مستحکم ہے کہ جس کو

کبھی زوال نہیں اور میں تجھ کو ایسا ملک عطا کردوں گا جس کو کبھی زوال نہ ہو گا فرمایا کہ جب میں نے خدا کی وحدانیت پر لب کشائی کی تو میں نے دیکھا کہ ارض و سما میرا طواف کر رہے ہیں۔ لیکن مخلوق کو اس کا قطعاً علم نہیں فرمایا کہ میں نے یہ ندائے غیبی سنی کہ مخلوق ہم سے جنت کی طالب ہے حالانکہ اس نے ابھی تک ایمان کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ مفہوم یہ ہے کہ شکر نعمت کے بغیر بندے کو طالب جنت نہ ہونا چاہئے کیونکہ کہ اس کے بغیر جنت کبھی نہیں ملتی فرمایا کہ ہر صبح علماء اپنے علم کی زیادتی اور زہاد اپنے زہد میں زیادتی طلب کرتے ہیں۔ لیکن میں ہر صبح خدا سے ایسی شے طلب کرتا ہوں جس سے مومن بھائیوں کو مسرت حاصل ہو سکے۔ فرمایا کہ مجھ سے وہی لوگ ملاقات کریں جو ذہن نشین کرلیں کہ میں محشر میں سب سے قبل مسلمانوں کو جہنم سے نجات دلاوں گا اس کے بعد خود جنت میں جاؤں گا اور جو شخص اس عزم میں پختہ نہ ہو اس کو چاہئے کہ نہ تو میری ملاقات کے لئے آئے اور نہ مجھے سلام کرے فرمایا کہ خدا نے مجھے ایسی شے عطا کی ہے جس کی وجہ سے میں مردہ ہو چکا ہوں اور اس کے بعد وہ زندگی دی جائے گی جس میں موت کا تصور تک نہ ہو گا۔ فرمایا کہ اگر میں علماء نیشا پور کے سامنے ایک جملہ بھی زبان سے نکال دوں تو وہ وعظ گوئی ترک کر کے منبر پر نہ چڑھیں۔ فرمایا کہ میں نے خالق و مخلوق سے اس طرح صلح کرلی ہے کہ جنگ نہیں کروں گا کہ اگر مجھ کو مخلوق سے یہ خطرہ نہ ہو تا کہ میں حضرت بایزید کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہوں۔ تو وہ بات جو بایزید نے اللہ تعالیٰ سے کہی ہے مخلوق کے سامنے بیان کر دیتا اس لئے کہ جہاں تک بایزید کی فکر پہنچتی ہے وہاں میرا قدم گیا ہے اور خدا نے ان سے کہیں زیادہ مجھے مراتب عطا فرمائے ہیں۔ کیوں کہ بایزید قول تو یہ ہے کہ میں مقیم ہوں۔ اور نہ مسافر اور میرا قول یہ ہے کہ میں خدا کی وحدانیت میں مقیم ہوں اور اس کی یکتائی میں سفر کرتا ہوں فرمایا کہ جس دن سے خدا تعالیٰ نے میری خودی کو دور فرمادیا ہے جنت میری خواہش مند ہے اور جہنم مجھ سے دور بھاگتی ہے اور جس مقام پر خدا نے مجھے پہنچادیا ہے اگر اس میں فردس اور جہنم کا گزر ہو جائے تو دونوں اپنے باشندوں سمیت اس میں فنا ہو جائیں فرمایا کہ مخلوق تو وہ باتیں بیان کرتی ہے۔ جس کا تعلق خالق و مخلوق سے ہے لیکن میں وہ بات بیان کرتا ہوں جو خدا کی ابوالحسن کے ساتھ ہوتی ہے۔

فرمایا چونکہ میرے والدین نسل آدم سے تھے اس لئے ان کو آدمی کہا جاتا ہے۔ لیکن میرا مقام وہ ہے جہاں نہ آدم ہے اور نہ آدمی پھر فرمایا کہ جس نے ہر حال میں مجھ کو زندہ پایا ہے وہ صرف حضرت بایزید ہیں ایک مرتبہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ان بطش ربک لشدید یعنی تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے پھر فرمایا کہ میری گرفت اس کی گرفت سے بھی شدید ترین ہے اس لئے کہ وہ تو مخلوق کو پکڑتا ہے اور میں نے اس کا دامن پکڑ رکھا ہے۔ فرمایا کہ میرے قلب پر عشق کا ایسا غم ہے کہ پوری دنیا میں کوئی بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں مجھے اپنے قریب بلا کر فرمائے گا کہ کیا طلب کرتا ہے؟ میں عرض کروں گا کہ یا اللہ میں ان لوگوں کو طلب کرتا ہوں جو میرے زمانے میں دنیا میں میرے ہمراہ تھے۔ اور ان لوگوں کو جو میری وفات کے بعد سے میرے مزار کی زیارت کو آتے رہے۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے میرا نام سنایا نہیں سنا اس وقت باری تعالیٰ فرمائے گا چونکہ دنیا میں تو نے ہمارے احکام کے مطابق کام کئے اس لئے آج ہم بھی تیری بات مان لیتے ہیں اور جب سب لوگوں کو میرے سامنے لایا جائے گا تو حضور اکرم ﷺ ارشاد فرمائیں گے کہ اگر تو چاہے تو اپنے آگے میں تیرے لئے جگہ خالی کر دوں لیکن میں عرض کروں گا کہ حضور میں تو دنیا میں بھی آپ کی اتباع کرتا رہا ہوں اور یہاں بھی آپ ہی کے تابع رہا ہوں پھر حکم الٰہی سے ملائکہ ایک نورانی فرش بچھا دیں گے۔ جس پر میں کھڑا ہو جاؤں گا اور حضور اکرم امت کے ان بزرگوں کو حاضر فرمائیں گے جن کا ثانی پیدا نہیں ہو۔ اور خدا تعالیٰ ان کے مقابلے میں مجھ کو کھڑا کر کے فرمائے گا کہ اے ہمارے محبوب وہ سب تمہارے مہمان ہیں۔ لیکن یہ ہمارا مہمان ہے فرمایا کہ جن لوگوں نے میرا کلام سن لیا یا آئندہ سنیں گے ان کا معمولی درجہ یہ ہو گا کہ قیامت میں وہ بلا حساب بخش دیئے جائیں گے۔ فرمایا کہ اے اللہ تیرے نبی نے مجھے تیری دعوت دی فرمایا کہ قیامت میں مخلوق کا ایک دوسرے سے ناطہ ختم ہو جائے گا لیکن میرا جو رشتہ خدا سے قائم ہے وہ نہیں ختم ہو گا۔ فرمایا کہ محشر میں تمام انبیاء کرام منبر نور پر جلوہ افروز ہوں گے اور تمام اولیاء کرام کی کرسیاں نورانی ہوں گی تاکہ مخلوق انبیاء و اولیاء کا نظارہ کر سکیں۔ لیکن ابوالحسن فرش یکتائی پر بیٹھے گا تاکہ خدا تعالیٰ کا نظارہ کرتا رہے۔ فرمایا کہ صرف مقامات طے کر لینے سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہو جاتا بلکہ بندے نے جو کچھ خدا تعالیٰ سے لیا ہے اس کو واپس کر دے یعنی فنا ہو جائے کیونکہ فنائیت کے بعد یہ ذات خداوندی سے آگاہی حاصل ہو سکتی ہے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہتا ہوں کہ مجھے وہ مقام عطا نہ کر جس میں تیرے سوا میری خودی کا وجود باقی رہ جائے فرمایا کہ آزار پہنچانے والے سے مخلوق دور بھاگتی ہے۔ اور اے اللہ میں تجھے ہمیشہ آزردہ کئے رکھتا ہوں پھر بھی تو میرے نزدیک ہے جس کا میں کسی

طرح شکر ادا نہیں کر سکتا اے اللہ میں نے اپنی ہر شے تیری راہ میں قربان کر دی حتی کہ جس شے پر
تیری ملکیت تھی اس کو بھی خرچ کر دیا۔ اب تو یہ خواہش ہے کہ میرے وجود کو ختم کر دے تاکہ تو ہی
تو باقی رہ جائے۔ فرمایا کہ میں چالیس قدم چلا جن میں سے ایک قدم عرب سے تحت الثری تک تھا اور
باقی قدموں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا پھر فرمایا کہ اے اللہ میری تخلیق صرف تیرے لئے ہے لہٰذا
مجھے کسی دوسرے کے دام میں گرفتار نہ کرنا۔ اے اللہ بہت سے بندے نماز و اطاعت کو اور بہت
سے جہاد و حج کو بہت سے علم و سجادگی کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن مجھے ایسا بنا دے کہ میں تیرے سوا کسی
چیز کو پسند نہ کر سکوں۔ فرمایا کہ اے اللہ مجھے ایسے بندے سے ملا دے جو تیرا نام لینے کے لئے حق کی
طرح لیتے ہوں تاکہ میں بھی اس کی صحبت سے فیض یاب ہو سکوں۔ فرمایا کہ محشر میں راہ مولا میں
جان فدا کرنے والے شہیدوں کی ایک جماعت ہو گی۔ لیکن میں ایسا شہید اٹھوں گا جس کا مرتبہ ان
سب شہدا سے بلند ہو گا۔ کیوں کہ مجھے خدا کی شوق شمشیر نے قتل کیا ہے اور میں ایسا اہل درد ہوں
جس کا درد ہستی کی بقا تک قائم رہے گا۔ فرمایا کہ صلوۃ کے پابند تو بہت ہوتے ہیں مگر جوانمرد وہی ہے
جو ساٹھ سال زندگی اس طرح گزار دے کہ اس کے اعمال میں کچھ درج نہ کیا جائے۔ اور اس مرتبہ
کے بعد بھی خدا سے نادم رہتے ہوئے عاجزی سے کام لے۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو افراد ایسے
تھے کہ جن میں سے ایک مسلسل ایک سال تک سجدے میں پڑا رہتا تھا اور دوسرا دو سال تک
سجدے میں رہتا لیکن امت محمدی کی ایک لمحہ کی فکر و مشاہدہ ان دونوں کی سال دو سال کی عبادت
سے کہیں زیادہ ہے پھر فرمایا کہ جب تم اپنے قلب کو موج دریا کی طرح پانے لگو تو اس میں سے ایک
آگ نمودار ہو گی اور جب تم خود کو اس میں جھونک کر راکھ بن جاؤ گے تو تمہاری راکھ سے ایک
درخت نکلے گا۔ اور اس میں پھلوں کے بجائے ثمر بقا نکلے گا اور اس کو کھاتے ہی تم وحدانیت میں فنا
ہو جاؤ گے۔ فرمایا کہ خدا نے ایسے ایسے بندے تخلیق کئے ہیں کہ جن کا قلب نور توحید سے منور کر
دیا گیا ہے کہ اگر ارض و سما کی تمام اشیاء اس نور میں سے گزریں تو وہ سب کو جلا کر راکھ کر دے
مفہوم یہ ہے کہ خدا نے ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن کو یاد الٰہی کے سوا کسی شے سے سروکار نہیں
فرمایا کہ جو راز قلب اولیاء میں نہاں ہوتے ہیں اگر وہ ان میں سے ایک راز بھی ظاہر کر دیں تو زمین و
آسمان کی تمام مخلوق پریشان ہو جائے فرمایا کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جب وہ لحاف اوڑھ کر لیٹ
جاتے ہیں تو چاند تاروں کی رفتار تک ان کو نظر آتی رہتی ہے اور ملائیکہ بندوں کی نیکی اور بدی لے کر
آسمان پر جاتے ہیں وہ بھی ان کو نظر آتے رہتے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام حجابات
ان کی نگاہوں سے اٹھا دیتا ہے فرمایا کہ دوست دوست کے پاس پہنچ کر عالم محویت میں خود بھی گم ہو

جاتا ہے۔ فرمایا کہ روح کی مثال ایسے مرغ کی طرح ہے جس کا ایک بازو مشرق اور دوسرا مغرب میں ہے اور قدم تحت الثریٰ میں فرمایا کہ جس کے قلب میں مغفرت کی طلب ہو وہ دوستی کے قابل نہیں۔ فرمایا کہ اہل اللہ کا راز یہ ہے کہ نہ تو وہ دین و دنیا میں کسی پر ظاہر کریں اور نہ خدا تعالیٰ اس پر کسی کو ظاہر ہونے دے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ ہی سے یہ فرما دیا گیا کہ تو ہمیں ہرگز نہیں دیکھ سکتا" تو پھر اس کا مشاہدہ کرنے کی کس میں مجال ہے۔ اور لن ترانی فرما کر ان لوگوں کی زبان بند کر دی گئی جو اس کے دیدار کے متمنی رہتے ہیں فرمایا کہ خدا نے اہل اللہ کے قلوب پر ایسا بار رکھ دیا ہے کہ اگر اس کا ایک ذرہ بھی مخلوق پر ظاہر ہو جائے تو فنا ہو جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ چونکہ ان کی نگرانی فرماتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس بار کو اٹھانے کے قابل رہتے ہیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ ان کی نگہداشت سے دست بردار ہو جائے تو ان کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور کسی طرح بھی اس بوجھ کو برداشت نہ کر سکیں۔ فرمایا کہ جب خدا کے مخصوص بندے اس کو پکارتے ہیں تو چرند پرند خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ پرندے ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں تو پوری کائنات خوف سے لرزہ براندام ہو جاتی ہے۔ اور اولیاء کرام پر تین وقت ایسے بھی آتے ہیں جب ملائکہ بھی خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اول اقباض روح کے وقت ملک الموت دوم اندراج اعمال کے وقت کراما کاتبین سوم قبر میں نکرین کے سوال کرتے وقت فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی نوازش کے بعد بندے کو ایسی لسان غیبی عطا کر دی جاتی ہے کہ وہ جو کچھ بھی زبان سے نکال دیتا ہے اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جب تک مجھے یہ یقین کامل نہیں ہو گیا کہ میرا رزق خدا کے پاس ہے اس وقت تک میں اپنی کوشش سے پیچھے نہیں ہٹا اور جس وقت یہ یقین ہو گیا کہ مخلوق ہر شے سے عاجز ہے اس وقت تک مخلوق سے کنارہ کش نہیں ہوا فرمایا کہ زندگی اس طرح گزارنی چاہئے کہ کراما کاتبین بھی معطل ہو کر رہ جائیں اور خدا کے سوا کسی پر اظہار اعمال نہ ہو سکے۔ اور اس طرح زندگی بسر نہ کر سکو تو کم از کم اس طرح زندگی گزار کہ رات میں کراما کاتبین کو چھٹی مل جائے اور پوری رات خدا کے سوا تمہارے امور سے کوئی آگاہ نہ رہ سکے۔ اور سب سے ادنیٰ درجہ زندگی بسر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب کراما کاتبین بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں تو عرض کریں کہ تیرے فلاں بندے نے نیکی کے سوا کوئی برا کام نہیں کیا فرمایا کہ اہل اللہ کے غم اور خوشی منجانب اللہ ہوا کرتے ہیں پھر فرمایا کہ خدا کے سوا مخلوق سے کوئی تعلق نہ رہے کیونکہ صرف دوست سے تعلق رکھا جا سکتا ہے۔ اور خدا سے بڑھ کر کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ خدا نے کچھ بندوں کو وہ طاقت عطا کی ہے جو ایک شب و روز میں مکہ معظمہ پہنچ کر لوٹ بھی آتے ہیں۔ اور بعض ایک لمحہ میں یہ فاصلے طے کر لیتے

ہیں۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کو مخلوق سے جدا کرکے فکر مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو اس کو وہ قرب عطا کرتا ہے کہ اس بندے کو مخلوق اور اس کے لوازمات سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو وہ ان کے ذریعہ لوح محفوظ کا بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ کہ فرمایا میں نے تمام مشائخ کی خدمت میں وقت گزارا لیکن کسی کو اپنا مرشد اس لئے نہیں بنایا کہ میرا مرشد صرف خدا تعالیٰ ہے۔

کسی دانش مند نے آپ سے سوال کیا کہ عقل وایمان اور معرفت کا کون سا مقام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے تم مجھے ان چیزوں کا رنگ بتا دو پھر میں ان کا مقام بتا دوں گا۔ وہ شخص آپ کا جواب سن کر رونے لگا پھر کسی نے پوچھا کہ واصل باللہ کون لوگ ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا کیوں کہ یہ مرتبہ خدا کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ اہل اللہ وہ ہیں جو دنیا سے اس طرح علیحدہ ہو جائیں کہ اہل دنیا کو پتہ بھی نہ چل سکے کیونکہ مخلوق سے وابستگی میں مخلوق ان سے آگاہ رہے گی فرمایا کہ اولیاء اللہ اپنے مراتب کے اعتبار سے ہمکلام نہیں ہوتے بلکہ مخلوق کے مراتب کے اعتبار سے گفتگو کرتے ہیں کیونکہ ان کے مراتب کی گفتگو نہیں سمجھ سکتی۔ فرمایا کہ جو لوگ کچھ نہ جاننے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ جانتے ہیں وہ درحقیقت کچھ بھی نہیں جانتے اور جب یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ہر شے سے انہیں واقف کر دیتا ہے۔ اور معرفت کے انتہائی مدارج ان کو عطا فرماتا ہے کہ اپنے عقل وگمان سے خدا کو کوئی نہیں پہچان سکتا بلکہ جس قدر بھی جان لیا ہو یہی تصور کرے کہ کاش میں خدا کو اس سے زیادہ جان سکتا۔ فرمایا کہ نیک بندوں کو موت سے قبل ہی رجوع الی اللہ ہو جانا چاہئے فرمایا کہ سب سے بہتر مریض قلب وہی ہے جو یاد الٰہی میں بیمار ہو کیونکہ جو اس کی یاد میں مریض ہوتا ہے وہ شفایاب بھی ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ صدق دلی سے عبادت کرنے والوں کو خدا تعالیٰ اپنے کرم سے ان تمام اشیاء کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ جو قابل دید ہوتی ہیں اور وہ باتیں بتا دیتا ہے جو سماعت کے لائق نہیں ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ راہ مولا میں ایک ایسا بازار بھی ہے. جس کو شجاعان طریقت کا بازار کہا جاتا ہے اور اس میں ایسی ایسی حسین صورتیں ہیں کہ سالکین وہاں پہنچ کر قیام کرتے ہیں وہ حسین صورتیں یہ ہیں کرامت اطاعت' ریاضت' عبادت' زہد' فرمایا کہ دین ودنیا اور جنت کی راحتیں ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں پڑ جانے والا خدا سے دور ہو جاتا ہے اور کبھی اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا بندے کو چاہئے کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر یاد الٰہی میں گوشہ نشینی اختیار کرے اور سجدے میں گر کر. بحر کرم کو عبور کر جائے اور خدا کے سوا ہر شے کو اس طرح نظر انداز کرتا جائے کہ

اس کی وحدانیت میں گم ہو کر اپنے وجود کو فنا کر دے۔ فرمایا کہ علم کی دو اقسام ہیں اول ظاہری دوم باطنی۔ علم ظاہری کا تعلق علماء سے ہے اور علم باطنی علمائے باطنی کو حاصل ہوتا ہے لیکن علم باطن سے بھی فزوں تر وہ علم ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے سربستہ رازوں سے ہے۔ اور جس کی مخلوق کو ہوا تک نہیں لگ سکتی۔ پھر فرمایا کہ دنیا طلب کرنے والوں پر دنیا حکمران بن جاتی ہے۔ اور تارک الدنیا دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ فرمایا کہ فقیر وہی ہے جو دنیا سے بے نیاز ہو جائے کیونکہ یہ دونوں چیزیں فقر سے کم درجہ کی ہیں۔ اور قلب کا ان دونوں سے کسی قسم کا واسطہ نہیں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اوقات نماز سے قبل تم سے نماز کا طالب نہیں ہوتا تو پھر تم بھی قبل از وقت طلب رزق سے احتراز کرو۔ فرمایا کہ صاحب حال اپنی حالت سے خود بھی بے خبر ہوتا ہے۔ کیونکہ جس حال سے وہ آگاہ ہو جائے اس کو کسی طرح بھی حال سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کو علم کہا جائے گا فرمایا کہ جس کسی جماعت میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو سرفراز کرنا چاہتا ہے اس کی تصدیق میں پوری جماعت کو بخش دیتا ہے فرمایا کہ علماء کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم جانشین انبیاء ہیں۔ بلکہ درحقیقت انبیاء کے جانشین اولیاء کرام ہیں۔ کیونکہ ان کو علم باطن حاصل ہوتا ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کے اکثر اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً فقر و سخا' امانت و دیانت' وغیرہ اس کے علاوہ جس طرح حضور اکرم ﷺ کو ہمہ وقت دیدار الٰہی حاصل تھا۔ جس طرح خیر و شر کو منجانب اللہ تصور فرماتے تھے۔ اور خیر و شر پر صبر سے کام لیتے تھے اور مخلوق سے زیادہ ربط و ضبط سے کام نہ لیتے تھے۔ اور پابندی وقت کے کبھی ان چیزوں سے خائف نہیں ہوتے تھے۔ جن سے مخلوق خوفزدہ رہتی ہے اور نہ کبھی آپ ان چیزوں سے توقعات وابستہ فرماتے تھے جن سے مخلوق کو توقع ہوتی ہے۔ اسی نوعیت کی بہت سی چیزیں اولیاء کرام میں بھی پائی جاتی ہیں اس لئے صحیح معنوں میں جانشین انبیاء وہی لوگ ہیں۔ فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ ایک ایسا بحر بیکراں تھے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی باہر آ جاتا تو کل کائنات اس میں غرق ہو جاتی فرمایا کہ سعی بسیار کے باوجود بھی تمہیں سمجھنا چاہئے کہ تم خدا کے لائق نہیں ہو۔ اور نہ تمہیں اس قسم کا دعویٰ کرنا چاہئے ورنہ دلیل کے بغیر تمہارا دعویٰ غلط ثابت ہو گا۔ فرمایا کہ تم جو چاہو خدا سے طلب کرو لیکن نفس کے بندے اور جاہ و مرتبت کے غلام نہ بنو۔ کیونکہ محشر میں مخلوق ہی مخلوق کی دشمن ہو گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ علو ہمتی کا ثبوت پیش کرو کیونکہ عالی ہمت لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہر شے سے نواز دیتا ہے۔ فرمایا کہ مست لوگ وہی ہیں جو شراب محبت کا جام پی کر مدہوش ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ مخلوق کی یہ خواہش رہتی ہے کہ دنیا سے عقبیٰ کے لائق کوئی چیز ساتھ لے جائیں لیکن فنائیت کے سوا عقبیٰ کے قابل کوئی شے نہیں فرمایا کہ امام وہی ہے جس نے تمام راہیں طے کر لی ہوں فرمایا کہ بندوں

کو کم از کم اتنا ذکر الٰہی ضرور کرنا چاہئے کہ تمام احکام شرعیہ کی مکمل تکمیل ہوتی رہے اور اتنا عمل بہت کافی ہے کہ اوامر و نواہی سے کماحقہ واقفیت ہو جائے اور اتنا یقین بہت کافی ہے جس سے یہ علم ہو سکے جتنا رزق مقدر ہو چکا ہے ضرور مل کر رہے گا۔ اور اتنا زہد بہت کافی ہے۔ کہ اپنے مقرر کردہ رزق پر اکتفا کرتے ہوئے زیادہ کی تمنا باقی نہ رہے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے مراتب کے اعتبار سے علیین میں پہنچا دے جب بھی اس کی یہ خواہش نہ ہونی چاہئے۔ کہ اس کے احباب بھی علیین میں داخل ہو جائیں فرمایا کہ اگر تم ارض و سما اور خدا کی ذات کے ذریعہ خدا کو جاننا چاہو گے جب بھی نہیں پہچان سکتے۔ البتہ نور یقین کے ساتھ اگر اس کو جاننا چاہو تو اس تک رسائی حاصل کر لو گے فرمایا کہ چشمے کے بجائے دریا سے گزر کر بھی پانی کے بجائے خون جگر پیتے رہو۔ تاکہ تمہارے بعد آنے والے کو یہ علم ہو سکے۔ کہ یہاں سے کوئی سوختہ جگر گزرا ہے فرمایا کہ نیکیوں کے ذکر کے وقت ایک سفید ابر برستا رہتا ہے اور ذکر الٰہی کے وقت سبز رنگ کا عشق کا بادل برستا ہے۔ لیکن نیکیوں کا ذکر عوام کے لئے رحمت اور خواص کے لئے غفلت ہے۔ پھر فرمایا کہ تین ہستیوں کے علاوہ سب ہی لوگ مسلمان کا شکوہ کرتے رہتے ہیں اول اللہ تعالیٰ مومن کا شکوہ نہیں کرتے۔ حضور اکرم ﷺ شکوہ نہیں کرتے، سوم ایک مومن دوسرے مومن کا شکوہ نہیں کرتا فرمایا کہ سفر کی بھی پانچ اقسام ہیں اول قدموں سے سفر کرنا، دوم قلب سے سفر کرنا، سوم ہمت سے سفر کرنا، چہارم دیدار کے ذریعہ سفر کرنا، پنجم فنائیت نفس کے ساتھ سفر کرنا۔ فرمایا کہ جب میں نے مردان حق کے مراتب کا اندازہ کرنے کے لئے جانب عرش نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہاں تمام اولیاء کرام بے نیاز ہیں اور یہی بے نیازی ان کے مراتب کا انتہائی درجہ ہے اور یہ درج بھی اس وقت حاصل ہوتا ہے جب بندا اچھی طرح خدا تعالیٰ کی پاکی کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ ہزاروں بندے شریعت پر گامزن ہوتے ہیں۔ جب کہیں ان میں سے صرف ایک بندہ ایسا نکلتا ہے۔ جس کے اطراف میں شریعت بھی گردش کرنے لگتی ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کے لئے ننانوے عالم تخلیق فرمائے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک عالم کی وسعت مشرق سے مغرب تک اور عرش سے تحت الثریٰ تک ہے۔ باقی اٹھانوے عالم کے احوال بیان کرنے کے لئے کسی میں لب کشائی کی طاقت نہیں فرمایا کہ اہل اللہ کی مثال روز روشن کی طرح ہے۔ اور جس طرح دن کو آفتاب کی روشنی درکار ہوتی ہے۔ اولیاء کرام کو آفتاب کی ضرورت نہیں رہتی اور جس طرح شب تاریک کو ماہ انجم کی روشنی درکار ہوتی ہے اولیاء کرام اس سے بے نیاز ہوتے ہیں کیونکہ وہ خود مہ کامل سے زیادہ منور ہوتے ہیں فرمایا کہ اس کے لئے راہوں کی طوالت ختم ہو جاتی ہے جس کو خدا راستہ دکھانا چاہتا ہے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قلوب صوفیاء کے قلوب کو نور کی بینائی

عطا فرماتا ہے اور اس بینائی میں اس وقت تک اضافہ ہوتا جاتا ہے جب تک وہ بینائی مکمل الہٰی نہیں بن جاتی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی جانب مدعو کر کے جس پر چاہتا ہے اپنے فضل سے راہیں کشادہ کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ بذریعہ معرفت کوئی ملاح اپنی کشتی کو غرقابی سے نہیں بچا سکتا۔ ہزاروں آئے اور غرق ہوتے چلے گئے بس ایک ذات باری تعالیٰ کا وجود باقی رہ گیا فرمایا کہ روز محشر جب حضور اکرم ﷺ مخلوق کے معائنہ کے لئے جنت میں تشریف لے جائیں گے تو ایک جماعت کو دیکھ کر باری تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ یہ لوگ کون ہیں اور یہاں کیسے پہنچ گئے ہیں۔ کیونکہ فنافی اللہ ہونے والی جماعت کو ایسی راہوں سے جنت میں پہنچایا جائے گا کہ ان کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لئے ایک ہزار منزلیں ہیں جن میں سب سے پہلی منزل کرامت ہے اور اس منزل سے کم ہمت افراد آگے نہیں بڑھ سکتے اور اگلی منازل سے محروم رہ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ہدایت و ضلالت دونوں جداگانہ راہیں ہیں۔ ہدایت کی راہ تو خدا تک پہنچا دیتی ہے لیکن ضلالت کی راہ بندے کی جانب سے اللہ کی طرف جاتی ہے لہٰذا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا تک پہنچ گیا وہ جھوٹا ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ مجھے خدا تک پہنچایا گیا ہے وہ اپنے قول میں ایک حد تک صادق ہے۔ فرمایا کہ خدا کو پالنے والا خود باقی نہیں رہتا۔ لیکن وہ کبھی فنا نہیں ہوتا فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایسے اہل مراتب بندے بھی پیدا کئے ہیں جن کے قلوب اس قدر وسیع ہیں کہ مشرق و مغرب کی وسعت بھی ان کے مقابلے میں ہیچ ہے فرمایا کہ مردہ ہیں وہ قلوب جن میں خدا کے سوا کسی اور کی محبت جاگزیں ہو خواہ وہ کتنے ہی عبادت گزار کیوں نہ ہوں پھر فرمایا کہ تین چیزوں کو تحفظ بہت دشوار ہے۔ اور مخلوق سے خدا کے رازوں کی حفاظت دوم مخلوق کی برائی سے زبان کی حفاظت سوم پاکیزگی عمل کی حفاظت۔ فرمایا کہ خدا اور بندے کے مابین سب سے بڑا حجاب نفس ہے اور جس قدر نیک لوگ گذر گئے ان سب کو نفس کی شکایت رہی حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ بھی نفس سے شاکی رہتے تھے فرمایا کہ دین کو جتنا ضرر حریص عالم اور بے عمل زاہد سے پہنچتا ہے اتنا ابلیس سے نہیں پہنچتا فرمایا کہ سب سے افضل امور ذکر الٰہی سخا، تقویٰ، اور صحبت اولیاء ہیں فرمایا کہ اگر تم اہل دنیا کی نگاہوں سے ایک ہزار میل دور بھی بھاگنا چاہو گے تو یہ بہت بڑی عبادت ہے اور اس میں بہت سے مفاد مضمر ہیں۔ فرمایا کہ مومن کی زیارت کا ثواب یک سو حج کے مساوی ہے اور ہزار دینار صدقہ دینے سے بھی افضل ہے اور جس کو کسی مومن کی زیارت نصیب ہو جائے۔ اس پر خدا کی رحمت ہے چار ہم عرش یہ دعا کا قبلہ ہے پنجم ذات باری تعالیٰ یہ جو نمردوں کا قبلہ ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ یعنی جس طرف تم منہ پھیرو اسی طرح اللہ موجود ہے پھر فرمایا کہ طالب جب راستہ میں دس مقام پر

زہر کھا چکتا ہے تب کہیں کیارہویں جگہ شکر نصیب ہوتی ہے ابتداطالبین خدا کو بے حد تکلیف و اذیتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے پھر کہیں قرب الٰہی میسر آتا ہے۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں مکمل طور پر جستجو کی توفیق عطا نہ فرمادے اس وقت تم جستجو سے احتراز کرو کیونکہ توفیق الٰہی کے بغیر اگر کوئی عمر بھر بھی اس کی جستجو کرتا رہے جب بھی نہیں پاسکتا پھر فرمایا۔ کہ نفع بخش علم وہی ہے جس پر عمل کیا جائے اور بہتر عمل وہ ہے جو فرض کر دیا گیا فرمایا کہ دانش مند لوگ نور قلبی کے ذریعہ خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے خدا کو کہاں دیکھا تو فرمایا کہ جس مقام پر میں خود کو نہیں دیکھتا وہاں خدا کو دیکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اکثر لوگوں نے دعوی تو کر لیا لیکن نہیں سوچا کہ یہ دعوی خود اس بات کی دلیل ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہوئی بلکہ یہ دعوی خود ان کے لئے حجاب بن گیا فرمایا۔ کہ حق و باطل کا اندیشہ کرنے والے اہل حق نہیں ہو سکتے فرمایا کہ عمل کرنا گو بہتر شے ہے لیکن اتنی واقفیت ہونا ضروری ہے کہ عامل تم خود ہو یا تمہارے پس پردہ کوئی دوسرا کیونکر عمل وہی اچھا ہے جس کے پس پردہ کوئی دوسرا نہ ہو۔ بلکہ وہ عمل تم خود کر رہے ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تاجر اپنے مالک کے مال سے تجارت کرتے ہوں۔ اور جب وہ سرمایہ واپس لے لیا جائے تو وہ مفلس ہو کر رہجائے گا فرمایا کہ خدا کو ہر جگہ اس طرح حاضر سمجھو کہ تمہارا وجود باقی نہ رہے۔ کیونکہ تم اپنی ہستی کی بقا تک اس کی ہستی سے محروم رہو گے فرمایا کہ عبادت یا تو جسمانی ہوتی ہے یا زبانی یا قلب سے اس کی اطاعت کرنا ہے پھر فرمایا کہ معرفت الٰہی ظاہری عبادت و لباس سے حاصل نہیں ہوتی اور جو لوگ اس کے مدعی ہیں کہ معرفت عبادت و لباس سے حاصل ہو جاتی ہے وہ آزمائش میں مبتلا ہیں۔ فرمایا کہ نفس کی خواہش ایک پوری کرنے والی راہ مولا میں ہزارہا تکالیف برداشت کرتا ہے۔ فرمایا کہ مخلوق تقسیم رزق کے وقت خدا نے جوانمردوں کو غم و اندوہ عطا کیا اور انہوں نے قبول بھی کر لیا فرمایا کہ اولیاء کرام مخلوق سے متنفر ہو کر راہ مولی میں مگن رہتے ہیں اور اپنا حال کبھی مخلوق پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ اور جب اہل دنیا ان کے مراتب کو پہچان کر شہرت دیتے ہیں۔ تو ان کا عین بے نمک کھانے جیسا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کو یہ توفیق عطا فرمادے کہ متقدرات پر شاکر رہنا ایک ہزار مقبول عبادات سے افضل ہے۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بحر کرم کا ایک قطرہ بھی کسی پر ٹپک جائے تو دنیا میں نہ تو کسی شے کی خواہش باقی رہے نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہے اور نہ کسی کی بات سننا گوارا ہو۔ فرمایا کہ دنیا میں کسی سے معاندت کرنا سب سے بدتر شے ہے فرمایا کہ صوم و صلوۃ گو افضل اعمال ہیں۔ لیکن غرور و تکبر قلب سے نکال دینا اس سے بھی بہتر عمل ہے فرمایا کہ چالیس سال تک عبادت کرنا ضروری ہے دس سال تو اس لئے کہ زبان میں صداقت و راستبازی

پیدا ہو جائے۔ اور دس سال اس لئے کہ جسم کا بڑھا ہوا گوشت کم ہو جائے اور دس سال اس لئے کہ خدا سے قلبی تعلق پیدا ہو جائے اور دس سال اس لئے کہ تمام احوال درست و اصلاحی ہو جائیں اور جو شخص اس طرح چالیس سال عبادت کرے گا۔ وہ مراتب میں سب سے بڑھ جائے گا فرمایا کہ دنیا میں مخلوق سے نرمی اختیار کرو اور مکمل آداب کے ساتھ اتباع سنت کرتے رہو اور خدا تعالیٰ کے ساتھ پاکیزگی کی زندگی بسر کرو کیونکہ وہ خود بھی پاک ہے اس لئے پاکیزہ لوگوں کو محبوب رکھتا ہے۔ اور یہ راستہ مستوں اور دیوانوں کا راستہ ہے۔ فرمایا کہ موت سے قبل تین چیزیں حاصل کر لو اول یہ کہ حب الٰہی میں اس قدر گریہ وزاری کرو کہ آنکھوں میں آنسوؤں کے بجائے لہو جاری ہو جائے دوم یہ کہ خدا سے اس قدر خائف ہو کہ پیشاب کی جگہ خون آنے لگے سوم اس کے حکام کی بجا آوری کے ساتھ عبادت میں اس طرح شب بیداری کرو کہ تمام جسم پگھل جائے فرمایا کہ خدا کو اس انداز میں یاد کرو کہ پھر دوبارہ یاد نہ کرنا پڑے یعنی اس کو کسی وقت بھی فراموش نہ کرو۔ فرمایا ایک مرتبہ اللہ کہنے سے اس طرح زبان جل جاتی ہے کہ دوبارہ اللہ نہیں کہہ سکتا اور جب تم اس کو دوبارہ اللہ کہتے سنو تو سمجھ لو کہ وہ خدا کی تعریف ہے جو اس کی زبان پر جاری ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے قلب میں یاد الٰہی باقی ہے تو تمہیں دنیا کی کوئی شے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اگر تمہارے قلب میں خدا کی یاد باقی نہیں ہے تو لباس فاخرہ بھی سود مند نہیں ہو سکتا پھر فرمایا کہ خدا کے ہمراہ مشاہدہ کرنے کا نام بقا ہے۔ فرمایا کہ جس کو مخلوق میں تم مرد تصور کرتے ہو۔ وہ خدا کے روبرو نامرد ہے اور جو مخلوق کی نظروں میں نامرد ہے وہ خدا کے سامنے مرد ہے فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے تو مخلوق کو آگاہ فرما دیا اگر اپنی ذات سے آگاہ کرا دیتا لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوتا۔ یعنی ذات الٰہی کی واقفیت کے بعد بندے بحر تحیر میں اس طرح غرق ہو جاتے ہیں کہ کلمہ بھی یاد نہیں رہتا۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو آتش محبت سے خاکستر ہو چکے ہوں اور بحر غم میں غرق ہوں فرمایا۔ کہ درویش وہی ہے جس میں حرکت و سکون باقی نہ رہے اور نہ مروت و غم سے بہرہ ور ہو۔ فرمایا کہ لوگ صرف صبح و شام عبادت کرنے ہی سے خدا کی جستجو کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔ حقیقت میں اس کی جستجو کرنے والے وہ ہیں جو ہر لمحہ اس کی تلاش میں رہیں۔ فرمایا کہ اس طرح سکوت اختیار کرو کہ سوائے اللہ کے اور کچھ منہ سے نہ نکلے اور قلب میں سوائے فکر الٰہی کے اور کوئی فکر باقی نہ رہے اور تمام امور دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر اپنے اعضاء کو خدا کی جانب متوجہ رکھو تاکہ تمہارا ہر معاملہ مبنی بر اخلاص ہو اور اس کی عبادت کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ فرمایا کہ اولیاء کے قلوب مٹ جاتے ہیں۔ ان کے اجسام فنا ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی روحیں جل جاتی ہیں فرمایا کہ خدا کی ایک لمحہ کی عبادت مخلوق کی عمر بھر کی عبادت

سے افضل ہے فرمایا کہ اعمال کی مثال شیر جیسی ہے اور جب بندہ اپنا قدم شیر کی گردن پر رکھتا ہے تو وہ شیر لومڑی کی طرح ہو جاتا ہے یعنی جب عمل پر قابو پالیا جائے تو عمل آسان ہو جاتا ہے۔ فرمایا بزرگوں کا قول ہے کہ جو مرید عمل کے بل پر عمل کرتا ہے اس کے لئے عمل سودمند نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ جنت میں داخلہ کی راہ قریب ہے لیکن واصل الی اللہ ہونے کی راہ دور ہے فرمایا کہ دن میں تین ہزار مرتبہ مر کر زندہ ہونا چاہئے پھر فرمایا ممکن ہے کہ ایسی حیات جاوداں حاصل ہو جائے جس کے بعد موت نہ ہو۔ فرمایا کہ جب تم راہ خدا میں اپنی ہستی کو فنا کر لو گے تب تمہیں ایسی ہستی مل جائے گی جو فنا ہونے والی نہیں فرمایا کہ منجانب اللہ بندے کے لئے ایک ایسا راستہ ہے۔ جس سے معرفت و شہادت نصیب ہوتی ہے اور اسی راستہ سے اللہ تعالیٰ خود کو بندے پر ظاہر کر دیتا ہے اور یہ ایسا مرتبہ ہے جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم اپنے دوستوں کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔ اور امن و راحت اپنے معصیت کار بندوں کے لئے وقف کر دیتا ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اس لئے ضروری ہے کہ جب مسافر اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں اس کا دوست موجود ہو تو راہ کی تمام تکالیف بھول جاتا ہے اور اس کے قلب کو تقویت حاصل رہتی ہے۔

لہٰذا جب تم قیامت میں اس طرح مسافر بن کر پہنچو گے جہاں خدا تعالیٰ تمہارا دوست ہو گا تو تمہیں مسرت حاصل ہو گی فرمایا کہ جو لوگ مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش نہیں آتے ان کے قلوب میں مخلوق کی دوستی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور جو لوگ اپنے حیات کو امور خداوندی میں صرف نہیں کرتے ان کی آسانی کے ساتھ پل صراط سے گذر نہیں ہو سکتی۔

ایک خراسانی سے حج پر روانہ ہوتے وقت آپ نے سوال کیا کہ کہاں کا قصد ہے اس نے جواب دیا کہ مکہ معظمہ کا۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں کیوں جا رہے ہو اس نے عرض کیا کہ خدا کی طلب میں جا رہا ہوں فرمایا کہ خراسان میں خدا نہیں ہے۔ اور جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ علم حاصل کرو خواہ وہ چین میں ہو لیکن یہ نہیں فرمایا کہ خدا کی تلاش میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک جاتے پھرو۔ فرمایا کہ جس سانس میں بندہ خدا سے خوش ہو جائے وہ سانس برسوں کے صلوۃ سے افضل ہے فرمایا کہ ہر مخلوق مومن کے لئے حجاب ہے اور نہ جانے مومن کا اس دام و حجاب میں کب پھنس جائے فرمایا کہ جو بندہ ایک شب و روز اس حال میں گزار دے کہ اس کی ذات سے کسی مسلمان کو اذیت نہ پہنچے تو وہ شخص ایک شب و روز حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں رہا۔ اور جو شخص مومن کو کسی دن اذیت پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اس یوم کی عبادت قبول نہیں کرتا۔ فرمایا کہ جو بندہ دنیا میں انبیاء اور اولیاء اور خدا سے شرم کرتا ہے عقب میں اللہ تعالیٰ اس سے شرم کرتا ہے۔ فرمایا کہ تین

قسم کے لوگوں کو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اول مجرد اور صاحب علم کو دوم صاحب سجدہ کو سوم اہل کسب و ہنر کو فرمایا کہ نان جویں کھانے اور ٹاٹ کا لباس پہن لینے سے ہی صوفی نہیں بن جاتا کیونکہ اگر صوفی بننے کا دارومدار اس پر موقوف ہوتا تو تمام اون والے اور جو کھانے والے جانور صوفی بن جایا کرتے بلکہ صوفی وہ ہے جس کے قلب میں صداقت اور عمل میں اخلاص ہو فرمایا کہ مجھے مرید کرنے کی خواہش نہیں کیونکہ میں مرشد ہونے کا دعویدار نہیں۔ بلکہ میں تو ہر وقت اللہ کافی کہا کرتا ہوں۔ فرمایا کہ اگر تم نے عمر میں ایک مرتبہ بھی خدا تعالیٰ کو آزردہ کیا ہو تو زندگی بھر اس سے معذرت چاہتے رہو۔ کیونکہ اگر وہ اپنی رحمت سے معاف کر دے جب ہی تمہارے قلب سے یہ داغ حسرت محو نہ ہونا چاہئے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو آزردہ کیا ہے۔ فرمایا کہ قابل صحبت وہی ہے جو آنکھ سے اندھی' کان سے بہری اور منہ سے گونگی ہو۔ یعنی ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنی چاہئے جو اپنی آنکھ سے خدا کے سوا کسی کو نہ دیکھتا ہو جو اپنے کانوں سے حق کے سوا کوئی بات نہ سنتا ہو۔ اور زبان حق کے سوا کچھ نہ کہتا ہو۔ فرمایا کہ افسوس ہے اس پرندے پر جو اپنے آشیانے سے دانے کی جستجو میں نکل کر آشیانے کا راستہ ہی بھول جائے اور ہر سمت بھٹکتا پھرے فرمایا کہ حقیقت میں غریب وہی ہے جس کا زمانے میں کوئی ہم نوا نہ ہو لیکن میں خود کو غریب اس لئے نہیں کہتا کہ نہ تو میں دنیا اور اہل دنیا کا موافق ہوں اور نہ دنیا میرے موافق ہے فرمایا کہ اللہ والے دنیا اور اس کی دولت سے خوش نہیں ہوا کرتے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ تین مراتب عطا فرماتا ہے۔ اول یہ کہ بندہ دیدار الٰہی سے مشرف ہو کر اللہ اللہ کہتا رہے دوم بندہ عام وجد میں سے خدا کی اطاعت اور زبان سے اس کا ذکر کرتا رہے۔ تو اس کے لئے بیسود ہو گا کیونکہ قلب کو اس کی راہ میں صرف کرے تو یہ چار چیزیں خدا سے طلب کرے محبت ہیبت خدا کے ساتھ زندگی گزارنا اس کے راستہ میں یگانگت و موافقت فرمایا کہ خدا ہر بندے کو کسی نہ کسی شغل سے دوچار کر کے اپنے سے جدا کر دے۔ لیکن شجاعت یہ ہے کہ تم تمام چیزوں کو چھوڑ کر خدا کو اس طرح پکڑ لو کہ وہ تمہیں اپنے سے جدا ہی نہ کر سکے۔ فرمایا کہ زمین پر چلنے پھرنے والے لوگ مردہ ہیں اور زمین میں بہت سے مدفون لوگ زندہ ہیں فرمایا کہ علماء کرام یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی نو عدد ازواج مطہرات تھیں اور بعض کے لئے آپ سال بھر کا سامان جمع فرما لیتے تھے اور صاحب اولاد بھی تھے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ۲۳ سال عمر ہونے کے باوجود بھی آپ دونوں جہان سے دل برداشتہ رہے یعنی آپ کے نزدیک سب مردہ تھے اور جو کچھ آپ ذخیرہ اندوزی فرماتے تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے فرمایا کہ جس کا قلب شوق آتش الٰہی سے جل جاتا ہے اس کو محبت اٹھا کر لے جاتی ہے۔ اور اس سے ارض و سما کو لبریز کر دیتی ہے لہٰذا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ

دیکھنے سننے اور چکھنے والے بن جاؤ تو وہاں حاضر رہو لیکن وہاں حضوری کے لئے تجرد اور جوانمردی کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ عبادت و معصیت کو چھوڑ کر بحر کرم اور دریائے بے نیاز میں اس طرح غوطہ لگاؤ کہ خود نیست کر کے اس کی ہستی میں ابھرو فرمایا کہ دریائے غیب میں مخلوق کا ایمان گھاس پھوس کی طرح کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ہوا اس کی ساحل پر پھینک دیتی ہے فرمایا کہ علماء علم کو عابدین عبادت کو زاہدین زہد کو معرفت الٰہی کا ذریع تصور کر کے اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس لئے بے سود ہوتا ہے کہ قرب الٰہی کا ذریعہ صرف پاکیزگی ہے اور وہ پاک بے نیاز پاکی ہی کو پسند فرماتا ہے۔ فرمایا کہ جس کی زندگی خدا کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی وہ اپنے نفس اور قلب و روح پر قدرت نہیں رکھ سکتا۔ فرمایا کہ اگر فانی اور باقی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہو تو جس طرح بندہ فانی خدا کو پہچان لیتا ہے۔ اسی طرح قیامت میں اس کے نور سے اس کا مشاہدہ کرے گا اور نور بقا کے ذریعے نور خدا کو دیکھ لے گا۔ پھر فرمایا کہ اولیاء کرام صرف خدا کے محرم ہی کو دیکھتے ہیں۔ جس طرح تمہاری اہلیہ کو کوئی غیر محرم نہیں دیکھ سکتا فرمایا کہ مرید اپنے مرشد کی جس قدر خدمت کرتا ہے اس قدر اس کے مراتب بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ لوگ تو دریا میں مچھلی پکڑتے ہیں لیکن اللہ والے خشکی میں مچھلی پکڑتے ہیں اور لوگ تو خشکی میں سوتے ہیں۔ لیکن اللہ والے دریا میں آرام کرتے ہیں فرمایا کہ دنیا میں ایک ہزار تمناؤں کو قربان کر دینے کے بعد آخرت میں صرف ایک تمنا پوری ہوتی ہے۔ اور ہزار تلخ گھونٹ زہر پی لینے کے بعد شربت کا ایک گھونٹ نصیب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ہزاروں سردار قبروں میں جا سوئے لیکن وہاں سرداری کے قابل ایک بھی نہ بن سکا۔ فرمایا کہ فنا و بقا اور مشاہدہ و پاکیزگی موت میں پنہاں ہیں کیوں کہ ظہور الٰہی کے بعد سوائے اس کے کچھ بھی باقی نہیں رہتا فرمایا کہ مخلوق سے وابستگی میں بشریت سے گذر کر تمام غم و آلام فنا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ پابند صوم و صلوۃ مخلوق سے قریب ہوتا ہے فرمایا کہ معرفت سے حقیقت تک ایک ہزار منازل ہیں اور حقیقت سے عین حقیقت تک ایک ہزار ایسے ایسے مقامات ہیں کہ ہر مقام سے گزرنے کیلئے عمر نوح اور صفائے قلب محمدی کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ قلب بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اول قلب فانی جو فقیر کا مسکن ہے دوم طالب نعمت قلب جو امارت کی آماجگاہ ہے سوم قلب باقی جو اللہ تعالیٰ کی قیام گاہ ہے پھر فرمایا کہ عبادت گزار تو بہت سے ہیں۔ لیکن عبادت کر کے خدا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ لیکن شجاعت یہی ہے کہ انتقال کے وقت دنیاوی عبادت کو اپنے ہمراہ لے جائے فرمایا کہ بحر عشق میں مخلوق کا گذار نہیں اور ایک ایسی ذرآمد و برآمد بھی ہے جس میں بندے کے علم و کمال کا گذر نہیں فرمایا کہ ناعاقبت اندیش ہیں وہ لوگ جو خدا کو دلیل کے ذریعہ شناخت کرنا چاہتے ہیں جبکہ صرف اس کو اسی

کے کرم سے بے دلیل پہچاننے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی معرفت کے لئے تمام دلائل بے سود ہیں۔ فرمایا کہ عشاق خدا کو پالینے کے بعد خود گم ہو جاتے ہیں فرمایا کہ لوح و محفوظ کا نوشتہ صرف مخلوق کے لئے ہے۔ اس کا تعلق اہل اللہ سے نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل اللہ کو وہ چیزیں عطا فرماتا ہے جو لوح محفوظ میں نہیں فرمایا۔ کہ دنیا میں غم و آلام برداشت کرتے رہو۔ ممکن ہے کہ اس کے صلہ میں آخرت حاصل ہو جائے اور دنیا میں گریہ و زاری کرتے رہو تاکہ تم آخرت میں مسکرا سکو۔ اور وہاں تمہیں مخاطب کر کے فرمایا جائے کہ کیونکہ تم دنیا میں روتے رہے اس لئے آج تمہیں دائمی مسرت عطا کی جاتی ہے۔ فرمایا کہ تمام انبیاء و اولیاء دنیا کے اندر اس غم میں مبتلا رہے کہ کاش اللہ تعالیٰ کو جان سکتے لیکن خدا کو جاننے کا جو حق ہے۔ اس طرح نہیں جان سکے فرمایا کہ محبت کی انتہا یہ ہے کہ اگر کائنات کے تمام سمندروں کا پانی بھی محبت کرنے والے کے حلق میں انڈیل دیا جائے جب بھی اس کی تشنگی رفع نہ ہو سکے اور مزید کی خواہش باقی رہے اور خدا سے منقطع ہو کر اپنی کرامات پر تکبر نہ کرے کہ شجاعت تو یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ایک کرامت اور اس کے مومن بھائی کو ایک ہزار کرامتیں عطا فرمادے جب بھی وہ اپنی ایک کرامت کو جذبہ ایثار کے تحت اپنے بھائی کی نذر کردے ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ کیا آپ کو موت سے ڈر نہیں لگتا فرمایا کہ مردے موت سے ڈرا نہیں کرتے کیونکہ اللہ کی ہر وہ وعید جو بندوں کیلئے فرمائی گئی ہے میرے غم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور ہر وہ وعدہ جو مخلوق سے آسائش و آرام کا کیا گیا ہے میری امید کے مقابلہ میں بے حقیقت ہے اور اگر تم سے یہ سوال کی جائے کہ ابوالحسن سے جو فیض تمہیں حاصل ہوا ہے اس کے صلہ میں کیا چاہتے ہو تو تم کیا صلہ طلب کرو گے؟ اس پر ہر فرد نے اپنی خواہشات کے مطابق جواب دیا لیکن اپ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ تم محبت مخلوق کے صلہ میں کیا معاوضہ چاہتے ہو تو میں جواب دوں گا کہ میں ان سب کو چاہتا ہوں۔

مشہور ہے کہ آپ نے کسی دانشور سے یہ سوال کیا کہ تم خدا کو دوست رکھتے ہو۔ یا اللہ تمہیں دوست رکھتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو اس کی معیت اختیار کیوں نہیں کرتے اس لئے کہ دوست کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے شاگرد سے پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کون سی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم جیسے بے علم کو تو بہت زیادہ خوف زدہ رہنا چاہئے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سب سے بہتر شے وہ ہے جس میں کوئی برائی نہ ہو مشہور ہے کہ جب لوگوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ حضرت جنید دنیا میں ہوش آئے اور باہوش کے ساتھ چلے گئے اور حضرت

شبلی مدہوش آئے اور مدہوش لوٹ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ان دونوں سے پوچھا جائے کہ تم دنیا میں کس طرح واپس آئے ہو تو یہ کچھ بھی نہ بتا سکیں گے کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کس طرح آیا اور کس طرح واپس ہو گیا۔ اور آپ نے جس وقت یہ جملہ فرمایا تو اس وقت غیب سے آواز آئی کہ اے ابوالحسن تو نے بالکل درست کہا کیونکہ جو خدا سے آگاہ ہو جاتا ہے اس کو خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور جب لوگوں نے اس جملے کا مفہوم پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ زندگی کو نامرادی میں گذارنے کا نام بندگی ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ ہمیں کیا چیزیں اختیار کرنی ہوں گی جس کی بنیاد پر ہم میں بیداری پیدا نہ ہو فرمایا کہ عمر کو ایک سانس سے زیادہ تصور نہ کرو۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ فقر کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ قلب پر ایسا رنگ چڑھ جائے جس پر دوسرا کوئی رنگ نہ چڑھ سکے فرمایا کہ میں خدا کے سوا کسی کو اپنے قلب میں جگہ نہیں دیتا اور اگر کوئی خیال آ جائے تو فوراً نکال پھینکتا ہوں فرمایا کہ میں اس مقام پر ہوں کہ جہاں ذرے ذرے کی تحقیق کا بھی علم ہے کہ میں نے پچاس سال اس طرح گزارے ہیں کہ خدا کے ساتھ اخلاق سے رہا کہ مخلوق کی اس میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اور نماز عشاء سے لے کر صبح سے شام تک عبادت میں مشغول رہتا تھا اور اس عرصہ میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھا جب کہیں اس کے صلہ میں یہ مراتب حاصل ہوئے کہ ظاہری طور پر دنیا میں سوتے ہوئے فردوس و جہنم کی سیر کرتا رہتا ہوں اور دونوں عالم میرے لئے ایک ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ ہمہ اوقات خدا کی معیت میں رہتا ہوں فرمایا کہ پہلا راستہ نیاز کا ہے اس کے بعد خلوت اس کے بعد دیدار اس کے بعد بیداری ہے۔ فرمایا کہ میں ظہر سے عصر تک پچاس رکعتیں پڑھا کرتا تھا۔ لیکن بیداری کے بعد ان سب کی قضا کرنا پڑی۔ فرمایا کہ میں چالیس سال سے خورد و نوش کا کوئی انتظام کر لیتا ہوں اور اس کے طفیل میں خود بھی کھا لیتا ہوں۔ فرمایا کہ امکانی حد تک مہمان نوازی کرتے رہو۔ کیونکہ اگر مہمان کو دونوں جہاں کی نعمتوں کا لقمہ بنا کر بھی کھلا دو گے جب بھی حق مہمان نوازی ادا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ کسی مرد حق کی زیارت کے لئے مشرق سے مغرب تک سفر کرنے کی صعوبتوں کا اجر اس کی زیارت سے کم ہے فرمایا کہ چالیس سال سے میرا نفس ایک گھونٹ سرد پانی کا خواہش مند ہے۔ لیکن میں نے محروم کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ میں نے ستر سال خدا کی معیت میں اس طرح گزارے ہیں کہ اس دوران ایک لمحہ بھی کبھی اتباع نفس نہیں کی۔

چالیس سال تک آپ کو بینگن کھانے کی خواہش رہی لیکن آپ نے کبھی نہیں کھائے اور جب ایک دن والدہ کے اصرار پر کھا لئے تو اس رات کسی نے آپ کے صاحبزادے کو قتل کر کے چوکھٹ پر ڈال دیا۔ اور جب آپ کو علم ہوا تو اپنی والدہ سے فرمایا کہ میں نے آپ کو پہلے ہی منع کیا تھا

کہ میرا معاملہ خدا کے ساتھ ہے اب آپ نے اپنے اصرار کا نتیجہ دیکھ لیا۔

جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کی اور دوسری مسجدوں میں کیا فرق ہے فرمایا کہ شرعی حیثیت سے تو تمام مساجد ایک ہی ہے۔ لیکن میری مسجد کا قصہ طولانی ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے دوسری مساجد سے ایک نور نکل کر صرف آسمان تک جاتا ہے لیکن میری مسجد کا قبہ اس کے کرم کے نور سے منور ہو کر آسمان سے بھی آگے نکل جاتا ہے اور جب اس مسجد کی تکمیل کے بعد میں اس میں جا کر بیٹھا تو ملائکہ نے یہاں آکر ایک سبز پرچم نصب کر دیا جس کا ایک سرا عرش سے ملحق تھا اور آج تک وہ پرچم اسی طرح قائم ہے اور تاحشر قائم رہے گا۔ پھر ایک دن میں نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن! جو لوگ تیری مسجد میں داخل ہو جائیں گے ان پر آتش جہنم حرام ہو جائے گی اور جو لوگ تیری حیات میں یا وفات کے بعد اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر لیں گے ان کا حشر عبادت گزار بندوں کے ساتھ ہو گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کے لے ہر جگہ مسجد ہے اور ہر یوم 'یوم جمعہ اور ہر مہینہ ماہ صیام ہے لہٰذا بندہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کی معیت اختیار کرے فرمایا کہ دنیا سے میں چار سو دینار کا مقروض ہو کر جانا پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ سائل کے سوال کو رد کر دوں پھر فرمایا کہ جب قیامت میں مجھ سے سوال ہو گا کہ تو دنیا سے کیا لے کر آیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ تو نے دنیا میں کتے کو میرا ساتھی بنا دیا تھا اور میں ہر لمحہ اس کی نگرانی میں لگا رہتا تھا تاکہ وہ مجھے اور دوسرے لوگوں کو کاٹ نہ لے اور تو نے مجھے نجاست سے لبریز فطرت عطا کی تھی جس کی پاکیزگی کے لئے میں نے تمام عمر صرف کر دی فرمایا کہ لوگ تو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے اللہ عالم نزع اور قبر میں ہماری اعانت فرما لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی ہماری اعانت فرما اور ہماری فریادرسی کر۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے تیری محبت میں ساٹھ سال گزار دیئے اور آج تک تیری امید سے وابستہ ہوں۔ اس پر جواب ملا کہ تو تو صرف ساٹھ ہی سال سے ہماری محبت میں گرفتار ہے اور ہم تجھ کو ازل سے اپنا دوست بنائے ہوئے ہیں۔

فرمایا کہ ایک شب خواب میں مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ چاہتا ہے کہ میں تیرا بن جاؤں؟ میں نے عرض کیا نہیں پھر سوال ہوا کہ کیا تیری یہ تمنا ہے کہ تو میرا ہو جائے؟ میں نے کہا نہیں پھر ارشاد ہوا کہ تمام گزشتہ لوگوں کو تو یہ تمنا رہی کہ میں ان کا ہو جاؤں پھر آخر تجھے یہ تمنا کیوں نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ جو اختیارات تو نے مجھ کو عطا فرمانا چاہتا ہے ان میں بھی ضرور تیری کوئی مصلحت ہو گی کیونکہ تو بھی دوسروں کی مرضی سے کام نہیں کرتا فرمایا کہ۔ جب میں

نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے میرا ماضی کا روپ دکھادے میں نے دیکھا کہ میں ٹاٹ کے لباس میں ملبوس ہوں اور جب میں نے غور سے دیکھ لینے کے بعد پوچھا کہ کیا میرا اصلی روپ یہی ہے تو فرمایا کہ ہاں تیری اصلی ہیبت یہی ہے۔ پھر جب میں نے پوچھا کہ میری ارادت و محبت و خشوع و خضوع کہاں چلے گئے تو فرمایا گیا وہ تو سب کچھ ہمارا تھا۔ تیری اصل حقیقت تو یہی ہے۔

وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ کاش میرا قلب چیر کر مخلوق کو دکھایا جاتا ہے کہ ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ خدا کے ساتھ بت پرستی درست نہیں پھر لوگوں کو وصیت فرمائی کہ مجھے زمین سے تیس گز نیچے دفن کرنا کیونکہ یہ سرزمین .سطام کی سے زیادہ بلند ہے۔ اور یہ سوئے ادبی کی بات ہے کہ میرا مزار حضرت جنید .سطامی کے مزار سے اونچا ہو جائے چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا لیکن آپ کی ذات سے دوسرے ہی دن ایک بجلی سی چمکی اور لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید پتھر آپ کے مزار پر رکھا ہوا ہے اور قریب ہی شیر کے قدموں کے نشان ہیں۔ جس سے یہ اندازہ کیا گیا کہ یہ پتھر شیر نے ہی لا کر رکھا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے مزار کے اطراف میں شیر کو گھومتے ہوئے بھی دیکھا گیا لیکن زبان زد خلق عام یہی ہے کہ آپ کے مزار کو تھام کر جو بھی دعا مانگی جائے وہ ضرور قبول ہو گی۔ اور بہت سے تجربات بھی اس کے شاہد ہیں۔

بعض لوگوں نے خواب میں دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا؟ فرمایا کہ میرا اعمال نامہ میرے ہاتھ میں دے دیا گیا جس پر میں نے عرض کیا کہ تو مجھے اعمال نامہ میں کیوں الجھانا چاہتا ہے جبکہ میرے اعمال سے قبل ہی تو مجھ سے بخوبی واقف تھا کہ مجھ سے کس قسم کے اعمال سرزد ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا میرا اعمال نامہ کراما کاتبین کے حوالے کر کے مجھے اس جھنجھٹ سے نجات دے تاکہ میں ہر وقت تجھ سے ہمکلام رہ سکوں۔

حضرت محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شدید بیمار ہوا تو میں خوف آخرت سے بہت ہی متاثر تھا اسی دوران میں ایک دن آپ عیادت کے لئے تشریف لائے اور مجھے پریشان دیکھ کر فرمایا کہ کوئی بات نہیں تم بہت جلد صحت یاب ہو جاؤ گے لیکن میں نے عرض کیا کہ مجھے بیماری کا نہیں بلکہ موت کا خوف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ موت سے خائف نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر میں تم سے بیس سال قبل ہی مر جاؤں جب بھی عالم نزع میں تمہارے پاس ہی جاؤں گا۔ اس لئے تم موت سے مت خوف زدہ ہو۔ اس کے بعد مجھے صحت یابی حاصل ہو گئی اور جب آپ کی وفات کے بیس سال بعد حضرت محمد بن حسین مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ان کے صاحبزادے کا بیان یہ ہے کہ وہ نزعی کیفیت میں اس طرح کھڑے ہو گئے کہ جیسے کوئی تعظیماً کھڑا ہو جاتا ہے پھر وعلیکم السلام کہا اور

جب میں نے پوچھا کہ آپ کے سامنے کون ہے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی نے عالم جان کنی میں آنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ لہٰذا وہ تشریف لے آئے ہیں۔ اور دوسرے بہت سے اولیاء کرام بھی آپ کے ہمراہ ہیں۔ اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ موت سے نہ ڈرو یہ کہتے ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔
آپ کی تاریخ وفات تذکرہ اولیاء کے بعض منسوخ نسخوں میں ان دو شعروں میں ملتی ہے۔

بو الحسن آنکہ بود خرقانی
شنیدم مثل او ثانی
شدہ تاریخ صاحب خرقان
ابوالحسن زیب جائے عدن جنان
۴۲۶ھ

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ معرفت و حقیقت کے منبع و مخزن تھے اور آپ کا شمار معتبر صوفیائے کرام میں ہوتا تھا گو جائے ولادت میں اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور سن بلوغ تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کی کرامت و ریاضت اور نکات و رموز بے شمار ہیں جن کو یکجا کرنا بہت دشوار ہے آپ نے اپنے دور کے تمام بزرگوں کو دیکھا اور فیض بھی حاصل کیا۔ آپ امام مالک کے پیروکار تھے۔ اور بہت سی احادیث بھی آپ نے تحریر کر رکھی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ کی عبادت و ریاضت میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اور ستر سال کی عمر پا کر ۳۳۴ھ ماہ ذی الحجہ میں انتقال ہوا۔

حالات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال تک حدیث و فقہ کا درس لیا جس کے بعد سینے سے ایک خورشید طلوع ہو گیا اور جب مجھ کو خدا کی طلب کا اشتیاق پیدا ہوا تو میں نے بہت سے اساتذہ کی خدمت میں رجوع ہو کر اپنا مقصد ظاہر کیا لیکن کوئی بھی مجھے راستہ نہ دکھا سکا۔ کیونکہ ان میں سے ایک بھی بذات خود اس راستے سے واقف نہ تھا بس مجھ سے تو اتنا کہہ دیتے تھے کہ ہم غیب کے سوا سب کچھ جانتے ہیں۔ چنانچہ میں نے حیرت زدہ ہو کر ان سے عرض کیا کہ آپ لوگ تاریکی

میں ہیں اور میں روز روشن میں اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے اپنی ولایت چوروں کے سپرد نہیں کی یہ سن کر سب لوگ برہم ہو گئے اور میرے ساتھ بہت ہی ناروا سلوک کیا۔

ابتداء میں آپ میں آپ نہاوند نامی جگہ کے سردار تھے اور جب تمام امیروں اوز سرداروں کو دربار خلافت میں طلب کیا گیا تو آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور جس وقت خلیفہ سب کو خلعت عطا کرنے والا تھا کہ اس وقت امیر کو چھینک آئی اور اس نے خلعت کی آستین سے ناک صاف کر لی جس کی سزا میں خلیفہ نے خلعت واپس لے کر اس کو برطرف کر دیا۔ اس وقت آپ کو یہ تنبیہہ ہوئی کہ جو شخص مخلوق کی عطا کردہ خلعت سے گستاخی کر کے ایسی سزا کا مستوجب ہو سکتا ہے تو خدا کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ گستاخی کرنے والے کی تو نا جانے کیا سزا ہو گی۔ اس خیال کے بعد آپ نے خلیفہ سے آکر عرض کیا کہ تو مخلوق ہو کر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی تیری عطا کردہ خلعت سے بے ادبی نہ کرے جبکہ تیری خلعت کے مالک الملک کی خلعت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ للہذا اس نے مجھ کو اپنی معرفت کو جو خلعت عطا فرمائی ہے میں بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو ایک مخلوق کے سامنے کثیف کر دوں یہ کہہ کر دربار سے باہر نکلے اور حضرت خیر نساج کے ہاتھ پر جا کر بیعت ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ ان سے فیض حاصل کرنے کے بعد انہیں کے حکم سے حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور ان سے عرض کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک گوہر نایاب ہے۔ للہذا آپ یا تو اسے قیمتاً فروخت کر دیں یا پھر بغیر قیمت کے دیں۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ اگر میں فروخت کرنا چاہوں تو تم خرید نہیں سکتے۔ کیونکہ تمہارے اندر قوت خرید ہی نہیں ہے۔ اور اگر مفت دے دوں تو اس کی قدر و قیمت نہ سمجھ سکو گے کیونکہ بلا محنت حاصل کردہ شے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ للہذا اگر تم وہ گوہر حاصل کرنا چاہتے ہو تو بحر توحید میں غرق ہو کر فنا ہو جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر صبر و انتظار کے دروازے کشادہ کر دے گا اور جب تم دونوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو وہ گوہر تمہارے ہاتھ لگ جائے گا۔ پھر آپ نے حضرت جنید سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم ایک سال تک گندھک بیچتے پھرو۔ چنانچہ ایک سال تعمیل حکم کرتے رہے انہوں نے فرمایا کہ اب ایک سال تک بھیک مانگو۔ چنانچہ آپ نے ایک سال یہ بھی کیا حتی کہ آپ نے بغداد کے ہر دروازے پر بھیک مانگی لیکن کبھی آپ کو کسی نے کچھ نہیں دیا۔ اور جب اس کی شکایت آپ نے حضرت جنید سے کی تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ اب تو شاید تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مخلوق کے نزدیک تمہاری کوئی حیثیت نہیں للہذا اب کبھی مخلوق سے دل بستگی کا خیال نہ کرنا اور نہ کبھی کسی چیز پر مخلوق کو فوقیت دینا۔ پھر حضرت جنید نے حکم دیا کہ چونکہ تم نہاوند کے امیر

رہ چکے ہو۔ لہٰذا وہاں جا کر ہر فرد سے معافی طلب کرو۔ چنانچہ آپ نے وہاں پہنچ کر بچے بچے سے معافی چاہی لیکن ایک شخص وہاں موجود نہیں تھا۔ تو اس کے بجائے لاکھ درم خیرات کیے۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے قلب میں خلش باقی رہ گئی۔ اور جب دوبارہ حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ابھی تمہارے قلب میں حب جاہ باقی ہے لہٰذا ایک سال تک اور بھیک مانگتے رہو۔ لہٰذا جو کچھ بھیک کے ذریعہ ملتا اس کو حضرت جنید کے پاس لا کر فقراء میں تقسیم کر دیتے۔ لیکن آپ خود بھوکے رہتے پھر سال کے اختتام پر حضرت جنید نے وعدہ کیا کہ اب تمہیں اپنی صحبت میں رکھوں گا۔ بشرطیکہ تمہیں فقراء کی خدمت گزاری منظور ہو۔ چنانچہ آپ ایک سال تک فقراء کی خدمت گزاری میں مشغول رہے۔ پھر حضرت جنید نے پوچھا کہ اب تمہارے نزدیک نفس کا کیا مقام ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں خود کو تمام مخلوقات سے کمتر تصور کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ اب تمہارے ایمان کی تکمیل ہو گئی۔ ہے ابتدائی دور میں جو کوئی آپ کے سامنے خدا کا نام لیتا تو آپ اس کا منہ شکر سے بھر دیتے اور بچوں میں محض اس نیت سے شرینی تقسیم فرمایا کرتے تھے کہ وہ آپ کے سامنے صرف اللہ اللہ کہتے رہیں۔ پھر بعد میں یہ کیفیت ہو گئی کہ خدا کا نام لینے والوں کو روپے اور اشرفیاں دیا کرتے تھے۔ پھر اس مقام پر پہنچ گئے کہ شمشیر برہنہ لے کر پھرتے فرمایا کرتے کہ جو کوئی میرے سامنے اللہ کا نام نہ لے گا۔ اس کا سر قلم کر دوں گا۔ اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے پہلے والا رویہ کیوں تبدیل فرما دیا؟ فرمایا کہ پہلے مجھے خیال تھا کہ لوگ حقیقت و معرفت کے اعتبار سے خدا کا نام لیتے ہیں۔ لیکن اب یہ معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ محض عادتاً نام لیتے ہیں۔ جس کو میں جائز تصور نہیں کرتا۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ غیبی ندا سنی کہ اسم ذات کے ساتھ کب تک وابستہ رہے گا اگر طلب صادق ہے تو مسمی کی جستجو کر' یہ ندا سن کر عشق الٰہی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ دریائے دجلہ میں چھلانگ لگا دی لیکن ایک موج نے پھر کنارے پر پھینک دیا۔ پھر اسی کیفیت میں آگ میں کود پڑے لیکن آگ بھی آپ کے اوپر اثر انداز نہ ہو سکی۔ اس کے بعد اکثر مہلک و مہیب مقامات پر پہنچ کر خود کو ہلاک کرنے کے سعی کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے محبوب بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے اس لئے کسی جگہ بھی کوئی گزند نہیں پہنچی اور ہر یوم ذوق و شوق میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے اور آپ اکثر چیخ چیخ کر فرماتے کہ تاسف ہے اس شخص پر جو پانی میں نہ غرق ہو سکا اور نہ آگ میں جل سکا۔ نہ درندوں نے پھاڑا اور نہ پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو سکا پھر آپ نے یہ ندائے غیبی سنی کہ جو مقبول الٰہی ہوتا ہے اس کو خدا کے سوا کوئی دوسرا قتل نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد آپ کے احوال

یہاں تک پہنچ گئے کہ لوگوں نے دس مرتبہ زنجیروں میں جکڑا مگر پھر بھی آپ کو سکون میسر نہ آسکا۔ پھر آپ کو پاگل تصور کر کے پاگل خانے بھیج دیا گیا اور ہر شخص آپ کو دیوانہ کہنے لگا۔ لیکن آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم سب مجھ کو دیوانہ کہتے ہو۔ حالانکہ تم سب خود پاگل ہو۔ اور انشاء اللہ قیامت میں تمہارے دیوانگی سے میری دیوانگی کا مرتبہ زائد ہو گا۔

قید خانے میں جب آپ سے چند حضرات بغرض ملاقات حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم سب آپ کے احباب ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ نے ان پر سنگ باری شروع کر دی اور فرمایا کہ تم کیسے احباب ہو جو میری مصیبت پر صبر نہیں کرتے۔

ایک مرتبہ آپ ہاتھ میں آگ لئے ہوئے پھر رہے تھے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آگ کیوں لے رکھی ہے فرمایا کہ میں اس سے کعبہ کو پھونک دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ مخلوق کعبہ والے کی طرف متوجہ ہو جائے۔ پھر دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ آپ دو جلتی ہوئی لکڑیاں لئے پھر رہے ہیں۔ اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ درخت پر بیٹھی ہوئی کوئل کو کو کر کے پوچھتی رہتی ہے کہ وہ کہاں ہے۔ اور میں بھی اس کی موافقت میں ہو ہو کرتا رہتا ہوں۔ آپ کے اس عمل کا کوئل پر ایسا اثر ہوا کہ جب آپ خاموش ہو جاتے تو وہ بھی سکوت اختیار کر لیتی۔

ایک مرتبہ بچوں نے آپ کے پاؤں پر ایسا پتھر مارا کہ لہو لہان ہو گیا اور زخم سے جو قطرے زمین پر گرتے ان میں سے ہر قطرہ خون سے اللہ کا نقش ابھرتا تھا۔

ایک مرتبہ عید کے دن سیاہ لباس میں ملبوس تھے اور وجد کا عالم تھا اور جب لوگوں نے سیاہ لباس پہننے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے مخلوق کے ماتم میں سیاہ لباس پہنا ہے اس لئے کہ پوری مخلوق خدا سے غافل ہو چکی ہے۔ ابتداء میں آپ سیاہ لباس ہی استعمال فرماتے تھے لیکن تائب ہونے کے بعد مرقع پہننا شروع کر دیا تھا اور عید کے دن سیاہ لباس پہن کر اپنے لباس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سیاہی نے ہم کو تاریکی کے ایسے عالم میں پہنچا دیا کہ ہم درمیان میں غرق ہو گئے۔ مجاہدات کے دوران آپ اس لئے اپنی آنکھوں میں نمک بھر لیتے تھے تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو سکے۔ حتی کہ تھوڑی تھوڑی مقدار کر کے آپ نے اپنی آنکھوں میں سات من نمک بھر لیا تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تجلی فرما کر مجھ سے فرمایا کہ سونے والے مجھ سے غافل ہو جاتے ہیں اور مجھ سے غفلت کرنے والا محجوب ہوتا ہے ایک مرتبہ چمٹی لے کر آپ نے اپنا گوشت نوچنا شروع کر دیا تو حضرت جنید نے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ جو حقائق مجھ پر منکشف ہوئے ہیں۔ ان کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اس لئے یہ عمل کر رہا ہوں تاکہ ایک لمحہ کے لئے سکون مل سکے۔

ابتدائی دور میں آپ ہمہ وقت گریہ وزاری کرتے رہتے تھے۔ جس پر حضرت جنید نے فرمایا کہ خدا نے شبلی کو ایک امانت سونپ کر چاہا کہ وہ اس میں خیانت کرے اس لئے اس کو گریہ وزاری میں مبتلا کردیا۔ کیوں کہ شبلی کا وجود مخلوق کے درمیان عین الہی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جنید کی مجلس میں آپ بھی حاضر تھے تو حضرت جنید کے بعض ارادت مندوں نے آپ کی تعریف میں یہ جملے کہے کہ صدق و شوق اور علو ہمتی میں آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ تم لوگوں کا یہ قول درست نہیں۔ بلکہ حقیقت میں شبلی مردود اور خدا سے بہت دور ہے لہذا شبلی کو میری مجلس سے باہر نکال دو اور جب آپ نکل گئے تو حضرت جنید نے مریدین سے فرمایا کہ تم تعریف کرکے ہلاک کرنا چاہتے تھے کیونکہ تمہارے یہ تعریفی جملے اس کے لئے تلوار تھے اور اگر اس کا معمولی سا اثر بھی اس پر ہو جاتا تو اس کے نفس میں سرکشی رونما ہو جاتی اور وہ فوراً ہلاک ہو جاتا لیکن میری ہجو اس کے لئے ڈھال بن گئی اور وہ ہلاکت سے بچ گیا۔

آپ اپنے معمول کے مطابق تہہ خانے میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اور لکڑیوں کا گٹھا اس لئے اپنے ہمراہ لے جاتے کہ جب عبادت سے ذرا بھی غفلت ہوتی تو ایک لکڑی نکال کر خود کو زدو کوب کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک ایک کرکے تمام لکڑیاں ختم ہو جاتیں اور بعد میں اپنے جسم کو دیواروں سے ٹکراتے۔

ایک مرتبہ آپ تنہائی میں عبادت کر رہے تھے۔ کہ باہر سے کسی نے دروازے پر دستک دے کر کہا کہ ابوبکر حاضر ہے۔ لیکن آپ نے جواب دیا کہ اگر اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئیں جب بھی میں دروازہ نہیں کھول سکتا لہذا براہ کرم تم واپس چلے جاؤ۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری پوری زندگی اسی خواہش میں گزر گئی کہ کاش ایک لمحہ کے لئے مجھے اللہ تعالیٰ سے ایسی خلوت نصیب ہو جاتی کہ میرا وجود باقی نہ رہتا اور چالیس سال سے یہ تمنا ہے کہ کاش ایک لمحہ کے لئے خدا کو جان اور پہچان سکتا۔ اور کاش میں پہاڑوں میں اس طرح روپوش ہو جاتا کہ نہ مخلوق مجھ کو دیکھ سکتی اور نہ میرے احوال سے باخبر ہوتی۔ پھر فرمایا کہ میں خود کو یہودیوں سے بھی زیادہ اس لئے ذلیل تصور کرتا ہوں کہ میں نفس و دنیا اور ابلیس و خواہشات کی بلاؤں میں گرفتار ہوں اور مجھے تین مصیبتیں یہ بھی لاحق ہیں کہ میرے قلب سے اللہ تعالیٰ دور ہو گیا ہے۔ دوم میرے قلب میں باطل جاگزیں ہو گیا ہے۔ سوم میرا نفس ایسا کافر بن گیا ہے کہ اس کو مصائب کو دور کرنے کا تصور تک نہیں آتا۔ پھر فرمایا کہ دنیا محبت کا اور آخرت نعمت کا مکان ہے۔ لیکن ان دونوں سے قلب بہتر ہے کیونکہ یہ معرفت الٰہی کا مکان ہے پھر فرمایا کہ اگر میں بادشاہ کا خدمت گزار

ہوتا تو بزرگوں کی خدمت بھی نہ کرتا۔

ایک مرتبہ نئے کپڑے جسم پر سے اتار کر جلا ڈالے اور جب لوگوں نے عرض کیا شریعت میں بلاوجہ مال کا ضیاع کرنا حرام ہے تو فرمایا کہ قرآن نے کہا "جس شے پر تمہارا قلب مائل ہو گا ہم اس کو بھی تمہارے ساتھ آگ میں جلادیں گے"۔ چونکہ میرا قلب اس وقت نئے کپڑوں کے ساتھ مائل ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے ان کو دنیا میں ہی جلا ڈالا۔

جب آپ کے مراتب میں اضافہ شروع ہوا تو آپ نے وعظ گوئی کو اپنا مشغلہ بنالیا اور اس میں لوگوں کے سامنے حقیقت کا اظہار بھی کرنا شروع کر دیا۔ جس پر حضرت جنید بغدادی نے فرمایا۔ کہ ہم نے جن چیزوں کو زمین میں مدفون کر رکھا تھا۔ تم انہیں بر سر منبر عوام کے سامنے بیان کرتے ہو۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ جن حقائق کا میں اظہار کرتا ہوں وہ لوگوں کے ذہنوں سے بالاتر ہیں کیونکہ میری باتیں حق کی جانب سے ہوتی ہیں۔ اور حق ہی کی جانب لوٹ جاتی ہیں۔ اور اس وقت شبلی کا وجود درمیان میں نہیں ہوتا۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ گو تمہارا یہ قول درست' پھر بھی تمہارے لئے اس قسم کی چیزیں بیان کرنی مناسب نہیں۔ آپ نے فرمایا' کہ دین و دنیا طلب کرنے والوں کے لئے ہماری مجلس نشینی حرام ہے۔

ایک مرتبہ مجلس میں آپ نے کئی مرتبہ اللہ اللہ کہا لیکن اسی مجلس میں ایک درویش نے اعتراض کیا کہ آپ لاالہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے ایک ضرب لگا کر فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ رہتا ہے کہ میں (لا) کہوں یعنی نفی کر دوں اور (سید) میری روح نکل جائے آپ کے اس قول سے وہ درویش لرزہ براندام ہو گیا۔ اور اسی وقت اس کا دم نکل گیا۔ اور جب اس کے اعزا آپ کو قاتل کہہ کر دربار خلافت میں لے گئے تو آپ کے اوپر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اور دربار میں حاضر ہونے کے بعد جب آپ سے صفائی پیش کرنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس درویش کی جان تو عشق الہٰی سے خارج ہو کر پہلے ہی بقائے جلال باری میں فنا ہونے والی تھی اور اس کی روح علائق دنیاوی سے رابط ختم کر چکی تھی۔ اس لئے اس کو میرے قول کے سماعت کی طاقت نہ رہی اور برق مشاہدہ جمال کی چمک سے اس کی روح مرغ بسمل کی طرح پرواز کر گئی لہٰذا اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ یہ بیان سن کر خلیفہ نے کہا کہ آپ کو باہر لے آؤ کیونکہ اگر میں کچھ دیر ان کی گفتگو اور سن لوں گا تو میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔

آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنے والا جب طریقت کا طلب گار ہوتا تو آپ حکم دیتے کہ صحرا میں جا کر توکل اختیار کرو اور بغیر زاد راہ اور سواری کے حج کے سفر پر چلے جاؤ۔ اسی وقت تمہیں توکل و تجرد

حاصل ہو گا۔ اور جب ان دونوں مجاہدات سے فراغت پالو اس وقت میرے پاس چلے آنا اس لئے کہ ابھی تمہارے اندر میری صحبت کی صلاحیت نہیں ہے اور آپ اکثر تائب ہونے والوں کو اپنے اصحاب کے ہمراہ بغیر زاد راہ اور سواری کے صحرا میں بھیج دیا کرتے تھے اور جب لوگ یہ کہتے کہ آپ تو مخلوق کی ہلاکت کے درپے ہیں تو آپ جواب دیتے کہ میری نیت ہرگز یہ نہیں لیکن جو لوگ میرے پاس آتے ہیں۔ ان کا مقصد میری صحبت نہیں ہوتا بلکہ وہ معرفت الٰہی کے متمنی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ مصاحبت کے خواہاں ہوں تو گویا بت پرستی کے مرتکب کہلائے جائیں گے لہٰذا ان کے واسطے یہی بہتر ہے کہ اپنی پہلی حالت پر قائم رہیں اس لئے کہ فاسق موحد رہبانیت پسند زاہد سے افضل ہے اسی وجہ سے میں اپنے پاس آنے والوں کو خدا کا راستہ بتا دیتا ہوں۔ اس میں اگر وہ ہلاک بھی ہو جائیں جب بھی اپنے مقصد سے محروم نہیں رہیں گے اور اگر سفر کی صعوبتیں حاصل کرلیں گے تو انہیں وہ مقام حاصل ہو جائے گا کہ جو دس سالہ مجاہدات سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ کا قول تھا کہ جب راستے میں میری نظر مخلوق پر پڑتی ہے تو دیکھتا ہوں کہ ہر نیک بخت کی پیشانی پر لفظ سعید اور ہر بد بخت کی پیشانی پر لفظ شقی تحریر ہوتا ہے۔ بعض اوقات آپ ضرب لگا کر آہ افلاس کہا کرتے تھے اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ انسانوں کی مجالست ان کی محبت ان سے ربط و ضبط اور ان کی خدمت کرنے سے مفلس ہوں۔ ایک مرتبہ بہت بڑا ہجوم ایک جنازے کے ساتھ تھا۔ اور اس کے پیچھے ایک شخص الا من فراق الوالد کہتا ہوا چل رہا تھا۔ لیکن جب آپ کی نظر جنازے پر اور اس شخص پر پڑی تو اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے فرمایا الا من فراق الاحد اس کے بعد فرمایا کہ ابلیس نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ تم اپنے صفائے باطن پر نازاں نہ ہو کیونکہ اس تہ خانے میں تاریکیاں پنہاں ہیں۔

ایک دن آپ نے عالم وجد میں حضرت جنید کے یہاں پہنچ کر ان کے بندھے ہوئے صافے کو کھول ڈالا اور لوگوں کے سوال پر فرمایا کہ اس کی بندش مجھے بھلی معلوم ہوئی اس لئے کھول ڈالا۔

ایک دن حضرت جنید کی بیوی اپنے گھر میں بیٹھی کنگھی کر رہی تھیں۔ کہ اسی دوران اچانک آپ بھی وہاں جا پہنچے اور جب انہوں نے پردہ کرنے کا قصد کیا تو حضرت جنید نے فرمایا کہ پردے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ جماعت صوفیاء کے مستوں کو فردوس و جہنم تک کی تو خبر ہوتی نہیں پھر بھلا وہ کسی عورت پر کیا نظر ڈال سکتے ہیں۔ اور جب کچھ وقفہ کے بعد حضرت شبلی نے رونا شروع کر دیا تو حضرت جنید نے اپنی بیوی کو پردے میں چلے جانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ اب یہ اپنی اصل حالت پر لوٹ رہے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت جنید نے فرمایا من طلب وجد یعنی جس نے خدا کو طلب کیا پالیا۔ آپ نے کہا یہ بات نہیں بلکہ یوں کہئے کہ من وجد طلب یعنی جس نے پالیا اس نے طلب کیا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جنید نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور حضرت شبلی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور حضرت شبلی سے پوچھا کہ تم کیا کیا عمل کرتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نماز مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر یہ آیت تلاوت کرتا ہوں۔ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم فان تو تو افقل حسبی اللہ لا اله الا هو علیه توکلت و هو رب العرش العظیم یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ مرتبہ تمہیں اسی لئے حاصل ہوا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے وضو کر کے مسجد کا قصد کیا تو راستہ میں یہ غیبی ندا سنی کی ایسے گستاخانہ وضو کے ساتھ ہمارے گھر میں جانا چاہتا ہے۔ یہ سن کر واپس ہونے لگے تو آواز سنی کہ ہمارے گھر سے لوٹ جانا چاہتا ہے بھلا یہاں سے لوٹ کر کہاں جائے گا آپ نے جب ایک زور دار ضرب لگائی تو یہ آواز سنی ہی ہم پر طعنہ زنی کرتا ہے یہ سن کر آپ خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے پھر ندا آئی کہ تو صبر و ضبط کا بھی دعویدار ہے آپ نے عرض کیا کہ میں تجھ سے ہی فریاد چاہتا ہوں۔

کسی درویش نے درماندگی و پریشانی کے عالم میں حاضر ہو کر آپ سے عرض کیا کہ دین کے واسطے سے میری داد رسی فرمایئے۔ کیونکہ میں انتہائی بدحالی کا شکار ہوں اگر آپ حکم دیں تو میں اس راستہ کو چھوڑ دوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کفر کے دروازے پر دستک دے رہے ہو۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی لا تقنطو امن رحمته اللہ یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یہ سن کر درویش نے عرض کیا کہ اب مجھے کچھ طمانیت حاصل ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کو آزمانا چاہتے ہو۔ کیا تم نے اس کا یہ قول نہیں سنا فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون نہیں بے خوف ہوتی اللہ کے مکر سے لیکن خسارے والی قوم۔ یہ سن کر درویش نے کہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ اللہ کی چوکھٹ کو سر دے مارو حتی کہ تیری موت واقع ہو جائے اس کے بعد شاید تجھے کشادگی حاصل ہو سکے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک حضرت ابوالحسن خضری کو اپنے پاس قیام کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن یہ فرمایا کہ اگر تم نے میری صحبت میں خدا کے سوا کسی اور کا تصور کیا تو میری صحبت تمہارے لئے حرام ہے۔

ایک مرتبہ چند ارادت مندوں کے ہمراہ آپ جنگل میں پہنچے تو وہاں ایک کھوپڑی دیکھی جس پر تحریر تھا- خسر الدنیا والاخرۃ - آپ نے ایک ضرب لگا کر فرمایا کہ یہ کھوپڑی کسی نبی یا ولی کی ہے- اور اس میں یہ راز مضمر ہے کہ جس وقت تک راہ خدا میں دین و دنیا کو نہ ختم کردو گے اس کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا-

ایک مرتبہ علالت کے دوران اطباء نے آپ کو پرہیز کا مشورہ دیا تو آپ نے پوچھا کہ کیا میں اس چیز کا پرہیز کروں جو میرا رزق ہے- یا اس چیز کا جو میرے رزق میں داخل نہیں- اس لئے کہ جو میرا رزق ہے وہ مجھے خود ہی مل جائے گا اور جو میرا رزق نہیں ہے وہ خود ہی نہیں ملے گا- اس لئے جو میرا رزق ہے اس میں پرہیز کرنا میرے لئے ممکن نہیں-

ایک مرتبہ کسی پیالی فروش نے یہ آواز لگائی کہ صرف ایک پیالی باقی رہ گئی ہے تو آپ نے ضرب لگا کر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ- صرف ایک ہی باقی رہ گیا ہے-

ایک مرتبہ آپ نے ایک میت پر چار کے بجائے پانچ تکبیریں کہیں اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ نماز جنازہ میں تو شریعت نے چار تکبیریں رکھی ہیں- پھر آپ نے پانچ تکبیریں کیوں کہیں- فرمایا کہ میں نے چار تکبیریں میت پر اور ایک تکبیر دنیا اور اہل دنیا پر کہی ایک مرتبہ آپ کئی یوم تک لاپتہ رہے- اور تلاش کرنے پر ہیجڑوں کے محلہ میں ملے اور لوگوں نے جب سوال کیا کہ آپ یہاں کیوں مقیم ہیں- فرمایا کہ جس طرح اس جماعت کا شمار نہ مردوں میں ہے نہ عورتوں میں اسی طرح میں بھی دنیا میں ان جیسا ہوں- اس لئے انہیں کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں-

آپ نے چند بچوں کو ایک اخروٹ کی تقسیم پر لڑتے دیکھ کر ان کے ہاتھ سے اخروٹ لے کر فرمایا کہ لاؤ میں سب میں تقسیم کر دوں- لیکن جب آپ نے اس کو توڑا تو اس میں سے کچھ بھی نہیں نکلا- اسی وقت غیبی ندا آئی کہ تم نے اپنی جانب سے حصہ تقسیم کرنے کا جو قصد کیا تھا- اسی قاعدے کے مطابق تقسیم کر دو- یہ سن کر آپ سکتہ کے عالم میں رہ گئے-

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زائد متعصب رافضی اور خارجی ہیں- کیونکہ دوسرے فرقے میں تو اپنے ہی حق میں خلاف کرتے ہیں- لیکن یہ دونوں فرقے تعصبات میں اپنی زندگی ضائع کرتے ہیں-

آپ نے فرمایا کہ جب حسبی اللہ کہنے کا قصد کرتا ہوں تو مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ میں جھوٹ بولنا چاہتا ہوں لہٰذا یہ سوچ کر خاموشی اختیار کر لیتا ہوں-

جب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اتنی مقدار میں نمک آپ اپنی آنکھوں میں نہ بھرا

کریں اس سے بینائی کے زائل ہو جانے کا خطرہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نابینا ہو جانے میں میرے لئے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میرا قلب جس شے کا خواہش مند ہے وہ چشم ظاہر سے پوشیدہ ہے۔

جب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کو غیر اطمینانی حالت میں دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ یا تو آپ خدا کے ساتھ نہیں ہیں۔ یا خدا آپ کے ساتھ نہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر میں اس کے ساتھ ہوتا تو میں ہوتا لیکن میں تو اس کی ذات میں گم ہو گیا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں ہمیشہ اس خیال سے خوش ہوتا ہوں کہ مجھے خدا کا مشاہدہ و انس حاصل ہے لیکن اب محسوس ہوا۔ کہ 'انس تو صرف اپنے ہی ہم جنس سے ہو سکتا ہے۔

فرمایا کہ مرید اسی وقت درجہ کمال تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ جب تک اس کے نزدیک سفرو حضر اور حاضر و غائب سب برابر ہوں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ابو تراب کی بھوک کی وجہ سے تمام صحرا ان کے لئے کھانا بن گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو رفیق تھے اگر مقام حقیقت تحقیق میں ہوتے تو یہ کہتے کہ میں اللہ کی خدمت میں رہتا ہوں اور وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

جب حضرت جنید نے پوچھا کہ جب تمہیں ذکر الہی میں صدق حاصل نہیں تو تم کس طرح اس کو یاد کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ میں مجازی اعتبار سے جب اس کو بکثرت یاد کرتا ہوں تو ایک مرتبہ وہ بھی مجھے حقیقت کے ساتھ یاد کر لیتا ہے۔ حضرت جنید یہ جملہ سن کر نعرے لگاتے ہوئے بے ہوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ بارگاہ الہی سے کبھی تو خلعت عطا کیا جاتا ہے۔ اور کبھی تازیانہ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ دنیا ذکر شغل کے لئے ہے اور عقبی احوال کے لئے لہٰذا راحت کس جگہ مل سکتی ہے؟ فرمایا کہ دنیا کے ذکر و شغل سے بے نیاز ہو جاؤ تاکہ احوال آخرت سے نجات حاصل ہو سکے۔

جب لوگوں نے آپ سے توحید تجرد کے موضوع پر کچھ بیان کرنے کی فرمائش کی تو فرمایا کہ توحید کی خبر دینے والے کو ملحد کہا جاتا ہے۔ اور جو اس کی طرف اشارہ کرے اس کو فنوی کہتے ہیں۔ اور اس کی جانب ایما کرنے والے کو بت پرست کہا جاتا ہے اور اس کے متعلق گفتگو کرنے والے کو غافل کہتے ہیں۔ اور خاموشی اختیار کرنے والے کو کامل کہا جاتا ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کو پالیا وہ نامراد ہیں۔

ارشادات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہم و عقل سے جس شے کو شناخت کیا جا سکے وہ بے سود اور مصنوئی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کی تعریف یہ ہے کہ جو وہم و گمان اور عقل سے بالاتر ہے فرمایا کہ صوفیا وہی ہیں جو دنیا میں اس طرح زندگی گذاریں جیسے دنیا میں آنے سے قبل تھے پھر فرمایا کہ

تصوف قوت و حواس کا خیال رکھنے اور انفاس کی نگرانی کا نام ہے اور صوفی اس وقت صوفی ہو سکتا ہے جب تمام مخلوق کو اپنے بچوں جیسا سمجھ کر سب کا بوجھ برداشت کر سکے اور جو مخلوق سے متواقع ہو کر خدا سے اس طرح وابستہ ہو جائے جیسے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو مخلوق سے جدا کر دیا تھا جس پر خدا کا یہ قول صادق ہے واصطفینک لنفسی یعنی ہم نے تم کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ اور صوفیاء کرام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی آغوش کرم میں بچوں کی طرح پرورش پاتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں بے علم ہو کر زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد سے بذریعہ وحی فرمایا کہ "میرا ذکر کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ فرمایا کہ جس شے سے محبت ہو اس کو محبوب کے نام پر خرچ کرنا ہی محبت ہے اور اگر حب الٰہی کا دعویدار خدا کے سوا کسی اور شے کا طالب ہو تو وہ محبت کے بجائے خدا کا مذاق اڑاتا ہے۔ فرمایا کہ ہیبت الٰہی قلب کو گھلاتی ہے۔ اور آتش محبت جان کو پگھلاتی ہے اور شوق نفس کو فنا کرتا ہے۔ فرمایا کہ توحید کو اپنی جانب بلانے والا کبھی موحد نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ معرفت کی تین قسمیں ہیں۔ اول معرفت الٰہی جو ذکر کی محتاج ہے۔ دوم معرفت نفس جو ادائیگی فرض کی محتاج ہے۔ سوم معرفت باطن یہ تقدیر الٰہی جو رضامندی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بلاؤں پر عذاب کرنا چاہتا ہے تو ان کو قلوب عارفین میں جگہ دے دیتا ہے۔ فرمایا کہ عارف کی شان یہ ہے کہ کبھی تو اپنے جسم پر مچھر نہیں بیٹھنے دیتا اور کبھی پلکوں پر ساتوں افلاک اور زمینوں کو اٹھا لیتا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ کلام میں تضاد کیوں ہوتا ہے۔ کبھی آپ ایک بات کہتے ہیں۔ اور کبھی دوسری بات؟ آپ نے فرمایا کہ ہم کبھی عالم بے خودی میں ہوتے ہیں اور کبھی خود میں۔ فرمایا کہ خداشناس کبھی خدا کے سوا کسی سے نہیں ملتا اور جو ایسا کرتے ہیں۔ وہ خدا کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ فرمایا کہ عارف وہی ہے، جو نہ تو خدا کے سوا کسی کا مشاہدہ کرے نہ کسی سے محبت اور بات کرے اور نہ کسی کو اپنے نفس کا محافظ تصور کرے۔ فرمایا کہ عارف کا زمانہ موسم بہار کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح بہار میں گرج چمک سے پانی برسنے کے بعد خشک ہوائیں چلتی ہیں۔ رنگ برنگے پھول کھلتے ہیں۔ اور پھولوں پر بلبلیں نغمہ سنج ہوتی ہیں۔ اسی طرح عارف بھی ابر کی طرح روتا ہے برق کی طرح مسکراتا ہے بادل کی گرج کی طرح نعرے مارتا ہے۔ ہوا کی مانند آہیں بھرتا ہے۔ اور سر کو جنبش دے دے کر اپنی مرادوں کے پھول کھلاتا ہے اور پھولوں کو دیکھ کر بلبلوں کی طرح خدا کی یاد میں نغمہ سنجی کرتا ہے۔ فرمایا کہ دعوت تین طرح کی ہوتی ہے۔ اول دعوت علم، دوم دعوت معرفت، سوم دعوت معائنہ اور دعوت علم کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات کے بعد اپنے نفس کی معرفت حاصل کرے۔ پھر فرمایا کہ علم یقین کا علم ہمیں پیغمبروں سے حاصل ہوا، کیونکہ علم

یقین کا مفہوم یہ ہے کہ جو قلوب میں بلاواسطہ نورہدایت سے حاصل ہوا ہو۔ اور حق الیقین یہ ہے کہ اس عالم میں اس حد تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرمایا کہ ہمت نام ہے خدا کی طلب کا کیونکہ ماسوا اللہ کی طلب کو ہرگز ہمت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ اور اہل ہمت خدا کے سوا کبھی دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن صاحب ارادت بہت جلد دوسری جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کے سوا ہر شے سے استغناء کا نام فقر ہے فرمایا کہ درویشوں کے چار سو مقامات ہیں۔ جن میں سب سے ادنی مقام یہ ہے اگر دنیا کی پوری دولت بھی ان کو حاصل ہو جائے۔ اور تمام اہل دنیا ان کی دولت کو استعمال کریں۔ جب بھی انہیں دن کے کھانے کی فکر نہ ہو۔ فرمایا کہ عبادت الٰہی شریعت اور خدا کی طلب طریقت فرمایا کہ غفلت کا نام زہد ہے کیونکہ دنیا ناچیز ہے اور ناچیز شے میں زہد اختیار کرنا غفلت ہے بلکہ یاد الٰہی میں مخلوق سے بے نیازی کا نام زہد ہے فرمایا کہ صادق وہی ہے جو حرام شے کو زبان پر نہ رکھے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات سے بھی تنفر پیدا ہو جائے ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مراتب عارفین کو عطا فرمائے ہیں ان کا علم کس طرح ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شے پایہ ثبوت ہی کو نہ پہنچ سکے۔ اس کی تحقیق ممکن نہیں۔ اور جو شے پوشیدہ ہو اس پر بندے کو سکون نہیں مل سکتا۔ اور جو شے ظاہر ہو اس سے ناامیدی نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ بندے کا بندے کی آنکھ میں ظہور عبودیت اور صفات الٰہی کا ظہور مشاہدہ ہے فرمایا کہ لوگوں سے محبت کرنا اخلاص کی علامت ہے اور ذکر الٰہی کے سوا دوسرے کے ذکر کے لئے لب کشائی وسوسہ ہے اور خدا کے سوا ہر شے سے انقطاع حق کی علامت ہے اور اپنی ضروریات سے زائد مخلوق کی ضروریات پر نظر رکھنا عالی ہمتی ہے فرمایا کہ وہ سانس جو خدا کے لئے ہو وہ تمام عالم کے عابدین کی عبادت سے فزوں تر ہے پھر فرمایا کہ جس دن بھی مجھ پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے اسی دن میرے اوپر حکمت و عبرت کے در کھل جاتے ہیں۔ فرمایا کہ نعمتوں کو نظر انداز کر کے منعم کا مشاہدہ کرنا شکر ہے فرمایا کہ رات کو ایک گھڑی غفلت کے ساتھ سونے سے عقبیٰ کی ہزار سالہ راہ سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ اور اہل معرفت کے لئے معمولی سے غفلت بھی شرک ہے فرمایا کہ جس نے اللہ کی پاکیزگی کو پالیا وہ مراتب میں اس بندے سے بڑھ جاتا ہے جس کو خدا کی رحمت و معرفت نے سہارا دیا ہو اور جو خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ خدا بھی اس سے بعد اختیار کر لیتا ہے فرمایا کہ وعظ میں عادتاً آنے والے کے لئے سماعت وعظ سود مند نہیں ہوتی بلکہ وہ بلاء کا مستحق ہو جاتا ہے فرمایا کہ تم سب ماسوا اللہ سے دست بردار ہو کر ہمیشہ اللہ کی اطاعت میں ہرگرم عمل رہو۔ اور اگر میں پوری طرح خدا کی ہستی سے واقف ہو جاتا تو خدا کے سوا ہرگز کسی سے خائف نہ ہوتا۔ فرمایا کہ مجھ سے خواب میں دو افراد نے کہا کہ جو شخص فلاں فلاں چیزوں پر کاربند ہو

جاتا ہے اس کا شمار دانشمندوں میں ہونے لگتا ہے۔ فرمایا کہ میں نے اپنی ساری زندگی اسی تمنا میں گزار دی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صرف ایک سانس لے سکوں اور قلب کو بھی اس کی خبر نہ ہو سکے۔ لیکن آج تک میری یہ تمنا تشنہ تکمیل ہے فرمایا کہ اگر پوری دنیا کا لقمہ بنا کر شیر خوار بچے کے منہ میں رکھ دیا جائے جب بھی میں یہی سمجھوں گا کہ اس کا پیٹ نہیں بھرا۔ اور اگر پوری دنیا میرے قبضے میں آجائے اور میں اس کو ایک یہودی کے سپرد کر دوں تو اس کے قبول کر لینے پر میں اس کا ممنون رہوں گا فرمایا کہ کائنات میں ہرگز طاقت نہیں کہ مجھے اپنا بنا کر میرے قلب پر قابو پا سکے۔ پھر بھلا کائنات اس پر کس طرح قابو حاصل کر سکتی ہے جو خدا سے واقف ہو۔

واقعات : ایک دن آپ کو عالم وجد میں مضطرب دیکھ کر حضرت جنید نے کہا کہ اگر تم اپنے امور خدا کے سپرد کر دو تو تمہیں سکون مل سکتا ہے آپ نے جواب دیا کہ مجھے تو اسی وقت سکون مل سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ میرے امور میرے اوپر چھوڑ دے۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ شبلی کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے۔

آپ نے کسی کو یارب کہتے سن کر فرمایا کہ تو کب تک یہ جملہ کہتا رہے گا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت عبدی عبدی فرماتا رہتا ہے۔ لہٰذا اس کی بات سن لے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو عبدی عبدی ہی سن کر یارب یارب کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو تیرے لئے یہ جملہ کہنا جائز ہے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میری گردن میں آسمان کا طوق اور پاؤں میں زمین کی بیڑی ڈال دے اور ساری دنیا بھی دشمن ہو جائے جب بھی میں اس سے منہ نہیں پھیر سکتا۔

وفات : وفات کے وقت جب آپ کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تو ناقابل بیان حد تک بے قرار ہو کر لوگوں سے راکھ طلب کر کے اپنے سر پر ڈالتے رہے اور جب لوگوں نے بے قراری کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس وقت مجھے ابلیس پر رشک آرہا ہے اور آتش رشک میرے تمام جسم کو بھسم کئے دے رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو خلعت لعنت سے نوازا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ ان علیک لعنتی الی یوم الدین یعنی اے شیطان تجھ پر قیامت تک میری لعنت رہے گی لیکن مجھ تشنہ کو خدا نے وہ خلعت کیوں نہیں عطا فرمایا کہ کیونکہ لعنت کی خلعت تو شیطان کے لئے مخصوص ہے لیکن اس کا عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی خلعت کا مستحق ابلیس کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ لیکن پھر عالم اضطراب میں فرمایا کہ اس وقت کرم کی ایک ہوا چل رہی ہے۔ اور دوسری قہر کی۔ جن پر کرم کی ہوا چلی ان کو منزل مقصود تک

پہنچا دیا۔ اور جن پر قہر کی ہوا چلی وہ لوگ راستے میں ہی رہ گئے اور اس قسم کے حجابات ان کے سامنے آگئے کہ وہ منزل تک نہ پہنچ سکے۔ لیکن مجھے یہ اضطراب ہے کہ میرے اوپر کون سی ہوا چلنے والی ہے۔ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ کرم کی ہوا چلے گی تو میں امید کرم میں تمام نامرادیوں کو بخوشی برداشت کر سکتا ہوں۔ اور اگر خدانخواستہ قہر کی ہوا چل گئی تو ایسی مصیبت تک سامنا کرنا پڑے گا جس کے سامنے تمام مصائب ہیچ ہیں۔

انتقال کے وقت حاضرین سے فرمایا کہ مجھے وضو کرا دو۔ چنانچہ وضو کرتے ہوئے اضطرابی کیفیت میں داڑھی میں خلال کرنا بھول گئے لیکن آپ نے غلطی پر متنبہ کر کے اعادہ کروالیا۔ وفات کے وقت آپ اپنے یہ دو شعر پڑھتے رہے۔

کل بیت انت ساکنہ

این محتاج الی السراج

جس گھر میں تو قیام پذیر ہو جائے!---------- اس کو چراغ کی حاجت نہیں ہوتی!

وجھک المامول حجتنا

یوم تاتی الناس بالحجج

تیرا حسین چہرہ ہی ہمارے لئے حجت ہے!---------- اس دن کے لئے جب لوگ محبتیں پیش کریں گے!

پھر انتقال کے وقت سے قبل ہی ایک جماعت نماز جنازہ پڑھنے کے لئے آ پہنچی۔ تو آپ نے بذریعہ کشف اس جماعت کے قصد کو محسوس کر کے فرمایا۔ کہ یہ عجیب بات ہے کہ زندہ ہی کی نماز پڑھنے چلے آئے ہیں۔ پھر جب لوگوں نے عرض کیا کہ لا الہ الا اللہ کہیے تو فرمایا جب غیر ہی نہیں ہے تو نفی کس کی کرو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ شریعت کا حکم ہے کہ ایسے وقت میں کلمہ پڑھنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ سلطان محبت فرما رہا ہے کہ میں رشوت قبول نہیں کروں گا اس کے بعد کسی نے با آواز لا الہ الا اللہ کہنے کی تلقین کی تو فرمایا کہ مردہ زندہ کو نصیحت کرتا ہے پھر جب کچھ وقفہ کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ اب آپ کی حالت کیا ہے۔ تو فرمایا کہ میں اپنے محبوب سے مل گیا یہ فرما کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ نکیرین سے آپ نے کیسے چھٹکارا حاصل کیا۔ فرمایا کہ جب انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے میں نے جواب دیا کہ میرا رب وہ ہے جس نے آدم کو تخلیق کر کے تمہیں اور دوسرے ملائیکہ کو سجدے کا حکم دیا۔ اور

اس وقت میں حضرت آدم کی پشت میں موجود رہ کر تم سب کو سجدہ کرتے دیکھ رہا تھا یہ جواب سن کر نکیرین نے کہا کہ اس نے پوری اولاد کی جانب ہی سے جواب دے دیا اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ ان تمام دعووں کے باوجود جو میں نے دنیا سے کئے تھے ان کے متعلق خدا نے مجھ سے کوئی باز پرس نہیں فرمائی۔ البتہ ایک بات کی گرفت ضروری کی اور وہ یہ ایک مرتبہ میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اس سے زیادہ مضریات اور کوئی نہیں کہ بندہ جنت کا مستحق نہ ہو اور جہنم رسید کر دیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندوں کے لئے سب سے زیادہ مضر یہ ہے کہ وہ محجوب ہو کر میرے دیدار سے محروم ہو جائیں۔

کسی نے آپ سے خواب میں سوال کیا کہ آپ نے بازار آخرت کو کیسا پایا؟ فرمایا کہ یہ بازار قطعی بے رونق ہے کیونکہ اس میں سوختہ جگر اور شکستہ قلب لوگوں کے سوا کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ اور ایسے لوگوں کی یہاں ایسی بھیڑ بھاڑ ہے کہ سوختہ جگر لوگوں کے زخم پر مرہم لگا کر ان کی سوزش کو دور کر دیا جاتا ہے۔ اور شکستہ قلوب کو جوڑ کر ان کی شکستگی دور کر دی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد وہ سوائے دیدار الٰہی کے کسی دوسری شے پر نظر نہیں ڈالتے۔

باب نمبر ⟵ 79

حضرت ابو النصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ بہت بڑے عالم و عارف اور ظاہری و باطنی علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے اور خاتم فقراء کے نگینہ تھے۔ لیکن آپ کے مکمل حالات و اوصاف کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ آپ کی ایک تصنیف کتاب لمع بہت مشہور ہے۔ آپ نے حضرت سری سقطی اور سہیل تستری کو بھی دیکھا تھا۔ اور آپ کا وطن اصلی طوس تھا ایک مرتبہ ماہ صیام میں بغداد پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے نہایت گرم جوشی سے استقبال کر کے آپ کو مسجد شونیزیہ کے ایک حجرے میں ٹھہرا دیا اور آپ کی امامت میں پورے ماہ میں پانچ قرآن سنے۔ ایک خادم ہر شب آپ کے حجرے کے سامنے روٹی کی ٹکیہ رکھ دیا کرتا تھا۔ لیکن آپ اس کو اٹھا کر حجرے کے ایک گوشے میں رکھ دیا کرتے تھے۔ اور ماہ صیام کے خاتمہ پر عید کی نماز ادا کر کے نامعلوم سمت کی جانب نکل گئے اور جب لوگوں نے حجرے میں

جاکر دیکھا تو ایک گوشہ میں تمیں نکیاں روئی جمع تھی۔

حالات : موسم سرما کی ایک رات میں آپ اپنے ارادت مندوں سے معرفت سے متعلق کچھ بیان فرما رہے تھے اور آپ کے سامنے آگ روشن تھی۔ دوران بیان آپ کو ایسا جوش آیا کہ اٹھ کر آگ کے اوپر سجدہ شکر میں گر پڑے، لیکن سر اٹھانے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کا ایک بال بھی متاثر نہیں ہوا۔ پھر مریدین سے فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں اظہار عجز کرنے والے ہمیشہ سرخرو رہیں گے اور ان کو آگ کبھی نہیں جلا سکے گی۔

اقوال زریں : آپ فرمایا کرتے تھے کہ سینہ عشاق میں ایک ایسی آگ شعلہ فگن رہتی ہے کہ اپنے شعلوں کی لپیٹ میں خدا کے سوا ہر شے کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے فرمایا کہ اہل ادب کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک قسم اہل ادب کی وہ ہے جس کو اہل دنیا فصاحت و بلاغت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جن کو اہل باطن سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک طہارت اور بھیدوں کی حفاظت اور اعضاء و نفس کا مودب بنانا اور ریاضت نفس وغیرہ ادب میں شامل ہے۔ تیسرے گروہ کو خاصان خدا سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کے نزدیک تحفظ اوقات ایفائے عہد نفس پر عدم توجہی، مقام حضوری اور مقام قرب میں شائستگی اختیار کرنے کا نام ادب ہے۔ آپ نے اپنی حیات ہی میں فرما دیا تھا کہ میرے مزار کے قریب جو جنازہ لایا جائے گا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ آج تک اہل طوس ہر جنازے کو کچھ دیر کے لئے آپ کے مزار کے قریب رکھ کر دفن کرتے ہیں۔

باب نمبر ⟵ 80

حضرت شیخ ابو العباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کا شمار اپنے دور کے صدیقین میں ہوتا ہے۔ آپ کو تقوی و طہارت کی وجہ سے نفس کی خامیاں معلوم کر لینے میں بڑا درک حاصل تھا۔ لوگ آپ کو عامل مملکت کے خطاب سے یاد کرتے تھے اور حضرت شیخ ابو الخیر جیسے عظیم المرتبت بزرگ آپ کے ارادت مندوں میں شامل تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر لوگ تم سے یہ سوال کریں کہ کیا تم خدا شناس ہو تو تم ہرگز یہ نہ کہنا

کہ ہم پہچانتے ہیں بلکہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے معرفت عطا کر دی ہے۔

ارشادات : آپ کا ارشاد ہے کہ خلق الٰہی اختیار کرو ورنہ سدا غم و آلام میں گرفتار رہو گے اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے بھلائی کا خواہاں ہوتا ہے اس کے اعضاء کو مکمل علم بنا کر ہر عضو کو سلب کر کے اپنے جانب کھینچ کر نیست کر دیتا ہے تاکہ اس کی نیستی میں اپنی ہستی کا ظہور فرمادے اور جب بندہ نیست ہو جاتا ہے اور اس پر خدا کی ہستی کا ظہور ہوتا ہے تو اپنی صفات کے ذریعہ جب مخلوق کا مشاہدہ کراتا ہے تو وہ بندہ مخلوق کو میدان قدرت میں ایک گیند کی طرح پاتا ہے اور اس گیند کو اللہ تعالیٰ گردش دیتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ تمام مخلوق خدا سے آزادی طلب کرتی رہتی ہے لیکن میں اس سے بندگی کا طالب رہتا ہوں کیونکہ بندے کی سلامتی اس کی بندگی میں ہی ہے اور آزادی طلب کرنے سے بندہ ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ میرے اور تمہارے مابین یہ فرق ہے کہ میں اپنا مدعا خدا کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ اور تم اپنا مدعا مجھ سے بیان کرتے ہو اور میں اس کو دیکھتا ہوں سنتا ہوں لیکن تم مجھے دیکھتے اور سنتے ہو۔ حالانکہ انسان ہونے میں ہم دونوں مساوی ہیں۔ فرمایا کہ مرید مرشد کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے اور اس آئینہ میں اس طرح دیکھا جا سکتا ہے جیسے مرید نور ارادت سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اور صحبت مرشد کا اجر ایک سو رکعت نفل سے بھی فزوں تر ہے فرمایا کہ اہل دنیا کی محبت سے زیادہ ثواب اس چیز میں ہے کہ بھوک میں ایک لقمہ کم کھایا جائے اور اہل دنیا جس شے کو عزت و توقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں عقبیٰ میں ان کی حیثیت ذرہ برابر بھی نہیں۔ فرمایا کہ ہر صوفی کسی شے یا مرتبہ کا خواہش مند ہوتا ہے لیکن میں کسی بھی شے اور مرتبے کا خواہش مند نہیں ہوں البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خودی کو مجھ سے دور فرمادے فرمایا کہ میری طاعت و معصیت دو چیزوں سے وابستہ ہے اول جب میں کھانا کھاتا ہوں تو میرے اندر کا ارتکاب معصیت کا جذبہ رونما ہوتا ہے۔ دوم کھانا نہ کھانے کی صورت میں جذبہ عبادت پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کھانے سے عبادت الٰہی سے نفرت اور رغبت گناہ پیدا ہوتی ہے اور فاقہ کشی سے نفسانی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں اور خود بخود عبادت کی جانب قلب متوجہ ہوتا ہے اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ترک غذا خود ایک ایسی عبادت ہے جو عبادت کی رغبت پیدا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ علم ظاہری پر بحث کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ علم ظاہری وہ جوہر ہے کہ تمام انبیاء کرام اسی کے ذریعہ دعوت دیتے رہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس جوہر کے ذریعہ حجاب توحید اتار دے تو علم ظاہری خود پردہ رم میں روپوش ہو جائے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فنا و بقا اور نور و ظلمت ہر شے سے مبرا ہے۔ فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ ہرگز مردہ نہیں ہیں۔ بلکہ تم خود مردہ ہو اسی لئے تمہاری

آنکھیں ان کو مردہ دیکھتی ہیں۔ فرمایا کہ خدا نے دنیا میں ایسے لوگ بھی پیدا کیئے ہیں جنہوں نے دنیا کے ہر عیش و راحت کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دیا اور عقبی کی تمام راحتیں اہل عقبی کے لئے چھوڑ دیں اور خود اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے بے نیاز ہو گئے اور ان کو اس پر فخر بھی ہے کہ خدا نے بارگاہ ربوبیت میں مرتبہ عبودیت عطا کر کے اپنا بندہ ہونے کا اعزاز عطا فرمایا اس لئے ہمیں دین و دنیا میں اس کے سوا کسی دوسری شے کی احتیاج باقی نہیں رہی فرمایا کہ بندوں میں سب سے زائد خوش نصیب وہ بندہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کی ہستی پر آگاہ فرما دے۔ فرمایا کہ نیکوں کی صحبت اور مقامات مقدسہ کی زیارت سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اور تمہیں ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے جن کی صحبت ظاہر و باطن کو نور معرفت سے مجلی کر دے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہزار بندوں میں سے صرف کسی ایک کو ہی اپنے قرب سے نوازتا ہے فرمایا دنیا تو نجس ہے لیکن وہ قلب اس سے بھی زیادہ نجس ہے جس نے دنیا کی محبت اختیار کر لی کہ قرب الٰہی میں رہنے والے بندے مخلوق سے دور رہتے ہیں۔ اور مخلوق کو ان کے احوال کا پتہ نہیں چلتا فرمایا کہ جب تک من و تو کا جھگڑا باقی رہتا ہے اس وقت تک اشارت و عبادت بھی ظاہر رہتی ہیں۔ لیکن جب یہ فرق ختم ہو جاتا ہے تو اشارت و عبارت یکسر طور پر ختم ہو جاتے ہیں فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے کماحقہ، واقف ہونے والوں میں یہ قوت باقی نہیں رہتی کہ وہ خود کو خدا شناس کہہ سکیں۔ فرمایا کہ شب و روز میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں بندوں پر خدا کا فیضان نہ ہوتا ہو۔ اور خدا کے سوا دوسری شے کے طلب گار درحقیقت دو خداؤں کے پرستار ہوتے ہیں فرمایا میں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرا ادب کرو۔ کیونکہ بہت ہی کم شعور ہے وہ ماں جو اپنے شیر خوار بچے سے ادب کی طالب ہو فرمایا کہ ابلیس کشتہ خداوندی ہے اور کشتہ الٰہی کو سنگسار کرنا شجاعت کے منافی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محشر میں تمام مخلوق کا حساب میرے سپرد کر دے تو میں مخلوق کو چھوڑ کر تمام حساب کتاب ابلیس ہی سے کروں گا لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ بات ممکن نہیں۔ پھر فرمایا کہ میرے مراتب کو اہل دنیا نے نہیں دیکھا کیونکہ ہر فرد اپنے ہی مرتبہ کی حیثیت سے مجھے دیکھتا ہے اس لئے جس مرتبہ کے وہ لوگ ہیں اس مرتبہ کا مجھ کو بھی تصور کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میرا وجود حضرت آدم کے لئے باعث فخر اور حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یعنی قیامت میں حضرت آدم علیہ السلام اس بات پر فخر کریں گے کہ میں ان کی اولاد ہوں اور حضور اکرم ﷺ کی آنکھیں اس چیز سے ٹھنڈک حاصل کریں گی۔ کہ میں ان کی امت میں سے ہوں۔ فرمایا کہ محشر میں تمام پرچموں سے زیادہ بلند میرا پرچم ہوگا۔ اور جب تک حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسی تک میرے پرچم تلے نہیں آجائیں گے میں باز نہیں آؤں گا حضرت

مصنف فرماتے ہیں کہ یہ قول بھی اسی کی طرح ہے جیسا کہ ہم پہلے حضرت بایزید بسامی کا قول نقل کر چکے ہیں۔ کہ میرا پرچم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پرچم سے بڑا ہے فرمایا کہ میرے زہد کا ادنیٰ درجہ یہ ہے۔ کہ میں نے ہاتھ میں بیلچہ لئے ہوئے۔ بحرِ غیب کے ساحل پر ایک بیلچہ مارا' تو عرش سے تحت تک ہر شے کو منہدم کر دیا پھر دوسرا بیلچہ مارا تو کچھ بھی باقی نہ رہا۔ یعنی پہلے ہی اقدام میں تمام چیزیں میرے سامنے سے ہٹ گئیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محشر میں ایک جماعت کو جنت اور دوسری کو جہنم میں بھیج کر دونوں کو دریائے غیب میں غرق کر دے گا فرمایا کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا قیام ہے وہاں ارواح کے سوا کسی کا گزر ممکن نہیں بعض لوگوں نے پوچھا کہ قیامت میں تمام لوگ فردوس و جہنم میں جا چکے ہوں گے تو جواں مرد کہاں ہوں گے فرمایا کہ جوان مردوں کے لئے دنیا و عقبیٰ میں جگہ نہیں۔

حالات : کسی نے خواب میں قیامت کو دیکھا اور ہر سمت آپ کی جستجو میں پھرنے کے باوجود کہیں آپ کا پتہ نہ چلا پھر بیداری کے بعد اس نے آپ سے مفصل خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ بود و نابود کو تم وہاں کیسے پا سکتے تھے کیونکہ میں تو خدا سے یہ پناہ طلب کرتا رہا ہوں۔ کہ لوگ مجھے قیامت میں پا سکیں۔ یعنی خدا تعالیٰ مجھ کو ایسا نیست کر دے کہ قیامت میں بھی اس کے سوا مجھے کوئی نہ دیکھ سکے۔

ایک مرتبہ آپ تنہائی میں عبادت کر رہے تھے تو مسجد میں موذن نے قد قامت الصلوۃ کہا اور آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہاں سے اٹھ کر خدا کی بارگاہ میں آنا میرے لئے دشوار ہے لیکن جب شریعت کا خیال آیا تو مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کر لی۔

باب نمبر ⟵ 81

حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن احمد خواص رحمۃ اللہ علیہ کے

حالات و مناقب

تعارف : آپ طریقت و حقیقت کے سرچشمہ اور تجرید و توحید کے منبع و مخزن تھے اور آپ کا شمار عظیم ترین لوگوں میں ہوتا تھا اسی وجہ سے آپ کو رئیس المتکلمین کہا جاتا تھا۔ آپ

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ بغدادی اور حضرت ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اور بہت سے مشائخ کے فیض یافتہ تھے۔ حقائق و معاملات کے موضوع پر آپ کی بہت سے تصانیف بھی ہیں۔ آپ نے اکثر توکل و تجرید کے بنا پر صحرانوردی کی ہے آپ کو خواص اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ زنبیل بنایا کرتے تھے اور اپنے ہی وطن رے میں ۲۹۱ ہجری میں وفات پائی۔

حالات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے صرف اس خوف سے کہ کہیں میرے توکل میں فرق نہ آجائے کبھی حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں خدا کے سوا کسی اور کو اپنے قلب میں جگہ دوں۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ ہمیشہ اپنے ساتھ سوئی دھاگہ قینچی اور ڈوری رکھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ چیزیں توکل کے منافی نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ صحرا میں مجھے ایک عورت نظر آئی جس پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اور پریشان حال و سر برہنہ پھر رہی تھی میں نے کہا کہ اپنا سر تو ڈھانپ لے تو اس نے جواب دیا کہ تم اپنی آنکھیں بند کر لو۔ میں نے جواب دیا کہ میں عاشق ہوں اور عشاق کا شیوہ آنکھیں بند کرنا نہیں ہوتا اس نے کہا میں مست ہوں اس لئے سر ڈھانپنا مستوں کا بھی شیوہ نہیں اور میں نے پوچھا کہ تو نے کس میکدے سے پی ہے۔ جس کی وجہ سے مست ہو گئی ہے۔ اس نے کہا یہاں دوسرا اور کوئی میکدہ نہیں کیوں کہ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ دونوں عالم میں خدا کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو میرے ہمراہ رہنا پسند کرے گی۔ تو اس نے نفرت سے کہا کہ میں مرد کے ہمراہ نہیں رہنا چاہتی بلکہ فرد کی خواہاں ہوں۔

جب کسی نے آپ سے ایمان کی حقیقت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ فی الوقت تمہارے سوال کا جواب دینا اس لئے ضروری نہیں سمجھتا کہ میرا جواب قول کے ذریعہ ہو گا جب کہ میں تمہیں فعل کے ذریعہ جواب دینا چاہتا ہوں۔ لیکن تمہیں اپنے جواب کے لئے میرے ہمراہ مکہ معظمہ کا سفر کرنا ہو گا۔ اور دوران سفر تمہیں خود بخود اپنے سوال کا جواب مل جائے گا۔ چنانچہ وہ شخص آپ کے ہمراہ سفر میں چلنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اور جب آپ نے جنگل میں پہنچ کر سفر حج شروع کیا تو ہر یوم غیب سے آپ کے پاس دو ٹکیاں روٹی اور دو آبخوروں میں پانی آپ کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ جس میں سے ایک ٹکیہ اور آبخورہ آپ اس شخص کو دے دیتے تھے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ جب میں آپ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا تو ایک سن رسیدہ بزرگ گھوڑے پر سوار تشریف لائے اور حضرت خواص کو دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑے اور بہت دیر تک ان میں کچھ باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد وہ بزرگ گھوڑے پر سوار ہو کر رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد جب میں نے آپ سے پوچھا

کہ یہ بزرگ کون تھے تو فرمایا کہ یہ بزرگ تمہارے سوال کا جواب تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ بات میرے فہم سے بالاتر ہے ذرا وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں۔ آپ نے فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اور میری صحبت اختیار کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے اس خوف سے کہ کہیں میرا توکل مجروح نہ ہو جائے ان کو منع کر دیا تاکہ خدا کے سوا میرا اعتماد کسی اور کا محتاج نہ بن جائے اور یہی ایمان کی حقیقت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے جنگل میں حضرت خضر کو مرغ کی طرح اڑتے دیکھ کر اس نیت سے اپنا سر جھکالیا کہ کہیں میرے توکل میں فرق نہ آجائے اس عمل کے بعد حضرت خضر نے نیچے اتر کر مجھ سے فرمایا کہ اگر تم میری جانب دیکھ لیتے تو میں تم سے ملاقات کرنے نہ اترتا اور جس وقت میرے پاس تشریف لائے تو میں نے توکل کی حفاظت میں انہیں سلام تک نہیں کیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ دوران سفر میں شدت پیاس سے بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد دیکھا' تو ایک شخص میرے چہرے پر پانی کے چھینٹے دے رہا ہے۔ پھر اس نے مجھے پانی پلا کر اپنے ہمراہ چلنے کی پیش کش کی اور جب ہم چند ایام میں مدینہ منورہ پہنچ گئے تو اس نے یہ کہہ کر کہ اب تم مدینہ منورہ میں داخل ہو چکے ہو۔ مجھے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا جب روضہ اقدس کی زیارت کے وقت حضور اکرم ﷺ سے میرا سلام عرض کر دینا فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں ایک ایسے درخت کے قریب پہنچا جہاں پانی موجود تھا لیکن وہاں ایک شیر غراتا ہوا جب میری طرف بڑھا تو میں راضی برضا ہو کر خاموش ہو گیا اور قلب میں یہ تصور کر لیا کہ اگر میری موت اسی شیر کے ہاتھوں مقدر ہو چکی ہے تو میں بچ کر کہیں نہیں جا سکتا اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ مجھے ہرگز ہلاک نہیں کر سکتا۔ اور جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لنگڑا ہے اور پاؤں زخمی ہونے کی وجہ سے متورم ہو گیا ہے۔ جس کی اذیت سے وہ مضطربانہ طور پر جب میرے قریب آکر زمین پر لوٹنے لگا تو میں نے ایک لکڑی سے اس کا زخم کھرچ کر خون اور پیپ قطعاً صاف کر دیا اور اپنی گدڑی میں سے کپڑا پھاڑ کر زخم پر پٹی باندھ دی جس کے بعد وہ اٹھ کر ایک طرف چلا گیا اور کچھ وقفہ کے بعد ہی اپنے دو بچوں کے ہمراہ میرے پاس آیا اور اس کے بچے بطور اظہار تشکر کے میرے چاروں طرف گھومنے لگے۔ اور اس حرکت سے اس کا یہ مفہوم معلوم ہوتا تھا کہ ہم تیرے احسان کے صلہ میں اپنی جان تک تجھ پر نثار کر سکتے ہیں۔ اس وقت روٹی کی چند ٹکیاں ان کے منہ میں تھیں۔ جن کو میرے سامنے نکال کر رکھ دیا۔

ایک مرتبہ آپ کسی مرید کے ہمراہ جنگل میں تھے کہ اچانک شیر کے غرانے کی آواز آئی اور مرید خوفزدہ ہو کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس کے خوف میں کوئی کمی واقع

نہیں ہوئی۔ مگر آپ نے بے خوف ہو کر مصلے پر نماز کی نیت باندھ لی اور جب شیر نے قریب آکر آپ کو مشغول عبادت پایا تو کچھ دیر ادھر ادھر کا چکر لگا کر واپس لوٹ گیا۔ اور جب وہ مرید نیچے اترا تو آپ اس مقام سے کچھ فاصلے پر جا چکے تھے۔ وہاں آپ کے پاؤں میں ایک مچھر نے ایسا کاٹا کہ آپ شدت تکلیف سے مضطرب ہو گئے۔ اس وقت مرید نے پوچھا کہ آپ شیر سے تو ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوئے لیکن مچھر کے کاٹنے پر اس قدر بے چین ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے آپ سے باہر کر دیا تھا اور اس وقت میں اپنے آپ میں ہونے کی وجہ سے مچھر کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔

حامد اسود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کا ہم سفر تھا تو ایک مقام پر پہنچ گیا جہاں کثرت کے ساتھ سانپ اپنے سوراخوں سے باہر نکلے تو میں نے آپ کو آواز دی آپ نے فرمایا کہ اللہ کو یاد کرو۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ اور جب تمام سانپ ادھر ادھر گھوم کر اپنے سوارخوں میں واپس چلے گئے۔ تو صبح کے وقت میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ آپ کے قریب کنڈل مارے بیٹھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو اس موذی کی خبر نہیں ہے فرمایا کہ آج رات سے زیادہ افضل میرے لئے اور کوئی رات نہیں گزری اور صد حیف ہے اس شخص پر جو ایسی افضل رات میں خدا کے سوا کسی دوسری چیز سے خبردار ہو۔ کسی نے آپ کے کپڑوں پر بچھوں کو پھرتے دیکھ کر مارنے کا قصد کیا تو آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے مجھے کسی چیز کا ضرورت مند نہیں کیا اور سب کو میرا محتاج بنا دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں راستہ بھول کر کئی یوم تک پریشان پھرتا رہا لیکن راستہ نہیں ملا۔ پھر مجھے ایک سمت سے مرغ کے اذان دینے کی آواز آئی تو میں نے خیال کیا کہ اسی طرح چلنا چاہئے شاید وہاں کوئی آبادی ہو گی لیکن کچھ دور چلنے کے بعد ایک شخص بھاگتا ہوا آیا اور میری گردن پر ایسا مکہ رسید کیا کہ میں نے مضطرب ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یا اللہ کیا متوکلین کی یہی عزت ہوا کرتی ہے؟ ندا آئی کہ جب تک تو نے ہمارے اوپر توکل کیا مخلوق نے تیری عزت کی۔ لیکن اب مرغ پر توکل کرنے کی وجہ سے تو لوگوں کی نظروں میں ایسا گر گیا اور اگر مرغ پر توکل کرنے والے کو اس سے بھی شدید سزا دی جائے جب بھی کم ہے۔ یہ سن کر میں گھونسے کی تکلیف سے نڈھال آگے چل دیا۔ پھر کچھ دور چلنے پر یہ غیبی ندا آئی کہ اے خواص کیا تجھے اس شخص نے گھونسہ مارا تھا۔ اور جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو اسی گونسہ مارنے والے کی نعش میرے سامنے پڑی تھی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ملک شام کی جانب سفر کر رہا تھا تو راستہ میں ایک حسین نوجوان کو نفیس لباس میں اپنی طرف آتے دیکھا۔ اور میرے قریب پہنچ کر اس

نے کہا کہ میں بھی آپ کے ہمراہ سفر کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میرا ہم سفر بننے کی شکل میں تجھے بھوکا رہنا پڑے گا چنانچہ وہ میری شرط منظور کر کے میرا ہم سفر بن گیا اور ہم دونوں مسلسل چار یوم تک بھوکے پیاسے سفر کرتے رہے لیکن چوتھے دن ایک مقام پر نہایت نفیس کھانا مہیا ہو گیا اور جب میں نے اس سے کھانے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ میرا تو یہ عزم ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے بلاواسطہ کھانا عطا نہیں کرے گا۔ ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ لیکن میں نے کہا کہ یہ عزم تو بہت سخت ہے جس کی تکمیل نہایت دشوار ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو ہر طرح سے رزق عطا کرنے پر قادر ہے وہ تو صرف اپنے بندوں کا امتحان لیتا رہتا ہے۔ لیکن آپ کے قول سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اللہ پر توکل نہیں کیا۔ کیونکہ توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سختی اور فاقہ کے عالم میں توکل پر قائم رہتے ہوئے۔ حیلہ تلاش نہ کرے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں صحرا میں توکل علی اللہ کئے ہوئے چل رہا تھا کہ دور سے ایک آتش پرست نوجوان نے میرا نام لے کر سلام کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی آپ کا ہم سفر بن جاؤں میں نے کہا کہ جہاں میں جانا چاہتا ہوں وہاں تمہارا گزر نہیں ہو سکتا لیکن اس نے کہا کہ میں ہر شے سے بے پرواہ ہو کر آپ کے ہمراہ چلوں گا۔ تاکہ کچھ نہ کچھ فیض مجھ کو بھی حاصل ہو جائے۔ یہ کہہ کر وہ میرے ہمراہ ایک ہفتہ سفر کرتا رہا۔ لیکن آٹھویں دن کہنے لگا کہ اپنے خدا سے کھانے کے لئے کچھ طلب فرمائیے کیونکہ میں بھوک کی شدت سے نڈھال ہو چکا ہوں۔ اس کی استدعا پر میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ اپنے حبیب کی تصدیق میں مجھے اس آتش پرست کے سامنے ندامت سے بچالے۔ اسی وقت غیب سے ایک خوان نعمت نازل ہوا۔ جس میں گرم روٹیاں، تلی ہوئی مچھلی، تازہ کھجوریں، اور ٹھنڈا پانی موجود تھا۔ چنانچہ ہم دونوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ اور اس کے بعد پھر ایک ہفتہ فاقہ کشی کے عالم میں سفر کرتے رہے پھر آٹھویں دن میں نے اس آتش پرست سے کہا کہ آج تم بھی اپنا کوئی کمال پیش کرو۔ یہ سن کر اس نے اپنا عصا زمین پر ٹیک کر زیر لب کچھ پڑھا۔ جس کے فوراً بعد پہلے جیسا خوان نعمت غیب سے نازل ہوا اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ کمال اس میں کہاں سے پیدا ہو گیا۔ اور جب اس نے کہا کہ آئیے ہم دونوں مل کر کھالیں تو میں نے احساس ندامت سے کہ مجھے اس وقت بھوک نہیں ہے۔ تم تنہا کھالو۔ لیکن اس نے کہا کہ آپ حیرت زدہ نہ ہوں۔ بلکہ اطمینان سے کھانا کھالیں اس کے بعد میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا اول یہ کہ آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیں۔ چنانچہ وہ اسی وقت صدق دلی سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور دوسری خوش خبری یہ تھی کہ جس وقت آپ نے مجھ سے کمال پیش کرنے کے لئے کہا تو میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ اس بزرگ کے صدقہ

میں مجھے ندامت سے بچالے۔ چنانچہ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں میرے کمال کا کوئی قطعاً" دخل نہیں۔ پھر ہم دنوں نے کھانا کھا کر مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر وہ جوان کعبہ کا مجاوز بن گیا فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں راستہ بھول گیا۔ تو ایک شخص نے نمودار ہو کر مجھے سلام کرنے کے بعد کہا کہ میرے ہمراہ چلو گے تو راستہ مل جائے گا چنانچہ چند قدم چلنے کے بعد وہ غائب ہو گیا۔ اور جب میں نے غور سے دیکھا تو واقعی صحیح راستہ پر پہنچ گیا تھا۔ اور اس کے بعد سے نہ تو کبھی راستہ بھولا نہ کبھی بھوک پیاس محسوس ہوئی فرمایا کہ ایک مرتبہ رات کو میرا ایسے صحرا میں گذر ہوا جہاں اچانک شیر میرے سامنے آ گیا۔ اور میں اس کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ یکایک ندائے غیبی سنائی دی کہ پریشان مت ہو کیونکہ تیرے تحفظ کے لئے سات ہزار ملائیکہ ہروقت تیرے ساتھ رہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جنگل میں مجھے ایک شخص نظر آیا۔ اور جب میں نے پوچھا کہ اس قدر طویل سفر کے باوجود نہ تو تمہارے پاس زاد راہ ہے اور نہ سواری کا کوئی انتظام ہے اس نے کہا کہ میری جماعت کا ہر فرد تمہاری ہی طرح بے توشہ و سواری سفر کرتا ہے۔ اور جب میں نے اس سے سوال کیا کہ توکل کس کو کہتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ صرف خدا ہی سے طلب کرنے کا نام توکل ہے۔

کسی درویش نے آپ سے استدعا کی کہ مجھے آپ کے ہمراہ رہنے کی خواہش ہے آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط کے ساتھ تمہیں اپنے ہمراہ رکھ سکتا ہوں۔ کہ ہم دونوں میں سے ایک حاکم بن جائے اور دوسرا محکوم تاکہ راستہ کے تمام امور بہتر طریق سے انجام پاسکیں۔ درویش نے عرض کیا کہ آپ حاکم بن جائیں اور میں محکوم چنانچہ اس شرط کے ساتھ دونوں نے سفر شروع کر دیا۔ لیکن پہلی ہی منزل پر آپ نے درویش سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرو میں پانی لے کر آتا ہوں اس کے بعد پھر آپ نے خود اپنے ہاتھ سے آگ جلائی۔ غرضیکہ پورے سفر میں تمام امور آپ نے خود ہی انجام دیئے۔ اور درویش سے کوئی کام نہیں لیا۔ اور اگر وہ کسی کام کا قصد بھی کرتا تو آپ منع فرما دیتے اور جب وہ درویش بہت زیادہ مصر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے حاکم بنایا ہے۔ للٰہذا بحیثیت محکوم تمہیں میرا ہر حکم تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس درویش کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ راستے میں رات کے وقت شدید بارش شروع ہو گئی تو آپ اپنی چادر شمیانے کی طرح میرے سر پر تان کر کھڑے ہو گئے۔ اور پوری رات کھڑے رہے۔ چنانچہ رات ختم ہونے پر میں نے عرض کیا کہ آپ حاکم کے حکم کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ حکم سے سرتابی اس وقت تصور کی جاسکتی ہے جب میں تم سے اپنی خدمت کے لئے کہوں جبکہ محکوم ہونے کی وجہ سے تمہاری خدمت کرنا میرا فرض ہے آخر کار مکہ معظمہ تک آپ کا یہی معمول تھا لیکن وہاں پہنچنے کے بعد میں نے آپ کی معیت ترک کر

دی۔ پھر منیٰ میں آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی میری ہی طرح دوستوں سے حسن سلوک کرنے کا موقعہ عطا فرمائے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شام کے گرد و نواح میں گھوم رہا تھا۔ تو ایک جگہ ترش انار کے بہت سے درخت نظر آئے۔ لیکن میں نے طبیعت چاہنے کے باوجود ترشی کے خوف سے ایک دانہ بھی زبان پر نہ رکھا۔ پھر آگے چل کر ایک لنجا اور ٹنڈا شخص جس کے جسم میں کیڑے پڑے ہوئے تھے نظر آیا میں نے از راہ ترحم اس سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہاری صحت یابی کے لئے دعا کر دوں۔ لیکن اس نے منع کر دیا۔ اور جب میں نے پوچھا کہ تم دعا کے لئے کیوں منع کرتے ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ عافیت تو مجھے پسند ہے لہٰذا میں نے اسی کی پسند کو اپنے لئے پسند کر لیا ہے۔

پھر میں نے اس سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے جسم پر سے مکھیاں وغیرہ اڑا دوں جس کے جواب میں اس نے کہا کہ پہلے اپنے قلب سے شیریں انار کی خواہش تو نکال دو۔ اس کے بعد میری صحت یابی کی جانب توجہ دینا۔ اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میرے قلب میں شیریں انار کی خواہش ہے تو اس نے جواب دیا کہ خدا شناس پر خدا تعالیٰ ہر شے واضح کر دیتا ہے۔ پھر جب میں نے یہ سوال کیا کہ کیا تمہیں اپنے جسم کے کیڑے مکوڑوں سے اذیت نہیں ہوتی۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے میری جسم کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ اس لئے مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو دیکھ کر دریافت کیا کہ کہاں سے آ رہے ہو۔ تو اس نے بتایا ساغون سے اور جب میں نے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے تو اس نے بتایا کہ مکہ معظمہ کا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ وہاں کیوں جا رہے ہو تو اس نے جواب دیا کہ آب زمزم سے ہاتھ دھونے جا رہا ہوں۔ کیونکہ میں نے اپنی والدہ کو اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا بنا کر کھانا کھلایا ہے۔ جس کی وجہ سے میرے ہاتھ بھر گئے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ وہاں سے واپسی کب تک ہو گی۔ تو اس نے کہا کہ شام تک گھر واپس چلا جاؤں گا اس لئے کہ مجھے والد کا بستر بچھانا ہے یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ لوگوں نے مجھے اطلاع دی کہ ایک راہب روم کے کلیسا میں ستر سال سے گوشہ نشین ہے اور جب میں روم میں اس کلیسا کے قریب پہنچا تو اس راہب نے دریچہ سے سر نکال کر کہا کہ اے ابراہیم تم یہاں کیا لینے آئے ہو۔ میں راہب نہیں ہوں بلکہ اپنے نفس کی جس نے کتے کی شکل اختیار کر لی ہے نگرانی کرتا ہوں اور اس کو مخلوق کے شر سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں' یہ سن کر میں نے دعا کی کہ اے اللہ اس گمراہی کے باوجود اس راہب کو ہدایت فرما دے۔ پھر اس راہب نے کہا کہ مردوں کی جستجو میں تم کب تک پھرتے رہو

گے جا کر خود کو تلاش کرو۔ اور جب تم اپنے آپ کو پالو تو اپنے نفس کی نگرانی کرو کیونکہ خواہشات نفسانی دن میں تین سو ساٹھ قسم کا لباس الوہیت تبدیل کر کے بندے کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہیں۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ صحرا میں مجھے شدت کی بھوک محسوس ہوئی تو ایک بدو نے نمودار ہو کر کہا۔ کہ اے پیٹو شخص بھوک کی خواہش توکل کے منافی ہے۔ فرمایا کہ ہر لمحہ خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے دنیا میں ہی حیات جاوداں عطا کر دے تاکہ میں سدا تیری عبادت کرتا رہوں۔ اور جب اہل جنت، جنت میں پہنچ کر وہاں کی نعمتوں میں مشغولیت کے بعد اللہ کو فراموش کر دیں تو میں اس وقت بھی مصائب دنیاوی کو فراموش کرتے ہوئے آداب شریعت کے ساتھ محل عبودیت میں مشغول رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر کرتا رہوں۔

ارشادات : فرمایا کہ جس کو خدا تعالیٰ اس کی معرفت کے مطابق پہچان لیتا ہے وہ شخص عہد وفا کو اپنے اوپر لازمی قرار دے لیتا ہے اور صدق دلی کے سے خدا پر اعتماد کر کے اس کی ذات کو اپنے لئے وجہ سکون و راحت بنا لیتا ہے۔ فرمایا کہ علم کی زیادتی سے عالم نہیں بنتا۔ بلکہ عالم وہ ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل پیرا ہو کر اتباع سنت میں سرگرم عمل ہو، خواہ اس کا علم کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ فرمایا کہ مکمل علم کا انحصار صرف ان دو کلموں پر موقوف ہے اول یہ ہے کہ جس شے کا اللہ نے تمہیں مکلف بنایا ہے۔ اس میں تکلیف برداشت نہ کرو۔ دوم یہ کہ جو شے خدا نے تمہارے اوپر لازمی قرار دی ہے اس کی ادائیگی میں نہ تو کوتاہی کرو اور نہ اس کو ضائع ہونے دو۔ فرمایا کہ جو بندہ معرفت الٰہی کا دعویدار بن کر مخلوق سے ربط و ضبط ترک نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر کے لالچی قرار دے دیتا ہے۔ اور اس کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے۔ کہ مخلوق بھی اس سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ اور وہ دین و دنیا میں کہیں کا نہیں رہتا اور سوائے ندامت کے اس کے ہاتھ کچھ نہیں لگتا۔ فرمایا کہ دنیا میں بندے کے اوپر مخلوق روتی ہے اور وہ بندہ قیامت میں ہنسنے والا ہو گا اور جو شخص لوگوں میں ظاہر کرتا ہو کہ اس نے خواہشات و شہوات کو ترک کر دیا وہ دروغ گو اور ریاکار ہے اور اس کو کسی طرح بھی تارک شہوات نہیں کہا جا سکتا۔ پھر فرمایا کہ صحیح معنوں میں متوکل وہی ہے۔ جس کے توکل کا اثر دوسرں پر بھی پڑے اور اس کی صحبت اختیار کرنے والا بھی متوکل بن جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والا ہی متوکل ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ قرآن و حدیث کے احکام کے مطابق استقلال کے ساتھ بندگی کرنے کا نام صبر ہے فرمایا کہ مراعات سے مراقبہ اور ظاہر و باطن میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ تمام خواہشات کو فنا کر دینے اور بشری تقاضوں کو جلا ڈالنے کا نام محبت ہے فرمایا کہ قلب کا علاج پانچ چیزوں میں مضمر ہے اول قرآن کو غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرنا دوم

شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھانا۔ سوم تمام رات عبادت میں مشغول رہنا' چہارم سحر کے وقت بارگاہ الٰہی میں دعاو گریہ و زاری کرنا' پنجم صالحین و نیک و کاروں کی صحبت اختیار کرنا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو گریہ سحری میں تلاش کرو۔ اور اگر یہ سحری میں تلاش نہ کر سکے۔ تو پھر تم اس کو کہیں نہ پا سکو گے۔

آپ سینہ پر ہاتھ مار مار کر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اسی خدا کے دیدار کا اشتیاق ہے جو مجھے ہر لمحہ دیکھتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ ہمیں ظاہری طور پر تو کہیں سے کھانا آتا ہوا نظر نہیں آتا۔ پھر آپ کھانا کہاں سے کھاتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے کھانا اس جگہ سے ملتا ہے۔ جہاں سے شکم مادر میں بچے کو ملتا ہے۔ اور جہاں سے جنگلی جانور کھاتے ہیں۔ وہیں سے میں کھاتا ہوں۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ ویرزقہ من حیث لا یحتسب یعنی اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں گمان بھی نہ ہو۔

لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ متوکل لالچی ہوتا ہے یا نہیں آپ نے جواب دیا کہ یقیناً لالچی ہوتا ہے۔ اس لئے لالچ نفس کی صفت ہے۔ جس کا قلب میں داخل ہونا لازمی ہے۔ لیکن متوکل کے لئے اس لئے مضر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو لالچ پر غلبہ عطا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے لالچ اس کا محکوم بن جاتا ہے۔ کیونکہ متوکل مخلوق سے کسی قسم کی توقعات وابستہ نہیں کرتا۔

حیات کے آخری حصہ میں ایک مرتبہ آپ رے کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ یکایک مہوکس شروع ہو گئی اور اس میں اس قدر اضافہ ہوا کہ آپ دن میں ساٹھ مرتبہ رفع حاجت کے لئے جاتے اور غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ کیا کسی چیز کو آپ کی طبیعت چاہتی ہے تو فرمایا کہ بھنی ہوئی کلیجی کی خواہش ہے یہ کہہ کر آپ نے غسل کیا اور انتقال فرما گئے۔ اور جس وقت لوگوں نے آپ کی میت کو مسجد سے باہر ایک مکان میں منتقل کر دیا تو ایک بزرگ نے تشریف لا کر آپ کا تکیہ اٹھا کر دیکھا جس کے نیچے روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا یہ دیکھ کر بزرگ نے فرمایا کہ یہ اگر روٹی کا ٹکڑا نہ برآمد ہوتا تو میں نماز جنازہ نہ پڑھاتا۔ کیونکہ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو سمجھتا کہ آپ کا انتقال محض توکل پر ہوا ہے اور توکل سے اگلا مقام رد توکل آپ کا حاصل نہیں ہو سکا۔ جب کہ ہر صوفی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام مراتب حاصل کر لے۔ نہ یہ کہ صرف ایک صفت پر ایسا جم جائے کہ دوسری صفات سے محروم رہ جائے۔

کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا کہ گو میں نے دنیا میں بہت زیادہ عبادت کے ساتھ ساتھ توکل بھی اختیار کیا لیکن انتقال کے وقت چونکہ میں باوضو تھا اس لئے مجھے توکل و عبادت کے اجر کے ساتھ طہارت کے صلہ میں وہ اعلیٰ

وارفع مرتبہ عطا فرمایا گیا جس کے سامنے جنت کی تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابراہیم یہ مرتبہ تیری طہارت وپاکیزگی کے صلہ میں عطا کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہماری بارگاہ میں پاکیزہ وباطہارت افراد سے زیادہ کسی کو کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔

باب نمبر 83

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

تعارف : آپ اپنے زہد و تقویٰ کے اعتبار سے عدیم المثال تھے اور کثیر مشائخین کی فیض صحبت حاصل کرنے کی وجہ سے عوام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے مورخین کے قول کے مطابق آپ کا انتقال ۲۹۹ھ میں ہوا۔

حالات : آپ ہمہ وقت اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے تھے اور کسی کو اندر داخلہ کی اجازت نہیں تھی۔ اور اگر کوئی دروازے پر دستک دے دیتا تو پہلے آپ یہ دریافت فرماتے کہ تم مسافر ہو یا مقیم اگر کوئی کہتا میں مسافر ہوں تو دروازہ کھول دیتے اور جب تک وہ آپ کے پاس قیام کرتا تو آپ نہایت خاطر ومدارت سے پیش آتے لیکن اگر کوئی مقامی شخص آتا تو آپ یہ کہہ کر واپس کر دیتے کہ چونکہ تمہارے قیام سے میرے قلب میں تمہاری جانب رغبت پیدا ہو جائے گی اور تمہاری واپسی کے بعد میرے لئے تمہاری جدائی ناقابل برداشت ہو جائے گی۔

کسی نے آپ سے دعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں پہنچ کر وہاں میری دعا کی حاجت نہیں رہے گی۔ اور جب اس نے پوچھا کہ مجھے تو بارگاہ خداوندی کا علم نہیں ہے لہٰذا اگر آپ وہیں بھیجنا پسند کرتے ہیں تو پھر مجھے اس کا پتہ اور مقام بتا دیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ بارگاہ خداوندی وہیں ہے جہاں تمہارا وجود باقی نہ رہے۔ یہ سن کر وہ شخص گوشہ نشینی اختیار کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے کرم سے سعادت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

پھر ایک مرتبہ ایسا سیلاب آیا کہ آبادی کے تمام مکانات غرق ہونے لگے۔ لیکن آپ کی خانقاہ بلندی پر تھی۔ اس لئے تمام لوگ پناہ لینے اس طرف چل دیئے اسی دوران آپ نے گوشہ نشینی اختیار کرنے والے شخص کو دیکھا کہ وہ پانی کے اوپر مصلیٰ بچھائے چلا آ رہا ہے اور جب آپ نے اس سے دریافت

کیا کہ: آج کل تم کس مقام پر ہو تو اس نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ تو آپ کے فیض کا کرشمہ ہے کیونکہ خدا نے مجھ کو آپ کی دعا سے ہی ماسوا اللہ سے مستغنی کر دیا ہے جیسا کہ آپ کے سامنے ہے آپ نے فرمایا کہ آج یہ اندازہ ہو گیا کہ فقیر کے لئے جدوجہد بھی ضروری ہے پھر اس کے بعد سے آپ نے کسی درویش سے مذاق نہیں کیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ کسی درویش نے مجھ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے لئے حلوہ تیار کروں۔ یہ سن کر میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ارادت اور حلوے کا کیا تعلق یہ سنتے ہی وہ درویش اٹھ کر رخصت ہو گیا۔ اور چلتے چلتے اس جملہ کو دہراتا رہا کہ ارادت و حلوے کا کیا تعلق۔ اور یہی کہتے کہتے جنگل میں پہنچ کر انتقال کر گیا۔ اور جب اس واقعہ کا علم آپ کو ہوا تو آپ نے بہت توبہ کی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کچھ مقروض ہو گیا۔ جس کی وجہ سے شدید پریشان تھا۔ کہ رات کو خواب میں کسی کہنے والے کی آواز سنی کہ اے کمنجوس تیرا قرض ہم ادا کریں گے ذرا سے قرض کی وجہ سے اس قدر پریشان ہے ضرورت کے وقت تیرا کام قرض لینا اور ہمارے ذمہ اس کی ادائیگی ہے اس کے بعد سے پھر کبھی میں نے اپنے قرض خواہوں سے کوئی حساب طلب نہیں کیا۔ بلکہ جو حساب وہ بتا دیتے میں ادا کر دیتا۔

اقوال زریں : آپ کے اقوال زریں لامحدود ہیں۔ جن کو یکجا مجتمع کرنا بہت دشوار ہے۔ آپ نے فرمایا بتوں کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض لوگ نفس کو بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ بعض دولت کو بت بنا کر اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔ بعض بیوی بچوں کی پرستش میں بیوی بچوں کو بت بنائے ہوئے ہیں۔ بعض صنعت و تجارت کو بت سمجھ کر اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں اس وجہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ پوری مخلوق کسی نہ کسی شے کی پرستش میں گرفتار ہے اور کسی کو بھی پرستش سے مفر نہیں۔ البتہ ایک شخص کو کسی شے کا پرستار نہیں کہا جا سکتا جو اپنے نفس کی نیکی و بدی پر نفس کی موافقت نہیں کرتا۔ بلکہ ہمیشہ نفس کو ہدف ملامت بنائے رہتا ہے۔ فرمایا کہ مرید کے لئے مرشد کی خدمت اور اپنے بھائیوں کا ادب ضروری ہے۔ اور تمام خواہشات نفس سے کنارہ کش ہو کر اتباع سنت لازمی ہے۔ فرمایا کہ میں نے اس وقت تک کسی بزرگ سے ملاقات نہیں کی۔ جب تک اپنے تمام علوم و حالات کو ترک نہیں کر دیا۔ اور جب ان چیزوں سے دست بردار ہو کر کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے اقوال کو غور سے سننے کے بعد ان کی برکتوں سے فیوض حاصل کئے اسی صلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان مراتب سے سرفراز فرمایا۔ فرمایا کہ اگر کسی ادنیٰ سی قدر خودی کے ساتھ بزرگوں سے ملتا ہے تو اس کے لئے بزرگوں کے اقوال و صحبت بے سود ہیں۔ فرمایا

کہ اہل خیر کی صحبت سے قلب میں صلح و خیر پیدا ہوتی ہے۔ اور اہل شر کی صحبت قلب کو فتنہ و فساد کی جانب مائل کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ علائق کے تین اسباب ہیں۔ اول ان اشیاء کی جانب رغبت جن کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جیسا کہ لا نسان حریص علی ما منع یعنی انسان اسی شے کی حرص کرتا ہے جس سے اس کو منع کیا جائے سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوم گذشتہ لوگوں کے حالات پر غور کرنا۔ سوم فراغت کو زائل کر دینا۔ فرمایا کہ انسان کے لئے وہ وقت بہترین ہوتا ہے۔ جس میں وہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خالق سے نزدیک تر ہو جاتا ہے اور ان اشیاء سے قلب کو خالی کر لیتا ہے۔ جن کی جانب سے مخلوق کا رجحان ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو اشیاء اہل دنیا کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ وہ اشیاء ہرگز پسندیدگی کے قابل نہیں۔ فرمایا کہ اگر کوئی متقدمین و متاخرین کے اعمال و حکمت کو مجتمع کر کے ولی سادات ہونے کا دعویدار ہو تو اس کو کسی طرح بھی عارفین کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معرفت کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ بندہ خلوص قلب سے اللہ اللہ کہنے کے ساتھ فقر و احتیاج اختیار کر لے۔ فرمایا کہ معرفت کی تین قسمیں ہیں۔ اور تمام امور میں غور کرنا ان کو کس انداز سے قائم کیا گیا ہے۔ دوم مقدرات کے سلسلہ میں غور کرنا کہ ان کو کس طرح مقدر کیا گیا ہے۔ سوم مخلوق کے بارے میں یہ غور کرنا کہ ان کی تخلیق کس طرح عمل میں آئی ہے فرمایا کہ جمع کا مفہوم یہ ہے کہ جس کو توحید میں جمع کیا گیا اور تفرقہ اس کو کہتے ہیں۔ جس کو شریعت نے متفرق کر دیا ہے فرمایا کہ خدا کا راستہ بہت دور ہے اور صبر کرنا بہت دشوار ہے یعنی حصول کے ساتھ حکمت کو حاصل کیا ہے اور انبیاء کرام کی ارواح کشف و مشاہدے کے عالم میں ہیں اور صدیقیں کی ارواح قربت و اطلاع میں ہے۔ فرمایا کہ تصوف اختیار و عدم اختیار کے اظہار کا نام ہے اور لغو چیزوں کو ترک کر دینے کا نام بھی تصوف ہے فرمایا جس شے پر نفس و قلب راغب ہو اس کو ترک کر دینا توکل ہے۔ فرمایا کہ حالت بھوک میں نماز پڑھنا اور جب اور جب طاقت نہ رہے تو سو جانے کا نام فقر ہے۔ کیونکہ تین چیزوں سے اللہ تعالیٰ کبھی درویش کو خالی نہیں رکھتا۔ یا تو قوت عطا کر دیتا ہے۔ یا موت سے ہمکنار کر دیتا ہے تاکہ ہر شے سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔

وفات :انتقال کے وقت لوگوں نے مزاج پرسی کی تو فرمایا کہ کیا تم مجھ سے کچھ پوچھ رہے ہو؟ پھر لوگوں نے عرض کیا کہ لا الہ الا اللہ کہئے تو آپ نے دیوار کی جانب رخ پھیر کر فرمایا کہ میں تو سر تاپا تیرے اندر فنا ہو چکا ہوں۔ اور کیا تجھ کو دوست رکھنے والوں کا یہی معاوضہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تیس سال سے میرے سامنے جنت پیش کی جاتی رہی لیکن میں نے اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور تین سال سے میں نے اپنے قلب کو گم کر دیا ہے لیکن آج تک اس کو پانے کی تمنا نہیں

ہوئی- کیونکہ صدیقین کی یہی خواہش ہوا کرتی ہے- کہ قلب کو ذات الٰہی میں فنا کر دے- یہ فرمانے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا-

---

باب نمبر 83

حضرت ابو اسحاق ابراہیم شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کا ممتاز روزگار مشائخین میں شمار ہوتا تھا- اور آپ بہت بڑے عابد و زاہد اور متقی تھے- تاحیات وجد و حال اور مراقبہ میں رہے- حضرت شیخ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ آپ فقراء اور اہل ادب کے لئے خدا کی علامتوں میں سے ایک علامت تھے-

حالات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چالیس سال حضرت عبداللہ مغربی کی خدمت میں بسر کیے لیکن اس عرصہ میں کبھی کوئی ایسی شے نہیں کھائی جو عام لوگوں کی غذا ہوا کرتی ہے اور نہ کبھی خانہ کعبہ کی چھت کے سوا کسی دوسری چھت کے نیچے آرام کیا لیکن اس عرصہ میں نہ تو کبھی میرے بال و ناخن بڑھے اور نہ کبھی میرا لباس کثیف ہوا حتی کہ اسی سال سے لے کر آج تک میں نے اپنی خواہش سے کبھی شے نہیں کھائی-

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ملک شام کے سفر میں میری طبیعت مسور کی دال کھانے کو چاہی اور اسی وقت میرے سامنے مسور کی دال سے لبریز ایک پیالہ آگیا جس کو میں نے شکم سیر ہو کر کھایا اس کے بعد شام کو جب میں بازار میں سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک جگہ چند مٹکے رکھے ہوئے ہیں اور جب میں نے ان پر غور سے نظر ڈالی تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ان میں شراب بھری ہوئی ہے یہ سن کر مجھے خیال ہوا کہ جب یہ بات میرے علم میں آچکی ہے کہ یہ شراب سے لبریز ہیں تو پھر ان سب کو توڑ دینا میرا فرض ہے اور اس خیال کے ساتھ ہی میں نے تمام مٹکے توڑ ڈالے جن میں سے شراب سڑک پر بہنے لگی- اور جس شخص نے مجھے بتایا تھا کہ یہ شراب کے مٹکے ہیں- وہ مجھے حاکم وقت تصور کر کے خاموش ہو گیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ میں حاکم نہیں ہوں تو وہ مجھ کو پکڑ کر ابن طربون کے پاس لے گیا اور اس نے پورا واقعہ سننے کے بعد حکم دیا کہ ان کو سو چھڑیاں مار کر قید میں ڈال دیا جائے- اس طرح میں مدتوں قید میں پڑا رہا- پھر ایک دن جب حضرت شیخ عبداللہ کا اس

طرف سے گذر ہوا تو ان کی سفارش پر مجھے قید سے رہا کر دیا گیا اور جب رہائی کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے سوال کیا کہ تم کو کس جرم کی سزا میں قید ہوئی؟ میں نے عرض کیا کہ ایک دن میں نے شکم سیر ہو کر مسور کی دال کھائی تھی جس کی سزا میں سو چھڑیاں بھی ماری گئیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ تمہارے جرم کے مقابلے میں یہ سزا تو بہت کم ہے۔

جس وقت آپ سفر حج پر تشریف لے گئے تو پہلے مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دے کر عرض کیا کہ السلام علیکم یا رسول، جس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی و علیکم السلام یا ابن شیبان۔ اس کے بعد آپ حج کرنے چلے گئے اور یہ سلسلہ مدتوں جاری رہا۔

ارشادات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حمام میں غسل کر رہا تھا کہ حمام کے روشن دان میں ایک حسین و جمیل شخص نے آواز دے کر کہا کہ ظاہری نجاست کو دھونے میں کب تک وقت ضائع کرتے رہو گے، جاؤ طہارت باطنی کی طرف توجہ دے کر قلب کو ماسوا اللہ سے پاک کر ڈالو۔ اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم انسان ہو یا جن یا فرشتہ ہو کیونکہ آج تک میں نے کسی انسان کو ایسی شکل میں نہیں دیکھا۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میں انسان ہوں نہ جن ہوں۔ نہ فرشتہ ہوں۔ بلکہ لفظ بسم "اللہ کا نقطہ ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کیا یہ ساری مملکت تمہاری ہے۔ اس نے کہا کہ ذرا اپنی پناہ گاہ سے باہر تو نکل تاکہ تجھے مملکت نظر آسکے۔ پھر فرمایا کہ فنا و بقا کا علم موقوف ہے وحدانیت کے اخلاص و عبودیت پر اور اس کے علاوہ ہر شے غلط راستہ پر ڈال کر ملحد و زندیق بنا دیتی ہے۔ فرمایا کہ اپنی ہستی سے آزادی کے لئے خلوص کے ساتھ عبادت الٰہی کی ضرورت ہے کیونکہ عبادت میں ثبات قدمی ماسوائے اللہ سے نجات دے دیتی ہے۔ پھر فرمایا کہ صرف زبانی اخلاص کا دعویدار چونکہ اپنی عبادت میں خلوص پیدا نہیں کر سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور دنیا کی نگاہوں میں رسوا بنا دیتا ہے۔ فرمایا کہ صحبت اولیاء سے کنارہ کشی کرنے والا ایسے جھوٹے دعووں میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بری باتوں سے کنارہ کشی کے لئے احکام شریعیہ کی پابندی ضروری ہے اور جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا اور احسان کرنے کے بعد احسان جتاتا ہے وہ نہایت کمینہ ہے فرمایا کہ تواضع بزرگی کی اور قناعت آزادی کی ضامن ہے فرمایا کہ خائف رہنے والے کے قلب میں دنیا کی محبت اور شہوت باقی نہیں رہتی۔ فرمایا کہ توکل بندے اور خدا کے درمیان ایک ایسا راز ہے جس کو کبھی ظاہر نہ کرنا

چاہئے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں خدا کی یاد زیادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔

جب بعض لوگوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ دعا کس طرح کروں جب کہ وقت کی مخالفت سوئے بے ادبی ہے ایک شخص نے جب آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو فرمایا کہ ہر لمحہ خدا کو یاد کرتے رہو۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ہر لمحہ موت کو یاد کرو۔

باب نمبر ⟵ 84

حضرت ابوبکر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ زہد و رع کا سرچشمہ اور وفاء رضا کا منبع و مخزن تھے۔ آپ فارس کے باشندے تھے اور نیشاپور کے مقام پر ۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ حضرت شبلی آپ کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔

ارشادات : آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کارخانہ حکمت بنایا ہے اور ہر فرد اپنی استعداد و کشف کے مطابق فیوض سے بہرہ ور ہوتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ انسان کے لئے خدا کی صحبت اختیار کرنا بہت ضروری ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا کے دوست ہوں۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا کر دونوں عالم کی مرادیں پوری کروا سکیں۔ فرمایا کہ عالم اوامر و نواہی کی پابندی کے ساتھ اپنے علم کی روشنی میں جہالت کی تاریکیوں سے دور ہو جاتا ہے لیکن جو علوم خدا سے جدا کر دیں ان کی جانب کبھی متوجہ نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ ان کا حصول تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین صدق اختیار کیا۔ وہ مخلوق سے چھٹکارا پا گیا۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے جس قدر مخلوقات تخلیق فرمائی ہیں۔ اسی قدر اپنی جانب آنے کی راہیں بھی بنائی ہیں اور ہر فرد اپنی استعداد کے مطابق کسی ایک راستے پر گامزن ہو کر خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ خدا کی جانب سے تو بندے کی جانب راہ ہے لیکن بندے کی جانب سے خدا کی طرف راہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ خالق کے ساتھ زیادہ ہم نشینی اختیار کرتے ہوئے مخلوق سے رابطہ کم کر دو۔ فرمایا کہ سب سے بہتر ہے وہ بندہ جو دوسروں کو اپنے سے افضل تصور کرے اور یہ سمجھ لے کہ خدا کی جانب بہت سی جانے والی راہوں میں سب سے بہتر اسی کی راہ ہے فرمایا کہ بندہ حالت توکل میں اپنے نفس کو کوتاہیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے احسانات کو بھی پیش نظر

رکھے فرمایا کہ ہر بندے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی تمام حرکات و سکنات کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دے اور شدید ضرورت کے بغیر اپنی حرکات و سکنات کو کبھی دنیا کے لئے استعمال نہ کرے اور ہمیشہ اپنی زبان کو لغو باتوں سے محفوظ رکھے۔ فرمایا کہ خاموشی اختیار نہ کرنے والا فضولیات کا شکار رہتا ہے۔ خواہ وہ اپنی جگہ ساکن ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا کہ ہم جنس کو طلب کرنے والا اور غیر ہم جنس سے کنارہ کش رہنے والے کو مرید کہا جاتا ہے۔ اور مرید کی زندگی فنائے نفس امارہ سے کبھی رہائی حاصل نہیں کر سکتی۔ فرمایا کہ جب تک بندہ اعتقاد و ارادے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دوستی حاصل نہیں کر لیتا۔ اور ماسوا اللہ سے بے نیاز نہیں ہو جاتا اس وقت تک نفس کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ فرمایا کہ بندے کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ نفس کی قید سے رہائی حاصل کرے کیونکہ نفس ہی اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔ اور جب تک نفس مردہ نہیں ہو جاتا اس وقت تک خدا کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ آخرت کے دروازوں میں سے موت بھی ایک دروازہ ہے جس کے بغیر خدا تک رسائی ممکن نہیں۔ فرمایا کہ ساری کائنات میرے لئے ایک حجاب و دشمن ہے لیکن اس میں، میں کیا کر سکتا ہوں۔ فرمایا کہ جس نیک کام میں نمود و ریا کی جھلک ہو اس پر فخر نہ کرو۔ فرمایا کہ ہمیشہ ہمت پر نظر رکھو۔ کیونکہ ہمت ہی ہر شے کی پیش رو ہے اور ہمت ہی پر تمام کاروبار کا انحصار ہے اور تمام چیزیں صرف ہمت ہی کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہیں۔

وفات : آپ کے انتقال کے بعد مریدین نے ایک تختی پر بطور یادگار آپ کا نام لکھ کر مزار پر لگا دی لیکن وہ جتنی مرتبہ تختی لگاتے وہ گم ہو جاتی اور جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت ابو علی دقاق کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ ابو بکر صیدلانی خود کو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں آپ لوگ بھی کوئی اقدام نہ کریں۔

باب نمبر ⟵ 85

حضرت ابو حمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ تجرید و تفرید کی راہوں پر گامزن ہونے کے ساتھ ساتھ مشائخین کی نگاہوں میں بھی بہت ہی فضیلت ماب تھے۔ جس کی وجہ سے تمام اولیاء کرام آپ کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ پندو موعظت کے علاوہ تفسیر و حدیث پر بھی آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ اور حضرت حارث محاسی کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت سری سقطی اور ابوالخیر نساج جیسے عظیم المرتبت بزرگوں سے بھی فیض صحبت حاصل کرتے رہے اور ہمیشہ بغداد کی مسجد میں صافہ میں وعظ و نصیحت فرماتے رہے۔ اور حضرت امام حنبل کو جب کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتا تو آپ ہی کی جانب رجوع فرماتے ۲۸۹ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

حالات :ایک مرتبہ جب آپ حضرت حارث محاسی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ نہایت نفیس و پاکزہ لباس میں ملبوس ہیں۔ اور ان کے قریب ایک ساحر پرندہ پنجرے میں بند ہے۔ لیکن جب وہ پرندہ بولا تو حضرت ابو حمزہ نے ایک ضرب لگائی۔ لبیک یا سیدی۔ حضرت حارث یہ سن کر شدید غصہ کے عالم میں چھرا لے کر آپ کو قتل کرنے کے لئے دوڑے لیکن مریدین کی منت و سماجت نے ان کو روک دیا۔ لیکن حضرت حارث نے اسی غصہ کے عالم میں فرمایا کہ اے حمزہ مسلمان بن جا اور جب مریدین نے عرض کیا کہ ہم تو ان کو موحد اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔ اور آپ ان کی شان میں کلمات کفر فرمارہے ہیں حضرت حارث نے کہا کہ میں خود بھی ان کو بہت نیک و متقی تصور کرتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کا باطن توحید میں غرق ہے۔ لیکن انہوں نے حلولیوں جیسے افعال کی مانند بات کیوں کہی اور ایک پرندے کی آواز پر از خود رفتہ کیوں ہو گئے۔ جب کہ عشاق الٰہی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ صرف خدا کے کلام سے سکون و راحت حاصل کرتے رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے اندر حلول نہیں کرتا۔ اور ذات قدیم کیلئے آمیزش جائز بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو حمزہ نے عرض کیا کہ گو میں درحقیقت حلول و اتحاد سے دور تھا۔ لیکن میرا قول و فعل چونکہ

ایک گمراہ جماعت کے مطابق تھا اس لئے میں توبہ کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا جبراً" مشاہدہ کیا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ اے ابو حمزہ وسوسوں کی اتباع نہ کرتے ہوئے مخلوق کا بھائی نہ بن سکا۔ مگر آپ کا یہ قول جب مخلوق کے کانوں تک پہنچا تو اس قول کو لغو تصور کر کے آپ کو بے حد اذیتیں پہنچائی گئیں۔

ارشادات : آپ نے فرمایا کہ فقراء کی دوستی اس قدر دشوار ہے کہ سوائے صدیقین کے ان کی دوستی کا کوئی تحمل نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنا راستہ دکھانا ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے راہ مولا پر چلنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور جو شخص خدا کا راستہ دلائل و واسطے سے اختیار کرنا چاہتا ہے۔ وہ کبھی تو صحیح راستے پر آجاتا ہے اور کبھی غلط راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مندرجہ ذیل تین چیزیں عطا فرما دے۔ وہ بہت سی بلاؤں سے نجات پا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اول خالی پیٹ رہنا' دوم قناعت اختیار کرنا' سوم ہمیشہ فقر پر قائم رہنا فرمایا کہ تم نے اس وقت حقوق کی ادائیگی کی جب تمہارے نفس نے تم سے سلامتی حاصل کر لی۔ فرمایا کہ سچے صوفی کی شناخت یہ ہے کہ وہ عزت کے بعد ذلت' امارت کے بعد فقر' اور شہرت کے بعد گمنامی اختیار کرے اور جو اس کے برعکس ہو وہ جھوٹا صوفی ہے فرمایا کہ فاقہ کشی کے عالم میں کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ بھی منجانب اللہ ایک تحفہ ہے جس کو قبول کرنا ضروری ہے۔ اور جب یہ بات میرے علم میں آتی ہے۔ کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ فاقے کسی پر نہیں ہوئے تو میں بخوشی فاقہ کشی برداشت کر کے اس کے ساتھ موافقت اختیار کرتا ہوں۔

وفات : آپ انتہائی سنجیدہ اور شیریں کلامی سے بات کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن یہ غیبی ندا سنی کہ اے ابو حمزہ تو بہت سوچ سمجھ کر اور میٹھی میٹھی بات کرتا ہے لیکن تیرے لئے بہتر یہ ہے کہ تو بات کرنا ہی چھوڑ دے اور کسی پر اپنی شیریں سختی کا اظہار نہ ہونے دے بس اسی وقت سے آپ نے چپ سادھ لی اور اس ہفتہ میں وفات پا گئے۔ لیکن بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ جمعہ کے دن آپ برسر منبر وعظ فرما رہے تھے اور منبر پر سے گر جانے کی وجہ سے ایسی شدید ضرب آئی کہ آپ کا اسی میں انتقال ہو گیا۔

باب نمبر ⟵ 86

حضرت شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ طریقت میں ممتاز زمانہ اور عشق و محبت الٰہی میں یکتائے روزگار اور تفسیر و حدیث میں مکمل عبور رکھتے تھے۔ آپ کے اقوال اس قدر دقیق ہوتے کہ عوام ان کے سمجھنے سے قاصر رہتے۔ آپ کی ریاضت و کرامات کا احاطہ تحریر میں لانا کسی طرح ممکن نہیں۔ آپ نے بے شمار بزرگان دین سے فیض باطنی حاصل کئے اور آپ کے سوز و گداز سے اس دور کے لوگوں نے آپ کو نوحہ گر قوم کا خطاب دے دیا۔

حالات : آپ کا ابتدائی دور مرو میں گذرا اور اس دور کے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ زمیں میں شیطان کو رنجیدہ اور سر پر خاک ڈالتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ تو نے اپنی یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے اور کس مصیبت اور پریشانی نے تجھے یہ حالت بنانے پر مجبور کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں اللہ سے جس خلعت کو سات لاکھ سال سے طلب کرتا رہا وہ خلعت اس نے ایک آٹا فروش کو دے دی۔

حضرت شیخ علی فارمدی کا قول ہے کہ جس وقت قیامت میں مجھ سے یہ سوال ہو گا۔ کہ تو نے دنیا میں کیا کیا نیک کام انجام دیئے تو میرے لئے اس وقت ایک ہی جواب ہو گا کہ میں نے شیخ ابو علی دقاق سے عشق کیا اور انہیں کا عقیدت مند رہا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ خود رو درخت کو نہ تو کوئی پانی دیتا ہے اور نہ دیکھ بھال کرتا ہے اس پر بھی پتے نکل آتے ہیں۔ لیکن اس پر اکثر پھل نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو بدمزہ ہوتا ہے اور بے سود بھی اسی طرح مرشد کی خدمت کے بغیر مرید کو بھی کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ قول صرف میرا ہی نہیں ہے بلکہ حضرت شیخ ابو القاسم نصر آبادی سے بھی میں نے یہی سنا ہے۔ اور انہوں نے حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ہی سنا ہے غرض کہ اپنے دور کے ہر بزرگ نے اپنے پیش رو بزرگوں سے ایسا ہی سنا ہے فرمایا کہ جب میں حضرت ابو القاسم نصر آبادی کی خدمت میں حاضری کا قصد کرتا تو پہلے غسل کر لیتا اور ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا کہ میں بغیر غسل کے ان کی خدمت میں پہنچ گیا ہوں۔

آپ مدتوں مرو میں مقیم رہ کر وعظ گوئی میں مشغول رہے اس کے بعد آپ متعدد مقامات پر

تشریف لے گئے اور تقریباً ہر جگہ عوام کو ہدایت کا راستہ دکھاتے رہے۔

ایک مرتبہ آپ کے پاس پہننے کے لئے کوئی کپڑا نہ تھا۔ تو آپ حالت برہنگی میں حضرت عبداللہ عمر کی خانقاہ میں تشریف لے گئے وہاں ایک شخص نے آپ کو شناخت کر کے بہت تعظیم کی، پھر آہستہ آہستہ سب نے آپ کو پہچان کر گھیرے میں لے لیا اور اصرار کرنے لگے کہ آپ یہاں پر کچھ درس دیں۔ لیکن آپ کے انکار پر لوگوں نے وعظ فرمانے کی فرمائش کی چنانچہ پہلے تو آپ نے انکار کیا لیکن بے حد اصرار کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور داہنی طرف اشارہ کر کے اللہ اکبر بائیں جانب اشارہ کر کے حبیب لبقی فرمایا اس کے بعد قبلہ رو ہو کر رضوان من اللہ اکبر فرمایا کہ اس وقت لوگوں پر بے خودی و سرمستی کا عالم طاری ہو گیا اور مجلس میں ہر سمت سے ایسا شور و غوغا بلند ہوا کہ بہت سے لوگ جان بحق ہو گئے اور آپ اسی کیفیت میں منبر پر سے اتر کر نہ جانے کس طرف چل دیئے۔ پھر جب لوگوں کی حالت ٹھیک ہوئی تو مردہ افراد کو تدفین سے فارغ ہو کر آپ کو تلاش کرنے لگے۔ لیکن آپ کا کہیں پتہ نہ چلا اور آپ وہاں سے سیدھے مرد پہنچے اور کچھ دنوں وہاں قیام کرنے کے بعد نیشاپور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ طبری دستار باندھے تشریف فرما ہیں۔ اور وہ دستار مجھے بہت خوبصورت معلوم ہوئی تو میں نے پوچھا کہ توکل کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مردوں کی دستار کی خواہش کو اپنے قلب سے نکال دینے کا نام توکل ہے۔ یہ فرما کر اپنی دستار مجھ کو مرحمت فرما دی۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں مرد میں بیمار پڑ گیا اور دوران علالت جب نیشاپور جانے کا قصد کیا تو غیب سے ندا آئی کہ ابھی تو یہاں سے باہر نہیں جا سکتا کیونکہ جنات کی ایک جماعت کو تیرا کلام بہت پسند آیا ہے اور وہ تیرے کلام کی سماعت کے لئے پہنچ رہی ہے۔ اور جب تک تو ان کو اپنے اقوال سے سیراب نہ کر دے باہر جانا ممکن نہیں ہے۔

منقول ہے کہ کسی مجلس میں کوئی ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس پر خواہ مخواہ لوگوں کی نظر پڑنے لگتی ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا ہے کہ جو چیز جا رہی ہو وہ نہ جا سکے۔

ایک دن بر سر منبر اپنے وعظ میں انسان کی کوتاہیوں کا ذکر فرما رہے تھے کہ اس سلسلہ میں فرمایا کہ انسان ظلم کرنے والا جہل میں مبتلا رہنے والا اور خود بینی و حسد کرنے والا ہوتا ہے۔ اور یہ تمام صفات معیوب ہیں اس لئے ان سے احتراز ضروری ہے۔ اسی محفل میں کسی درویش نے انسان کی

برائی سن کر کھڑے ہو کر کہا کہ گو افضل ترین برائیوں کا مجموعہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محل دوستی بھی قرار دیا ہے اور یہ سب سے بہتر صفت ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ واقعی تو صحیح کہتا ہے اور تیرا قول اس آیت قرآنی کے مطابق ہے کہ یحبھم و یحبونہ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو محبوب سمجھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب تصور کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے دوران وعظ تین مرتبہ اللہ اللہ فرمایا تو اسی مجلس میں ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں تو اس نے کہا کہ جب آپ کو اللہ کا علم ہی نہیں تو پھر آپ بار بار اس کا نام کیوں لیتے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ اگر اس کا نام نہ لوں تو پھر کس کا نام لوں۔

ایک دوکاندار اکثر آپ کی خانقاہ میں حاضر ہو کر اکثر فقراء کے ہمراہ کھانے میں شریک ہوتا اور خود بھی اپنے ساتھ کھانے کی کچھ چیزیں لے کر آتا۔ اسی طرح برسوں اپنے ہاں فقراء کی خدمت کرتا رہا۔ اس کے متعلق ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب باطن ہے۔ اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل کی چھت پر بہت سے بزرگان دین کا اجتماع ہے لیکن آپ بے حد کوشش کے باوجود اوپر نہیں پہنچ سکے۔ دریں اثنا وہی شخص آکر کہنے لگا کہ ان راہوں میں شیر لومڑیوں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ کو اوپر پہنچا دیا۔ دوسرے دن جب آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ اور وہی شخص حاضر ہوا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کو راستہ دے دو کیونکہ اگر کل یہ ہماری اعانت نہ کرتا تو ہم شکستہ پائی کا شکار ہو جاتے۔ یہ سن کر اس شخص نے عرض کیا کہ میں تو ہر شب وہیں ہوتا ہوں لیکن آج تک کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ اور آپ صرف ایک ہی شب پہنچے تو لوگوں کے سامنے اظہار کر کے مجھ کو بھی ذلیل کیا۔

کسی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ طول طویل سفر طے کر کے آپ سے ملاقات کرنے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ قطع مسافت اس لئے معتبر نہیں کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس سے صرف ایک قدم جدا ہو جائے تاکہ مقاصد پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں۔

کسی نے آپ سے شکایت کی کہ وساوس شیطانی مجھے بہت ستاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے بچنے کا صرف ایک راستہ ہے کہ تم اپنے قلب سے علائق دنیاوی کے شجر کو اکھاڑ کر پھینک دو تاکہ اس کے اوپر کوئی پرندہ بیٹھ ہی نہ سکے۔ یعنی دنیا کو چھوڑ دو تاکہ وساوس شیطانی کا غلبہ ہی نہ ہو سکے۔

ایک مرتبہ ایک مرید تاجر بیمار ہو گیا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور سوال کیا کہ تمہاری بیماری کا کیا سبب ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ایک رات نماز تہجد کے لئے بیدار ہوا تو جیسے ہی وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوا تو کمر میں شدید قسم کا درد اٹھا اور فوراً ہی تیز بخار ہو گیا۔ یہ سن کر آپ نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ تجھے نماز تہجد سے کیا غرض تھی تیرے لئے تو یہی بہت ہے کہ تو خواہشات دنیاوی کو ترک کر دے اور تیرے لئے نماز تہجد سے بھی زیادہ بہتر ہے کیوں کہ اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو یقیناً کمر کے درد سے گرفتار رہے گا اور اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور وہ پاؤں پر دوا لگائے یا کسی کا ماتھا ناپاک ہو جائے اور وہ آستین کو دھونے بیٹھ جائے تو قطعاً بے سود ہو گا کیونکہ اس طرح کے فعل سے نہ تو سر کا درد رفع ہو سکتا ہے اور نہ ہاتھ کی نجاست ختم ہو سکتی ہے۔

ایک مرتبہ کسی مرید کے ہاں تشریف لے گئے جو بہت عرصہ سے آپ کی ملاقات کا متمنی تھا چنانچہ وہ آپ کی تشریف آوری اور زیارت کے مشرف ہو کر بہت خوش ہوا اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ کب تک یہاں قیام فرما رہیں گے اور کب روانگی کا قصد ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ابھی تو ملاقات ہی سے دل نہیں بھرا ہے اور تو ابھی سے جدائی کی باتیں کر رہا ہے۔

ایک درویش جو آپ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو چھینک آ گئی تو آپ نے فرمایا کہ یرحمک ربک یہ سن کر وہ درویش چلنے کی غرض سے اٹھا تو صحبت شیخ سے میرا مقصد ہی یہ تھا کہ شیخ کی زبان میرے حق میں رحمت کا مژدہ سنا دے چنانچہ وہ آرزو پوری ہو چکی اس لئے جانا چاہتا ہوں۔

ایک دن آپ دیدہ زیب لباس میں ملبوس تھے۔ تو شیخ ابوالحسن نوری کہنہ و بوسیدہ پوستین پہنے ہوئے آپ کے سامنے آ گئے۔ آپ نے مسکرا کر سوال کیا کہ اے ابوالحسن تم نے یہ پوستین کس قیمت میں خریدی ہے؟ انہوں نے ضرب لگا کر کہا کہ میں نے پوری دنیا کے معاوضے میں اس کو خریدا ہے اور یہ مجھے اسی قدر عزیز ہے کہ اگر اس کے بدلے میں تمام جنتیں بھی عطا کر دی جائیں جب بھی اپنی پوستین نہیں دوں گا۔ یہ جواب سن کر آپ نے روتے ہوئے فرمایا کہ آج سے کبھی درویش سے تمسخر نہیں کروں گا۔

آپ نے فرمایا کہ ایک دن کسی درویش نے میری خانقاہ میں حاضر ہو کر استدعا کی کہ خانقاہ کا ایک گوشہ میرے لئے بھی خالی کر دیں تاکہ میں اس میں اپنی جان دے دوں۔ چنانچہ میں نے ایک جگہ متعین کر دی۔ اور اس نے وہاں پہنچ کر اللہ اللہ کہنا شروع کر دیا اور میں اس کو چھپ کر دیکھتا رہا۔ لیکن اس نے کہا اے ابو علی مجھے پریشان نہ کرو۔ یہ سن کر میں واپس آ گیا اور درویش کچھ دیر اللہ اللہ

کر کے وہیں فوت ہو گیا۔ اور جب میں ایک شخص کو اس کے تیز و تکفین کا سامان لینے کے لئے بھیج کر مکان کے اندر واپس آیا تو وہ مرد درویش وہاں سے غائب تھا۔ اس واقعہ سے میں حیرت زدہ رہ گیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ تو نے میری ملاقات ایک ایسے اجنبی سے کروائی جو مرنے کے بعد غائب ہو گیا۔ آخر اس میں تیرا کیا راز ہے۔ اس سے مجھ کو بھی مطلع کر دے غیبی آواز آئی کہ جو ملک الموت کو تلاش کرنے پر نہ مل سکا تو آخر اس کی جستجو کیوں کرنا چاہتا ہے۔ اور جو ملائیکہ اور حوروں کو نہ مل سکا تو اس کی تلاش کیوں کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ آخر ہے کس جگہ' جواب ملا کہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر یعنی وہ مجلس صدق میں مقتدر بادشاہ کے پاس ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک ویران مسجد میں ایسے ضعیف العمر شخص کو بے قراری کے ساتھ گریہ و زاری کرتے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے اشکوں کے بجائے لہو جاری تھا۔ جس پر مسجد کا فرش بھی خون آلودہ ہو چکا تھا۔ میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر دریافت کیا کہ اپنے حال پر رحم کھاتے ہوئے۔ اس قدر گریہ و زاری نہ کرو' اس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا کہ جوان میں بتا نہیں سکتا۔ کہ میری قوت اس کی خواہش دید میں ختم ہو چکی ہے۔ یہ کہنے کے بعد ایک واقعہ بیان کیا کہ کسی غلام سے اس کا آقا ناراض ہو گیا اور اسے اپنے پاس سے نکال دیا۔ لیکن لوگوں کی سفارش پر اس کا قصور معاف کر دیا۔ اس کے باوجود بھی وہ غلام ہر وقت گریہ زاری کرتا رہتا ہے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ اب تو آقا نے تیرا قصور معاف کر دیا پھر کیوں روتا رہتا ہے۔ لیکن غلام نے کوئی جواب نہیں دیا پھر آقا نے کہا کہ اب اس کی میری رضا کی خواہش ہے کیونکہ یہ اچھی طرح سمجھ چکا ہے کہ میرے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے خانقاہ میں آکر آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کے قلب میں تصور گناہ پیدا ہو گیا تو کیا اس سے جسمانی پاکیزگی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر آپ نے مریدین سے روتے ہوئے فرمایا کہ اس کو جواب دو' چنانچہ حضرت زین الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے یہ جواب دینا چاہا کہ تصور گناہ ظاہری پاکی کے لئے مضرت رساں نہیں ہوتا البتہ باطنی پاکیزگی ختم ہو جاتی ہے مگر ادب مرشد کی وجہ سے بغیر جواب دیئے خاموش ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میری آنکھوں میں ایسا شدید درد اٹھا کہ میں اس کی اذیت سے مضطرب و بے چین ہو گیا۔ اور اسی حالت اضطراب میں مجھے نیند آگئی۔ اور خواب میں میں نے کسی کہنے والے کی یہ آواز سنی الیس اللہ بکاف عبدہ یعنی کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور جب میری آنکھ کھلی تو درد ختم ہو چکا تھا جس کے بعد سے پھر کبھی میری آنکھ میں کوئی

تکلیف نہیں ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں راستہ بھول جانے کی وجہ سے مسلسل پندرہ یوم تک جنگلوں میں بھٹکتا پھرا' اس کے بعد مجھے راستہ مل گیا اور ایک فوجی نے مجھے ایسا شربت پلایا جس کی ظلمت و تاریکی کا آج تک مجھے اپنے قلب میں احساس ہوتا ہے۔ حالانکہ اس واقعہ کو تیس سال گزر چکے ہیں۔

آپ کے ارادت مندوں میں جو لوگ قوی الجثہ تھے ان کو آپ موسم سرما میں سرد پانی سے غسل کرنے کا حکم دیتے اور نحیف الجثہ لوگوں کو اس کا حکم نہ دیتے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر شخص سے اس کی طاقت و قوت کے مطابق ہی مشقت لینا ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جو شخص بنیاد بقال بننا چاہتا ہے۔ اس کے لئے تو بہت سے برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جو اس کو پسند نہیں کرتا اس کے لئے کوزہ اور چند برتن کافی ہیں۔ یعنی اگر علم کو مراتب و نمود کے لئے حاصل کیا جائے تو زیادہ علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور اگر حصول علم کا مقصد صرف زاد آخرت کا مہیا کرنا ہو تو پھر عبودیت کی شرائط سے واقف ہونا اور اپنے قلیل علم پر عمل کرنا ہی مقصود اصل ہے۔

کسی نے مرد میں آپ کو مدعو کیا تو وہاں جاتے ہوئے راستہ میں ایک بڑھیا مل گئی جو یہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ تو نے مجھے کثیر الاولاد ہونے کے باوجود فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا ہے آخر اس میں تیری کیا مصلحت ہے آپ اس کے یہ جملے سننے کے بعد خاموشی سے چلے گئے اور جب مرد میں اپنے میزبان کے ہاں پہنچے تو اس نے فرمایا کہ ایک طباق میں بہت سا کھانا بھر کر لے آؤ' یہ سن کر وہ شخص بہت خوش ہوا اور یہ خیال ہوا کہ شاید آپ گھر پر لے جا کر کھانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ آپ کا گھر کچھ دور بھی نہیں تھا۔ اور جب وہ میزبان طباق بھر کر لے آیا تو آپ اس کو سر پر رکھے ہوئے بڑھیا کے مکان کی طرف چل دیئے اور تمام کھانے اس کے مکان پر دے آئے۔ یہ عجز و انکساری بھی اللہ تعالیٰ کسی کسی کو ہی عطا کرتا ہے۔ جب کہ عام لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ اگر محشر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے جہنم رسید کیا تو کفار مجھے اپنی مصاحبت میں دیکھ کر بہت مسرور ہوں گے اور میرا مذاق اڑائیں گے اور مجھ سے پوچھیں گے کہ آج ہمارے اور تیرے اندر کیا فرق ہے؟ میں انہیں جواب دوں گا کہ جواں مردوں کو فردوس جہنم کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے۔

فلما اضاء الصبح فرق بيننا
و اى نعيم لا يكدره الدهر

پھر جب صبح ہوئی تو اس کی روشنی نے ہمارے اندر جدائی کر دی
اور کون سی ایسی نعمت ہے جس کو زمانہ نے مکدر نہیں کیا

حضرت مصنف کا قول ہے کہ اس کے بعد آپ کا یہ فرمانا تعجب خیز ہے کہ اگر میرے علم میں آجاتا کہ روز محشر کوئی قدم میرے قدم کے علاوہ ہو گا تو ہر وہ عمل جو میں نے کیا ہے اس سے روگرداں ہو سکتا ہے۔ کہ یہ جملہ آپ نے محویت عبودیت کے عالم میں فرمایا ہو اور سر تاپا ربوبیت میں غرق ہوں۔

ایک مرتبہ عید کے دن عید گاہ کے ایک بہت بڑے مجمع میں آپ بھی شریک تھے اور وہاں آپ کو ایسا جوش آگیا کہ اسی جوش کے عالم میں آپ نے فرمایا کہ اے اللہ مجھے تیری عظمت کی قسم اگر مجھے آج یہ علم ہو جائے کہ مجھ سے قبل کسی کو قیامت میں تیرا دیدار حاصل ہو گا تو اسی وقت میری روح جسم سے جدا ہو جائے گی۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اس قول سے شاید آپ کا یہ مقصد ہو کہ قیامت میں زمانے کی کوئی قید نہ ہو گی اور جب زمانے کی قید ہی نہیں ہو گی تو پھر آگے پیچھے دیکھنا ممکن نہیں لیکن اس قول کی تشریح بھی خود ایک راز ہے۔
ليس عند الله صباح ولا مساء یعنی اللہ کے نزدیک صبح و شام نہیں ہے۔

ارشادات : آپ نے فرمایا کہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے مخلوق سے دشمنی مت کرو کیونکہ ذات دشمنی سے اپنی خودی کا دعویٰ کرنا ہے۔ حالانکہ تم خود کچھ بھی نہیں بلکہ دوسرے کی ملکیت ہو اور ایسی صورت میں تمہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارا مالک نہیں ہے تو پھر کون مالک ہے۔ فرمایا کہ اس مرد کی طرح زندگی گذارو جس کو مرے ہوئے بھی تین دن گذر چکے ہیں۔ فرمایا کہ جو محبوب کے مکان کا جاروب کش نہ بن سکے اس کا کوئی شمار عشاق میں نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ جو خدا کے سوا کسی سے انس رکھتا ہو وہ خدا کے انس کو قطع کر دینے والا ہے اور ذکر الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور کا ذکر کرنا لغو و بے سود ہے۔ فرمایا کہ مرشد کی مخالفت مرشد کے تعلق کو منقطع کر دیتی ہے۔ اور جو مرید اپنے مرشد کے قول و فعل پر معترض ہوتا ہے اس کے لئے مرشد کی صحبت بے سود ہے اور مرشد کی نافرمانی کرنے والے کی توبہ کبھی قبول نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ سوئے ادبی ایک ایسا شجر ہے جس کا ثمر مردود ہوتا ہے۔ فرمایا کہ شاہی دربار

گستاخی کرنے والا بلند مرتبے سے گر کر دربانی پر آ جاتا ہے اور وہاں سے بے ادب شخص گر کر ساربانی پر پہنچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوئے ادبی سے کام لینے والا بہت جلد اپنے کیفر کردار تک پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا کہ استاد و مرشد کے وسیلے کے بغیر کوئی بندہ خدا تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص ابتدا میں استاد و مرشد کے اتباع نہیں کرتا وہ جب تک کسی کامل استاد و مرشد کو اپنا راہنما نہیں بنالیتا اس وقت تک طریقت سے محروم رہتا ہے فرمایا کہ بارگاہ کے دورازے تک تو خدمت و بزرگی ہے لیکن بارگاہ میں داخلے کے بعد ایک رعب طاری ہو جاتا ہے اس کے بعد مقام قرب میں افسردگی رہتی ہے اور اس کے بعد فنائیت رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریاضت و مجاہدات سے اولیاء کرام کے حالات سکون و راحت میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور ان کی ظاہری حالت پہلی جیسی حالت سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جو مرید ابتداء میں ہم و غم سے کنارہ کش رہتا ہے وہ انتہا میں جا کر ہمت چھوڑ بیٹھتا ہے یہاں ہم و غم سے مراد خود کو ظاہری عبادت وجدان دریافت کی مسرت سے اس لئے زیادہ ہے کہ مسرت وجدان میں جان کا خطرہ ہے اور مسرت طلب میں وصال کی امید۔ فرمایا کہ وصال صرف ریاضت اور جدوجہد سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک فطری شے ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ان سب کو دوست رکھتے ہیں اور وہ سب ہم کو دوست رکھتے ہیں۔ لیکن اس جگہ اللہ تعالیٰ نے عبادت و اطاعت کا ذکر نہیں بلکہ صرف محبت کو بیان فرمایا ہے فرمایا کہ میری آج کی مصیبت کل کی دوزخ کی مصیبت سے زیادہ ہے کیونکہ قیامت میں تو محض اہل جہنم ہی کا ثواب فوت ہو گا لیکن میرا آج کا نقد وقت مشاہدہ الٰہی میں فوت ہو رہا ہے اس لئے میری مصیبت اہل جہنم کی مصیبت سے زائد ہے فرمایا کہ حرام چیزوں کو چھوڑ دینے والا جہنم سے نجات پائے گا اور مشتبہ اشیاء سے احتراز کرنے والا داخل جنت ہو گا اور زیادہ کی ہوس سے کنارہ کشی کرنے والا واصل الی اللہ ہو جائے گا فرمایا کہ جو انمردان مراتب کو بذریعہ جوان مردی حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جوان مراتب پر فائز ہو جاتا ہے۔ اس کی جوانمردی کا مقتضاء یہ ہونا چاہئے کہ یہاں سے چھٹکار طلب نہ کرے۔ فرمایا کہ جو شے منجانب اللہ بندوں کے بے طلب حاصل ہوتی ہے اس سے روح منور ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ جس شخص نے پوری عمر میں احکام الٰہی کے خلاف کام کیا ہو گا اس کو اگر اللہ تعالیٰ قیامت کی راحتیں عذاب جہنم بن کر رہ جائیں گی اور جس شخص نے پوری عمر میں صدق ولی کے ساتھ ایک کام بھی انجام دیا ہو گا اور اس کو قیامت میں اللہ تعالیٰ جہنم میں بھیج دے گا تو جس وقت بھی اس کو اپنا وہ فعل یاد آئے گا جہنم کی آگ اس

کے لئے سرد بن جائے گی اور وہ جنم میں بھی جنت کی لذت سے ہمکنار ہو گا۔ فرمایا کہ اگر کوئی ظاہری چیز کا مطالبہ کرے تو اس سے محاسبہ کیا جائے گا لیکن اگر کوئی غائب شے کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ محاسبہ سے بچ جائے گا۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ بندوں پر عذاب کرتا ہے۔ تو یہ بھی اس کی قدرت کا اظہار ہے کیونکہ بندے اس کے مستحق ہیں اور اگر وہ بخش دیتا ہے تو اس کی رحمت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی رحمت کے مقابلہ میں تمام دنیا کے گناہ ذرہ برابر بھی وقعت نہیں رکھتے فرمایا کہ بدنصیب ہے وہ شخص جو آخرت کو دنیا کے مقابلے میں فروخت کر دے۔

فرمایا کہ جو شخص اس آیت کو سن لیتا ہے کہ اس کے نزدیک راہ خدا میں جان دینا کوئی دشواری نہیں لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا یعنی ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کرو جو اللہ کے راستہ میں قتل ہو گئے فرمایا کہ ایک نعبد کو پیش نظر رکھنا عین شریعت ہے۔ یعنی ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور ایک نستعین امر حقیقی ہے یعنی ہم تجھ سے ہی اعانت طلب کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جب تم بہشت کے لئے خدا کے ہاتھ فروخت ہو چکے تو تمہارے لئے یہ زیبا نہیں کہ تم اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس لئے کہ نہ تو یہ خرید و فروخت جائز ہے اور نہ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں تمہیں کوئی فائدہ ہو گا فرمایا کہ مراتب بھی تین قسم کے ہیں اول سوال' دوم دعا' سوم ثنا' سوال تو دنیا طلب کرنے والے کے لئے ہے دعا آخرت کے طالبین کے لئے ہے اور ثنا صرف خدا کی طلب کے واسطے اسی طرح سخاوت کے بھی تین درجے ہیں اول سخا' دوم جود' سوم ایثار جو شخص خدا کو اپنے نفس کے لئے قبول کرے اس کو صاحب سخا کہا جائے گا اور خدا کو اپنے قلب کیلئے قبول کرے اس کو صاحب جود کہا جائے گا اور جو اللہ کو اپنی جان کے لئے قبول کرے وہ صاحب ایثار ہے فرمایا کہ حق گوئی سے خاموش رہنے والا گونگے شیطان کی طرح ہوتا ہے۔ شاہوں کی صحبت سے احتراز کرو کیونکہ ان کا مزاج بچوں جیسا ہوتا ہے اور ان کا دبدبہ شیر جیسا فرمایا لا تحمنا ملا طاقتہ لنابہ کا مفہوم پناہ طلب کرنا ہے۔ فراق و قطعیت سے فرمایا کہ امراء کی تواضع فقراء کے لئے دیانت ہے اور فقرا کی تواضع امرا کے لئے خیانت ہے فرمایا کہ جب طالب علم کے لئے ملا نکہ پر بچھاتے ہیں تو اندازہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ علم کے صلہ میں اس کو کیا کچھ نہیں عطا فرمائے گا اور جس طرح علم کی طلب فرض ہے اسی طرح معلوم کی طلب بھی فرض عین ہے فرمایا کہ مرید اس کو کہا جائے گا جو ہو ہے نفس اور سونے کو ترک کر دے۔ جس طرح حضور اکرم ﷺ معراج سے واپسی کے بعد آخر عمر تک کبھی نہیں سوئے کیونکہ آپ مکمل قلب بن چکے تھے۔ پھر فرمایا

کہ حضرت ابراہیم نے اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تمہیں ذبح کردینے کا حکم دیا گیا ہے تو حضرت اسمٰعیل نے عرض کیا کہ نہ آپ سوتے نہ خواب دیکھتے فرمایا کہ دیدار الٰہی دنیا میں رموز و اسرار کے ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن عقبیٰ بصارت کے ذریعہ۔

واقعات :ایک مرتبہ آپ استدراج کے موضوع پر تقریر فرمارہے تھے کہ کسی نے استدراج کا مفہوم پوچھا' آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ مدینہ میں فلاں شخص نے فلاں کا گلہ گھونٹ دیا بس اسی کو استدراج کہتے ہیں۔

آخر میں آپ کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ شام کے وقت اپنے بالاخانے پر جو آپ کے مزار کے نزدیک اور اس وقت بیت المفتوح کے نام سے مشہور ہے آفتاب کی جانب منہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ اے مملکتوں میں گردش کرنے والے آج تیری حالت کیا رہی اور ملک و ملک الموت کے گرد تو نے کسی طرح گردش کی اور یہ بتادے کہ کیا تو نے کسی جگہ مجھ جیسا شیدائی اور اشتیاق دیدار رکھنے والا بھی دیکھا۔ غرض کہ غروب آفتاب کے وقت تک آپ اسی طرح باتیں کرتے رہتے تھے آخری دور میں آپ کا کلام اس قدر ذو معنی اور دقیق ہونے لگا تھا کہ لوگ اس کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہ جاتے اس سے آپ کی مجلس وعظ میں سترہ اٹھارہ افراد سے زیادہ شرکت نہ کرتے تھے۔ حضرت انصاری کا قول ہے کہ جب آپ کا کلام بہت گہرا اور بلند ہو گیا تھا تو آپ کی محفل مخلوق سے خالی نظر آنے لگی تھی۔

حالت غلبہ میں آپ اپنی مناجات اس طرح شروع کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے چیونٹی کی طرح عاجز تصور کر اور خشک گھاس کی پتی کی مانند سمجھ کر اپنے کرم سے میری مغفرت فرما دے پھر فرماتے کہ اے اللہ مجھ کو دنیا کے سامنے رسوائی سے بچانا کیونکہ میں نے منبر پر بیٹھ کر دنیا کے سامنے بہت لاف زنی کی ہے۔ اور اگر تجھے رسوا کرنا ہی منظور ہو تو پھر مجھ کو صوفیاء کے لباس میں جنہم میں رکھنا تاکہ ہمیشہ تیرے فراق کے غم میں گھلتا رہوں۔ اے اللہ میں نے گناہوں سے اپنے اعمال نامہ کو سیاہ کرلیا اور اپنے بالوں کو سفیدی میں تبدیل کرلیا لہٰذا ہماری سیاہی پر نظر نہ ڈالنا بلکہ اپنے سفید کیے گئے بالوں کی لاج رکھ لینا اے اللہ تجھ سے واقفیت رکھنے والا کبھی تیرے طلب سے نہیں رکتا خواہ اس کو یہ علم بھی ہو جائے کہ وہ تجھے کبھی نہیں پا سکے گا۔ اے اللہ تو اگر اپنے کرم سے جنت بھی عطا فرمادے جب بھی میرے قلب سے یہ داغ نہیں مٹے گا کہ میں نے تیری بندگی میں بہت کوتاہیاں کی ہیں۔

حضرت شیخ ابوالقاسم قشیری نے آپ کے انتقال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا آپ نے جواب دیا کہ میرے تمام گناہ معاف کر کے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی البتہ ایک گناہ مجھ سے ایسا سرزد ہو گیا تھا کہ اس کا اقرار کرتے ہوئے مجھے ندامت محسوس ہوئی جس کی وجہ سے میں پسینے میں شرابور ہو گیا اور میرا چہرہ ست گیا اور وہ گناہ یہ تھا کہ میں نے اپنی نوعمری میں ایک لڑکے کو شہوت بھری نگاہوں سے دیکھ لیا تھا۔ پھر ایک مرتبہ کسی بزرگ نے آپ کو بے قراری کے ساتھ خواب میں روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ کیا آپ دوبارہ دنیا میں آنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن میں بھلائی کے لئے دنیا میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ بلکہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی جانب راغب کرنے کے لئے واپس جانا چاہتا ہوں اور ان کو یہاں کے حالات سے باخبر کرنے کی خواہش ہے پھر کسی بزرگ نے خواب میں سوال کیا کہ وہاں کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ اول تو اللہ تعالیٰ نے میرے تمام اچھے برے اعمال کا محاسبہ کیا اس کے بعد سب معاف کر کے میری مغفرت فرمادی۔

باب نمبر ⬅ 87

حضرت شیخ ابو علی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبدالوہاب ثقفی کے حالات و مناقب

تعارف : آپ مشائخین کے امام اور اہل مصر کے لئے ہر دل عزیز تھے۔ حضرت ابو حفص اور حضرت حمدون کے فیض صحبت سے فیض یاب ہوئے اور ظاہری و باطنی علوم پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے نیشاپور میں اپنے دور کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ اور تمام علماء آپ کو اپنا راہبر تصور کرتے تھے اور جب تصوف کا غلبہ ہوا تو تمام علوم ظاہری کو چھوڑ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور ۳۲۸ھ میں نیشاپور میں وفات پائی۔

حالات : آپ کے پڑوس میں ایک کبوتر باز رہتا تھا اور جب وہ ایک کبوتر اڑاتے وقت ان کو کنکر مارنے لگا تو آپ کی پیشانی پر آ کر لگا۔ جس کی وجہ سے آپ لہولہان ہو گئے۔ یہ دیکھ کر

مریدین کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے قصد کر لیا۔ کہ حاکم کے سامنے کبوتر باز کو لے جا کر مستوجب سزا قرار دیا جائے۔ لیکن آپ نے مریدین کو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو درخت کی ایک ٹہنی دے اور یہ سمجھادو کہ آئندہ سے کنکر مارنے کے بجائے اس سے کبوتروں کو اڑایا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک میت کو تین مرد اور ایک عورت اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ جس جانب عورت تھی اس طرح پہنچ کر میں نے اپنے کاندھے پر لے لیا اور اسی طرح قبرستان تک کاندھا بدلتا ہوا پہنچا وہاں پہنچ کر میں نے عورت سے سوال کیا کہ کیا تمہارے محلہ میں کوئی اور مرد کاندھا دینے والا نہ تھا۔ اس نے جواب دیا کہ مرد تو بہت تھے لیکن یہ جنازہ ہیجڑے کا ہے۔ اس لئے لوگوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اور تین افراد کے علاوہ کوئی کاندھا دینے پر تیار نہ ہوا۔ یہ واقعہ سن کر مجھے بہت رحم آیا اور میں نے کچھ رقم اور گندم ان لوگوں کو دیئے۔ پھر اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اس میت کا چہرہ سورج کی طرح روشن ہے اور بہت نفیس قسم کا لباس زیب تن کئے مسکرا کر کہہ رہا ہے۔ میں وہی ہیجڑا ہوں اور مخلوق کی حقارت بینی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی۔

ارشادات : آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مکمل طور پر دسترس حاصل کر کے اولیاء کرام کی صحبت میں رہے پھر بھی اس وقت تک اس کو اولیاء کرام کا رتبہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کسی مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق ریاضت نفس نہ کرے کیونکہ ادب سیکھنے والوں کو پہلے خدمت و صحبت کے فوائد سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور ممنوعہ چیزوں سے روک کر اعمال کی برائیوں سے واقف کرایا جاتا ہے اور فریب نفس و خود بینی پر اس کو تنبیہہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ان افعال پر کاربند نہیں ہوتا وہ ایسا غافل ہے جس کی اتباع کسی چیز میں نہ کرنی چاہئے اور جو خود ہی راستے سے آگاہ نہ ہو' اس سے راستے کی امید رکھنا بے سود ہے اور جو ادب ہی سے ناواقف ہو اس سے ادب طلب کرنا مہمل اور بے معنی ہے اور جو شخص صحبت میں رہنے کے باوجود مرشد کا ادب نہیں کرتا وہ مرشد کے فیض و برکات سے محروم رہتا ہے۔

فرمایا کہ جو شخص اعمال و افعال کی درس کی درستگی اور اتباع سنت کا خواہاں ہو اس کے لئے باطنی خلوص کا حصول بہت ضروری ہے فرمایا کہ مردان حق کے لئے چار باتیں بہت ضروری ہیں اول قول میں صداقت' دوم مودت میں صداقت سوم امانت میں صداقت چہارم عمل میں صداقت فرمایا کہ علم حیات قلب ہے کیونکہ یہ جہالت کی تاریکیوں سے دور رکھتا ہے اور علم آنکھ کا نور ہے اس لئے کہ تاریکیوں میں منور رہتا ہے۔ فرمایا کہ دنیا میں مشغولیت تباہی

ہے اور دنیا سے منہ پھیر لینا حسرت ہے پھر فرمایا کہ دین کو دنیا کے معاوضہ میں فروخت نہ کرو، فرمایا کہ ایک ایسا دور بھی آنے والا ہے۔ جب منافقین کی صحبت سے مومنین مسرور ہوں گے۔

باب نمبر 88

حضرت ابو علی احمد رحمۃ اللہ علیہ بن محمد رودباری کے حالات و مناقب

تعارف : آپ نے فرمایا کہ ایک درویش کی تدفین کے وقت میں نے یہ قصد کیا کہ اس کی پیشانی پر مٹی مل دوں اور جیسے ہی اس مقصد سے نیچے جھکا اس نے آنکھیں کھول کر کہا کہ اے ابو علی جس نے مجھے عزت عطا فرمائی تم اسی کے سامنے مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو۔ لیکن آپ نے اپنے عزم پر قائم رہتے ہوئے سوال کیا کہ کیا فقراء مرنے کے بعد بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بلاشبہ کیونکہ خدا کے دوستوں کو کبھی موت نہیں آتی اور جب روز محشر اللہ تعالیٰ مجھے عزت عطا فرمائے گا تو میں تمہاری اعانت کر کے اپنے قول کی صداقت کو بہترین طریقے پر ثابت کر دوں گا فرمایا کہ صوفیاء کرام تو نہ وعدوں سے دلچسپی رکھتے ہیں اور نہ حالت مشاہدات میں گھبراتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مدتوں میری یہ کیفیت رہی کہ طہارت کرنے کے بعد بھی مجھے اپنے طاہر ہونے کا ایقان نہیں ہوتا تھا اور اسی تصور کے تحت ایک مرتبہ کے بعد پھر دوبارہ طہارت کرتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ طلوع آفتاب سے قبل طہارت سے فارغ ہو گیا لیکن عدم اطمینان کی وجہ سے مسلسل گیارہ مرتبہ طہارت کے باوجود مجھے اپنے طاہر ہونے کا اطمینان نہیں ہوا اور اسی ادھیڑ بن میں آفتاب طلوع ہو گیا۔ لیکن مجھے یہی افسوس رہا کہ میں اپنے طاہر نہ ہونے کی وجہ سے اتنی دیر تک عبادت سے محروم رہا پھر میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ مجھے سکون عطا کر تو ندا آئی کہ سکون تو علم میں مضمر ہے۔

ارشادات : آپ نے فرمایا کہ ادنیٰ لباس استعمال کرنا، نفس پر ظلم کرنا، تارک الدنیا ہو

جانا' اور اتباع سنت کا نام تصوف ہے اور صوفی وہی ہوتا ہے جو دس فاقوں کے بعد بھی خدا کی ناشکری کا مرتکب نہ ہو' فرمایا کہ در الٰہی کے علاوہ تمام در چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے اور صوفی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ سو مرتبہ سے بھی زائد مرتبہ راندہ درگاہ کر دے۔ لیکن وہ خدا سے اپنا رشتہ قائم رکھے۔ فرمایا کہ بیم و رجا اختیار کی حد تک ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں بندوں کے لئے ایسی ہیں جیسے مرغ کے دو بازو ہوتے ہیں۔ کہ اگر ایک بازو بھی بے کار ہو جائے تو دوسرا یقیناً ناقص ہو جاتا ہے اور بیم و رجا کو اختیار نہ کرنا شرک کے مترادف ہے فرمایا کہ خدا کے سوا کسی غیر سے خوفزدہ نہ ہونے کا نام بیم ہے اور کسی سے توقع نہ رکھنے کا نام رجا ہے فرمایا کہ استقامت قلب کا نام توحید ہے اور ایقان کامل کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ قوی تر تصور کرتا رہے فرمایا کہ اولیاء کرام ہمت کو اس لئے محبوب رکھتے ہیں کہ اہل ہمت ان کو محبوب تصور کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم اس راہ میں ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جو تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے اور ذرا سی لغزش جہنم واصل کر سکتی ہے اور اگر ہمیں دیدار میسر نہ ہو تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے' فرمایا کہ جس طرح انبیاء کرام کو اظہار معجزات کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح اولیاء کرام پر کرامت کی پوشیدگی بھی فرض کی گئی ہے۔ اور ان کے مراتب سے کسی کو بھی باخبر نہیں کیا جاتا۔ فرمایا کہ راہ توحید پر گامزن ہونے والے جہنم سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ اور قلب کو بھی حکمت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی دنیا اور دولت دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے فرمایا کہ نفس کے ذریعہ مذمت اور روح کے ذریعہ مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ میں سماع سے اس لئے چھٹکارا چاہتا ہوں کہ اس میں کثیر آفات مضمر ہیں اور ہمیشہ تین چیزیں مصیبت میں مبتلا کرتی ہیں۔ اول طبیعت کی بیماری دوم ایک ہی عادت پر قائم رہنا سوم بری صحبت' طبیعت کی بیماری کا مفہوم تو یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ اشیاء استعمال کرے عادت کا مرض یہ ہے کہ میری طرف نظر رکھتے ہوئے غیبت کرے اور سنے اور صحبت کی بیماری یہ ہے کہ برے لوگوں کی صحبت اختیار کرے۔ فرمایا کہ بندہ نفل کی چار چیزوں سے کبھی خالی نہیں ہوتا اول لائق شکر نعمت سے دوم سنت جو ذکر کا باعث ہوتی ہے سوم ایسی محبت جو صبر کا باعث ہو' چہارم ایسی ذلت جو استغفار کا باعث ہو۔ فرمایا کہ حیا قلب کے لئے ناصح ہوتی ہے اور خدا سے حیا کرنا تمام اچھائیوں سے زیادہ اچھائی ہے۔

فرمایا کہ حالت سماع میں مشاہدہ محبوب کے باعث وجد و اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ فرمایا کہ صفت و موصوف کے مابین ایسا رشتہ ہے جس میں صفت پر نظر ڈالنے کے بعد

محبوب ہوناپڑتا ہے اور صفت پر نظرڈالنے والا محبوب ہو جاتا ہے فرمایا کہ مرید وہ ہے جو جو خدا کی رضا پر راضی رہے اور جواں مردوہ ہے جو دونوں عالم میں خدا کے سوا کسی کا طالب نہ ہو فرمایا کہ بروں کی صحبت نیکوں کیلئے آفت ہے۔

وفات :انتقال کے وقت آپ نے اپنی ہمشیرہ کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں کھولتے ہوئے فرمایا کہ آسمان کے دریچے کھل چکے ہیں۔ اور ملائیکہ بہشت کو سجا کر کہہ رہے ہیں کہ ہم تجھے ایسی جگہ پہنچائیں گے جو تیرے وہم و گمان سے بھی باہر ہے اور حوریں میرے دیدار کی منتظر ہیں۔ لیکن میرا قلب یہ صدا لگا رہا ہے۔ بحقک لا نظر ولی غیرک یعنی تجھے تیرے حق کی قسم ہے کہ غیر کی جانب نہ دیکھنا اور میں نے اپنی حیات کا بڑا حصہ اس انتظار میں گزارا ہے اور اس وقت بھی میں اس کے سوا کچھ طلب نہیں کروں گا اور جنت کی رشوت پر ہرگز راضی نہ ہوں گا یہ کہہ کر آپ نے انتقال فرمایا۔

باب نمبر 89

حضرت شیخ ابوالحسن علی رحمۃ اللہ علیہ بن ابراہیم جعفری کے حالات و مناقب

تعارف :آپ بہت عظیم روحانی پیشوا اور سرچشمہ حکمت و عصمت تھے گو آپ مصر کے باشندے تھے لیکن عمر کا بیشتر حصہ بغداد میں گزار کر ۳۹۱ھ میں وفات پائی۔

آپ نے فرمایا کہ حقیقت میں صوفی وہی ہے جو مخلوق سے کنارہ کش ہو کر صرف خالق کا ہو کر رہے اور اس کے حصول کے بعد قرب مخلوق سے بے نیاز ہو جائے۔

حالات :حضرت احمد جو آپ کے ارادت مندوں میں سے تھے انہوں نے آپ کے ہمراہ ساتھ حج ادا کئے۔ اور اکثر خراسان سے روانگی کے وقت ہی احرام باندھ لیا کرتے تھے ایک مرتبہ ان کی زبان سے مشائخین مکہ کے سامنے ایسا جملہ نکل گیا جو سب کے لئے ناگواری کا باعث ہوا جس کی وجہ سے ان کو مکہ سے نکال دیا گیا۔ اس وقت شیخ ابوالحسن نے فرمایا کہ آئندہ کبھی اس خراسانی نوجوان کو میرے سامنے نہ آنے دینا۔ لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد آپ بغداد تشریف لے گئے تو شیخ احمد آپ

سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ مگر دربان نے روکتے ہوئے کہا کہ فلاں وقت شیخ نے آپ کو سامنے آنے سے منع فرمادیا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت احمد بے ہوش ہو گئے۔ اور ہوش میں آنے کے بعد بھی مدتوں اسی جگہ پڑے رہے۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد شیخ باہر نکلے تو ان کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہاری سوئے ادبی کی یہ سزا ہے کہ روم کے شہر طرطوس میں جاکر مکمل ایک سال تک سور چراتے رہو اور شب بیدار رہ کر عبادت کرتے رہو۔ چنانچہ اس تعمیل حکم میں ایک سال پورا کرنے کے بعد جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فوراً باہر نکل کر سینے سے لگالیا اور فرمایا کہ اے احمد تم میری اولاد اور میری آنکھوں کا نور ہو۔ یہ سن کر احمد بہت خوش ہوئے اور حج کی نیت سے جب مکہ معظمہ پہنچے تو وہاں کے مشائخین نے بھی استقبال کرتے ہوئے یہی جملہ کہا کہ تم ہماری اولاد اور ہماری آنکھوں کا نور ہو۔

ارشادات : آپ نے فرمایا کہ صبح کے وقت اس طرح مناجات کرتا ہوں کہ اے اللہ میں تجھ سے راضی ہوں لیکن کیا تو بھی مجھ سے راضی ہے۔ اسی وقت یہ ندا آئی کہ اے جھوٹے اگر تو ہم سے راضی ہوتا تو کیا ہماری رضا طلب نہ کرتا فرمایا کہ عہد شباب ہی سے میں وظیفہ خوری کا عادی تھا۔ اور جس دن وظیفہ کا ناغہ ہو جاتا تھا اسی دن مجھ پر عتاب الٰہی نازل ہوتا۔ فرمایا کہ جب میں نے اپنے قلب پر نظر ڈالی تو سب سے بلند اپنے کو پایا اور جب اہل عزت پر نگاہ ڈالی تو سب سے زیادہ اپنی عزت کو پایا فرمایا کہ ہماری حالت توحید پانچ چیزوں پر موقوف ہے۔ رفع حدیث اثبات قدم' ہجرت اوطان' اور مفارقت احوال' اور نسیان' یعنی جس شے کا علم ہو اس کو فراموش کردے اور جس کا علم نہ ہو اس کی جستجو نہ کرے اور ہر شے کو چھوڑ کر صرف اللہ کے ساتھ مشغولیت اختیار کرے فرمایا کہ توفیق و عنایت الٰہی کے بغیر موافقت و محبت کا اظہار نہیں ہوتا اور ماسوا اللہ کو ترک کئے بغیر وصال خدا حاصل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ جو شخص حقیقت اشیاء کا دعویدار ہو اس کے دلائل و شواہد اس کو جھوٹ ثابت کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ حالت مشاہدہ میں ایک لمحہ کی فکر بھی ہزار مقبول حجوں سے افضل ہے فرمایا کہ میں نے اکثر و بیشتر صوفیا کرام سے زہد کی تعریف پوچھی تو سب نے یہی کہا کہ مرغوب اشیاء کے ترک کردینے کا نام زہد ہے ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ ملامتی کون ہے۔ آپ نے ضرب لگا کر فرمایا کہ اگر موجودہ دور میں پیغمبروں کا جواز ہوتا تو فرقہ ملامیتوں میں سے بھی ایک پیغمبر ضرور ہوتا۔ فرمایا کہ سماع کے لئے ایسی دائمی تشنگی و اشتیاق کی ضرورت ہے کہ جس قدر بھی پانی پیا جائے تشنگی میں اضافہ ہوتا رہے اور یہ سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو۔ فرمایا کہ جب صوفی واصل الی اللہ ہو جاتا ہے تو اس کے اوپر حوادث کا اثر نہیں پڑتا اور صوفی وہی ہے جو عدم کے بعد

موجود نہ رہے۔ اور وجود کے بعد معدوم نہ دیکھے اور مخالفین کی کدورت سے قلب کو صاف رکھنے کا نام ہی تصوف ہے فرمایا کہ پریشانیاں اور تفرقہ صرف ہستی کے ساتھ ہی وابستہ ہے لیکن جب صوفی نیست ہو جاتا ہے تو اس کو خدا کے سوا نہ تو کچھ نظر آتا ہے۔ اور نہ کسی سے بات کرتا ہے۔

باب نمبر 90

حضرت شیخ ابو عثمان سعد بن رحمۃ اللہ علیہ سلام مغربی کے حالات و مناقب

تعارف : آپ حقائق و دقائق کا سرچشمہ اور کرامت و ریاضت کا منبع و مخزن تھے۔ مدتوں حرم شریف کے مجاور رہے اور بے شمار بزرگان دین سے فیض حاصل کیا اور ایک سو تیس سال کی عمر میں نیشاپور کے مقام پر وفات پائی۔

آپ ابتدائی دور میں تیس سال صحراؤں میں گوشہ نشین رہے حتی کہ کثرت عبادت کے باعث جسم کا گوشت تک گھل گیا تھا۔ اور آنکھوں میں حلقے پڑ جانے کی وجہ سے انتہائی بھیانک شکل ہو گئی تھی۔ اسی دوران الہام ہوا کہ مخلوق سے ربط و ضبط قائم کرو۔ چنانچہ جس وقت آپ مکہ معظمہ پہنچے تو تو مقامی مشائخین نے آپ کا پر جوش خیر مقدم کیا اور آپ کی خستہ حالی کو دیکھ کر کہا کہ تم نے بیس سال تک جس انداز میں زندگی گذاری یہ طریقہ آج تک کسی نے نہیں اختیار نہیں کیا اور اسی وجہ سے تم سب پر سبقت لے گئے لیکن یہ بتاؤ کہ تم۔ نے صحرا نشینی میں کیا حاصل کیا اور وہاں سے واپس کیوں آ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ سکر کی جستجو میں نکلا تھا۔ اور سکر کی مصیبت کو دیکھ اور نا امید اور عاجز ہو کر واپس آ گیا ہوں۔ اور جس حقیقت کی جستجو میں نکلا تھا۔ اس کو کہیں نہ پا سکا۔ اور اس وقت یہ غیبی ندا سنی کہ اے ابو عثمان فروعات میں مستی کا تصور اور اصل راستہ آسان نہیں ہے۔ کیونکہ صحو حقیقی سے تو ہمارے دست قدرت میں ہے یہ سن کر میں ناامیدی کے عالم میں لوٹ آیا آپ کا قول سننے کے بعد مشائخین نے فرمایا کہ تم نے تو مکمل حق ادا کر دیا اور اب کسی دوسرے کو سکر و صحو کا بیان کرنا زیبا نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مجاہدات کی ابتدا میں میری یہ کیفیت تھی کہ اگر مجھے آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا جب بھی مجھے اس لئے خوشی ہوتی ہے کہ میں ایسی الجھن میں پھنس گیا تھا کہ کھانا کھایا

جائے یا نماز فرض کے لئے وضو کیا جائے اور انہیں دو الجھنوں کی وجہ سے میری لئے لذت ذکر مفقود ہو چکی تھی جو میرے لئے انتہائی اذیت کا باعث تھی۔ پھر حالت ذکر میں میرے اوپر ایسی چیزیں منکشف ہونے لگیں۔ کہ اگر دوسروں پر منکشف ہو جاتیں تو وہ ان کو کرامتوں سے تعبیر کرنے لگتے لیکن میں ان کو گناہ کبیرہ سے بھی بڑھ کر تصور کرتا تھا اور نیند کو بھگانے کے لئے ایسے پتھروں پر جا بیٹھتا جن کی تہہ میں بہت عمیق غار ہوتے تاکہ ذرا بھی پلک جھپکے تو غار میں جا پڑوں اس کے باوجود اگر کبھی مجھے اتفاق سے اس پتھر پر نیند آجاتی تو بیداری کے عالم میں دیکھا کہ ہوا میں معلق پتھر پر بیٹھا ہوا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ عید کی شب میں حضرت ابو الفورس کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ محو خواب ہیں۔ اس وقت میرے قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر فی الوقت کہیں سے گھی دستیاب ہو جاتا تو احباب کے لئے فلاں چیز تیار کرتا۔ لیکن حضرت ابو الفورس نے سوتے ہی سوتے فرمایا کہ اس گھی کو بلا پس و پیش پھینک دے اور آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ کہا پھر بیداری کے بعد میں نے ان سے واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ میں خواب دیکھ رہا تھا کہ ہم ایک بہت بلند محل میں ہیں اور وہاں سے دیدار الٰہی کی تمنا کر رہے ہیں۔ لیکن تمہارے ہاتھ میں گھی ہے اس لئے میں نے کہا کہ گھی کو فوراً پھینک دو۔

کسی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خیال کیا کہ اگر اس وقت شیخ اپنی کسی خواہش کا اظہار کریں تو میں فوراً اس کی تکمیل کر دوں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نہ تو خدا کے سوا کسی سے خواہش کا اظہار کرتا ہوں اور نہ مجھے کسی کی اعانت درکار ہے۔

حضرت ابو عمروز جاجی نے بیان کیا کہ میں برسوں اسی طرح آپ کی خدمت میں مرہا ہوں کہ لمحہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ میں نے اور دوسرے مریدین نے خواب میں یہ غیبی آواز سنی کہ تم لوگ ابو عثمان کی چوکھٹ سے وابستہ رہ کر ہماری بارگاہ سے دور ہوئے ہو۔ اور یہ خواب جب آپ سے بیان کرنے کا قصد کیا تو آپ نے برہنہ پا گھر سے نکل کے فرمایا کہ تم لوگوں نے خود بھی سن لیا اور اب میں بھی یہی کہتا ہوں کہ تم لوگ چلے جاؤ اور تم سب لوگ بھی خدا کے ہو جاؤ اور مجھے بھی اس کی یاد میں مشغول رہنے دو۔

حضرت ابو بکر فورک نے بیان کیا کہ آپ نے ایک مرتبہ مجھ سے یہ فرمایا کہ پہلے میرا یہ عیقدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ذات ہے اور ہر جہت میں ہے۔ لیکن بغداد پہنچنے کے بعد میرا عقیدہ درست ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جہت سے منزہ ہے پھر میں نے مشائخین مکہ کو مکتوب ارسال کیا کہ میں بغداد پہنچ کر از

سرنو مسلمان ہو گیا ہوں۔

آپ نے کسی مرید سے پوچھا کہ اگر تم سے کوئی یہ سوال کرے کہ تمہارا معبود کس حالت پر قائم ہے تو جواب دو گے اس نے کہا کہ میں یہ جواب دوں گا کہ جس حالت پر ازل میں تھا اس پر اب بھی قائم ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ اگر تم سے کوئی یہ سوال کرے کہ تمہارا معبود ازل میں کس حالت پر قائم تھا تو تم کیا جواب دو گے۔ اس نے کہا کہ میرا یہ جواب ہو گا کہ وہ جس حالت پر اب ہے ازل میں بھی اسی حالت پر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا جواب درست ہے۔

حضرت عبدالرحمن سلمی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں تھا کہ قریبی کنویں سے کوئی پانی کھینچ رہا تھا اور چرخ کی آواز آ رہی تھی۔ اس وقت آپ نے پوچھا کہ تم سمجھتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اور جب میں نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا کہ یہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔

ارشادات : آپ نے فرمایا کہ جس کے اندر پرندوں کے چہچہانے اور درختوں کے ہلنے کے ساتھ ہوا چلنے سے کیفیت سماع پیدا نہ ہو تو وہ اپنے دعوی سماع میں کاذب ہے فرمایا کہ ذاکر حقیقی کو اللہ تعالیٰ وہ نور عطا کر دیتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ ہستی کے ذرے ذرے کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ اور ایسی لذت سے ہمکنار ہو جاتا ہے کہ فنائیت کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ اس لئے اس میں لذت کی قوت برداشت باقی نہیں رہتی۔ حتی کہ آپ بھی جب اس لذت کو برداشت نہ کر سکے تو خلوت سے نکل کر ہر سمت دوڑتے ہوئے فرماتے کہ ذاکر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے علم میں کلمہ لا الہ اللہ کو شامل کر لے۔ اور اسی کلمے کی اعانت سے اپنے قلب میں سے ہر نیک و بد کا خیال نکال پھینکے اور شمشیر عبرت سے ان خیالات کا سر قلم کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے جدا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ عارف و ذکر کے سو مدارج موت سے بھی زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ موت بھی ان کو ذکر و معرفت سے علیحدہ نہیں رکھ سکتی فرمایا کہ خدا تک رسائی کے لئے دو راہیں ہیں اول نبوت دوم اتباع نبوت لیکن نبوت کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا لہذا اتباع نبوت طالبین حق کے لئے لازمی ہے کیونکہ اتباع نبوت کے بغیر واصل الی اللہ ہونا ممکن نہیں۔ فرمایا کہ جو شخص خلوت اختیار کرنا چاہئے اس کے لئے ضروری ہے کہ یاد الہی کے لئے ہر شے کی یاد کو اپنے قلب سے خارج کر دے اور رضائے الہی کا طلب ہو کر خواہشات نفس کو ترک کر دے اور جو ان چیزوں پر کاربند نہیں ہو سکتا اس کے لئے خلوت مصیبت بن جاتی ہے۔ فرمایا کہ جس وقت تک قلب طالب میں ذرہ برابر بھی نفس و دنیا کی محبت باقی رہتی ہے اس کو خاصان خدا کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ گناہ گار دعوی کرنے والا اس لئے بہتر ہوتا ہے کہ وہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے لیکن مدعی اپنے دعوی میں خود ہی آسیر رہتا

ہے۔

فرمایا کہ جو شخص نفسانی خواہش و حرص کی وجہ سے مالداروں کا کھانا کھاتا ہے اس کو نہ تو فلاح میسر آتی ہے۔ اور نہ وہ اس سلسلہ میں کوئی عذر پیش کر سکتا ہے۔ لیکن مجبوری کی وجہ سے یہ عذر قابل قبول ہو سکتا ہے اور مخلوق کی جانب متوجہ ہونے والا اپنے احوال کو ضائع کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ فقراء سے محبت منقطع کر کے مالداروں سے محبت کرنے والوں کو اندھا کر دیا جاتا ہے۔ مرد کے مجاہدے کی مثال قلب کی پاکی کے لئے ایسی ہوتی ہے جیسے کسی سے یہ کہا جائے کہ فلاں درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینک لیکن وہ اس کو اکھاڑنے پر قدر رکھتے ہوئے بھی نہیں اکھاڑ سکتا اور اگر وہ اس خیال سے توقف کرتا ہے کہ جب مجھ میں قوت آجائے گی اس وقت اس کو اکھاڑ دوں گا تو یہ تصور بھی اس لئے غلط ہے کہ وہ جس قدر بھی توقف کرے گا خود کمزور ہوتا جائے گا۔ اور درخت قوی ہوتا رہے گا۔ فرمایا کہ فرائض و نوافل میں خلل اندازی کے بعد راہ سلوک نہیں حاصل ہو سکتی فرمایا کہ خالق و مخلوق کی ماہیت سے واقفیت کا نام معرفت ہے۔ فرمایا کہ اعلیٰ ترین خصلت یہ ہے کہ جس شے کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرو اور جو شے تمہارے پاس موجود ہو اس کو پیش کر دو لیکن خود اس سے کچھ طلب نہ کرو اور خود ظلم سے احتراز کرتے ہوئے اس کے ظلم پر صبر و تحمل سے کام لو اور خود اس کی مذمت کرتے رہے لیکن خود اس سے کوئی خدمت نہ لو۔ فرمایا کہ بہترین عمل وہ ہے جو علم کے مطابق ہو۔ پھر فرمایا کہ سب سے بڑا اعتکاف یہ ہے کہ ہمیشہ امر و نواہی کو ملحوظ رکھا جائے فرمایا کہ ہر شے کو اس کی ضد ہی سے پہچانا جاتا ہے اس لئے جب تک صاحب خلاص ریا کی برائی سے واقف نہ ہو' اخلاص کی اچھائی کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ فرمایا کہ مرد وہ ہی ہے جو خوف کی جگہ خوف اور رجا کی جگہ رجا اختیار کرے۔ فرمایا کہ اوامر کے مشاہدے کے بعد اتباع اوامر کا نام عبدیت ہے۔ فرمایا کہ عیش و راحت میں موت کو یاد رکھنا شوق کجی علامت ہے فرمایا کہ عارفین کو وہ نور اور علم معرفت عطا کی جاتی ہے جس کے ذریعہ وہ عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ بندہ ربانی چالیس یوم تک کھانا نہیں کھاتا اور بندہ صمدانی اسی یوم بھوکا رہتا ہے۔ فرمایا کہ اولیاء کرام کے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ اولیاء کرام ہی میں شامل کر دیتا ہے۔

وفات : انتقال کے وقت جب اطباء کو لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اطباء کی حیثیت میرے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے حضرت یوسف کے بھائیوں کی حیثیت ان کے لئے تھی۔ اور جس نوعیت سے ان کے بھائیوں کی ایذا رسانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت و حکمت پر فائز کیا اسی طرح اطباء کی دوا میرے لئے سود مند نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد آپ نے سماع کی فرمائش کی اور اسی حالت میں انتقال

ہو گیا۔

باب نمبر ⟵ 91

حضرت شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ نہانوی کے حالات و مناقب

تعارف وارشادات : آپ بہت بڑی متقی اور صاحب ورع بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کو مروت و فتوت کا قبلہ و کعبہ تصور کیا جاتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے کہ ریاضت کے ابتدائی دور میں مکمل بارہ سال تک میں سرگرداں پھرا ہوں جب کہیں جاکر مجھے ایک گوشہ قلب کا انکشاف ہوا ہے۔ فرمایا کہ عام لوگوں کی تو یہ تمنا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہمراہ ہو۔ لیکن میری خواہش یہ ہے کہ اللہ کی توفیق سے میں اپنی ذات کا مشاہدہ کر سکوں لیکن آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ پھر فرمایا کہ مخلوق کے ساتھ قلیل اور خالق کے ساتھ کثیر صحبت اختیار کرو۔ فرمایا کہ فقر کی انتہاء تصوف کی ابتداء ہوتی ہے فرمایا کہ تصوف نام ہے اپنے مراتب کے اخفا اور مسلمانوں کی عزت کرنے کا کسی نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اچھی موت دے۔

حالات : آپ ٹوپیاں سیا کرتے تھے اور جب تک ایک ٹوپی بھی فروخت نہ ہو جاتی دوسری نہیں سیتے اس کے علاوہ ایک ٹوپی کی قیمت دو درم سے کم نہ لیتے نہ زیادہ اور دو درم میں ٹوپی فروخت کرنے کے بعد ایک درم تو اس شخص کو دے دیتے جو آپ کے پاس سب سے پہلے آپ کے پاس آتا اور ایک درم کی روٹی خرید کر کسی درویش کے ہمراہ گوشہ میں بیٹھ کر کھا لیتے تھے۔

کسی صاحب نصاب مرید نے آپ سے پوچھا کہ زکوٰۃ کس کو دوں فرمایا کہ جس کو تم مستحق زکوٰۃ سمجھتے ہو یہ سنتے ہی وہ رخصت ہوا تو راستے میں ایک بہت ہی شکستہ حال فقیر پر نظر پڑی چنانچہ اس نے بطور زکوٰۃ کے ایک اشرفی اس کو دے دی لیکن دوسرے دن دیکھا کہ وہ یہ نابینا فقیر ایک شخص سے کہہ رہا ہے کہ کل ایک شخص نے مجھ کو اشرفی دی تھی جس کی میں نے فلاں مغنیہ کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی۔ اس واقعہ کا ذکر جب مرید نے آپ کے سامنے کرنے کا قصد کیا تو اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ جاؤ میرا یہ ایک درم بھی اس شخص کو دے دو جو تم کو سب سے پہلے مل جائے۔ چنانچہ باہر نکلنے پر اس کو ایک سید مل گیا جس کو اس نے وہ درم پیش کر دیا اور خود بھی

اس کے پیچھے چل دیا۔ لیکن وہ سید بجائے آبادی کے جنگل میں پہنچا اور اپنے دامن سے مردہ تیتر نکال کر باہر پھینک دیا اور جب مرید نے یہ واقعہ سید صاحب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آج سات یوم سے میرے بیوی بچے فاقے سے ہیں اور میں سوال کرنے کی ذلت سے بچنے کے لئے جب رزق کی تلاش میں گھر سے نکلا تو جنگل میں یہ مردہ تیتر مل گیا اور میں نے اہل و عیال کے کھانے کے لئے اس کو اٹھالیا لیکن تمہارے ایک درم دے دینے کے بعد اس کو پھینکنے یہاں آگیا یہ واقعہ مرید نے جب شیخ سے بیان کرنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حرام کمائی کا مال شراب خانے کی نذر ہو جاتا ہے اور جائز کمائی ایک سید کو مردار کھانے سے بچالیتی ہے۔

ایک رومی آتش پرست آپ کی تعریف سن کر صوفیاء کے لباس میں انہیں کے طوز طریقے اختیار کر کے عصا ہاتھ میں لئے ہوئے امتحان کی نیت سے شیخ ابو العباس قصاب کی خانقاہ پر پہنچ گئے لیکن انہوں نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ آشناؤں میں بیگانوں کا کیا کام یہ سن کر وہ آتش پرست وہاں کی بجائے سیدھا آپ کے یہاں پہنچ گیا اور مہینوں مقیم رہ کر فقراء کے ہمراہ وضو کر کے فریب دہی کے لئے نمازیں پڑھتا رہا لیکن آپ نے جانتے بوجھتے ہوئے اس کو نہیں ٹوکا مگر جب اس نے وہاں سے واپسی کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو جوانمردی کے خلاف ہے کہ تو جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس ہو جائے یہ سن کر وہ آتش پرست سچے دل سے مسلمان ہو گیا اور آپ کی خدمت کر کے ایسے معراج کمال تک پہنچا کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کا جانشین ہوا۔

باب نمبر ← 92

حضرت ابو عمر ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ زجاجی کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کا شمار اپنے دور کے عظیم تر مشائخین میں ہوتا تھا۔ آپ حضرت ابو عثمان کے تلامذہ میں سے تھے اور عرصہ دراز تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے وہیں ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔

حالات :ایک مرتبہ شیخ ابو القاسم نصر آبادی مشغول سماع تھے کہ اتفاق سے آپ بھی وہاں سے گذرے اور ان سے سوال کیا کہ سماع کیوں سنتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ساعت باہم بیٹھ کر غیب و بد گوئی کرنے اور سننے سے افضل ہے آپ نے فرمایا کہ تم سے ممکن ہے کہ حالت سماع میں

کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جو غیبت و بدگوئی کرنے اور سننے سے سینکڑوں درجہ برا ہے۔

باب نمبر 93

حضرت شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ صائغ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ صدق و عشق کا مجسمہ تھے اور آپ کے شمار مصر تر مشائخین میں ہوتا تھا حضرت ابو عثمان کا قول ہے کہ میں تو حضرت یعقوب نہرجوری سے زیادہ کسی کو نورانی نہیں دیکھا اور حضرت ابوالحسن صائغ سے زیادہ کوئی باہمت نظر نہیں آیا اور حضرت ممشاد دینوری کا قول ہے کہ میں نے آپ کو دینور میں اس طرح نماز میں مشغول دیکھا کہ گدھ آپ کے سر پر سایہ فگن تھا۔

حالات و ارشادات :جب آپ سے یہ سوال کیا کہ غائب پر شاہد کو کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا کہ عدیم المثال ذات کے لئے کوئی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی فرمایا کہ معرفت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر دم اللہ تعالیٰ کا احسان مند رہتے ہیں اس کی نعمتوں کی شکر گزاری سے خود کو قاصر تصور کرے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے جب آپ سے پوچھا کہ مرید کی کیا تعریف ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیم انفسھم یعنی تنگ ہو گئی ان پر زمین کشادگی کے باوجود اور ان پر ان کے نفوس تنگ ہو گئے مفہوم یہ ہے کہ مرید اس کے سوا دوسرے "عالم کا طالب رہتا ہے۔ فرمایا کہ اہل محبت آتش عشق میں بھی ان لوگوں سے زیادہ خوش رہتے ہیں۔ جو جنت کے عیش سے خوش ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ اپنی ذات کو محبوب رکھنا ہلاکت کی نشانی ہے فرمایا کہ جو حالت خوف کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہاں حالت ذوق حال سے رونما ہوتی ہے۔ اور خوف کو اختیار کرنے والا نفس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ فساد طبع کی علامت یہ ہے کہ خواہشات و آرزو میں گرفتار ہے۔

نمبر 94

حضرت ابو القاسم نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ واقف رموز عشق و معرفت اور شوق و محبت کے بحر بے کنار تھے' اس کے علاوہ آپ کو تمام علوم پر مکمل عبور حاصل تھا- اور حدیث کے موضوع پر آپ کی بے شمار تصانیف ہیں- تمام لوگ آپ کو صاحب سلسلہ بزرگ تصور کرتے ہیں- حضرت شبلی کے بعد آپ کو خراسان کا استاد تسلیم کرتے تھے- آپ حضرت شبلی سے بیعت تھے اور بہت سے بزرگوں سے شرف نیاز بھی حاصل کیا مدتوں مکہ معظمہ میں مجاور کی حیثیت سے زندگی گذار دی-

حالات : آپ کا جذب و وجد کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کعبہ کے نزدیک آگ روشن دیکھ کر اسی کا طواف شروع کر دیا اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو برسوں کعبہ میں تلاش کیا لیکن نہیں ملا- اور اب یہاں بھی اس کی جستجو میں آیا ہوں- شاید وہ یہاں مل جائے اور اس کی جستجو میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہوں- یہ جملے سن کر لوگوں نے آپ کو نیشاپور سے نکال دیا-

آپ نے ایک دن کسی یہودی سے یہ سوال کیا کہ مجھے بوزہ خریدنے کے لیے نصف وانگ رقم دے دے لیکن اس نے جھڑک دی اس کے باوجود بھی اس کے پاس تین چار مرتبہ جا کر اپنا سوال دہرایا مگر وہ ہمیشہ تلخ کلامی سے جواب دیتا رہا- اور جب آخری بار آپ نے اس سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ تم عجیب قسم کے انسان ہو اتنی مرتبہ منع کر دینے کے باوجود بھی اپنے سوال سے باز نہیں آتے تو آپ نے فرمایا کہ اگر فقراء اتنی سی بات پر خوف زدہ ہو جائیں تو ان کو اعلیٰ مدارج کیسے حاصل ہو سکتے ہیں- یہ قول سن کو وہ یہودی خلوص قلب کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گیا-

"ایک مرتبہ آپ نے کعبہ کے اندر کچھ لوگوں کو مشغول گفتگو دیکھ کر لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں آج کعبہ نذر آتش کیے دیتا ہوں کہ لوگ خود بخود اللہ کے ساتھ مشغولیت حاصل کر سکیں-

ایک مرتبہ آپ حرم کے اندر تھے اور تند و تیز ہوا کے جھونکوں سے حرم کے پردے ہلنے لگے- آپ کو یہ منظر بہت اچھا معلوم ہوا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر پردہ پکڑ کر فرمایا کہ

گفت اے رعنا عروس سر نواز
درمیاں تو کہ بنشہ بناز

اے پردے تو نے جو خود کو دلہن کی طرح آراستہ کیا ہے بتا کہ تیرے اندر کون صاحب

ناز جلوہ فرما ہے جب کہ مخلوق شدت پیاس اور گرمی کی وجہ سے ببول کے پتوں کی طرح تباہ ہے اے حرم اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ بیتی فرمایا ہے تو مجھے سو مرتبہ عبدی بھی فرمایا ہے۔

آپ نے توکل علی اللہ ستر حج کیے اور ایک مرتبہ سفر حج کے دوران ایک کتے کو بھوک سے نڈھال دیکھ کر فرمایا کہ ہے کوئی جو ایک روٹی کے معاوضہ میں مجھ سے چالیس حج کا ثواب خرید لے۔ یہ سن کر ایک شخص نے حامی بھرتے ہوئے آپ کی خدمت میں ایک روٹی پیش کر دی اور آپ نے چالیس حج کا ثواب اس کی نذر کر دیا۔ روٹی لے کر آپ نے اس فاقہ زدہ کتے کو کھلا دی یہ واقعہ سننے کے بعد ایک بزرگ نے آپ کے پاس پہنچ کر غضب ناک لہجہ میں فرمایا کہ کیا تو نے اپنے نزدیک یہ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جب کہ اس کی اہمیت اس لیے بھی کچھ نہیں کہ حضرت آدم نے تو دو گیہوں کے عوض آٹھ جنتوں کو فروخت کر دیا یہ سن کر آپ سرنگوں ہو کر ایک کونے میں جا بیٹھے۔

ایک مرتبہ موسم گرم میں جبل رحمت پر آپ کو تیز بخار آ گیا اس وقت آپ کے ایک عجمی دوست نے پوچھا کہ کیا کسی چیز کو آپ کی طبیعت چاہتی ہے فرمایا کہ ٹھنڈے پانی کی خواہش ہے یہ سن کر وہ اس کے لیے بہت پریشان ہو گیا کہ گرمی کے موسم میں سرد پانی کہاں سے لاؤں۔ پھر بھی اولے بھی ایک آبخورہ لے کر پانی کی جستجو میں چل پڑا راستہ میں اچانک ابر آیا اور اولے پڑنے لگے اور تمام اولے سمٹ سمٹ کے اس شخص کے پاس جمع ہو گئے یہ دیکھ کر اس نے سمجھ لیا کہ یہ سب آپ ہی کی کرامت کا ظہور ہے اور تمام اولے آبخورے میں جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیئے اور جب آپ نے سوال کیا کہ موسم گرما میں تم یہ سرد پانی کہاں سے لے آئے ہو اس نے جب پورا واقعہ بیان کر دیا تو آپ کو خیال پیدا ہوا کہ یہ صرف میری کرامت کی وجہ سے ہوا ہے اس لئے نفس کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ تجھے تو سرد پانی کی بجائے گرم پانی ملنا چاہئے۔ ایک مرتبہ دوران سفر جنگل میں آپ کو بے حد تھکان محسوس ہوئی لیکن اتفاق سے جب چاند پر آپ کی نظر پڑی تو اس پر یہ لکھا ہوا دیکھا فسیکفیکھم اللہ یعنی اللہ تمہارے لیے کافی ہے یہ دیکھ کر مجھ میں قوت آ گئی جس کی وجہ سے بہت تقویت پہنچی۔

ایک مرتبہ آپ کو خلوت میں الہام ہوا کہ تو بہت بے ہودہ باتیں کرتا ہے اس کی سزا میں ہم تیرے اوپر مصیبت نازل کریں گے آپ نے عرض کیا کہ اگر تو میری یاوہ گوئی کی مخالفت کرے گا تو میں بھی اس سے باز نہیں آؤں گا۔ پھر الہام ہوا کہ ہمیں تیری یہ بات پسند آئی آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت موسیٰ کے مزار کی زیارت کے لئے

حاضر ہوا تو میں نے ہر ذرہ خاک سے ارنی کی صدا سنی آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سفر حج کے دوران میں نے ایک شخص کو اذیت و بے چینی کے دوران زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر یہ قصد کیا کہ اس پر سورہ فاتح پڑھ کر دم کر دوں لیکن ندا آئی کہ اس کو یونہی تڑپنے دو کیونکہ یہ "اہلبیت کا دشمن ہے۔

ایک مرتبہ آپ کی محفل وعظ میں ایک شخص پہنچ گیا جو رقص و سرود کا ماہر تھا لیکن وہ آپ کے وعظ سے حد درجہ متاثر ہو کہ اضطرابی کیفیت میں گھر پہنچا اور اپنی والدہ سے کہا کہ میری موت کا وقت قریب ہے اس لیے میرے انتقال کے بعد میری قبا تو گورکن کو دے دینا اور پیراہن غسال کے سپرد کر دینا اور ستار کی مضراب کو میری آنکھوں میں پیوست کر کے یہ کہا جس طرح تو نے زندگی گزاری اسی طرح مر گیا ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے یہ شکایت کی کہ علی قوال رات کو شراب پیتا ہے اور صبح کو آپ کی محفل میں حاضر ہو جاتا ہے یہ سن کر آپ نے سکوت اختیار کر لیا پھر اتفاق سے ایک دن وہی قوال آپ کے راستے میں بدمست پڑا ہوا نظر آیا۔ تو ایک مرید نے عرض کیا کہ دیکھئے یہ وہی علی قوال ہے جو شراب سے بدمست پڑا ہے۔ آپ نے اس طعنہ زنی کرنے والے مرید کر حکم دیا کہ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دو۔ چنانچہ اس مرید نے بادل نخواستہ اپنے کاندھوں پر ڈال کر اس کے گھر پہنچا دیا لیکن ہوش آنے کے بعد اس قوال نے آپ کے ہاتھ پر ایسی توبہ کی کہ بعد میں درجہ ولایت تک پہنچا۔

ارشادات: آپ نے فرمایا کہ بندہ دو نسبتوں کے مابین محصور ہے ایک نسبت آدم ہے جو شہوت و آفت کا موجب ہونے کی وجہ سے نسبت بشریت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے یہ نسبت محشر میں منقطع ہو جائے گی لیکن دوسری نسبت جو حق تعالیٰ سے منسک ہے اور جس کے ذریعہ کشف و ولایت حاصل ہوتی ہے اس کے تعلق عبودیت سے ہے اور یہ نسبت کبھی منقطع نہیں ہوتی کیونکہ جب باری تعالیٰ بندے کی نسبت اپنی جانب منسوب کر لیتا ہے تو پھر بندے پر کسی قسم کا غم و خوف باقی نہیں رہتا اور وہ اس آیت کا مصداق بن جاتا ہے لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون

فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا بار صرف وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں۔ جو اس کا بار اٹھانے کے قابل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ ان اللہ تعالیٰ افر اسایر کبھن جمیعا فرمایا کہ جس نے خود کو خدا کے ساتھ وابستہ کر لیا وہ فتنہ و فساد اور وساوس شیطانی سے نجات پا گیا اور جس میں خدا

کو یاد رکھنے کی صلاحیت و قدرت ہوتی ہے وہ کبھی پریشان نہیں ہوتا فرمایا کہ علوم ظاہری کے ذریعہ مرید کو راستہ دکھانے کے بجائے علوم باطنی سے تربیت دینی چاہیے فرمایا کہ جب بندے پر منجانب اللہ کوئی شے وارد ہونے لگے تو اس کے لیے فردوس و جہنم کو نظرانداز کر دینا ضروری ہے اور جب اس حال سے واپس ہو تو ہر اس شے کو عزیز خیال کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کی ہو۔ فرمایا کہ موافقت امر نیک ہے اور اس امر کی موافقت اس سے بھی افضل ہے اور جس کو خدا کی موافقت حاصل ہو جاتی ہے وہ کبھی اس کی مخالفت نہیں کرتا فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ادم کی صفت سے آگاہ کرنا چاہا تو فرمایا عصی ادم ربہ اور جب اپنی صفت بیان کرنی مقصود ہو تو فرمایا ان اللہ اصطفی ادم پھر فرمایا چونکہ اصحاب کہف بلاواسطہ خدا پر ایمان لائے اس لئے وہ جوانمرد کہلانے کے مستحق ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غیور ہے اور اس کی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک وہ کسی کو توفیق عطا نہ کرے اس کی جانب متوجہ نہیں ہو سکتا فرمایا کہ مصنوعات کا وجود صانع کی دلیل ہے پھر فرمایا کہ اتباع سنت سے معرفت ادائیگی فرض سے قربت اور نوافل سے محبت حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جو شخص خود اپنے نفس کو مودب نہ بنا سکے اس کو واقف ادب نہیں کہ جا سکتا اور قلب کے آداب سے ناآشنا ہو وہ کبھی ادب سے واقف نہیں ہو سکتا اور ادب روح سے نابلد ہو اس کو کبھی قرب حاصل نہیں ہوتا ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ بعض مرد عورتوں کی صحبت میں بیٹھ کر یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم ان کو دیکھنے کے باوجود بھی معصوم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک نفس موجود ہے اس وقت تک اوامر و نواہی کی پابندی ضروری ہے اور اس سے کسی کو بھی بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا اور ایسے مقامات پر کبھی ڈھٹائی سے کام نہ لینا چاہیے جب تک حرمت سے روگرداں نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اعمال صالحہ یہ ہیں۔ قرآن پر عمل پیرا ہونا، خواہشات و بدعادات کو ترک کر دینا مرشد کا اتباع کرنا، مخلوق کو معذور خیال کرنا، اور اوراد و ظائف پر حیلہ جوئی نہ کرتے ہوئے مداومت کے ساتھ پابند رہنا ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ جو اوصاف مرشد میں ہونے چاہئیں کیا وہ آپ میں موجود ہیں۔ فرمایا کہ نہیں ان کے چھوٹ جانے کا غم اور نہ حاصل کرنے کا افسوس ہے پھر لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کی کرامتیں کیا ہیں۔ فرمایا کہ اہل نصر آباد نے تو پاگل کہ کر مجھے وہاں سے نکال کیا نیشاپور میں پہنچا تو وہاں بھی یہی سلوک کیا گیا بغداد میں حضرت شبلی کی خدمت میں رہا اور چند ہی سال میں دو تین ہزار افراد واصل الی اللہ ہوئے لیکن میرا ذکر نہیں آیا لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کی عزت کیا ہے فرمایا کہ منبر پر سے اس لئے اتار اگیا کہ اس کی مجھ میں اہلیت

نہیں تھی پھر پوچھا گیا کہ تقوی کی کیا تعریف ہے فرمایا سوا اللہ سے گریز کرنے کا نام تقوی ہے پھر پوچھا گیا کہ ہم آپ کے اندر خدا کی محبت کا اثر نہیں پاتے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو لیکن میں آتش محبت میں جلتا رہتا ہوں پھر فرمایا کہ اہل محبت کا خدا کے ساتھ ایک ہی سا حال رہتا ہے اگر آگے قدم اٹھائیں تو غرق ہو جائیں اور اگر پیچھے ہٹیں تو نادم ہوں۔ پھر فرمایا کہ راحت عتاب سے لبریز ظرف ہے پھر فرمایا کہ ہر شے کے لئے ایک قوت ہوا کرتی ہے لیکن روح کی قوت سماع ہے فرمایا کہ قلب جو کچھ حاصل کرتا ہے اس کی برکتیں جسم پر ظاہر ہوتی ہیں اور روح جو کچھ حاصل کرتا اس کی قلب پر وارد ہوتی ہیں فرمایا کہ جسم بندے کے لئے ایک قید خانہ ہے اور جب تک وہ اس سے باہر نہیں آجاتا سکون حاصل نہیں ہو سکتا اور نفس کی ذلت جسم کی قید سے نجات عطا کر دیتی ہے پھر فرمایا کہ ابتداء میں تو یاد الٰہی کی تمیز باقی رہتی ہے لیکن انتہا میں یہ تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے پھر فرمایا کہ تصوف الٰہی میں سے ایک ایسا نور ہے جو حق کی دلیل ہوا کرتا ہے۔ فرمایا کہ رجا بندگی کی جانب مائل کرتی ہے اور خوف معصیت و نافرمانی سے دور کر دیتا ہے اور یہ خدا کے راستے کے لئے مراقبہ ہے۔ فرمایا کہ زہاد کو قتل سے بچا کر عباد کا خون گرایا گیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کچھ قبرستان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے چاروں کونوں کو ملائکہ اٹھا کر ان میں دفن شدہ لوگوں کو بلا حساب و کتاب جنت میں جھنک دیں گے اور انہیں میں سے جنت البقیع کا قبرستان ہے اسی لئے حضرت ابو عثمان نے اپنی قبر وہاں کھدوا رکھی ہے اور ایک دن جب حضرت ابو القیاسم کا وہاں سے گزر ہوا تو پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے لوگوں نے بتایا کہ ابو عثمان نے اپنے لئے کھدوائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو خواب میں یہ دیکھی ہے کہ جنت البقیع کے مردے ہوا میں پرواز کر رہے ہیں اور جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ جس شخص میں یہاں کے مراتب کی اہلیت نہیں ہوتی اس کو اگر دفن بھی کر دیا جائے جب بھی ملائکہ اس کو یہاں سے دوسرے جگہ منتقل کر دیتے ہیں اور جب آپ کی ملاقات حضرت ابو عثمان سے ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے بقیع میں اپنے لئے جو قبر کھدوائی ہے اس میں تو میں دفن ہوں گا اور تم نیشاپور میں وفات پاؤ گے چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد ابو عثمان کو لوگوں نے وہاں سے نکال دیا اور وہ وہاں سے بغداد پھر وہاں سے کے بعد نیشاپور پہنچ کر وفات پا گئے اور حیرہ میں مدفون ہوئے مصنف فرماتے ہیں کہ اس خواب کے سلسلہ میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خواب حضرت ابو القاسم نے نہیں بلکہ کسی اور نے دیکھا تھا۔

وفات: استاد اسحاق زاہد خراسانی اکثر موت کا ذکر کرتے رہتے تھے لیکن آپ نے انہیں منع کرتے

ہوئے فرمایا کہ موت کے بجائے محبت کا ذکر کیا کرو۔ لیکن آپ نے اپنے انتقال کے وقت ایک نیشاپوری باشندے سے جو اس وقت آپ کے سرہانے موجود تھا۔ فرمایا کہ جب تم نشاپور جاؤ تو استاد اسحاق سے کہہ دینا کہ جیسا تم بیان کیا کرتے تھے واقعی موت بہت سخت و شوار شے ہے آخر کار آپ اس قبر میں مدفون ہوئے جو بقیع میں ابو عثمان نے اپنے لئے تیار کروائی تھی۔ کسی نے انتقال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو فرمایا کہ اللہ نے مجھ پر ایسا عتاب نہیں کیا جیسا دوسرے زبردست کیا کرتے تھے البتہ یہ ندا ضرور آئی کہ اے ابو القاسم وصال کے بعد جدائی کی ہے میں نے عرض کیا کہ اے اللہ مجھے لحد میں رکھدیا گیا اب تو احد تک پہنچادے۔

باب نمبر 95

حضرت ابو الفضل حسن سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ بہت صاحب کرامت و فراست بزرگ اور حضرت ابو سعید حیر کے مرشد اور سرخس ہی میں تولد ہوئے۔

حالات: جب حضرت ابو سعید پر قبض کی کیفیت طاری ہوتی تو حضرت ابو الفضل کے مزار اقدس کا طواف کیا کرتے تھے جس کے بعد آپ کے اوپر بسط کی کیفیت نمودار ہو جاتی اور حضرت ابو الفضل کے ارادت مندوں میں سے جو بھی حج کا قصد کرتا تو حضرت ابو سعید اس کو آپ کے مزار کی زیارت کا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے کہ وہاں کی زیارت سے تمام مقاصد پورے ہو جائیں گے حضرت ابو سعید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ دریا کے کنارے پر میں اور دوسرے کنارے پر حضرت ابو الفضل کھڑے ہوئے تھے اور اس وقت آپ کی مجھ پر ایسی نظر پڑی کہ میرے مدارج میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا امام خرامی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں درخت پر چڑھا ہو شہتوت توڑ رہا تھا کہ آپ کا ادھر سے گذر ہوا لیکن آپ نے مجھے دیکھے بغیر سر اٹھا کر کہا کہ اے اللہ میں سال بھر سے حجامت بنوانے کے لئے تجھ سے ایک دانگ طلب کر رہ ہوں لیکن تو نہیں دیتا گیا دوسروں کے ہمراہ یہی سلوک کیا جاتا ہے امام خرامی کہتے ہیں کہ اس وقت جب میری نظر درخت پر پڑی تو اس کی تمام شاخیں پتے سونے کے بن گئے لیکن یہ صورت دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ قلب کو آسودگی کے لئے تجھ سے کوئی بات نہ کہنی چاہیے۔

منقول ہے کہ سرخس میں، ایک بے نمازی دیوانہ وار پھرا کرتا تھا اور جب اس سے لوگوں نے نماز پڑھنے کے لئے اصرار کیا تو اس نے کہا کہ وضو کرنے کے لئے پانی کہاں ہے یہ سن کر لوگ کنویں پر پکڑ کر لے گئے اور اس کے ہاتھ میں رسی وڈول تھما کر کہا کہ کر اس میں سی پانی کھینچ کر وضو کر لے لیکن وہ دیوانہ تیرہ یوم تک اسی طرح رسی پکڑے بیٹھا رہا اور اتفاق سے جب آپکا ادھر سے گزر ہوا تو فرمایا کہ تو غیر مکلف ہونے کی وجہ قیود شریعت سے قطعاً آزاد ہے جاؤ اسے اسکے گھر پہنچا دو۔

قلب سی نابلد ہو وہ کبھی ادب سے واقف نہیں ہو سکتا اور جو ادب روح سے نا آشنا ہو اس کو کبھی قرب حاصل نہیں ہو سکتا ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ بعض مرد عورتوں کی صحبت میں بیٹھ کر بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم معصوم ہیں آپ نے فرمایا کہ جب تک نفس موجود ہے اس وقت تک اوامر ونواہی کی پابندی ضروری ہے اور اسؒ سے کسی کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا اور ایسے مقامات پاڈھٹائی سے کام نہ لینا چاہیئے جب تک حرمت سے روگرداں نہ ہوں۔

واقعات :ایک مرتبہ قحط کے دوران لوگواں نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ پانی ضرور برسے گا چنانچہ اس قدر بارش ہوئی کہ تمام خشک درخت سر سبز ہو گئے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیا دعا کی تھی فرمایا کہ میں نے رات کو ٹھنڈا پانی پی لیا تھا جس کی وجہ سے خدا نے سب کا دل ٹھنڈا کر دیا مصنف فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ قطب دوراں تھے کیونکہ یہ چیزیں اقطاب ہی میں پائی جاتی ہیں ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے جابر بادشاہ وقت کے لئے دعائے خیر کی درخواست کی تو فرمایا کہ مجھے اس کا افسوس ہے کہ تم لوگ بادشاہ کو اپنے درمیان کیوں لے آئے۔

اقوال زریں :آپ نے فرمایا کہ نہ تو عہد ماضی کو یاد کرو اور نہ مستقبل کا انتظار کرو بلکہ حال ہی کو غنیمت سمجھو پھر فرمایا کہ عبودیت کی حقیقت دو چیزوں پر منحصر ہے اول یہ کہ خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج تصور کرو کیونکہ یہی عبودیت کی بنیاد ہے۔ اور دوسرے اتباع سنت کرتے رہو کیونکہ اس میں راحت نفس نہیں ہے۔

وفات :انتقال کے قریب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم آپ کو فلاں شیخ کے مقربے میں دفن کریں آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ فلاں ٹیلے پر دفن کرنا

جہاں آوارہ گرد قسم کے لوگ دفن ہیں کیونکہ وہ خدا کی رحمتوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

باب نمبر 96

حضرت ابو العباس ایساروی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :آپ شریعت کے بہت بڑے عالم اور طریقت کے عظیم بزرگ ہیں۔ آپ ایک دن آپ کے یہاں لقمان پہنچے تو آپ کو ایک جزدہاتھ میں لئے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ کیا تلاش کرتے ہو۔ فرمایا کہ جس کو تم ترک میں تلاش کرتے ہو۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر یہ خلاف کیوں ہے فرمایا کہ خلاف تو تمہیں نظر آ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے پوچھتے ہو کہ کیا تلاش کرتا ہے۔ اب مستی سے ہوشیار اور ہوشیار سے بیدار ہو جاؤ تاکہ تمہاری نگاہوں سے خلاف دور ہو سکے اور تم سمجھ سکو کہ ہم دونوں کس شے کی جستجو میں ہیں۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کو خواب میں مردہ دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی آیت تلاوت کرو چنانچہ اس نے یہ آیت تلاوت کی عاش باللہ لا یموت ابدا یعنی جس نے اللہ کے ساتھ زندگی گزاری دی وہ کبھی نہیں مرتا۔

ارشادات :ایک مرتبہ حضرت ابو سعید کو آپ نے اپنے یہاں قیام کا حکم دیا اور آپ کے وقت ان سے فرمائش کی کہ کوئی آیت تلاوت کرو چنانچہ اس نے یہ آیت تلاوت کی یحبو نھم کحب اللہ تو آپ نے اس کے ساتھ سو معانی بیان کئے جو ایک دوسرے سے قطعاً" جدا تھے۔ حتی کہ پوری رات اسی مین گزر گئی اور آپ نے فرمایا کہ شب رفت و حدیث ما بپایاں نہ رسید شب راچہ گناہ حدیث مابو دراز یعنی رات گزر گئی اور ہماری بات ختم نہ ہو سکی لیکن اس میں رات کا اس لئے کوئی قصور نہیں کہ ہماری بات ہی طویل تھی۔ فرمایا کہ مافقت امر نیک ہے۔ اور اس امر نیک کی موافقت اس سے بھی افضل ہے فرمایا کہ جس کو خدا کی موافقت امر نیک ہے اور اس امر نیک کی موافقت اس سے بھی افضل ہے۔ فرمایا کہ جس کو خدا کی موافقت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ کبھی اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے صفت آدم سے آگاہ کرنا چاہا تو فرمایا عصہ ادم ربہ اور جب اپنی صفت فضل سے آگاہ کرنا چاہا

تو فرمایاان اللہ اصطفی ادم فرمایا کہ چونکہ اصحاب کہف بلاواسطہ خدا پر ایمان لائے اس لئے وہ جوانمرد کہلانے کے مستحق ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غیور ہے اور اس کی غیرت مقتضی ہے کہ جب تک وہ خود کسی کو توفیق نہ عطا کرے اس کی جانب راہ نہیں پاتا فرمایا کہ مصنوعات کا وجود ہی صانع کی دلیل ہے فرمایا کہ جو شخص خود اپنے نفس کو مودب نہیں بنا سکے اس کو واقف ادب نہیں کہا جا سکتا۔ اور جو آداب حضرت ابوبکر واسطی کے ارادتمندوں میں سے تھے اور سرزمین مرد پر آپ نے بہت حقائق کا انکشاف فرمایا ہے۔

حالات: آپ کو اپنے والد کی میراث میں بہت زیادہ مال و اسباب ملا تھا۔ لیکن سب کچھ راہ مولیٰ میں لٹا دیا اور حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک جو آپ کے پاس تھا اس کی برکت سے آپ کو بیعت و توبہ کی توفیق نصیب ہوئی اور ایسے مراتب تک پہنچے جو امام حنفی کے نام سے مشہور ہوئے اور صوفیاء کرام اس گروہ کو طائفہ سیارگان کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایک دن آپ اخروٹ خریدنے ایک دوکان پر پہنچے اور اس کو اخروٹ کی رقم دے دی۔ دوکاندار نے اپنے ملازم سے کہا آپ کو بہت نفیس اخروٹ چھانٹ کر دے دو۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم ہر خریدار کے ساتھ یہی طریقہ ختیار کرتے ہو' اس نے فرمایا کہ نہیں آپ کو عالم ہونے کی وجہ سے خراب چیز دینا پسند نہیں کرتا' آپ نے فرمایا کہ میں اپنے علم کو اخروٹ کے معاوضہ میں فروخت کرنا معیوب تصور کرتا ہوں۔ یہ فرما کر قیمت واپس لئے بغیر چلے گئے۔

لوگ آپ کو جبریہ فرقہ کا فرد کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا قول یہ تھا کہ لوح محفوظ میں تحریر شدہ شے کو بندہ ترک نہیں کر سکتا۔ اور مقدرات کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس عقیدہ کی وجہ سے آپ نے بے حد اذیتیں برداشت کریں۔ لیکن آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان اذیتوں سے چھٹکارا دے دیا۔

ارشادات: جب دانشوروں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو رزق کہاں سے مہیا ہوتا ہے فرمایا کہ اس کے یہاں سے جو بلا سبب اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کے رزق میں تنگی و فراخی کرتا رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ لالچ کی تاریکی نور مشاہدہ کے لئے حجاب بن جاتی ہے۔ فرمایا کہ جب تک مومن اپنی ذلت پر اس طرح صبر نہیں کرتا جس طرح اپنی عزت پر صابر رہتا ہے فرمایا کہ انبیاء کو خطرات اولیاء کو وسواس عوام کو انکار اور عشاق کے لئے عزائم ہوا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جس پر خدا کی مہربانی ہوتی ہے اس پر لوگ بھی مہربان رہتے ہیں لیکن جس پر قہر نازل

ہوتا ہے۔ لوگ بھی اس سے دور بھاگ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ معارف سے باہر آنے کا نام معرفت ہے۔ اور توحید کی تعریف یہ ہے کہ سوائے خدا کے قلب میں کسی کا گذر نہ ہو یعنی توحید کا غلبہ اس حد تک فزوں ہو جائے کہ جو شے قلب میں داخل ہو اس پر توحید کا رنگ چڑھ جائے اور موحد وہی ہے جو بحر توحید میں غرق ہو کر خود بھی احد کی شکل اختیار کرلے جیسا کہ فرمایا گیا یعنی ہم اس کی سماعت و بصارت بن جاتے ہیں۔ فرمایا کہ حالت مشاہدہ میں غافل کو کبھی لذت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ حسن کا مشاہدہ فنا کا نام ہے۔

جس وقت لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ خدا تعالیٰ سے کیا طلب کرتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ جو کچھ وہ دے دے کیونکہ میں تو گدا ہوں اور گدا کو جو کچھ بھی مل جائے وہی اس کے لئے غنیمت ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ مرید کے لئے بہترین ریاضت کون سی ہے فرمایا کہ شریعت کے احکام پر صبر ممنوعہ اشیاء سے احتراز اور صادقین کی صحبت ترین ریاضتیں ہیں۔ فرمایا کہ عطا کی دو قسمیں ہیں اول کرامت دوم استدراج کرامت تو یہ ہے کہ جو تمہارے لئے قابل ہو اور استدراج سے جو خوشی تمہاری طرف رد کر دی جائے۔ پھر فرمایا کہ اگر تلاوت قرآن کے بدوں نماز کا جواز ہو سکتا ہے۔ تو یہ شعر مکمل طور پر صادق آتا ہے۔

لا تمنی علی الزماں مجا لا
ان یری فی الحیوۃ طلعت حرا
میری ایک زمانہ سے یہ تمنا رہی ہے کہ
کاش میں اپنی حیات میں کسی مرد آزاد کو دیکھ سکتا

وفات : انتقال کے وقت آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ وفات کے وقت میرے منہ میں حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک رکھ دیا جائے۔ چنانچہ پس مرگ آپ کی وصیت پر عمل کر دیا گیا آپ کا مزار مرو میں ہے اور آج تک تکمیل حاجات کے لئے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ ان للہ وانا الیہ راجعون ○

ختم شدہ